الرسول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تصنیف

سعید حوی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور • کراچی • پاکستان

1A A

الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

تالیف

سعید حوی

مترجم

علامہ مختار احمد رومی

زیرِ اہتمام

ادارہ ضیاء المصنفین ○ بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور — کراچی — پاکستان

1B

نام کتاب	الرسول ﷺ
مصنف	سعید حوی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	علامہ مختار احمد رومی، فاضل دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف
زیر اہتمام	ادارہ ضیاء المصنفین، بھیرہ شریف
سال اشاعت	ستمبر 2006ء
تعداد	ایک ہزار
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
کمپیوٹر کوڈ	1Z 75
قیمت	-/275 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953 فیکس:۔ 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2212011-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے

سب تعریفیں اللہ کے لئے جو مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے سارے جہانوں کا، بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے، مالک ہے روزِ جزاء کا، تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں، چلا ہم کو سیدھے راستہ پر، راستہ ان کا جن پر تو نے انعام فرمایا، نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا

ترجمہ:۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

انتساب

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

حسین منی و انا منہ احب اللہ من احبہ

''حسین (علیہ السلام) میری جان ہے اور میں حسین کی جان ہوں۔ جس نے حسین سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی''۔ (طبرانی)

یہ نیاز مند اپنی اس کاوش کو اپنے مرشد کریم حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے خدا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب، گلشن اہلبیت کے گل تازہ، لخت جگر مرتضیٰ، نور نظر زہراء، برادر حسن مجتبیٰ (رضی اللہ عنہم) امام اہل صفا، قافلہ سالارِ حریت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام گرامی سے منسوب کر رہا ہوں۔

رومی فنا سے بچ گیا اہل بقا کو تھام کے
ذرہ خوش نصیب ہوں کفش حسین کی دھول کا

مختار احمد رومی

فہرست مضامین

تمت بالخیر

مقدمہ

بے حساب مخلوقات میں سے انسان ہی وہ مخلوق ہے جسے ایک منور شکل سے نوازا گیا ہے یہی جسمانی ساخت اسے دوسری مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے۔اور اسی وجہ سے انسان کا وجود ایک پورے جہان کو اپنے اندر آباد کیے ہوئے ہے۔ذیل میں انسان کی یہی امتیازی خصوصیات پیش کی جارہی ہیں۔

1۔تخلیق انسانی

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۝ (التین)

''بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے (عقل وشکل کے اعتبار سے) بہترین اعتدال پر''۔

انسان کے اندر جو کچھ بھی ہے اسے انتہائی خوبصورت، متوازن اور مکمل پیدا کیا گیا ہے۔انسان کا موازنہ دیگر مخلوقات سے کرنے کے بعد ہر ایک مخلوق سے مشابہت کے باوجود انسان کے امتیازات جدا ہیں مثلاً انسان کے ہاتھ دیگر مخلوقات کے ہاتھوں سے ممتاز ہیں اور اگر اس طرح نہ ہوتا تو کرۂ ارض پر تہذیب کے نقوش بھی اس طرح نہ ہوتے انسان کی قد وقامت اور سیدھا کھڑے ہوجانا اس خصوصیت میں کوئی حیوان اس کے ساتھ شریک نہیں، انسان کی پیشانی اور دیگر اعضاء دوسروں سے جداگانہ شان رکھتے ہیں الغرض پاؤں کے ناخن سے لے کر سر کے بالوں تک انسان کا وجود منفرد خصوصیات سے بھرپور ہے۔

2۔علم

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا الآیۃ (البقرہ:31)

''اور سکھائے آدم علیہ السلام کو تمام اسماء''۔

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ۝ (العلق)

''سکھایا انسان کو (اللہ نے) جو وہ نہیں جانتا تھا''۔

سیکھنے سکھانے کی صلاحیت بھی انسان ہی میں بدرجہ احسن واتم ہے۔نباتات اور جمادات عقل

واحساس کی دولت سے محروم ہیں حالانکہ حیوانات میں بھی یہ صلاحیت طعام وشراب اور افزائش نسل اور ظاہری دفاع تک محدود ہے اول تو حیوانات تعلیم قبول ہی نہیں کرتے اور اگر کوئی چیز سیکھ بھی جائیں تو بڑی محنت کرنا پڑتی ہے۔

لیکن انسان اپنی ذات کو بھی اور دوسروں کو بھی اچھی طرح سمجھ سکتا ہے اشیاء کی ترکیب، تحلیل اور تعریف سے واقفیت حاصل کر لیتا ہے کسی چیز کی حقیقت تک پہنچنا اور یہ جاننا کہ یہ چیز کیسے بنی کیوں بنی اور کس لیے بنی یہ انسان کے لیے نہایت آسان ہے اشیاء کے باہمی ربط کے قوانین اور ان کی تسخیر کا طریقہ بھی انسان ہی سمجھ سکتا ہے علم میں انسان کی صلاحیت بالکل واضح ہے اس لیے تمام حیوانات سے ممتاز اور منفرد ہے۔

3۔انسان کا ارادہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّا هَدَيْنَٰهُ ٱلسَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ۝ (الدھر)

”ہم نے دکھادی ہے اس کو راہ (اب چاہے انسان) شکر کرنے والا بنے یا ناشکری کرنے والا“۔

انسان کا ارادہ اس کے علم کو مفید بناتا ہے۔ایک کام کے مقابلہ میں انسان کئی ارادے کر سکتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی پر ظلم کرتا ہے مظلوم کبھی معاف کر دیتا ہے کبھی انتقام لے لیتا ہے کبھی غصے کو پی جاتا ہے کبھی غصے کا اظہار کرتا ہے کبھی مناسب فرصت کے انتظار میں انتقام کو مؤخر کر دیتا ہے اور کبھی بزدلی دکھاتا ہے لیکن حیوان کو فقط ایک قسم کے ردعمل کا اظہار کرنا پڑتا ہے انسان اس اعتبار سے بھی باقی مخلوقات سے ممتاز ہے۔

4۔انسان کی قدر ومنزلت اور قوت

کائناتِ ہست وبود کی سیادت کا سہرا بھی انسان ہی کے سر ہے ہر چیز اس کے لیے مسخر کر دی گئی ہے ارشاد ربانی ہے:

هُوَ ٱلَّذِى خَلَقَ لَكُم مَّا فِى ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا (بقرہ:29)

”وہی اللہ ہے جس نے پیدا کی ہے تمہارے لیے ہر وہ چیز جو زمین میں ہے“۔

أَلَمْ تَرَوْا۟ أَنَّ ٱللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ (لقمان:20)

”کیا تم نے نہیں دیکھا مسخر کر دی ہے (اللہ تعالیٰ نے) تمہارے لیے ہر وہ چیز جو آسمانوں

میں ہے اور زمین میں ہے''۔

هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا (ہود: 61)

''اس نے تمہیں زمین سے اٹھایا ہے اور اس میں آباد کیا ہے''۔

اس کائنات کی ہر چیز کی مخفی طاقتوں سے فائدہ اٹھانا بھی انسان کے لیے ہی ممکن ہے مثلاً سارے حیوانات مل کر ایک کلہاڑا بھی نہیں بنا سکتے جبکہ انسان نے مصنوعی چاند اور ایٹم بم بنا لئے ہیں۔

5۔ اظہار کی قوت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۭ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (الرحمٰن)

''الرحمٰن نے سکھایا ہے قرآن (اپنے بندے کو) پیدا کیا انسان کو سکھایا اسے بیان (کا طریقہ)''۔

تمام حیوانات اپنے منہ سے مبہم آوازوں کے سوا کچھ نہیں نکال سکتے جبکہ انسان ہر طرح کی آوازیں نکال سکتا ہے وہ حروف تہجی کے الفاظ بول لیتا ہے جن سے ساری دنیا کی زبانوں کے الفاظ ترکیب پاتے ہیں انہیں حروف کے ذریعے انسان بات کر کے سامعین کو مسحور کر دیتا ہے کبھی ہنسا دیتا ہے کبھی رلا دیتا ہے کبھی (فتنہ و فساد کی) آگ بھڑکا دیتا ہے کبھی صلح و سکون (کے گل کھلا دیتا ہے) کبھی شعر کہتا ہے کبھی نثر کبھی سوز دروں کا اظہار کرتا ہے کبھی سوزِ وجدان کے ہار پروتا ہے (انہیں حروف کے ذریعے) کبھی زمین و آسمان کے قوانین بیان کرتا ہے اور کبھی ترانے اور نغمے الاپتا ہے۔ الغرض ملکۂ بیان سے انسان کی انفرادیت مزید نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

6۔ عقل، ادراک، تصور اور خیال کی قوت

گو حیوان انسان کے ساتھ حواس میں شریک ہے لیکن انسان ادراک، تصور اور خیال کے اعتبار سے کہیں زیادہ اعلیٰ و ارفع ہے نیلگوں سمندر انسان بھی دیکھتا ہے اور حیوان بھی لیکن دونوں کے دیکھنے میں بڑا فرق ہے سطح سمندر کی نیلاہٹ انسان کو شعر گنگنانے اور ماحول سے لطف اندوز ہونے کی دعوت دیتی ہے انسان کچھ سوچنے پر اور کچھ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کیونکہ سمندر کی وسعت غور و فکر کی دعوت بھی دیتی ہے (جبکہ حیوان ان احساسات سے محروم ہے)۔

مکھیوں سے نجات کے لیے میٹھے پانی میں زہر ملا کر رکھ دیا جاتا ہے ایک مکھی آتی ہے زہر کھا کر مر جاتی ہے دوسری تیسری بلکہ ساری اسی طرح آ کر مرتی جاتی ہیں کسی مکھی کو بھی مردہ مکھیاں دیکھ کر سبق

سیکھنے کی توفیق نہیں ہوتی۔

کبھی آپ نے دیکھا ہو کہ قاتل غذا ایک آدمی نے کھائی ہو اور اس کا انجام دیکھ کر کسی دوسرے نے اس خوراک کو ہاتھ بھی لگایا ہو۔

7۔اخلاقی صلاحیتیں

اخلاق کی دو قسمیں ہیں۔(۱) اعلیٰ اخلاق اور (۲) گھٹیا اخلاق۔انسان میں استعداد ہے چاہے تو گھٹیا اخلاق اپنا کر ذلیل بن جائے یا اعلیٰ اخلاق اپنا کر طہارت کا پیکر بن جائے انسان کو یہ بھی اختیار ہے چاہے تو نیکی و بدی میں سے کسی کو اپنا لے چاہے تو دونوں کا مرقع بن جائے۔

حسد، کینہ پروری، دھوکہ دہی، خیانت، تکبر، ریا، غصہ، طمع، اظہار تفاخر، مداہنت، خود پسندی، مکرو فریب، سنگ دلی، سختی، جفا، طیش، بے حیائی اور بے رحمی یا ان کے متضاد اچھی صفات انسان کی اپنی مرضی ہے چاہے ان بری صفات کو اپنا لے یا انہیں ترک کر کے اچھی صفات کا خوگر ہو جائے جبکہ دیگر مخلوقات اس استعداد سے بھی تہی دست ہیں۔

ایک سوال

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان کو یہ امتیازات کیوں عطا کیے گئے اور ان امتیازات کی وجہ سے اس کی ذمہ داریاں کیا ہیں۔یہ اصول بہت عام فہم ہے جس کو جتنا زیادہ نوازا جاتا ہے اتنے ہی اس سے فرائض کا تقاضا کیا جاتا ہے۔

اللہ رب العزت نے کائنات کی ہر چیز انسان کے لیے مسخر کر دی ہے (اس انعام کی وجہ سے) فقط انسان ہی اللہ رب العزت کی بارگاہ میں جوابدہ ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ یُّتۡرَکَ سُدًی ؈ (قیامۃ) دوسری جگہ فرمایا

اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰکُمۡ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمۡ اِلَیۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ ؈ (المومنون)

''کیا گمان کرتا ہے انسان کہ اسے یونہی چھوڑ دیا جائے گا۔کیا تم گمان کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے فائدہ پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم نے ہماری طرف لوٹ کر نہیں آنا''۔

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ الۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا وَ اَشۡفَقۡنَ مِنۡہَا وَ حَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَہُوۡلًا ؈ (الاحزاب)

''ہم نے پیش کی امانت آسمانوں اور زمین پر اور پہاڑوں پر پس انہوں نے انکار کر دیا اٹھانے سے اور وہ (ساری چیزیں) ڈر گئیں اس سے اور اسے اٹھالیا انسان نے بے شک

وہ بڑا ظالم اور نا سمجھ ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے اس انفرادیت کی وجہ سے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ بنالیا ہے۔

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (بقرہ:30)

''اور یاد کرو جب کہا آپ کے رب نے فرشتوں سے میں بنانے والا ہوں زمین میں اپنا نائب''۔

یہ خلافت درج ذیل امور کا تقاضا کرتی ہے۔

(۱) بے شک خلیفہ (انسان) اس زمین کا مالک اصلی نہیں۔

(۲) خلیفہ پر لازم ہے کہ وہ اس کائنات میں اپنے رب کے احکام کے مطابق تصرف کرے اپنی من مانی نہ کرے۔

(۳) خلیفہ اطاعت کی دیواریں گرا کر بے مہار نہ ہو جائے۔

(۴) خلیفہ صرف وہی کام کرے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے رضائے الٰہی کے خلاف کام نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس مقام پر فائز کر کے اسے اپنی عبادت کے لیے پابند فرمایا ہے اس راہ میں حضرت انسان آزاد نہیں۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (الذاریات)

''نہیں پیدا کیا میں نے جنوں اور انسانوں کو مگر یہ کہ وہ میری عبادت کریں''۔

پس اس کائنات میں انسان کی سیادت، عبودیت الٰہی پر انعام ہے اگر انسان نے عبودیت ترک کردی تو گویا اس نے خود کو نباتات و جمادات کی صف میں لا کھڑا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے نافرمانوں کی عدم انسانیت پر زور دیا ہے فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ (المنافقون:4)

''اور جب آپ دیکھیں تو ان کے جسم آپ کو بڑے خوشنما معلوم ہوں گے اور اگر وہ گفتگو کریں تو توجہ سے آپ کی بات سنیں گے (درحقیقت) وہ بے کار لکڑیوں کی مانند ہیں جو دیوار کے ساتھ کھڑی کردی گئی ہوں''۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِیَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً

''پھر ہو گئے سخت تمہارے دل اس کے بعد یہ ہیں پتھروں کی طرح یا ان سے بھی زیادہ

سخت''۔(بقرہ:74)

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (انفال)

''بے شک بُرے ہیں چوپایوں سے بھی اللہ کے نزدیک''۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ وَ لَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَ لَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ (انفال)

''وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا پس وہ ایمان نہ لائے بیشک بُرے ہیں چوپائیوں سے اللہ کے نزدیک۔ بہرے، گونگے وہ لوگ جو عقل نہیں رکھتے اور اگر جان لیتا اللہ ان میں بھلائی تو انہیں سنا دیتا اور اگر وہ انہیں سنا (بھی) دیتا تو وہ پیٹھ پھیر دیتے اور وہ ہیں ہی اعراض کرنے والے''۔

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَ لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ

''ان کے دل ہیں لیکن وہ سوچتے نہیں ان دلوں سے اور ان کی آنکھیں ہیں لیکن وہ ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں لیکن وہ ان سے سنتے نہیں یہی لوگ ڈنگروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے یہی لوگ غافل ہیں''۔(الاعراف)

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَ يَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَ النَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ (محمد:12)

''اور جنہوں نے کفر کیا وہ لطف اندوز ہو رہے ہیں اور کھا رہے ہیں جس طرح ڈنگر کھاتے ہیں اور آگ ان کا ٹھکانہ ہے''۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا

''ان کی مثال جنہیں تورات کا حامل بنایا گیا تھا پھر انہوں نے اس کا بار نہ اٹھایا اس گدھے کی طرح ہے جس نے کتابیں اٹھا رکھی ہوں''۔(جمعہ:5)

كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ

''کتے کی طرح اگر تو اس پر حملہ کرے تو بھی ہانپتا ہے اور اگر چھوڑ دے تب بھی ہانپتا ہے۔ بے شک اطاعت الٰہی انسان کو ترقی و کمال کی راہ پر اور نافرمانی انسان کو وبال و زوال کی راہ پر لے جاتی ہے''۔(الاعراف:172)

جب تک انسان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے احکام سے آگاہی حاصل نہ ہو انسان اللہ کے

2A

احکام پر عمل نہیں کر سکتا جب معرفت رسالت نہ نصیب ہو معرفت الٰہی کے لیے کوشش کرنا رائیگاں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہی یہی ہے کہ انسانیت میں سے چند نفوس قدسیہ کو اپنی نیابت کے لیے چن لے اور باقی لوگ انہی نفوس قدسیہ سے معرفت الٰہی کا فیضان حاصل کریں۔

اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ (الحج:75)

''اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے ملائکہ میں سے پیغام پہنچانے والے اور لوگوں میں سے بھی''۔

اس میں ساری حکمتیں ہیں۔ مثلاً

(۱) عالم غیب سے رابطے کے لیے ایک خاص اہلیت ضروری ہوتی ہے لیکن یہ اہلیت ہر ایک کو نہیں عطا کی گئی۔

حکمت الٰہی کا تقاضا ہے کہ تمام انسانیت کی استعداد یکساں نہ ہو کیونکہ اس یکسانیت کی وجہ سے ... ِن حیات راہِ استقامت پر رواں نہیں ہو سکتا کیونکہ کچھ لوگ صنعت وحرفت اور انسانی ضروریات کیلئے، کچھ خدمات کیلئے، کچھ سیادت وقیادت کے لیے اور کچھ اتباع وانقیاد کیلئے پیدا کیے گئے ہیں۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَرَفَعْنَا بَعْضَھُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُھُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا

''اور ہم نے ہی بلند کیا ہے بعض کو بعض پر مراتب میں تا کہ وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں''۔ (زخرف:32)

اس قانون کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے لیے بشریت کو منتخب فرمالیا۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ (زخرف)

''اور کہنے لگے کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن کسی ایسے آدمی پر جو دو شہروں میں بڑا ہے''۔

(۲) پابندیٔ احکام کا مقصد انسان کا امتحان اور آزمائش ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (الملک:2)

''جس نے پیدا کیا موت کو اور زندگی کو تا کہ آزمائے تمہیں کون تم میں سے بہت اچھا ازروئے عمل''۔

اور انسان کا انسان کو آزمانا یہ دوسرا مقصد ہے بقول قرآن:

وَجَعَلْنَا بَعْضَکُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَۃً ط اَتَصْبِرُوْنَ ج وَکَانَ رَبُّکَ بَصِیْرًا (فرقان)

''اور ہم نے بنایا ہے تم میں سے بعض کو بعض کے لیے آزمائش کیا تم صبر کرتے ہو اور تمہارا رب دیکھنے والا ہے''۔

2B

وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۝ (الانعام)

''اور ہم نے آزمایا ہے ان میں سے بعض کو بعض کے ذریعے تاکہ وہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں کرم کیا ہے ان پر اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان کیا نہیں ہے اللہ جاننے والا شکر کرنے والوں کو''۔

اس اصول کے مطابق اللہ تعالیٰ کی سنتِ جاریہ یہ ہے کہ ایک انسان کو رسول بنا کر دوسرے انسانوں کو آزمائے بے شک یہ بہت بڑا امتحان ہے جو اس امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے اسے حسد کی نجاست، تکبر کی خواہش سے نجات مل جاتی ہے وہ شخص اللہ تعالیٰ کا سچا دوست بن جاتا ہے اس سلسلے میں عام انسانوں کا ہی نہیں بلکہ انبیاء و رسل کا بھی امتحان لیا گیا ہے فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا (آل عمران:81)

''اور (یاد کرو) جب لیا اللہ نے وعدہ نبیوں سے جب عطا کروں میں تمہیں کتاب اور حکمت پھر تمہارے پاس آجائے (میرا) رسول (جو) تصدیق کرنے والا ہو اس کی جو تمہارے پاس ہے تو ضرور تم اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا کہا (اللہ تعالیٰ نے) کیا تم نے اقرار کر لیا ہے اور اس پر لے لیا ہے ہم نے میرا بھاری ذمہ (تو انبیوں نے) کہا ہم نے اقرار کر لیا ہے''۔

(۳) سب سے اہم امتحان یہ ہے کہ انسان غیب پر ایمان لائے جس سے مخبر کی خبر پر اعتماد ظاہر ہو یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان ''رسول'' کا واسطہ ہو اسی طرح رسل بھی امتحان سے گزرتے ہیں۔

وَ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ (شوریٰ:51)

''نہیں ہے کسی بشر کے لیے کہ کلام کرے اللہ تعالیٰ اس سے مگر (بذریعہ) وحی یا پردے کے پیچھے سے یا بھیجے کوئی (اپنا) قاصد پس وہ اسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے وحی کرے جو وہ چاہے''۔

قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ (الاعراف:143)

''کہا (موسیٰ) نے (میرے رب) دکھا مجھے اپنا آپ تاکہ میں تجھے دیکھ لوں اللہ تعالیٰ نے

فرمایا تو مجھے نہیں دیکھ سکے گا"۔

پس رسل کے انتخاب میں یہی حکمت تھی کہ وہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ اور اس کے احکام کی معرفت کی خبر دیں اور مخلوق اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کر کے اپنے نفوس کی طہارت اور انسانیت کی تکمیل کریں"۔

اللہ تعالیٰ کے تمام رسل علیہم السلام انسانی عظمت کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہوتے ہیں کیونکہ وہ عبودیت کی اعلیٰ منازل طے کر کے وہاں پہنچتے ہیں اس جہان رنگ بو میں ان کی ذمہ داری سب سے اہم ہوتی ہے یہی وہ مبارک ومقدس گروہ ہے جو انسانیت کو صراط مستقیم پر گامزن کر کے تمام نفسانی میل کچیل اور حیوانی خواہشات ختم کر کے انہیں بارگاہِ رب العزت میں باریاب کر دیتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ (آل عمران)

"نہیں ہے کسی بشر کے لیے کہ عطا کرے اللہ اسے کتاب اور حکمت پھر وہ لوگوں سے کہے بن میرے بندے اللہ کے علاوہ بلکہ (اس پر لازم ہے کہ یوں کہے) بن جاؤ اللہ والے بذریعہ اس کے جو تم سیکھتے ہو کتاب اور جو تم سکھاتے ہو"۔

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ (بقرہ)

جس طرح ہم نے بھیجا تم میں اپنا رسول تم میں سے تلاوت کرتا ہے تم پر ہماری آیتیں اور پاک کرتا ہے تمہیں اور سکھاتا ہے تمہیں کتاب اور حکمت اور سکھاتا ہے تمہیں وہ جو تم نہیں جانتے تھے"۔

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾ (النساء)

"ہرگز عار نہ سمجھے گا مسیح (علیہ السلام) کہ وہ بندہ ہو اللہ تعالیٰ کا اور نہ ہی مقرب فرشتے (اس کو عار سمجھیں گے) اور جسے عار ہو اس کی بندگی سے او وہ تکبر کرے تو اللہ جلد ہی جمع کرے گا ان سب کو اپنے ہاں۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عام لوگ کس طرح پہچان سکیں کہ فلاں شخص اللہ کا رسول ہے کہ نہیں کیونکہ رسول کی معرفت اور رسول کی اتباع پر انسان کی ہدایت اور آخرت کے ثواب کا دارومدار ہے ایک شخص کے رسول ہونے کے باوجود اگر انسان اس کو نہ پہچانے اور انکار پر ڈٹا رہے تو وہ گمراہ ہی سمجھا

جائے گا اور دنیا اور آخرت میں عذاب کا حق دار بھی۔ لہٰذا یہ امر انتہائی ضروری ہے کہ کس طرح رسول کی معرفت ممکن ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک جھوٹے شخص کو رسول مان کر انسان گمراہ ہو جائے یا سچے رسول کا انکار کر کے عذاب کا شکار ہو جائے وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۝ (الاسراء) اور ہم نہیں عذاب دینے والے یہاں تک کہ کسی رسول کو مبعوث کریں۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی علامات رکھی ہیں جن کی وجہ سے ان کی پہچان ممکن ہوتی ہے وہ علامات حسب ذیل ہیں۔

1۔رسالت کے لیے شخصی صفات

اللہ کے رسول ہمیشہ جھوٹ اور غلط بیانی سے پاک ہوتے ہیں کیونکہ جھوٹے شخص پر عام دنیوی معاملات میں اعتماد اٹھ جاتا ہے چہ جائے کہ رسالت جیسے اہم ترین منصب کے بارے میں اس پر اعتماد کیا جائے۔

پس اللہ تعالیٰ کے ہر رسول کے لیے اخلاقی عظمت ضروری ہے تاکہ وہ بشریت کو شر سے بچا کر خیر کی طرف رہنمائی کرے جب رسالت کا دعویٰ کرنے والا خود ہی شر سے محفوظ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کیونکر اسے رسول بنائے گا۔

نیز رسول کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عظیم عقل کا مالک ہو کیونکہ پوری سے عقل والے یا کم عقل و نادان کے ہاتھ میں کوئی بھی اپنی باگ ڈور نہیں دیتا۔

رسول کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ جس چیز کی طرف دعوت دے رہا ہے خود اس پر عمل بھی کرے اگر اس کا اپنا عمل اپنی دعوت کے خلاف ہو تو کوئی بھی اس کی بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف بلانے والا خود اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے یا اللہ کی نافرمانی سے منع کرنے والا خود معاصی کا ارتکاب کرے یہ نامعقول بات ہے۔

اسی طرح اگر کسی رسول کے پاس اپنی دعوت دوسروں تک پہنچانے کی صلاحیت ہی نہ ہو تو کما حقہ ابلاغ نہیں ہوگا اور جب تک ابلاغ کامل نہ ہو تو اتمام حجت بھی نہیں ہوگا اس لیے رسول کو ایک مضبوط شخصیت کا مالک ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ دعوت رسل علیہم السلام نفس کے لیے بہت کڑوی ہوتی ہے لہٰذا نفس سرکش کو لگام دینے کے لیے غیر معمولی قوت والی شخصیت کی ضرورت ہوتی ہے۔

المختصر کار دعوت بہت کٹھن ہے جس کی خاطر پیچیدہ گھاٹیوں، سنگلاخ راہوں اور پر پیچ وادیوں سے گزرنا پڑتا ہے اور یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے جو اللہ کے ساتھ مخلص و راست باز ہو۔

مزید برآں سلوک الی اللہ کے معاملے میں رسول ہی انسانیت کے لیے عظیم نمونہ ہوتا ہے لہذا زندگی کے ہر معاملے میں اور صلاحیت میں رسول کو باقی تمام انسانوں سے اعلیٰ وارفع ہونا بھی ضروری ہے۔

2۔ معجزات

معجزہ وہ امر خارق ہے جو کسی نبی اور رسول کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قوانین قدرت کے اعتبار سے انسانی طاقت انتہائی محدود ہوتی ہے فقط قدرت الٰہی ہی غیر محدود ہے جب نبی کے ہاتھ پر معجزات کا ظہور ہوتا رہے تو پتہ چلتا ہے کہ اس ہستی کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے لیکن کچھ لوگ معجزہ، جادو اور روحانی ریاضت کو آپس میں خلط ملط کر دیتے ہیں لیکن ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ سحر اور جادوگری کے اصول وقوانین ہیں جو بھی ان اصولوں پر عمل کرتا ہے وہ شعبدہ بازی دکھا سکتا ہے یہی حال ریاضت روحانی کے قوانین کا بھی ہے۔

لیکن معجزہ یہ عالمِ اسباب سے جدا ہے یہ کسی علم، تجربہ یا قانون کا اثر نہیں کیونکہ شرط معجزہ ہی یہی ہے کہ کوئی اور بشر نبی جیسا کام نہ کر سکے۔

معجزہ قدرتِ الٰہی کا کرشمہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام برص والے کو ٹھیک کر دیا کرتے تھے اس دور میں طبیب بھی برص کو ٹھیک کر دیا کرتے تھے لیکن دونوں حالتوں میں بڑا فرق ہے معجزہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی وجہ سے اور طبیب کی کرشمہ سازی ان قوانین سے واقفیت کی وجہ سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں پھیلا رکھے ہیں انسان اپنی ذہانت اور قوت سے زیر زمین پانی باہر نکال سکتا ہے یا وسائل بروئے کار لا کر آکسیجن اور ہائیڈروجن ملا کر پانی بنا سکتا ہے لیکن ان دونوں پانیوں اور اس پانی میں بڑا فرق ہے جو عصائے کلیمی کی ضرب سے یا محمد عربی ﷺ کی مبارک انگلیوں کے فیض سے جاری ہوا تھا یہ فرق اسی طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی صنعت اور انسان کی صنعت میں فرق ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی صنعت کے لیے کلمہ ''کن'' کافی ہے جبکہ انسان کو جدوجہد، علم وعمل، آلات وافکار، اسباب اور قوانین کو مربوط کرنے کی ضرورت پڑتی ہے انہی اسباب ووسائل کی وجہ سے انسان سطح زمین سے اڑ کر فضاء میں پہنچا جبکہ اس پرواز اور شب معراج مصطفیٰ کریم کی پرواز میں بڑا فرق ہے عروج مصطفیٰ کریم ﷺ کلمہ ء خدا کے طفیل اور انسان کا صعود صعوبت عمل اور جہد مسلسل کا نتیجہ ہے ثابت ہوا کہ معجزہ تمام مادی اسباب سے بے نیاز ہوتا ہے اسی لیے وہ صاحب معجزہ کی رسالت کاملہ پر واضح دلیل ہوتا تھا۔

3۔ پیش گوئیاں

مستقبل میں ہونے والے واقعات کی پیشگی خبر کو پیشین گوئی کہتے ہیں یہ بھی دعویٰ رسالت کی صحت کی دلیل ہوتی ہے کیونکہ انسان کا علم ماضی اور حال تک محدود ہے مستقبل کی اسے کوئی خبر نہیں ہوتی جبکہ اللہ رب العزت کے سامنے سارے زمانے بے حجاب ہیں لہذا اگر کوئی رسول زمانہ آئندہ کی خبر دے اور وہ حرف بحرف پوری ہو جائے یہ بھی اس بات کی علامت ہے کہ اس ہستی کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص تعلق ہے۔

لیکن یہ پیشین گوئی اسباب اور عالم اسباب سے بے نیاز ہوتی ہے اور اس کا تعلق قیاس، اندازے اور مقدمات سے نہیں ہوتا کیونکہ بہت سارے اہل دانش وحکمت اپنے تجربے کی بنا پر کوئی بات کہہ دیتے ہیں جو پوری ہو جاتی ہے لیکن اس طرح کی باتوں کا پیغمبرانہ پیشین گوئیوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

4۔ نتائج اور ثمرات

رسالت کے ثمرات بھی فطری دعوت کے اجراء پر دلالت کرتے ہیں ان ثمرات کا ظہور صاحب دعوت کے پیروکاروں میں بدرجہ اتم ہوتا ہے جس طرح کہ حق پر پوری قوت کے ساتھ ڈٹ جانا، بدعہدی پر وفا کو ترجیح دینا اگرچہ غدر میں ظاہری اور دنیوی منفعت ہو اسی طرح نفس انسانی کا بھلائی اور خیر کے کاموں کا خوگر ہو جانا، پس ایسا شخص حقوق ادا کرتا ہے اپنے فرائض پورے کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی مدد کے ذریعے اللہ کے لیے زندگی گزارتا ہے دنیا میں عدل کرتا ہے تاکہ آخرت کا نفع نصیب ہو اسی سے اس کی ساری طاقتیں جنم لیتی ہیں اور صحیح راہ پر گامزن ہو جاتی ہیں اور اس کی ملکوتی قوتوں کو جلا ملتی ہے۔

دعوتِ رسالت کے ثمرات دیگر دعوتوں سے قطعاً مختلف ہوتے ہیں یہاں تک کہ فطرت انسانی بہت جلد محسوس کر لیتی ہے کہ ان ثمرات کے پس پردہ عنایت ربانی کی خفیہ طاقت ہے۔

5۔ بشارات

تمام انبیاء ایک وحدہٗ لاشریک کے بھیجے ہوئے ہیں کبھی کبھی اللہ تعالیٰ ایک رسول کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے بعد میں آنے والے رسول کی آمد کی خوشخبری سنا کر جائے لیکن ہر رسول کے لیے ایسا کرنا ضروری نہیں پھر بشارت میں کبھی آنے والے رسول کی صفات ذکر کی جاتی ہیں کبھی واضح طور پر اسم مبارک اور کبھی اسم وصفات دونوں ذکر کر دی جاتی ہے۔

کسی بھی رسول کی صداقت کی پہچان کے لیے پانچ علامات ہیں۔ جو ہم نے ذکر کر دی ہیں ان کو ہم نے رسالت محمدی ﷺ کے بیان سے پہلے ذکر کر دیا ہے۔

انہی کی روشنی میں ہم رسالت محمدی ﷺ کا تذکرہ کرنے والے ہیں ہمارے آقا ﷺ کی رسالت پر اللہ تعالیٰ نے سلسلہ نبوت ورسالت ختم کر دیا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (احزاب:40)

''لیکن (محمد ﷺ) اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں''۔

آپ کی رسالت پر تمام شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں اللہ تعالیٰ نے ساری انسانیت کو آپ کی شریعت کا مکلف بنایا ہے آپ کی شریعت پر عمل کرنے والا ہی رحمت کا حقدار ہوگا جس نے آپ کی شریعت سے منہ موڑ لیا اللہ تعالیٰ کا عذاب اس کا مقدر بن جائے گا۔

اسی رسالت کی وجہ سے رسالت قومیت سے نکل کر انسانیت عامہ کی طرف منتقل ہوگئی کیونکہ حضور ﷺ سے پہلے تمام رسول اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے جبکہ آپ ﷺ کو پوری انسانیت کا رسول بنا کر بھیجا گیا آپ کی بعثت سے ساری انسانیت ایک شریعت کی پابند ہوگئی اب ہدایت محمد ﷺ کے سوا کسی دوسری طرف جانے کا کسی کو اختیار نہیں۔اگر کسی نے ایسا کیا تو وہ گمراہ تصور کیا جائے گا۔

جب اس رسالت کی اہمیت اتنی زیادہ تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے دلائل و براہین کو بھی واضح اور روشن کر دیا جن کو دیکھ کر کسی منکر و معترض کو مجال اعتراض و انکار نہیں رہتی۔

یہ فصول خمسہ،نبوت و رسالت کی تصدیق کے لیے وہ معیار پیش کریں گی جس کی وجہ سے شک کی گنجائش ختم ہو جائے گی ہر ایک پکار اٹھے گا بلاشبہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

اب جس نے بھی آپ کی رسالت کا انکار کیا روز جزا اس کے لیے کوئی عذر باقی نہیں ہوگا۔

وہ پانچ فصلیں اس ترتیب سے ہیں۔

پہلی فصل:۔صفات کے بیان میں

دوسری فصل:۔معجزات کے بیان میں

تیسری فصل:۔نبوت کے بیان میں (یعنی پیشین گوئیاں)

چوتھی فصل:۔ثمرات کے بیان میں

پانچویں فصل:۔بشارات کے بیان میں

اسی کے ساتھ ہی رسالت کے بارے میں ہماری بحث کا اختتام ہو جاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صفات

اس فصل سے کتاب کی ابتداء کا مقصد رسول کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کی تعریف بیان کرنا ہے تا کہ یہ فصل مجموعی طور پر دیگر تمام فصول کے لیے کنجی ثابت ہو اس میں ہماری ترتیب کچھ یوں ہے۔

ا۔ مقدمہ:۔ رسول کی جسمانی ساخت اور صفات کا بیان تا کہ یہ بات واضح ہو سکے کہ جس ہستی کو رسالت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے اس کی جسمانی قوتیں اس فریضہ کے لیے بالکل موزوں ہیں۔

۲۔ پہلا باب:۔ رسالت کے لیے بنیادی صفات کا بیان اور اس بات کی وضاحت کہ رسول کس طرح عالم بشریت سے اعلیٰ وارفع ہوتے ہیں۔

۳۔ دوسرا باب:۔ اس بات کا بیان کہ زندگی کے ہر شعبے میں رسول ہی انسانیت کے قائد ہوتے ہیں کیونکہ وہ کمالات کی انتہا کی بلندیوں پر فائز ہوتے ہیں۔

مقدمہ کو ہم نے ''تکوین الرسول الجسمی'' کے عنوان سے پہلے باب کو ''الصفات الاساسیۃ'' بنیادی صفات کے عنوان سے اور دوسرے باب کو ''القدوۃ العلیا'' اعلیٰ قیادت کے عنوان سے بیان کیا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ ان سطور کے اختتام پر طالب حق قاری ضرور اس نتیجے پر پہنچ جائے گا کہ محمد ﷺ سراپا رسالت حق ہیں۔

ابتدائیہ

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جسمانی ساخت

اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی نظر پڑتے ہی یوں لگتا ہے جیسے نگاہوں کے سامنے ایک باوقار اور بے مثال پیکر حسن کھڑا ہے اور وہ غیر متزلزل اعتماد سے معمور وحی کا مظہر ہے جنہوں نے بھی کسی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا ان سب کی یہی رائے ہے۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رأیت النبی فی لیلة اضحیان فجعلت انظر الیه والی القمر فهو کان احسن فی عینی من القمر۔

''میں نے ایک چاندنی رات میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا میں کبھی چاند کی طرف دیکھتا کبھی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف میری نگاہوں میں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاند سے بھی زیادہ خوبصورت تھے''۔(رواہ الدارمی والبیهقی)۔

ترمذی اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے آپ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ سے زیادہ حسین کسی کو نہیں دیکھا گویا کہ سورج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے میں چلتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر میں نے کسی کو تیز رفتار نہیں دیکھا گویا کہ زمین آپ کے لیے لپیٹ دی گئی ہے ہم (تیز چلتے چلتے) تھک جاتے تھے اور آپ بالکل اطمینان سے چل رہے ہوتے تھے۔

مارأیت أحسن من رسول الله کأن الشمس تجری فی وجهه ومارأیت احداً اسرع فی مشیه منه کأن الارض تطویٰ له وانا لنجهد وانه غیر مکترثٍ۔

''بخاری و مسلم نے حضرت براء سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک کندھے کھلے کھلے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زلفیں کان کی لو تک پہنچ جاتی تھیں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کوئی حسین نہیں دیکھا''۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن سمرہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کے بارے میں یہ الفاظ ذکر کیے ہیں:

مثل الشمس والقمر مستدیرا۔

''بلکہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سورج چاند کی طرح گول تھا''۔

حضرت براء سے ہی روایت ہے حضور ﷺ کا رخ انور سب سے زیادہ خوبصورت تھا اور اخلاق سب سے بہترین آپ (ﷺ) کا قد مبارک نہ بہت زیادہ لمبا اور نہ بالکل چھوٹا تھا (بخاری و مسلم)۔

ابو طفیل سے عرض کیا گیا ہمیں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بتایئے آپ نے فرمایا آپ ﷺ سفید رنگ کے ملیح چہرے والے تھے۔(مسلم)

ابو عبیدہ فرماتے ہیں میں نے ربیع بنت مسعود سے عرض کیا رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کچھ فرمایئے آپ نے فرمایا ''لو رأیته قلت الشمس طالعة''۔

تو اگر آپ ﷺ کو دیکھتا تو پکار اٹھتا کہ رخ (انور میں) سورج چمک رہا ہے (اسے دارمی، بیہقی، طبرانی، اور ابو نعیم نے روایت کیا ہے)۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک پر گوشت اور چہرۂ انور خوبصورت تھا میں نے آپ ﷺ جیسا کبھی نہیں دیکھا۔ (بخاری شریف)۔

ابن عمر فرماتے ہیں۔

مارأیت أشجع ولا اجود ولا اضوأ من رسول اللہ۔(دارمی)۔

''میں نے حضور ﷺ سے بڑھ کر کسی کو بہادر، سخی اور روشن چہرے والا نہیں دیکھا''۔

محرش کعبی فرماتے ہیں حضور ﷺ نے رات کے وقت عمرۂ جعرانہ ادا فرمایا میں نے آپ ﷺ کی پشت مبارک کی طرف دیکھا گویا کہ چاندی کی تختی ہے اسے امام احمد اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

آپ ﷺ کے چچا حضرت ابو طالب کا شعر بھی ہے:

وابیض یستقی الغمام بوجھہ   ثمال الیتامیٰ عصمة للأرامل

''گورے رنگ والا (رب کا حبیب ﷺ) جس کے مکھڑے کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے جو یتیموں کا فریاد رس اور بیواؤں کی عزت کا محافظ ہے''۔

سبد اللہ بن امام احمد اور بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضور ﷺ زیادہ لمبے قد والے نہ تھے اور درمیانے قد سے بلند قامت تھے جب قوم میں چلتے تو سب سے بلند قامت ہوتے رنگ سفید تھا سر انور بڑا تھا پلکیں لمبی اور چمکدار تھیں چہرے پر پسینہ آبدار موتیوں کی طرح لگتا تھا میں نے آپ ﷺ سے حسین نہ پہلے کبھی دیکھا ہے نہ بعد میں کوئی نظر آئے گا۔

حضرت ہند بن ابو ہالہ فرماتے ہیں حضور ﷺ بارعب شخصیت والے تھے آپ ﷺ کا چہرۂ

انور چودہویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا آپ ﷺ کا سر مبارک بڑا اور زلفیں خم دار تھیں رنگت نکھری ہوئی اور پیشانی پرنور وسیع تھی، ابرو مبارک باریک لمبے اور ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ تھے جن کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت نمایاں ہو جاتی تھی، آپ ﷺ کی ناک مبارک لمبی درمیان سے اونچی اور باریک تھی جس پر ہر وقت نور کا جلوہ رہتا تھا، اچانک دیکھنے والا یوں سمجھتا کہ ناک مبارک بڑی ہے، داڑھی شریف گھنی اور آنکھوں کا سیاہ حصہ خوب سیاہ تھا، رخسار شریف نرم و ملائم اور دہن مبارک چوڑا تھا، دانتوں کے درمیان فاصلہ تھا، سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی گویا کہ آپ ﷺ کی گردن مبارک صفائی کے اعتبار سے گڑیا کی گردن تھی، آپ متعدل اعضاء والے تھے، سینہ اقدس اور بطن مبارک کی سطح ہموار تھی، سینہ اقدس وسیع اور کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا، ہاتھوں کے جوڑ بڑے اور ہتھیلیاں کھلی کھلی تھی، ہاتھوں اور پیروں کی انگلیاں پر گوشت اور لمبی لمبی تھیں بدن مبارک چھریرا تھا رفتار تیز تھی جب چلتے یوں لگتا جیسے بلندی سے اتر رہے ہوں، جب کسی کی طرف توجہ فرماتے تو مکمل اسی کی طرف التفات فرماتے، نگاہیں جھکائے رکھتے، آسمان کی بجائے اکثر زمین کی طرف دیکھتے، جب آپ ﷺ کسی کو چھوتے تو وہ ایک عجیب اطمینان اور گوناں راحت محسوس کرتا۔

امام احمد روایت فرماتے ہیں حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں جب میں مکہ میں تھا وہاں بیمار ہو گیا حضور ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اپنی جبین مبارک پر رکھا پھر میرے چہرے، سینے اور پیٹ کو چھوا ابھی تک اس دست مبارک کی ٹھنڈک اپنے جگر میں محسوس کرتا ہوں۔

حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہیں میرے رخسار پر حضور ﷺ نے اپنا دستِ مبارک رکھا میں نے اس طرح خوشبو اور ٹھنڈک محسوس کی گویا کہ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک عطار کی ڈبیہ سے نکالا ہے۔ (مسلم)

حضرت انس فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم کوئی ریشم نہیں دیکھا اور خوشبوئے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ پاکیزہ کوئی کستوری اور عنبر بھی نہیں۔ آپ ﷺ کی دید سے ہی پتہ چل جاتا کہ آپ ﷺ نبی ہیں۔

عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں:

لما قدم النبیُّ المدینۃَ جئتُہ لأنظر الیہِ فلما اِستَبَنتُ وجھَہٗ عرفتُ اَنّ وجھَہٗ لیس بوجہِ کذابٍ

"جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے میں آپ ﷺ کو دیکھنے کے لیے گیا جب میں نے

آپ ﷺ کا رخ انور غور سے دیکھا تو جان گیا کہ یہ چہرہ جھوٹا چہرہ نہیں"۔(الترمذی)

حضرت ابورمثہ تمیمی فرماتے ہیں میں اپنے بیٹے کے ہمراہ آپ ﷺ کو دیکھنے گیا جب میں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو پکار اٹھا "هذا نبی الله" یہ تو اللہ کے نبی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ فرماتے ہیں

لولم تكنْ فيه آياتٌ مُبَيِّنَةٌ لكان منظره ينبيك بالخبر

"اگر آپ ﷺ کے ساتھ واضح آیات نہ بھی ہوتیں تو آپ ﷺ کا دیدار الٰہی (آپ ﷺ کی حقانیت کی) خبر دے رہا ہے"۔

یہ چند ایک آثار ہیں جو ہم نے آپ ﷺ کی جسمانی ساخت کے بارے میں آپ کے سامنے ذکر کیے ہیں تا کہ آپ ﷺ کے عظیم تخلیقی محاسن واضح ہو جائیں اور کسی جانب سے کوئی ابہام باقی نہ رہے۔

باب اول

رسالت کے لیے بنیادی صفات

اللہ کے ہر رسول کے لیے ان چار صفات سے متصف ہونا ضروری ہے تاکہ وہ رسالت کا اہل ہو سکے وہ صفات حسب ذیل ہیں۔

1۔صدق مطلق

دائمی اور لازوال سچائی جو ہر حال میں قائم رہے اس طرح کہ رسول کی ہر بات ہر حال میں سچی ہو جب وہ کسی سے وعدہ کرے یا عہد کرے سنجیدہ بات ہو یا مزاح اور دل لگی ہو کسی چیز کی خبر دے یا کسی خطرے سے آگاہ کرے اگر کسی بات میں بھی سچائی کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا تو دعویٰ رسالت کا شیشہ بھی ٹوٹ جائے گا کیونکہ جھوٹے رسول پر اعتماد نہیں ہو سکتا اور سچے رسول کے کلام میں کسی طرح بھی باطل کی ملاوٹ نہیں ہو سکتی۔

2۔کامل ذمہ داری

اللہ تعالیٰ کا نائب ہونے کی حیثیت سے ذمہ دار ہونا اور اپنے ہر دعوے پر عمل کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ فریضہء رسالت کا مطلب ہے لوگوں تک ان احکام کا پہنچانا جن کا اللہ تعالیٰ نے ان کو مکلف بنایا ہے اور جب رسول خود ان احکام کو اپنے اوپر لاگو نہ کرے تو یہ اس کی کوتاہی ہے اور کوتاہی اس کے جھوٹ کی دلیل ہے کیونکہ رسول کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہونے کی وجہ سے رسول اللہ رب العزت کے جلال سے زیادہ آگاہ ہوتا ہے لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتا کیونکہ نافرمانی خیانت ہے اور خیانت کرنے والے رسالت کے اہل نہیں ہوتے۔

3۔کامل تبلیغ

فریضہٗ رسالت کی مکمل تبلیغ ضروری ہے اور اس راہ میں لوگوں کی ناراضگی، تکلیف وایذا، ان کے مکر سازشوں اور سختیوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے بلکہ اللہ کے حکم پر استقامت اور اس سے عدم انحراف اشد ضروری ہے پیہم تبلیغ لازمی ہے کیونکہ رسالت تبلیغ کے بغیر ظاہر نہیں ہوتی اور صبر و تسلسل کے بغیر پختہ نہیں ہوتی۔ جبکہ لوگوں کی سختی اور سرکشی کے آگے جھک جانا اللہ کی جانب سے تبلیغ کے دعویٰ کے جھوٹ کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا پیغام اللہ سے رغبت اور غیر سے عدم رغبت کے بغیر لوگوں تک نہیں پہنچایا

جا سکتا اور جب اللہ اپنے رسول کے ساتھ ہو تو کسی غیر کی رضا کی کیا پرواہ۔

4۔ عقل عظیم

اللہ کے ہر رسول کے لیے عظیم عقل کا ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ جب تک عقل کے اعتبار سے اللہ کا رسول اپنی قوم سے اعلیٰ وارفع نہیں ہوگا کوئی اسے نہ تو تسلیم کرے گا اور نہ ہی کوئی اس کی اتباع کرے گا کیونکہ انہیں اطمینان ہی نہیں ہوگا اور وہ ہر وقت خطرے میں رہیں گے کہ کہیں انہیں کسی گمراہی میں نہ دھکیل دیا جائے نیز تھوڑی عقل والا شخص دوسروں کو مطمئن بھی نہیں کر سکتا بالخصوص ذکی اور تیز فہم لوگوں کو، اور نہ باطل پرست، تند خو اور انحرف کرنے والوں کے حملوں کا جواب دے سکتا پس رسول کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی قوم سے زیادہ عقل والا، زیادہ ذکی، تیز فہم، حکیم اور کامل احساس والا ہوتا کہ ان قوتو سے دوسروں پر حجت قائم کر سکے۔

پس جب یہ چاروں صفات کسی انسان میں پائی جائیں اور ساتھ ہی دوسرے اوصاف جن سے کسی رسول کی پہنچان ہوتی ہے اور کوئی ایسا امر بھی نہ پایا جائے جو دعویٰ رسالت کے منافی ہو تو ایسے شخص کو اللہ کا رسول کہا جائے گا یہ صفات وعلامات اس ہستی کے دعویٰ کی صحت پر دلیل ہوں گی کیونکہ کسی سچے کو جھوٹا کہنے اور اس کی بات تسلیم نہ کرنے کی کوئی وجہ ہی باقی نہیں رہی اور کوئی علت باقی نہیں رہی جس کی وجہ سے حق کو تسلیم نہ کیا جائے یا تبلیغ سے انحراف کیا جائے۔ اور صاحب دعویٰ اپنے دعویٰ پر حجت قائم کرنے پر قادر ہے۔

اس باب میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کس طرح ان تمام صفات میں اعلیٰ درجے پر فائز تھے جب بھی کسی صفت کا جائزہ لیا جائے تو یوں لگتا ہے کہ (یہ صفت اس درجہ آپ ﷺ میں پائی جاتی تھی کہ) یہ تسلیم کیے بغیر چارہ ہی نہیں رہتا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

اب ہم مذکورہ ترتیب کے مطابق تمام صفات بیان کرتے ہیں۔

حضور ﷺ کی سچائی

اس عنوان پر ہم چند شہادتیں (گواہیاں) پیش کریں گے اور وہ تین شہادتیں ہیں۔

(الف) دشمنوں کی گواہی (ب) اتباع کرنے والوں کی شہادت (ج) واقعات کی شہادت۔

واقعات کی شہادت کے چار پہلو ہیں۔ (۱) کسی واقعہ کی خبر دینا (۲) کسی سے وعدہ کرنا (۳) کوئی معاہدہ کرنا (۴) مزاح، دل لگی اور پیشین گوئیاں۔

الف۔ غیروں کا اعتراف

(کسی شخصیت کی عظمت کے لیے) اس کے دشمنوں کا اعتراف بہت اہمیت رکھتا ہے، حضور ﷺ کے مخالفین کی گواہی اس ضمن میں بڑی وقعت رکھتی ہے کیونکہ یہ گواہی اس اعتماد کا اظہار کرتی ہے جس سے ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام متصف تھے بعض لوگوں نے اسے عجیب جان کر انکار کی کوشش کی ہے لیکن ان نصوص کے ہوتے ہوئے ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں۔

امام بیہقی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا ہے مغیرہ کا بیان ہے سب سے پہلے اس روز میری حضور ﷺ سے پہچان ہوئی کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں جب ایک روز میں اور ابوجہل ایک ساتھ مکہ کی ایک گلی میں جا رہے تھے اچانک ہماری ملاقات رسول اللہ ﷺ سے ہوئی حضور ﷺ نے ابوجہل سے فرمایا اے ابوالحکم! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف آؤ میں تمہیں اللہ کی طرف دعوت دے رہا ہوں۔

ابوجہل نے کہا اے محمد! (ﷺ) کیا آپ ﷺ ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہنے سے رک گئے ہیں؟ کیا آپ ﷺ یہ چاہتے ہیں کہ ہم گواہی دیں کہ آپ ﷺ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے سو ہم تمہاری اس بات کی گواہی دیتے ہیں بخدا اگر مجھے علم ہوتا کہ آپ ﷺ حق پر ہیں تو میں تمہاری ضرور اتباع کرتا (اس کے بعد) حضور ﷺ چلے گئے ابوجہل میری طرف متوجہ ہوا اور کہا اللہ کی قسم مجھے پتہ ہے کہ جو کچھ محمد ﷺ کہتے ہیں حق ہیں۔

لیکن ایک چیز میرے لیے رکاوٹ ہے (وہ یہ ہے کہ) بنو قصی کہیں گے حجابہ ہمارے پاس ہے، ہم کہیں گے ہاں ٹھیک ہے وہ کہیں گے سقایا (حاجیوں کو پانی پیلانا) ہمارے پاس ہے ہم نے کہا ٹھیک ہے پھر انہوں نے کہا ندوہ (پنچایت) ہمارے پاس ہے ہم نے کہا ٹھیک ہے پھر انہوں نے کہا لواء (جھنڈا) ہمارے پاس ہے ہم نے کہا ٹھیک ہے پھر وہ کھانا کھلائیں یہاں تک کہ آنے جانے والوں کو کہیں کہ نبوت بھی ہمارے پاس ہے اللہ کی قسم میں کبھی آپ ﷺ کو تسلیم نہیں کروں گا۔ اسے ابن ابی شیبہ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ابوجہل نے نبی پاک ﷺ کو کہا۔

انا لا نکذبک ولکن نکذب ماجئت بہ.

"ہم تمہیں جھوٹا نہیں کہتے بلکہ تیرے پیغام کا انکار کرتے ہیں"۔

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی

فَاِنَّهُمۡ لَا یُکَذِّبُوۡنَكَ وَلٰکِنَّ الظّٰلِمِیۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجۡحَدُوۡنَ (انعام)

''وہ لوگ آپ ﷺ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ وہ ظالم اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں''۔

ابن عساکر نے حضرت معاویہ سے روایت کیا ہے ایک دفعہ ابوسفیان اپنی زوجہ ہند کے ہمراہ جنگل کی طرف گیا میں اس وقت لڑکا تھا میری گدھی ان کے آگے آگے تھی اچانک ہم نے رسول اللہ ﷺ کی آواز سنی ابوسفیان نے مجھے کہا معاویہ تم اتر جاؤ اور محمد ﷺ کو سوار ہونے دو میں اتر گیا آپ ﷺ سوار ہوئے اور آگے آگے چلتے رہے پھر حضور ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابوسفیان بن حرب! اور ہند بنت عتبہ اللہ کی قسم تم ضرور مرو گے پھر تمہیں اٹھایا جائے گا نیکی کرنے والا جنت میں جائے گا اور مجرم دوزخ میں جائے گا میں حق کی آواز تم تک پہنچا رہا ہوں اور تم پہلے لوگ ہو جنہیں خطرے سے آگاہ کیا جا رہا ہے پھر حضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

حٰمٓ ۚ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ (المومن)

ابوسفیان نے کہا اے محمد! ﷺ کیا آپ ﷺ فارغ ہو گئے ہیں سرکار ﷺ نے فرمایا ہاں پھر آپ ﷺ سواری سے اتر گئے اور میں سوار ہو گیا ہند نے ابوسفیان سے کہا کیا اس جادوگر کے لیے تو نے میرے بیٹے کو سواری سے اتارا تھا؟ ابوسفیان نے کہا نہیں بخدا یہ جھوٹے بھی نہیں اور جادوگر بھی نہیں اسے طبرانی نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

بخاری اور مسلم نے ہرقل کے دربار میں ابوسفیان والا واقعہ ذکر کیا ہے جسے ابن عباس نے ابو سفیان سے روایت کیا ہے ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا تھا کیا تم اس نبی پر جھوٹ کا الزام بھی لگاتے ہو۔ ابوسفیان نے کہا نہیں اس قصہ کے اخیر میں ہرقل نے پھر کہا میں نے تم سے پوچھا تھا دعویٰ نبوت سے قبل اس نبی نے کبھی جھوٹ بولا ہے تو نے جواب دیا کہ نہیں میں جان گیا کہ جو شخص لوگوں سے جھوٹ نہیں بولتا وہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں بھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔

بخاری، مسلم اور ترمذی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جب:

وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ (الشعراء)

''اپنے قبیلے کے قریبی لوگوں کو (آنے والے خطرات سے) آگاہ کریں''۔

یہ آیت نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر بلانا شروع کر دیا اے بنی فہر اے بنی عدی اے قریشیو! (اِدھر آؤ) جب تمام اکٹھے ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں تم سے کہوں کہ اس وادی میں ایک لشکر چھپا ہوا ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے کیا تم میری بات مان لو گے؟ سب نے کہا ہاں کیونکہ ہمیں آپ کی سچائی کا تجربہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا (اگر ایسا ہے تو) میں تمہیں ایک شدید عذاب سے

آگاہ کر رہا ہوں اس پر ابولہب نے کہا اے محمد! ﷺ تیرے لیے نقصان ہو (نعوذ باللہ) کیا اس لیے تو نے ہمیں جمع کیا ہے۔ اس وقت یہ سورت نازل ہوئی۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ (لہب)

''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور اس کے لیے ہلاکت ہو''۔

(محترم قارئین) یہ وہ نصوص ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے آقا ﷺ پر کافروں کو بھی مکمل اعتماد تھا اس بارے میں ذرا بھی شک کی گنجائش نہیں۔

اس سے دو امر واضح ہوئے کہ کچھ لوگ ایسے تھے جنہیں قبول اسلام سے پہلے محمد عربی ﷺ کی سچائی کے بارے میں کوئی شک نہیں تھا جیسے خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور عمر بن خطاب وغیرہ یہ لوگ اس اچانک پیغام پر حیران اور ششدر ہو گئے تھے جس پیغام کو نہ انہوں نے خود اور نہ ہی ان کے باپ دادا نے سنا تھا یہاں تک کہ جب اس ناگہانی تبدیلی کی دہشت ختم ہوئی تو ان کی پارسا عقلوں نے صدق نبوت کا اعتراف کر لیا حضور ﷺ کی شخصیت پر پختہ اعتماد ہو گیا تو اس کیفیت سے ایمان نے جنم لیا۔

دوسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جنہوں نے ایمان لانے کے بعد اخلاص کا اظہار کیا ان میں کچھ تو بالکل آخر میں اسلام لائے جبکہ ہر طرف اسلام کا غلبہ ہو گیا جس طرح کہ دیگر افراد قریش وغیرہ انتقام، حسد، شبہات اور شہوات نے اس گروہ کو قبول حق سے روک رکھا یہاں تک کہ جب یہ لوگ اسلام میں داخل ہو گئے اور رسول اکرم ﷺ کے لیے مکمل خلوص کا اظہار کیا ان کی آنکھوں سے غفلت کے پردے ہٹ گئے تو انہیں یقین ہو گیا کہ محمد ﷺ تو کریم بھائی اور کریم فرزند ہیں پس ان کی یہ معرفت اور شخصیت رسول ﷺ پر بھرپور اعتماد ہی اس نئی راہ پر گامزن ہونے کے لیے اخلاص کا سبب بنا جس راہ پر وہ بڑی خوشی سے قدم آزما ہوئے تھے۔

یہ دشمنوں کے اعترافات ہیں ان دشمنوں میں سے کچھ لوگ تو شدید مخالفت کے بعد مسلمان ہو گئے اور کچھ اپنے کفر پر ہی موت کے گھاٹ اتر گئے لیکن شدید دشمنی کے وقت بھی انہیں کامل یقین تھا کہ محمد ﷺ سچے رسول ہیں۔

ب۔ اپنوں کی شہادت

اس بیان سے پہلے ہم وضاحت کرتے جائیں کہ حضور ﷺ کھانے پینے، سفر کرنے، نماز اور اٹھنے بیٹھنے میں اپنے صحابہ کے ساتھ گھل مل کر رہتے تھے آپ ﷺ تکلف کو پسند نہیں فرماتے تھے بلکہ خوش مزاجی اور خندہ روئی کو پسند فرماتے تھے بعض صحابہ ایسے بھی تھے جنہوں نے اعلان نبوت سے پہلے

آپ ﷺ کی سنگت اختیار کی اور اس کے بعد کئی سال آپ ﷺ کی غلامی میں گزار دیئے۔

یہ تمام لوگ نہ تو ناتجربہ کار تھے نہ ہی کم عقل اور نہ ہی زمانے سے بھاگے ہوئے لوگ تھے بلکہ ان میں اکثر کا تعلق اس شہر (مکہ) سے تھا جس کی طرف عرب ہر سال حج کے لیے آتے ہیں جزیرہ عرب اس شہر کے باسیوں کی فضیلت وسیادت کا قائل تھا کیونکہ یہ لوگ یمن اور شام کے ساتھ تجارت کیا کرتے تھے جو اس وقت کی تہذیب کے بہترین مرکز تھے اور بعض اصحاب کا تعلق مدینہ شریف سے تھا جہاں یہود کی رہائش کی وجہ سے ذہنی فضا کافی کھلی تھی۔ نیز ان اصحاب نے حضور ﷺ کی زندگی میں اور بعد از وصال زمانے پر ثابت کر دیا کہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ ذہین، تیز فہم اور تجربہ کار ہیں افراد واقوام اور ان کی سیاست سے بخوبی آگاہ ہیں یہی وجہ ہے کہ اپنے محدود وسائل کے باوجود وہ لوگ اس وقت کی عظیم تہذیبی سلطنتوں پر غالب آگئے ان کے انتظام کو احسن طریقے سے چلایا ان قوموں کے دل جیت لئے اور انہیں ملت اسلامیہ کی لڑی میں پرو دیا۔

جب یہ دو پہلو اکٹھے ہو جائیں دائمی سنگت اور سنگت اختیار کرنے والوں کی عقل و دانش، ایسی صورت میں جھوٹے کا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے اور سچے کا سکہ (دلوں پر) بیٹھ جاتا ہے۔

صحابہ کرام کی زندگیوں کا یہ پہلو انتہائی واضح ہے جس کو بھی صحبت رسالت زیادہ نصیب ہوئی اس کے ایمان اور تصدیق میں زیادہ اضافہ ہوتا چلا گیا بلکہ جنہیں کثرت دید نصیب ہوئی ان کے ایمان اور اطاعت کے جذبات میں بھی تیزی آتی گئی یہاں تک کہ آپ ﷺ کی رضا کے لیے انہیں موت زندگی سے زیادہ عزیز ہو گئی مال خرچ کرنا مال جمع کرنے سے اور اطاعت کرنا نافرمانی سے زیادہ محبوب ہو گیا۔

حضور ﷺ کا دین انہیں اپنے مال، اولاد، مکانات، ازواج اور وطن سے زیادہ پیارا ہو گیا یہ تمام کے تمام تصدیق کامل کے مظاہر ہیں کیونکہ اگر تصدیق نہ ہو تو ایسی جانبازیاں کہاں؟۔

(مؤمن) بیٹا (کافر) باپ کو قتل کر رہا ہے اور (مومن) باپ (کافر) بیٹے کو قتل کر رہا ہے اگر ان کا ایمان بالرسالت تصدیق کی اعلیٰ منزلوں تک نہ پہنچا ہوتا تو جانثاری کے یہ مظاہرے کیسے ہوتے؟۔

ان تمام مثالوں میں تصدیق کامل کے نشانات نمایاں ہیں وہ تمام اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ محمد ﷺ کی صداقت میں کوئی شک نہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں۔

ا۔ حافظ ابوالحسن طرابلسی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کے صحابہ کی تعداد انتالیس ہوگئی تو ابوبکر صدیق نے اسلام کے اظہار پر زور دیا حضور ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر! ہم تھوڑے ہیں لیکن ابوبکر صدیق پیہم اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ حضور ﷺ نے کھلے عام نکلنے کی اجازت دے دی۔

تمام صحابہ مسجد میں پھیل گئے ہر ایک اپنے قبیلے کے پاس گیا حضور ﷺ تشریف فرما تھے ابو بکر صدیق نے خطبہ دینا شروع کر دیا اسلام میں یہ پہلے خطیب ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف دعوت دی۔

مشرکین حضرت ابو بکر پر اور دیگر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور انہیں شدید تکلیف پہنچائی عتبہ بن ربیعہ فاسق حضرت صدیق کے قریب آ گیا اور آپ کو نعلوں سے مارنا شروع کر دیا وہ ظالم آپ کے بطن مبارک پر بیٹھ گیا اور اتنا مارا کہ آپ کے چہرے پر ناک کا پتہ ہی نہیں چلتا تھا۔

اتنے میں بنو تیم (حضرت ابو بکر کے خاندان والے) آ گئے انہوں نے مشرکین کو ہٹایا اور آپ کو کپڑوں میں لپیٹ کر گھر پہنچا دیا یوں لگتا تھا کہ آپ کی موت قریب ہے۔

بنو تیم پھر مسجد میں آئے اور اعلان کر دیا کہ اگر ابو بکر وفات پا گئے تو ہم عتبہ بن ربیعہ کو قتل کر دیں گے آپ کے والد اور دیگر افراد بنو تیم نے آپ کو بلانا شروع کیا دن کے آخری حصے میں آپ نے کلام کیا اور پوچھا ''مافعل رسول اللہ ؟'' حضور ﷺ کا کیا حال ہے۔ بنو تیم نے اس بات کو برا سمجھا اور آپ کو چھوڑ کر چلے گئے۔

آپ کی والدہ ام خیر کو کہا کہ ان کا خیال رکھنا اور انہیں کچھ کھلانا پلانا جب سب چلے گئے تو تنہائی میں آپ کی والدہ نے آپ کو کھلانے پلانے پر اصرار کیا آپ نے پھر کہنا شروع کر دیا رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے والدہ نے کہا مجھے تمہارے ساتھی کا کوئی علم نہیں آپ نے کہا پھر ام جمیل بنت خطاب سے پتہ کر کے آؤ۔ آپ کی والدہ ان کے پاس آئی اور پوچھا انہوں نے (راز کو چھپانے کی غرض سے) کہا مجھے نہ ابو بکر کا پتہ ہے اور نہ ہی محمد بن عبداللہ (فداہ امی وابی) کا پتہ ہے اگر تم کہو تو میں تمہارے ساتھ تمہارے بیٹے کے پاس جا سکتی ہوں جب وہ آئیں تو آپ زخموں سے چور چور لیٹے ہوئے تھے ام جمیل نے کہا اہل کفر وفسق نے جو ظلم کیا ہے مجھے اللہ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا انتقام ضرور لے گا آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا سرکار ﷺ کا کیا حال ہے انہوں نے کہا یہ آپ کی ماں سن رہی ہے آپ نے فرمایا ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں تب ام جمیل نے کہا آقا بالکل صحیح وسالم ہیں اور اس وقت آپ ﷺ ابن ارقم کے گھر میں ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر نے فرمایا اللہ کی قسم ہے جب تک حضور ﷺ کی بارگاہ میں نہ پہنچ جاؤں اس وقت تک کوئی چیز نہیں چکھوں گا جب لوگ ادھر ادھر گئے آپ ٹیک لگائے چلتے چلتے فخر کائنات ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ گئے بندہ نواز آقا ﷺ اپنے عاشق صادق پر جھک گئے اور انہیں چومنا شروع کر دیا باقی مسلمان بھی آپ کے گرد جمع ہو گئے حضور ﷺ پر شدید رقت طاری ہو گئی ابو بکر نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے کچھ بھی نہیں یہ میری

ماں ہے جو میرے ساتھ حسن سلوک کرتی ہے۔

آپ ﷺ سراپا برکت ہیں اسے اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے دعا کریں تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے صدقے اسے آگ سے نجات عطا فرمادے حضور ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمائی اور اللہ کی طرف دعوت دی آپ کی والدہ نے اسلام قبول کرلیا۔

۲۔ ابن اسحاق نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے جب حضرت عمر نے اسلام قبول کیا تو آپ نے فرمایا کون شخص ہے جو بات پھیلانے میں زیادہ معروف ہے آپ کو بتایا گیا جمیل بن معمر جمحی! آپ اس کی طرف گئے عبداللہ فرماتے ہیں میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہولیا تا کہ دیکھوں آپ کیا کرتے ہیں میں اس وقت سمجھ دار لڑکا تھا آپ نے جمیل سے فرمایا کیا تمہیں علم ہے کہ میں اسلام قبول کر کے محمد ﷺ کے دین میں داخل ہو گیا ہوں یہ سننا تھا کہ وہ اپنی چادر پکڑتا اٹھا حضرت عمر بھی اس کے پیچھے پیچھے تھے اور میں آپ کے پیچھے پیچھے تھا وہ کعبہ شریف کے دروازے پر کھڑا ہو گیا قریش اپنی اپنی نشست گاہوں میں بیٹھے تھے اس نے بآواز بلند کہا اے گروہ قریش! سن لو عمر بن خطاب اپنے دین سے پھر گیا ہے آپ نے پیچھے سے کہا جھوٹ کہہ رہے ہو میں نے اسلام قبول کیا ہے اور توحید و رسالت کی گواہی دی ہے یہ سننا تھا کہ قریش آپ پر جھپٹ پڑے اور آپ کے قتل کے درپے ہو گئے یہاں تک کہ (اتنا وقت گزر گیا) سورج ان کے سروں پر آ گیا آپ نے فرمایا جو تمہارے جی میں آئے کرو بخدا اگر ہم تین سو آدمی ہو گئے تو یا تم (یہ شہر یا کعبہ شریف) ہمارے لیے چھوڑ دو گے یا ہم تمہارے لیے چھوڑ دیں گے (یعنی فیصلہ ہو جائے گا) یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک بزرگ آدمی ان کے پاس آیا جس نے خوبصورت حلّہ اور کڑھائی والی قمیص پہنی ہوئی تھی اس نے پوچھا کیا بات ہے انہوں نے کہا عمر بے دین ہو گیا ہے شیخ نے کہا پیچھے ہٹو ایک شخص نے اپنے لیے ایک دین پسند کیا ہے تمہیں کیا ہے کیا بنی عدی (حضرت عمر کا قبیلہ) اپنا آدمی یوں تمہارے حوالے کر دیں گے چھوڑو ایک طرف ہو جاؤ یوں لگتا تھا جیسے (قریش کا اکھٹ) ایک کپڑا تھا جو آپ رضی اللہ عنہ سے ہٹا دیا گیا ہے۔

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں میں نے ہجرت کے بعد اپنے باپ سے پوچھا ابا جان! وہ شخص کون تھا جس نے قریشیوں کو آپ کی وجہ سے جھڑکا تھا جب وہ آپ کے قتل کے درپے تھے آپ نے فرمایا وہ عاص بن وائل سہمی تھا یہ واقعہ بدایہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔

۳۔ امام بخاری اپنی تاریخ میں مسعود بن خراش رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں (مسعود بن خراش فرماتے ہیں) ہم صفا اور مروہ کے درمیان گھوم رہے تھے کہ اچانک ایک نوجوان پر نظر پڑی جس کے ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ بندھے ہوئے تھے میں نے پوچھا کیا بات ہے لوگوں نے کہا یہ طلحہ بن

عبید اللہ ہے جو بے دین ہو گیا ہے اس کے پیچھے ایک عورت اسے گالیاں دے رہی تھی میں نے پوچھا یہ کون تھی؟ لوگوں نے کہا صعبۃ بنت الحضرمی اس کی ماں ہے۔

۴۔ یہ واقعہ بیہقی، ابن سعد، حارث، ابن منذر، ابن عساکر اور ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے۔

حضرت صہیب جب ہجرت کر کے حضور ﷺ کی طرف آئے تو مشرکین قریش کے ایک گروہ نے ان کا پیچھا کیا آپ سواری سے اتر آئے اور اپنا ترکش نکال لیا اور فرمایا اے گروہ قریش! تم جانتے ہو کہ میں تم میں سے سب سے زیادہ تیر انداز ہوں اللہ کی قسم جب تک میرے سارے تیر ختم نہ ہو جائیں تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے اور اگر میرے قریب آ گئے تو جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے میں تمہارے ٹکڑے کرتا رہوں گا اب تمہاری مرضی ہے چاہو تو میں تمہیں اپنے مال کے متعلق بتا دوں جو مکہ میں ہے اور تم میرے راستے سے ہٹ جاؤ انہوں نے کہا ٹھیک ہے آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے مال کا پتہ بتا دیا تب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر قرآن اتارا اور فرمایا:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (بقرہ:207)

''کچھ لوگ (ایسے بھی ہیں) جو خرید لیتے ہیں اپنے آپ کو اللہ کی رضا کے لیے''۔

جب حضور ﷺ نے صہیب کو دیکھا تو فرمایا

ربح البیع یا ابا یحییٰ ربح البیع یا ابا یحییٰ وقرأ القرآن۔

''اے ابو یحییٰ! (حضرت صہیب کی کنیت) نفع بخش سودا کیا ہے نفع بخش سودا کیا ہے اور پھر قرآن (کی یہی آیات) پڑھ کر سنائیں''۔

۵۔ امام حاکم نے حضرت سلیمان بن بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب حضور ﷺ بدر تشریف لے گئے تو سعد بن خیثمہ اور ان کے باپ نے اکٹھے آپ ﷺ کے ساتھ جانے کا ارادہ کیا یہ بات سرکار ﷺ سے عرض کی گئی آپ نے فرمایا تم میں سے ایک آدمی ہمارے ساتھ آئے حضرت خیثمہ بن الحارث نے اپنے بیٹے سعد سے فرمایا ہم میں سے ایک نے جنگ میں جانا ہے تم اپنی عورتوں کے پاس رہو میں جنگ کے لیے جاتا ہوں حضرت سعد نے فرمایا اگر جنت کے علاوہ کوئی اور معاملہ ہوتا تو میں ضرور آپ کو ترجیح دیتا لیکن میں تو شہادت کا طلب گار ہوں انہوں نے قرعہ اندازی کی اور حضرت سعد کا نام نکل آیا آپ رحمت عالم ﷺ کے ساتھ بدر میں آئے۔ عمرو بن عبد ود نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

ابن مبارک نے سلیمان سے اور موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے یہ واقعہ نقل کیا ہے ''اصابہ'' میں بھی

یہ واقعہ مذکور ہے۔

۶۔ طبرانی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ احد کے دن حضرت عمر نے اپنے بھائی سے کہا میری زرہ پکڑلو بھائی نے کہا میں بھی شہادت کے ذریعے اسی چیز کا طالب ہوں جس کے آپ ہیں دونوں نے زرہ چھوڑ دی۔

۷۔ ابن اسحاق نے قاسم بن عبدالرحمٰن بن رافع سے روایت کیا ہے انس بن مالک کے چچا انس بن نضر عمر بن خطاب اور طلحہ بن عبیداللہ کے پاس آئے (یہ غزوہ احد کی بات ہے۔ رومی) یہ لوگ انصار و مہاجرین کے ایک گروہ میں بیٹھے تھے انس بن نضر نے پوچھا کیوں بیٹھے ہو انہوں نے کہا حضور ﷺ شہید ہو گئے ہیں آپ نے فرمایا "پھر آپ کے بعد تمہیں زندگی سے کیا دلچسپی ہے اٹھو اور جس مقصد کے لیے حضور نے جان دی ہے تم بھی اسی مقصد کے لیے جان دے دو پھر آپ کفار کے لشکر میں گھس گئے اور جنگ کرتے کرتے شہید ہو گئے۔

۸۔ حاکم نے روایت کیا ہے کہ زید بن ثابت فرماتے ہیں غزوہ احد کے دن مجھے حضور ﷺ نے سعد بن ربیع کی تلاش میں بھیجا اور فرمایا اگر سعد بن ربیع سے تمہاری ملاقات ہو جائے تو میری طرف سے سلام کہنا اور پوچھنا کہ رسول اللہ فرماتے ہیں تمہارا کیا حال ہے حضرت زید فرماتے ہیں میں نے انہیں شہداء میں تلاش کرنا شروع کر دیا جب میں ان کے پاس پہنچا تو ان کی آخری سانسیں باقی تھی انہیں نیزوں، تیروں اور تلواروں کے ستر زخم آئے تھے میں نے کہا اے سعد! تمہیں اللہ کے رسول ﷺ سلام کہتے ہیں اور تم سے پوچھ رہے ہیں تمہارا کیا حال ہے؟۔

سعد نے کہا (اس نیاز مند کی طرف سے) رسول اللہ ﷺ پر سلام اور تمہیں بھی سلام اے زید مصطفیٰ ﷺ سے عرض کرنا میری حالت یہ ہے کہ جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔

اور میری قوم انصار سے کہنا کہ اگر تم میں ایک آنکھ کی پلک بھی جھپک رہی ہو اور کسی کافر کو حضور ﷺ تک آنے کا موقع مل گیا تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارا کوئی عذر قبول نہیں ہوگا یہ کہہ کر ان کی روح پرواز کر گئی ایک روایت میں ہے کہ حضرت سعد نے حضرت زید سے فرمایا تھا کہ رسول اللہ سے کہنا میں اب جانے والا ہوں آپ پر صلاۃ و سلام ہو۔

اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ہماری طرف سے اور ساری امت کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔

۹۔ بیہقی نے مالک بن عمیر سے روایت کیا ہے انہوں نے زمانہ جاہلیت بھی پایا ہے کہتے ہیں کہ ایک آدمی نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میرا دشمنوں سے مقابلہ ہوا ہے ان میں میرا باپ بھی تھا اس نے آپ ﷺ کے بارے میں ایسی بات کہی تھی جو میری برداشت سے باہر تھی

میں نے اسے قتل کر دیا ہے سرکار ﷺ خاموش رہے پھر ایک اور شخص آیا اور کہا میری ملاقات میرے (کافر) باپ سے ہوئی ہے میں نے اسے چھوڑ دیا ہے میں چاہتا ہوں کہ کسی دوسرے کے ہاتھوں اسے قتل ہوتا دیکھوں (یہ سن کر) سرکار ﷺ خاموش رہے۔

۱۰۔ بزار نے روایت کیا ہے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں حضور ﷺ عبداللہ ابن ابی کے قریب سے گزرے اس وقت وہ ایک قلعے کے سائے میں بیٹھا تھا ابن ابی نے کہا ابو کبشہ کے بیٹے نے (مراد حضور ﷺ) ہمیں ہلاکت میں مبتلا کر دیا ہے ابن ابی کے بیٹے عبداللہ نے کہا یا رسول اللہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو عزت عطا کی ہے اگر فرمائیں تو ابھی اس کا سر قلم کر کے لے آؤں حضور ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ اپنے باپ سے حسن سلوک کرو۔

۱۱۔ ابن ہشام نے ابو عبیدہ اور دیگر اہل علم سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے حضرت سعید بن العاص کو فرمایا مجھے یوں لگتا ہے کہ تمہارا خیال ہے میں نے تمہارے باپ کو قتل کیا ہے اگر میں نے اسے قتل کیا ہوتا تو میں پھر بھی معذرت نہ کرتا لیکن اصل بات یوں ہے کہ میں نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا ہے رہا تیرا باپ میں اس کے قریب سے گزرا تو تھا اس وقت وہ بیل کی طرح دوڑ رہا تھا میں نے اسے تیز نظر سے دیکھا اتنے میں آپ کے چچا کے بیٹے علی رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف رخ پھیرا اور اسے قتل کر ڈالا۔

یہ واقعہ بدایۃ میں بھی اسی طرح ہے استیعاب اور اصابۃ میں اتنی بات زیادہ ہے کہ حضرت عمر نے حضرت سعید سے فرمایا اگر میں تیرے باپ کو قتل کر دیتا تو میں حق پر تھا اور وہ باطل پر یہ بات حضرت سعید کو پسند آئی۔

۱۲۔ ابن سعد نے زہری سے روایت کیا ہے کہ جب حضور ﷺ فتح مکہ کی تیاریاں کر رہے تھے ابو سفیان صلح حدیبیہ والے معاہدے میں توسیع کرنے کے لیے مدینہ آیا حضور ﷺ نے اس کی بات کو بول نہ فرمایا ابو سفیان اپنی بیٹی ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور حضور ﷺ کے بستر مبارک پر بیٹھنے لگا تو ام المومنین نے بستر مبارک لپیٹ دیا ابو سفیان نے کہا اے میری بیٹی کیا میں اس بستر کے قابل نہیں یا یہ بستر میرے قابل نہیں ام المومنین نے فرمایا یہ رسول اللہ کا بستر مبارک ہے اور تو ایک ناپاک مشرک ہے ابو سفیان نے کہا میری بیٹی کو بھی میرے بعد شر پہنچ گیا ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میں نے گوارا نہ کیا کہ تو حضور ﷺ کے بستر مبارک پر بیٹھے۔

۱۳۔ طبرانی نے انس بن مالک سے روایت کیا ہے غزوہ احد کے دن اہل مدینہ نے بڑی تکلیف اٹھائی لوگوں نے مشہور کر دیا کہ محمد ﷺ شہید کر دیے گئے ہیں یہاں تک کہ سارے شہر میں چیخ و پکار کی

کثرت ہوگئی۔

ایک انصاری عورت گھر سے باہر باپردہ ہوکر نکلی اس نے شہداء میں اپنے باپ، بیٹے، خاوند اور بھائی کی لاشیں دیکھیں جب بھی اسے کہا جاتا ہے یہ تمہارے باپ کی، بیٹے کی، شوہر کی، بھائی کی لاش ہے وہ کہتی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہے صحابہ نے کہا وہ تمہارے سامنے ہیں وہ دوڑتی ہوئی گئی اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے کا کنارہ پکڑ کر کہنے لگی:

بأبی انت وامی یارسول لله لا ابالی اذا سلمت من عطب۔

''میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا جب آپ سلامت ہیں تو پھر کوئی غم نہیں''۔

یہ وہ نصوص ہیں جو رسول اللہ کے غلاموں کے ایمان اور تصدیق کا پتہ دے رہی ہیں کہ صحابہ کی طرح ایمان و تصدیق کا مظاہرہ کرنا ناممکن ہے۔

ج۔ واقعات کی شہادت

واقعات کی شہادت بھی بہترین گواہی ہوتی ہے کیونکہ اس کے ذریعے انسان یقین کے اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے جس میں شک کی گنجائش نہیں رہتی اس کا مطلب ہے کہ انسان تمام اقوال وافعال کو آزمائے جن کی نسبت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے اور جب ہر جگہ سوائے حق و صداقت کے اور کچھ نہ ہو تو ایمان و تصدیق رسالت کے بغیر چارہ نہیں رہتا۔

عنقریب ہم دوسری فصل میں دیکھیں گے کہ قرآن پاک کا ہر پہلو سے جائزہ لینے کے بعد یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ قرآن حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

تیسری فصل میں ہم چند ایک پیشین گوئیوں کا ذکر کریں گے جس سے پتہ چلے گا کہ مستقبل کی کوئی بات پوشیدہ نہ تھی۔

اس وقت ہم نمونے کے طور پر وہ واقعات ذکر کریں گے جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاح اور دل لگی کے تذکرے ہیں تاکہ پتہ چلے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاح بھی حق ہوتا تھا اس کے بعد آپ کے وعدے آپ کے معاہدے اور ان کی سچائی بیان کریں گے بعد ازاں ان واقعات کا بیان ہوگا جن کی حقانیت کا علم تجربے اور آزمائش سے ہوتا ہے جنہیں پڑھنے کے بعد علم ہوگا کہ عصرِ حاضر کے انسان نے جو کچھ تجربات کے بعد حاصل کیا ہے زبانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی صدیاں پہلے انہیں بیان کر دیا تھا۔

اس موضوع کا اختتام اس بات پر ہوگا کہ آنے والے واقعات کا یقینی علم بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی حاصل ہو سکتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجت ہیں اور آپ کا کلام دوسروں پر حجت ہے۔

مزاح و دل لگی میں سچائی کے نمونے

لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ مزاح میں سچائی کا خیال نہیں رکھتے لیکن آپ ﷺ نے مزاح اور دل لگی میں بھی سچائی کے سوا کوئی اور بات نہیں کی اور اپنی امت کو بھی اس کا درس دیا ہے۔

امام احمد حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سواری کے لیے اونٹ کا سوال کیا آپ ﷺ نے فرمایا ہم تمہیں اونٹنی کے بچے پر سوار کریں گے اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا؟

آپ ﷺ نے فرمایا اونٹ بھی تو اونٹنیوں کے ہی بچے ہوتے ہیں۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی)۔

زید ابن اسلم کہتے ہیں ام ایمن نامی ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا میرا شوہر آپ کو بلا رہا ہے آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا شوہر وہی ہے ناں جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے اس نے عرض کیا بخدا اس کی آنکھ میں تو سفیدی نہیں ہے آپ ﷺ نے فرمایا اس کی آنکھ میں سفیدی ہے اس نے کہا قسم بخدا! نہیں ہے نیز نبی پاک ﷺ نے فرمایا ہر شخص کی آنکھ میں سفیدی ہوتی ہے آپ ﷺ کی مراد وہ سفیدی تھی جو آنکھ کی سیاہی کے گرد ہوتی ہے اس عورت نے سمجھا کہ شاید سفیدی سے مراد آنکھ کا مکمل سفید ہونا ہے جس سے آدمی کی آنکھ کا نور ختم ہو جاتا ہے۔

امام احمد نے حضرت انس سے روایت کیا ہے حضرت زاہر ایک دیہاتی صحابی تھے وہ اکثر دیہات سے تحائف بھیجا کرتے تھے حضور ﷺ بھی انہیں شہر سے تحفے خرید کر دیا کرتے تھے آپ فرماتے تھے زاہر ہمارا گاؤں ہے اور ہم اس کے شہر ہیں حضور ﷺ ان سے محبت فرماتے تھے اگرچہ وہ اتنے خوش شکل نہ تھے۔

ایک مرتبہ وہ بازار میں سودا بیچ رہے تھے کہ پیچھے سے حضور ﷺ نے انہیں اپنی آغوش میں لے لیا انہوں نے کہا کون ہو مجھے چھوڑ دو پھر جب آپ کے بارے میں پتہ چلا تو اپنی پشت آپ ﷺ کے سینہ مبارک کے ساتھ لگاتے تھے حضور ﷺ نے فرمایا یہ غلام کون خریدے گا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر مجھے فروخت کریں گے تو کم قیمت ہی ملے گی آپ نے فرمایا لیکن اللہ کے نزدیک تمہاری قیمت بہت زیادہ ہے اپنے صحابی کو عبد کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک (عبداللہ) اللہ کا بندہ ہے۔

ترمذی نے کتاب ''الشمائل'' میں حضرت حسن سے روایت کیا ہے ایک بڑھیا بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ مجھے جنت عطا فرمائے آپ ﷺ

نے فرمایا اے ام فلاں! کوئی بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی بڑھیا نے رونا شروع کر دیا حضور رحمت عالم علیہ السلام نے فرمایا اسے بتاؤ کہ سب عورتیں جوان ہو کر جنت میں جائیں گی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾ (الواقعہ)

''ہم نے پیدا کیا ان کی بیویوں کو حیرت انگیز طریقے سے پس بنا دیا ہے ہم نے ان کو کنواریاں''۔

ترمذی نے شمائل میں حضرت انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے حضور ﷺ نے دو کانوں والا کہہ کر پکارا (یاذاالاذنین) یہ بطور مزاح آپ نے فرمایا تھا سب کو معلوم ہے کہ ہر انسان کے دو کان ہوتے ہیں رحمت عالم ﷺ نے بطور مزاح بھی سچی بات کہی الفاظ کو آپ نے بڑے لطیف مفہوم میں ادا فرمایا جس سے مخاطب فوراً اس طرف نہ جا سکا۔

ابو ہریرہ فرماتے ہیں صحابہ نے عرض کیا یا رسولَ اللہ اِنَّک تُدَاعِبُنَا کیا آپ بھی ہم سے دل لگی فرماتے ہیں آپ نے فرمایا ''انی لا اقولُ الاّ حقًّا'' میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا کیونکہ آپ کی نبوت صدق کی علمبردار ہے اور نبوت میں باطل یا باطل کا ذرا سا حصہ بھی نہیں ہو سکتا۔

ایفائے عہد کی مثالیں

ابو داؤد نے روایت بیان کی ہے عبداللہ بن ابوالخنساء فرماتے ہیں میں نے بعثت سے پہلے حضور ﷺ سے (کسی بات پر) بیعت کی اور کسی کام کے لیے دوبارہ آنے کا وعدہ کیا اس دن اس جگہ جانا مجھے بھول گیا اگلے دن بھی یاد نہ رہا جب میں تیسرے دن آپ ﷺ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا اے نوجوان تو نے مجھے شدت میں مبتلا کر دیا ہے تین دن سے اسی جگہ تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔

ابن حبان اور حاکم کا بیان ہے حضور ﷺ حنین میں ہوازن کے مال غنیمت کو تقسیم فرما رہے تھے ایک آدمی نے عرض کیا آپ ﷺ نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا سرکار ﷺ نے فرمایا ہاں اب جتنا چاہو لے لو اس نے کہا اسی (۸۰) بکریاں اور ان کا چرواہا مجھے چاہیے آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن بہت تھوڑا مانگا ہے۔

حاکم نے حویطب بن عبدالعزیٰ کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ ذکر کیا ہے جب حویطب کافر تھا تو اس نے کیسے مطالبہ کیا تھا کہ آپ ﷺ عمرہ ادا کرنے کے بعد مکہ سے نکل جائیں۔

حویطب کا بیان ہے جب رسول اللہ ﷺ عمرہ قضا کے لیے مکہ آئے قریش مکہ سے نکل گئے میں (حویطب) اور سہیل بن عمرو مکہ میں ہی رہے تاکہ جونہی تین دن گزر جائیں ہم انہیں مکہ سے نکلنے پر

مجبور کریں۔

جب مقررہ وقت ختم ہونے کے قریب آ گیا میں اور سہیل آئے ہم نے کہا آپ کا مقرر کردہ وقت ختم ہو گیا ہے اب ہمارے شہر سے چلے جائیں آپ نے بلند آواز سے فرمایا اے بلال رضی اللہ عنہ اعلان کر دو کہ سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے ہمارے تمام ساتھی مکہ سے نکل جائیں۔

آئندہ سطور بطل الابطال (کتاب کا نام ہے) سے لی گئی ہیں جس میں صاحب کتاب نے ایفائے عہد کی ایک مثال پیش کی ہے۔

کہتے ہیں صلح حدیبیہ سے ایک سال پہلے قریش نے مدینہ کا محاصرہ کیا اور اس کے لیے گردو نواح کے تمام قبائل کو اکٹھا کر لیا ادھر بنو قریظہ نے بھی معاہدہ توڑ ڈالا مسلمانوں کو اس سے شدید دکھ ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے (اس وقت) اپنے (محبوب) بندے کی مدد فرمائی آپ کو عزت بخشی مشرکین نے دلوں میں آپ کا رعب ڈال دیا ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ لشکر اسلام اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں جانب مکہ روانہ ہو گیا لشکر اسلام نے حدیبیہ کے مقام پر قیام کیا قریش نے اپنے سفیر بارگاہ رسالت میں بھیجے سفیر قریش عروہ بن مسعود ثقفی واپس جا کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور رغلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

انی قد جِئتُ کسریٰ فی ملکہٖ وقیصر فی ملکہ والنجاشی فی ملکہ وانی واللہ مارأیت ملکا فی قومہ قط مثل محمد فی اصحابہٖ

''میں کسریٰ قیصر اور نجاشی کے درباروں میں گیا ہوں میں نے کسی بادشاہ کو اپنی قوم میں اس طرح نہیں دیکھا جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اصحاب میں''۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری جنگی اور دفاعی استعداد ہونے کے باوجود کہا کہ وہ جنگ نہیں چاہتے آپ نے فرمایا آج قریش مجھے جس جگہ بھی صلہ رحمی کے لیے پکاریں میں اس مقصد کے لیے موجود ہوں۔

جب قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو عقد صلح کے لیے یہ شرائط لے کر آیا کہ اس سال محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس چلے جائیں ان شروط میں سے ایک شرط ایسی بھی تھی جو سراسر ناانصافی پر مبنی تھی وہ شرط یہ تھی کہ اگر قریش کا کوئی شخص اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مسلمان ہو کر آپ کے ساتھ مل گیا تو آپ واپس لوٹا دیں گے لیکن اگر کوئی مسلمان بھاگ کر قریش کے پاس آ گیا تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

اس شرط نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت غم و غصہ میں مبتلا کر دیا یہاں تک کہ حضرت عمر کبھی حضرت ابو بکر کے پاس جاتے اور کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاتے اور کہتے کیا ہم مسلمان اور وہ مشرک نہیں ہیں؟ آپ اللہ کے رسول نہیں؟ پھر کب تک ہم دین کے معاملے میں دب کر رہیں گے۔

حضور ﷺ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں میں اللہ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا میرا اللہ مجھے ضائع نہیں کرے گا ابو بکر نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں حضور ﷺ اللہ کے رسول ہیں اس شرط کو قبول کرنا مسلمانوں کے لیے ایک ایسے امر کے سامنے جھکنا تھا جس کی حقیقت کے بارے انہیں علم نہیں تھا یہ ان کے صبر کے لیے بہت بڑا امتحان تھا وہ ابھی اسی کشمکش اور الجھن میں ہی تھے ادھر حضور ﷺ قریش کے نمائندے سہیل بن عمرو سے بحث وتمحیص سے فارغ ہوئے ابھی معاہدہ تحریر نہیں کیا گیا تھا کہ ابو جندل چیختا چلاتا بیڑیوں میں جکڑا ہوا آ گیا ابو جندل سہیل کا بیٹا تھا جب سہیل نے اپنے بیٹے کو دیکھا تو اسے پکڑ لیا اور کہا یا محمد ﷺ ابو جندل کے یہاں پہنچنے سے پہلے بات چیت مکمل ہو چکی ہے آپ نے فرمایا تو نے ٹھیک کہا ہے۔

ابو جندل کہہ رہے تھے اے گروہ مسلماناں کیا مجھے پھر انہیں مشرکین کی طرف لوٹا دیا جائے گا جو میرے دین کا امتحان لے رہے ہیں۔

اس جگہ مقام محمد ﷺ کا تصور کرو یہ وہ ہستی ہے جس کی شجاعت بے مثال ہے یہ وہ ہستی ہے جو مدینہ سے ایک لشکر جرار ساتھ لے کر آئے ہیں ابھی ابھی عمرو بن مسعود کا تبصرہ آپ نے پڑھا ہے پھر ذرا چشم تصور سے دیکھو اس پناہ گیر کی طرف جو زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے وہ قریش کا ایک معزز فرد ہے (اس کا جرم یہ ہے کہ) وہ دین محمدی ﷺ کا پیروکار ہے حضور ﷺ نے فقط اس کلمہ کی حفاظت کے لیے جو اپنی زبان سے کہہ چکے تھے سہیل کو فرمایا کہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو بات طے ہو چکی ہے اپنے ساتھی (ابو جندل) کو دشمنوں کے حوالے کر دیا ایفائے عہد اور پاس زبان کی کوئی ایسی مثال تاریخ بشر میں نہیں ملتی۔

آپ ﷺ نے مشرکین کے ساتھ کس قدر رسم وفا کو نبھایا صلح کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو چاہے محمد ﷺ کا حلیف بن جائے اور جو چاہے قریش کا حلیف بن جائے۔

بنوخزاعہ نے حضور ﷺ کے ساتھ معاہدہ کر لیا اور بنوبکر نے قریش کے ساتھ لیکن قریش نے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے حلیف قبیلے کی مدد کی تھی اور بنوخزاعہ پر حملہ کر دیا (جو درحقیقت مسلمانوں پر ہی حملہ تھا کیونکہ وہ مسلمانوں کے حلیف تھے۔ مترجم رومی)۔

عمرو بن سالم خزاعی نے مسجد میں حضور ﷺ کے سامنے ایفائے عہد اور نصرت کا سوال کیا اور یہ شعر پڑھے۔

یا رب انی ناشدٌ محمدً   حلف ابینا وابیه الاتلدا

فانصر هداک الله نصراً اعتدا   وادعُ عبادَ لله یاتوا مدداً

فی فیلق کالبحر یجری مزبدا   ان قریشاً اخلفوک الموعدا

ونقضوا میثاقک المؤکدا

''اے میرے پروردگار! محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دوستی کا وہ معاہدہ یاد دلانے والا ہوں جو ہمارے باپوں اور ان کے باپ کے درمیان قدیم زمانے میں طے پایا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی رہنمائی فرمائے ہمیں مضبوط امداد دیجیئے۔ آپ ﷺ کے بندوں کو بلائیے جو مدد کے لیے آ جائیں وہ ایسے لشکر جرار کے ساتھ حملہ کرتے ہیں جو سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا ہوتا ہے اور اس پر جھاگ تیر رہی ہوتی ہے، قریش نے آپ کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ توڑ دیا ہے اور پختہ وعدہ سے پھر گئے ہیں''۔

اسی معاہدے کی پاسداری ایک عظیم لشکر کی تیاری اور فتح مکہ کا سبب بنی تاریخ اور سیرت اپنے حلیفوں کی مدد کے حوالے سے ہمیشہ اسے یاد رکھے گی۔

وعدہ اور عہد میں آپ کی سچائی کی یہ چند مثالیں پیش کی گئی ہیں اب تک کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں جس میں کوئی کہہ سکے کہ آپ ﷺ نے وعدے یا عہد کو پورا نہیں کیا۔

امام بخاری کی روایت ہے ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا تھا کیا محمد ﷺ نے کبھی عہد شکنی بھی کی ہے؟ ابوسفیان نے کہا نہیں۔ ہرقل نے اس کے بعد کہا ''**سألتک هل یغدر فزعمت انه لا یغدر وکذلک الرسل لا تغدر**۔

میں نے تجھ سے سوال کیا تھا کیا وہ عہد شکنی بھی کرتے ہیں تیرا گمان ہے کہ وہ عہد شکنی نہیں کرتے تمام رسول اسی طرح ہوتے ہیں عہد شکنی نہیں کرتے۔ اس میں شک نہیں کہ غدر بھی جھوٹ کی ایک قسم ہے اور وعدہ خلافی بھی جھوٹ ہے۔

حضور ﷺ اس (غدر اور کذب) سے پاک ہیں مذکورہ مثالوں سے آدمی اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ صفتِ وفا میں کوئی بشر رسول کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ جو بھی ایسا ہوگا وہ یا تو اللہ کے رسول کا خوشہ چین ہوگا یا اس کا پیروکار ہوگا حضور ﷺ کا زبان مبارک سے فرما دینا ہی ناقابل تردید ضمانت تھی یہاں تک کہ بدترین دشمن کو جب یقین ہو جاتا کہ اسے حضور ﷺ نے امان دے دی ہے تو وہ بلاخوف وخطر خود کو مسلمانوں کے حوالے کر دیتا محض اس وثوق پر کہ محمد ﷺ کی ضمانت کے برابر کوئی ضمانت نہیں ہوسکتی واقعات سیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ کے نبی کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ ارشادات جن کی تصدیق جدید علوم نے کی

(۱) حدیث صحیح میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

اذاوقع الذبابُ فی اناءِ احدِکم فلیغمسُه ثم لینزعُه فانَّ فی احدِجناحَیهِ داءً وفی الاخر دواءً۔

''جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے تو چاہیے کہ وہ اسے ڈبو دے پھر نکال دے کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے پر میں دوا ہے''۔

اس حدیث پاک میں دو باتوں کا ذکر ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ مکھی بیماریاں پھیلانے والی ہے یہ بات عصر حاضر کے دانشوروں کو اب معلوم ہوئی ہے کہ مکھی بیماری کے جراثیم ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس سے اکثر لوگ ناواقف ہیں کہ مکھی دو متضاد قسم کے جراثیم کی حامل ہوتی ہے۔

اس موضوع پر ''ڈاکٹر عزالدین جوالہ'' کی تحقیق ہدیہء قارئین ہے۔

کافی عرصہ سے لوگ جانتے ہیں کہ بعض موذی جانداروں کے زہر میں نفع اور دوا بھی ہوتی ہے مثلا بچھو اس کے ڈنگ میں مہلک زہر ہوتا ہے اور اس کے جسم میں اس زہر کی دواء بھی ہوتی ہے (کیونکہ اگر زہر ہر چیز کے لیے خطرناک ہوتا ہے تو خود بچھو کے جسم کو بھی نقصان پہنچا دیتا۔(رومی)

بالکل اسی طرح مکھی کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے میں شفا ہوتی ہے عجائباتِ قدرت کا مشاہدہ کیجئے کہ شہد کی مکھی کے پیٹ میں نفع بخش مشروب اور ڈنگ میں تکلیف دہ زہر ہوتا ہے۔

۲۔ طب جدید نے زہریلے جانورں اور موذی سانپوں کے زہر سے ایسی ادویات تیار کی ہیں جس سے مارگزیدہ اور عقرب گزیدہ کا علاج کیا جاتا ہے بلکہ یہی دوائیں کینسر کے علاج میں بھی استعمال ہوتی ہیں۔

۳۔ طب جدید نے بعض گندے مادوں سے ایسی دوائیں تیار کی ہیں جو اب بنیادی علاج بن چکی ہیں جس طرح کہ پنسلین پھپھوندی سے اور سٹریٹیو مائی سین قبروں کی مٹی سے تیار کی جاتی ہے ان امثلہ کو پیش نظر رکھا جائے تو یہ بات کوئی اتنی عجیب نہیں کہ مکھی ایک پر کے اوپر بیماری والے جراثیم اور دوسرے پر پر شفا والے جراثیم اٹھائے ہوئے ہو۔

۴۔ یہ بات اب عام ہو چکی ہے کہ علاج کی ایک قسم ضد حیوی (اینٹی بائیوٹک) بھی ہے جس میں

بیماری کا علاج جراثیم کے ذریعے کیا جاتا ہے اگر صحت کے جراثیم طاقتور ہوں تو وہ بیماری کے جراثیم کو مار ڈالتے ہیں عین ممکن ہے کہ مکھی کے ایک پر میں بیماری کے جراثیم ہوں اور دوسرے پر میں صحت کے طاقتور جراثیم ہوں جو انہیں ہلاک کر ڈالیں۔

اس کے بعد مصنف نے چند ایک غیر مسلم ڈاکٹروں کے تجربات ذکر کیے ہیں جن کا لب لباب وہی ہے جو پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

(ب) عن عائشة ان فاطمة بنت حُبَيْش سألتُ النبی ﷺ فقالت انی استحاض فلا اطهر افادع الصلاة؟ فقال: لا ان ذلک دم عرق ولکن دعی الصلاة قدر الایام التی کنت تحیضین فیها ثم اغتسلی وصلی۔

''حضرت عائشہ سے روایت ہے فاطمہ بنت حبیش نے نبی پاک ﷺ سے پوچھا مجھے استحاضہ کا خون آتا ہے اور پاک نہیں ہوتی ہوں کیا نماز چھوڑ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایک رگ کا خون ہے تم اتنے دن نماز چھوڑے رکھا کرو جو حیض کی معروف عادت ہے پھر غسل کر کے نماز پڑھ لیا کرو۔ یہاں بھی وہی مسئلہ ہے''۔

یہ عورت کی ایک ماہانہ عادت ہوتی ہے جس میں اسے حیض کا خون آتا ہے یہ حیض اس بات کی علامت ہے کہ عورت کی بیضہ دانی نے مرد کے پانی کو بطور حمل قبول نہیں کیا گزشتہ حدیث میں فاطمہ بنت حبیش کو ہر روز خون آتا تھا اس نے اسے بھی حیض کا خون تصور کیا لیکن حضور ﷺ نے اسے سمجھایا کہ یہ حیض کا خون نہیں بلکہ ایک رگ کے پھٹ جانے کی وجہ سے خون آ رہا ہے۔

اس سلسلے میں آج کل کے سپیشلسٹ ڈاکٹروں کا کیا خیال ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ حیض اور نفاس کا خون ایک ہی جگہ سے آتا ہے باقی رہا دوسرا خون تو اس کا رحم سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے یہ دوسری جگہ سے آتا ہے محققین کا یہ قول حدیث نبوی کی تصدیق کر رہا ہے۔

(ج) امام مسلم نے طارق الجعفی سے روایت کی ہے انہوں نے حضور ﷺ سے شراب کے بارے میں پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا یہ جائز نہیں۔ انہوں نے کہا میں دوا کے لیے تیار کرتا ہوں آپ نے فرمایا ''انه لیس بدواءٍ ولکنه داءٌ''۔ یہ دوا نہیں بلکہ بیماری ہے۔

یہ حدیث پاک بیان کر رہی ہے کہ شراب مرض کے اسباب میں سے ہے شفاء کا سبب نہیں موجودہ دور کے اطباء کیا کہتے ہیں اس کا جواب ہم کتاب ''روح الدین الاسلامی'' کے مصنف کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔

خمر (شراب) کا بنیادی جزء ''الکحل'' ہے الکحل کی ایک ہلکی سی مقدار جسم انسانی میں پائی جاتی ہے اور یہی الکحل نشاستہ دار غذاؤں کے ہضم میں مدد دیتا ہے اس کے چند ایک فوائد بھی ہیں لیکن ان فوائد کے حصول کے لیے استعمال کا یہ طریقہ درست نہیں اگر الکحل کی مقدار زیادہ ہو جائے تو یہ نقصان دیتا ہے بالخصوص جب طویل عرصہ تک اسے استعمال کیا جائے کیونکہ یہ اعصاب اور گردوں میں دائمی حدت، شریانوں میں سختی، جگر میں سکڑن اور دل کی کمزوری کا باعث بنتا ہے۔

بہت سے سائل یہ کہتے ہیں کیوں نہ شراب کی مناسب مقدار پی لی جائے (یہ سوال کوئی جاہل ہی کر سکتا ہے کیونکہ جسم جب شراب کا عادی ہو جائے تو وہ زیادہ سے زیادہ کی خواہش کرتا ہے انسان پر اس کی طلب غالب آجاتی ہے اور صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے)۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ شرابیں اپنی اقسام کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں کچھ ایسی شرابیں بھی ہیں جن کی تھوڑی سی مقدار استعمال کرنے سے بھی جسم بہت زیادہ اثر قبول کرتا ہے اور قوت ارادی میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے شراب نوشی سے انسان پہلے جیسا انسان ہی نہیں رہتا اور اس کی قوت ارادی فطری قوت ارادی نہیں رہتی اس بات کا علم ہونے کے باوجود کہ شراب کی زیادتی خطرناک ہے وہ نفس کو کنٹرول کرنے پر قادر نہیں رہتا اسی طرح قوت ارادی میں قلت اسے شراب کا غلام بنا دیتی ہے۔

ایک بالغ شخص کے خون میں دس گرام شراب پہنچنے سے اس کا اثر ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے اور یہ کام وہسکی یا کونیک کے ایک کپ سے ہو جاتا ہے ممکن ہے بعض لوگوں کو کبھی کبھی اتنی مقدار سے نشہ نہ ہو لیکن ہر وقت میں ایسا ناممکن بھی نہیں۔

(بادہ نوشی کے بعد) اگر انسان کی حالت کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اس کی قوت ادراک عملاً متاثر ہو چکی ہے۔

اگر اسے کوئی چیز لکھنے کے لیے دی جائے تو اس میں غلطیاں زیادہ ہوں گی اگر وہ گاڑی چلانے لگے تو ٹریفک قوانین کی مکمل پابندی نہ کر سکے گا اعداد و شمار نے ثابت ہو چکا ہے کہ تیرہ فیصد (13%) حادثات شراب نوشی کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

شراب کا ایک گھونٹ بھی بلڈ پریشر ہائی ہونے کا سبب بنتا ہے اگرچہ یہ اضافہ (بلڈ پریشر میں) بذات خود نقصان دہ ہے لیکن اگر پہلے سے انسان بلڈ پریشر کا مریض ہو تو پھر نقصان کئی گناہ بڑھ جاتا ہے مزید برآں اگر شراب کی مقدار بھی زیادہ ہو تو فشار دم اس قدر بڑھ جاتا ہے جس سے دماغ کی شریان پھٹ جاتی ہے نتیجۃً بہت کم لوگ اس مرض سے مکمل شفایاب ہوتے ہیں حالانکہ سب کو معلوم ہے بلڈ پریشر کے مریض کو ہر وقت پر سکون ماحول میں رہنا چاہیے کیونکہ تھوڑا سا ہیجان بھی شریان پھٹنے کا

باعث ہوسکتا ہے جبکہ نشے کی حالت میں حالات اپنے اختیار میں نہیں ہوتے اور اس پرسکون ماحول کی ضمانت بھی نہیں میسر ہوتی جس ماحول کی ایسے مریض کو ضرورت ہوتی ہے۔

نئے نئے شراب نوش کے معدے میں درد بھی ہو جاتا ہے تو غشی اور قے کا سبب بنتا ہے اگر زیادہ پی لی جائے تو معدہ میں جلن اور بدہضمی کا عارضہ بھی لاحق ہو جاتا ہے۔

بعض اطباء کا خیال ہے کہ شراب خواہ تھوڑی مقدار میں ہی کیوں نہ ہو ہاضم رطوبت کے لیے نقصان دہ ہے اور ہاضم رطوبت زود ہضمی کا باعث ہیں (شراب ایسی موذی چیز ہے کہ) اس کے اثرات نسل درنسل منتقل ہوتے رہتے ہیں۔آپ نے دیکھا ہوگا کہ شراب خوروں کی اولاد اکثر غیر صحتمند۔کمزور ناقص عقل والی ہوتی ہے۔اور ان کا میلان بھی برائی اور شر کی طرف زیادہ ہوتا ہے اگر آپ طب کی کتابوں میں مختلف امراض کے اسباب کے بارے میں پڑھیں تو آپ حیران ہو جائیں گے کہ بیماریوں کے اسباب میں شراب کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔

شراب سے علاج! یہ سوچ بالکل حماقت ہے بے شمار طریقوں سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ شراب (علاج نہیں بلکہ) بیماری ہے۔

بینتھم! ایک مصنف نے اپنے کتاب ''اصول الشرائع'' میں لکھا ہے کہ نبیذ شمالی علاقوں میں انسان کو نیم پاگل اور جنوبی علاقوں میں بالکل پاگل کر دیتی ہے۔

اس تمام بحث سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کے فرمان ''انه لیس بدواءٍ ولکنه داءٌ'' شراب دوا نہیں بلکہ بیماری ہے کو کبھی بھی نہیں جھٹلایا جا سکتا۔کیونکہ یہ ایسا سچ ہے کہ آنے والا ہر دن اس کی حقانیت میں اضافہ ہی کرتا رہے گا۔

(د) عن جابر قال ۔قال رسو ل الله ﷺ ان لکل داءٍ دواءٌ فاذا اصیب دواءُ الداء بر أباذنِ الله ۔

''حضرت جابر سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا ہر بیماری کی ایک دوا ہے جب (صحیح دوا) بیماری تک پہنچتی ہے تو اللہ کے حکم سے ٹھیک کر دیتی ہے (مسلم) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی نہیں پیدا فرمائی جس کا علاج نہ پیدا فرمایا ہو''۔(بخاری)

حضرت ابودرداء سے روایت۔اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کیلئے دوا پیدا فرمائی ہے پس علاج کیا کرو لیکن حرام کے ساتھ علاج نہ کیا کرو۔

یہ احادیث طیبہ اس بات پر زور دیتی ہیں کہ ہر بیماری کا علاج موجود ہے اس سلسلے میں واقعات کیا

4B کہتے ہیں' آیئے دیکھتے ہیں ہر لحظہ واقعات یہی گواہی دے رہے ہیں کہ اس فرمان میں کوئی شک نہیں اور ہر روز لاعلاج بیماریوں کی ادویات تیار کی جارہی ہیں گویا یوں لگ رہا ہے جیسے طبی ماہرین کا (تجربات کے بعد) اعتماد بڑھ رہا ہے کہ ہر بیماری کی دوا موجود ہے اگرچہ اس سے پہلے وہ اس اصول سے ناواقف تھے۔ اور اب کسی وقت وہ ان بیماریوں کے علاج میں کامیاب ہو جائیں گے۔

(تو حالات انہیں کلمات رسالت کی تصدیق و تائید پر مجبور کر دیں گے کہ) فرمان رسول ﷺ ہی حق ہے۔

(ھ) عصر حاضر کے علماء طبیعات اس بات پر متفق ہیں کہ کرۂ ارض پر بارش کی سالانہ مقدار ہمیشہ سے معین ہے جس میں کمی بیشی نہیں ہوتی اسکی وجہ انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ سورج سے میسر ہونے والی حرارت کی ایک مستقل نسبت ہے۔ اور بارش کے دیگر اسباب کا تناسب بھی ایک ہی ہے۔ اس وجہ سے پانی کے بخارات بھی فضا میں اسی نسبت سے ظاہر ہوتے ہیں (لہذا جتنی حرارت ہوگی اتنے ہی بخارات فضا میں ظاہر ہوں گے اور جب حرارت کی مقدار میں کمی بیشی نہیں ہوتی تو بخارات میں بھی کمی بیشی نہیں ہوگی اور بارش کا دارومدار بھی بخارات پر ہی ہے۔ رومی) اسی وجہ سے بارش کی سالانہ مقدار ہمیشہ ایک رہتی ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بعض علاقوں میں بارش زیادہ ہوتی ہے اور بعض میں کم۔ یہ کمی بیشی اس اصول کے منافی نہیں کیونکہ یہ اصول مختلف علاقوں کے اعتبار سے نہیں بلکہ پورے کرۂ ارض کے اعتبار سے ہے (مراد یہ ہے کہ آسمان سے زمین پر برسنے والی بارش کی سالانہ مقدار ایک ہے بعض سالوں میں کسی جگہ بارش کم ہوتی ہے تو دوسرے بعض سالوں میں زیادہ ہوتی ہے)۔ (رومی)

مذکورہ تمام تحقیق کو مدنظر رکھ کر اس فرمان رسول ﷺ کو بھی پڑھو۔

ماعامٌ بامطر من عام

''کوئی سال کسی دوسرے سال سے زیادہ بارش والا نہیں''۔

(و) ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے ایک مرتبہ حضرت ابن عباس اور خالد بن ولید حضور ﷺ کے ہمراہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے وہاں حضور ﷺ نے فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ کھانا کھلائے اسے چاہیے کہ یوں کہے اے اللہ ہمیں اس میں برکت عطا فرما اور ہمیں اس سے بہتر عطا فرما اور جس کو اللہ تعالیٰ پینے کیلئے دودھ عطا فرمائے اسے چاہیے کہ یوں کہے اللھم بارک لنا فیہ و زدنامنہ اے اللہ ہمیں اس میں برکت عطا فرما اور اس سے بھی زیادہ عطا فرما کیونکہ دودھ کے سوا کوئی چیز بھی کھانے اور پینے (دونوں) کا کام نہیں دیتی۔

یہ حقیقت ہے جس کی طرف حدیث پاک میں اشارہ کیا گیا ہے کہ دودھ مکمل غذا ہے۔ ''علم

التغذ یہ'' (غذاؤں کا علم) تجربات اور تحقیق کے بعد اب اس نتیجے پر پہنچا ہے جس کی طرف اللہ کے رسول ﷺ نے مدتوں پہلے رہنمائی فرمادی تھی۔

(ز) ڈاکٹر جراد فنتسر ! نے ایک المانوی رسالے میں ایک مقالہ لکھا ہے جس کا موضوع ہے کتوں کو گھر میں پالنے اور ان کے قریب رہنے سے جنم لینے والے خطرات۔'' ڈاکٹر مذکور لکھتا ہے۔

جدید دور کے انسان کی کتوں میں دلچسپی ہمیں بہت سارے خطرات کی طرف دیکھنے پر مجبور کر رہی ہے بالخصوص جب کتوں کو دل لگی کے لئے پالا جائے ان پر ہاتھ پھیرا جائے انہیں چوما جائے اور اپنے کھانے کے برتنوں کو چاٹنے کے لئے ان میں کھلا چھوڑ دیا جائے یہ تمام چیزیں۔ ذوق سلیم' آداب زندگی اور قوانین صحت کے منافی ہیں۔ کیونکہ کتے کے ساتھ کچھ ایسے کیڑے ہوتے ہیں جو اگر انسانوں میں منتقل ہو جائیں تو بڑی پیچیدہ بیماریاں پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ لہذا اس لاڈ پیار کی وجہ سے زندگی کو درپیش خطرات سے چشم پوشی آسان نہیں۔

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کتے کی تمام نسلیں خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے ان میں یہ جراثیم پائے جاتے ہیں۔

فریز لند کے شہر ہوانده میں جہاں کتوں کو ریڑھیوں کے آگے جوتا جاتا ہے 12% لوگ (کتوں کے قرب کی وجہ سے) بیماریوں میں مبتلا ہیں۔

اسلانده ! میں 43 میں سے ایک شخص اس مرض میں مبتلا ہے آسٹریلیا میں یہ شرح مزید بڑھ جاتی ہے جہاں 39 میں سے ایک شخص اس مرض میں مبتلا ہے اسی طرح دیگر علاقوں میں بھی بہت سارے امراض محض اس وجہ سے پائے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر مذکور ! کا کہنا ہے کہ اس سلسلے میں عوام الناس کے لئے ضروری ہے کہ درج ذیل امور کا بہت زیادہ خیال رکھیں کتوں کے ساتھ کھیل کود بالکل نہ کریں بچوں کو اس بات کا عادی بنائیں کہ کتوں کے قریب نہ جائیں کتوں کو یہ موقع نہ دیں کہ بچوں کے ہاتھ چاٹتے پھریں بچوں کے کھیل کود اور تفریح گاہوں میں کتوں کو نہ کھلایا جائے عام مارکیٹوں اور بالخصوص وہ جگہیں جہاں کھانے پینے کی اشیاء کی خرید و فروخت ہوتی ہے ان جگہوں کو کتوں سے محفوظ رکھا جائے۔ انسانی خوراک اور مشروبات سے متعلقہ تمام چیزوں کو کتوں سے محفوظ رکھا جائے۔

مٹی اور بالخصوص قبرستان کی مٹی جراثیم کش ہے کیونکہ انسانی جسم کے اجزاء کی رطوبات دوسری مٹی کی نسبت قبرستان کی مٹی میں زیادہ ہوتی ہے۔ سٹرپٹو مائی سین، ٹیٹرا سائی کلین اور نیو مائیسین یہ تمام جراثیم کش مرہم مٹی کی مدد سے تیار کیے گئے ہیں کیونکہ ان میں ایسے جراثیم ہیں جو دوسرے جراثیم پر

غالب آ کر انہیں ختم کر دیتے ہیں۔

اوپر کی تمام بحث ذہن میں رکھ کر اس حدیث پاک کو پڑھیے

عن ابی هريرة ان رسول الله قال .طهورُانا ءِ احدِكُمْ اذا ولغَ فيه الكلبُ ان يَغْسِلَهٗ سَبْعَ مراتٍ اولاهن بالترابِ۔

''اگر کتا برتن میں منہ ڈال جائے تو تمہارے برتن اس وقت پاک ہوں گے جب انہیں سات مرتبہ دھویا جائے (سات میں سے) پہلی مرتبہ مٹی (مار کر) دھویا جائے''۔

آپ نے دیکھ لیا عصر حاضر کی تحقیق نے حدیث پاک کی تائید کی ہے۔

(۴) المختصر جو کلمہ بھی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے نکلا ہوا ہے وہ حق وصداقت سے بھرپور ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ایسا کلام جس کا تعلق غیب سے ہے۔

(۲) ایسا کلام جس کا تعلق محسوس اور نظر آنے والی اشیاء سے ہے۔

دوسری قسم کے کلام کو آزمایا اور پرکھا جا سکتا ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کو آزما لیا جائے اور اسکی صداقت سامنے آ جائے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ آپکا جو کلام غیب کے بارے میں ہے وہ بھی بالکل حق ہے۔ اسی کا نام معجزات اور پیشن گوئیاں ہیں پس وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کے کلام کی سچائی ہر میدان میں ثابت ہو چکی ہے اس کی ہر بات تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ باقی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کے بارے گفتگو کرتے وقت ہم کچھ اہم باتیں عرض کرنا چاہتے ہیں۔

شرط اوّل

سب سے پہلے جس چیز کا خیال رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اس بات کی تحقیق کی جائی کہ جس کلام کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کیا جارہا ہے وہ کلام واقعی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ہے کیونکہ بہت سارے ایسے کلام آپ کی طرف منسوب کیے گئے ہیں جن کی صحت مشکوک ہے علماء کے ایک گروہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کے بارے میں بہت زیادہ تحقیق کی ہے اور کھرے کھوٹے کو الگ کر دیا ہے عنقریب ہماری کتاب (عبداللہ ثقافۃ واخلاقا) سے حوالے پیش کیے جائیں گے پس ہر وہ درس جس کی نسبت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے اس میں اس اعتبار سے ضروری تحقیق کی جانی چاہیے۔

شرط دوم

لغت عربی میں بعض ایسے الفاظ ہیں جن کے لغوی اور شرعی معانی میں فرق ہے (اس کے

باد جود) ان کا اطلاق دونوں معانی پر ہوتا ہے قرآن وحدیث میں الفاظ کبھی اپنے لغوی معنی میں اور کبھی شرعی معنی میں استعمال ہوتے ہیں (سیرت پاک کے حوالے سے گفتگو کرنے والے ہر) مدرس پر الزام ہے کہ وہ ان الفاظ کے استعمال کی نوعیت پر غور کرے کہ یہ لفظ کس معنی میں استعمال ہو رہا ہے۔

مثلاً لفظ ''السماء'' کبھی اپنا لغوی معنی ظاہر کرنے کے لیے قرآن پاک میں ذکر کیا گیا ہے اس کا لغوی معنی ہے ہر وہ چیز جو بلند ہو۔

اور کبھی یہ لفظ ملائکہ کی رہائش گاہ اور عالم غیب کے لیے استعمال ہوا ہے پس ہر خطیب وواعظ کو قرائن کے اعتبار سے لفظ کے استعمال کی وضاحت کرنی چاہیے۔

نصوص کو سمجھنے میں اکثر نے ٹھوکریں کھائیں ہیں وہ اپنی قلت فہم کی وجہ سے مفروضات کو حقیقت اور حقیقت کو مفروضہ سمجھ بیٹھے پس اس وہم کی وجہ سے انہوں نے اسلام کے سر وہ چیزیں تھوپ دیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں تھا یہ سب کچھ ان کی اپنی جہالت کا نتیجہ ہے۔

شرط سوم

بعض چیزیں بہت سارے امور کا نتیجہ ہیں یعنی کسی ایک کام کے بہت سارے اسباب ہوتے ہیں لیکن اگر کوئی شخص کسی ایک کام کے تمام اسباب چھوڑ کر فقط ایک سبب ذکر کرے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ دوسرے اسباب کی نفی کر رہا ہے مثلاً سستی کے کئی اسباب ہیں گرمی، تھکاوٹ، اکتاہٹ، عادت یا بوریت ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص ان تمام اسباب کی وجہ سے اپنے کام میں سستی کر رہا ہے اگر میں ایسے انسان کو کہوں کہ گرمی نے تجھے کاہل بنا دیا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں دوسرے اسباب کی نفی کر رہا ہوں۔

اسی طرح بہت سارے امور ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حسی اور غیبی اسباب سے مربوط بنایا ہے جس طرح کہ موت اس کا ایک سبب تو حسی ہے یعنی بیماری، لیکن اس کا ایک غیبی سبب بھی ہے یعنی ملک الموت کا روح قبض کر لینا۔

پس قرآن وحدیث کبھی تو کسی کام کے حسی سبب کا ذکر کرتے ہیں اور کبھی غیبی سبب ذکر کرتے ہیں لیکن ان کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ مذکورہ سبب کے علاوہ دوسرے سبب کی نفی کی جا رہی ہے۔

اس میدان میں آکر بہت سے لوگ فہم نصوص میں وہم کا شکار ہو جاتے ہیں جب وہ کسی کام کے بارے میں غیبی سبب کا ذکر دیکھتے ہیں حالانکہ اس کام کا حسی سبب بھی ہوتا ہے (لیکن نص میں غیبی سبب کا ذکر دیکھ کر) حسی سبب کی نفی کر دیتے ہیں یا کبھی اس کے برعکس کر دیتے ہیں۔

یہ ان کی جہالت کا نتیجہ ہے (کہ وہ قرآن میں مذکور سبب کو تو ذہن میں رکھتے ہیں لیکن) وہ سبب جس کی خبر مخبر صادق ﷺ نے دی ہے اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

مثلاً بنی آدم کو جو مصائب و آلام اور تکالیف پہنچتی ہیں ان کے عادی (مادی) اسباب بھی ہیں اور ان اسباب کی نفی بھی نہیں کی جاسکتی باوجود اس کے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے ارادہ کی وجہ سے ہوتے ہیں جو وہ لوگوں کو ان کے بُرے اعمال کی سزا یا اپنی بارگاہ کی طرف رجوع کے لیے ان مصائب میں مبتلا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ (الرعد:31)

”اور کفار اس حالت میں رہیں گے کہ پہنچتا رہے گا انہیں (آئے دن) اپنے کرتوتوں کی وجہ سے کوئی نہ کوئی صدمہ یا اترتی رہے گی کوئی نہ کوئی مصیبت ان کے گھروں کے گردونواح میں“۔

شرط چہارم

اسلامی تصوف کی کتابوں میں اس بات کا کثرت سے ذکر ہے کہ صوفیاء کے لیے بہت سارے غیبی امور واضح ہوتے ہیں (جو عوام کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوتے ہیں) ایسے واقعات پر آگاہی انسان کی قوت یقین میں اضافہ کرتی ہے یہ تمام امور بھی صدق رسالت پر بہترین شہادت ہیں۔

لیکن ایسے واقعات پر یقین واعتماد کے لیے کچھ قواعد وضوابط اور شروط کا پایا جانا ضروری ہے جس طرح کہ امام احمد نے یہ حدیث پاک ذکر کی ہے کہ حضور ﷺ نے عذاب قبر سن کر اپنے صحابہ سے فرمایا اگر تمہارے دل کوتاہی نہ کریں اور بات ماننے میں تمہاری تائید کریں تو تم بھی وہ سن لو جو میں سن رہا ہوں۔

اسی طرح امام مسلم نے یہ حدیث پاک روایت کی ہے جس میں حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت حنظلہ کو فرمایا تھا ”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر ہر وقت تمہاری یہی حالت رہے جس طرح کہ میرے پاس ہوتے ہوئے تمہاری کیفیت ہوتی ہے یا تم ہمیشہ ذکر کرتے رہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور راہ چلتے ہوئے تم سے مصافحہ کریں لیکن اے حنظلہ وقت! وقت! وقت! وقت! وقت!۔

امام بخاری نے حضرت اسید بن حضیر سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں میں رات کے وقت سورۂ

بقرہ کی تلاوت کر رہا تھا میری گھوڑی قریب ہی بندھی ہوئی تھی اچانک گھوڑی نے تیز تیز گھومنا شروع کر دیا آپ خاموش ہوئے تو گھوڑی بھی کھڑی ہوگئی آپ نے پھر پڑھا تو گھوڑی نے پھر کودنا شروع کر دیا آپ کے بیٹے حضرت یحییٰ بھی آپ کے قریب سوئے ہوئے تھے آپ نے تلاوت مؤخر کر دی پھر آپ نے آسمان کی طرف دیکھا تو ایک چھتری سی نظر آئی جس میں چراغ روشن تھے صبح آپ نے یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا آپ ﷺ نے فرمایا جانتے ہو وہ کیا چیز تھی عرض کیا نہیں آپ ﷺ نے فرمایا وہ فرشتے تھے جو تیری آواز (قرأت) سن کر آئے تھے اگر تم قرأت جاری رکھتے تو تمام لوگ انہیں دیکھ لیتے۔

بخاری، مسلم اور ترمذی نے حضرت براء سے روایت کی ہے ایک شخص سورۂ کہف کی تلاوت کر رہا تھا اس کا گھوڑا بھی قریب ہی دو رسیوں سے بندھا ہوا تھا اچانک اس کو بادل کی طرح کسی چیز نے ڈھانپ لیا جس سے گھوڑا ڈرنے لگا صبح انہوں نے یہ بات نبی پاک ﷺ سے عرض کی تو آپ ﷺ نے فرمایا ''تلک السکینة تنزلت للقرآن'' یہ سکینت (سکون کی ایک کیفیت یا ملائکہ کی ایک جماعت) تھی جو قرآن کی وجہ سے نازل ہوئی تھی۔

لیکن ہر شخص کا ایسا دعویٰ ہم نہیں قبول کر سکتے بلکہ جب کسی شخص کا دعویٰ درج ذیل شرائط پر پورا اترتا ہوگا اس وقت قبول کیا جائے گا۔

(الف) وہ شخص ایسے لوگوں سے ہو جن کی گواہی قبول ہوتی ہے پس فاسق، بدعتی اور گمراہ کا ایسا دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا۔

(ب) ایسی اطلاع (یا کشف) اللہ تعالیٰ کی شریعت اور حضور ﷺ کی سنت کی پیروی کی وجہ سے ہوئی ہو پس جس نے ان طریقوں کی پیروی کیے بغیر کسی کشف کا دعویٰ کیا وہ بھی قبول نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ بھی فسق ہے اور فاسق کی شہادت قابل قبول نہیں۔

(ج) جس چیز پر کسی کو آگاہی حاصل ہوتی ہو وہ واقعہ ایسا ہو جو حدیث رسول ﷺ سے مطابقت رکھتا ہو کیونکہ آپ خطا سے پاک ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوگوں پر حجت بنایا ہے پس وہ کلام جو نص کے خلاف ہوگا باطل ہوگا۔

(د) وہ دعویٰ ایسا ہو کہ شرعاً محال نہ ہو۔

مذکورہ شرائط پر پورا اترنے والا دعویٰ قبول کیا جائے گا کیونکہ اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔

شرط پنجم

بعض غیبی مظاہر ایسے ہوتے ہیں جن کی نوعیتیں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں لہٰذا ان کو علیحدہ علیحدہ بیان کرنا بھی ضروری ہے مثلاً:

(۱) خواب (۲) مقناطیسی نیند (۳) روحوں کو حاضر کرنا

(۴) جنوں کے ساتھ ملاقات (۵) مظاہرۂ تلبا‌تی

یہ تمام مظاہر اب معرض وجود میں آ چکے ہیں اور یہ تمام کے تمام کسی نہ کسی اعتبار سے ایمان بالغیب میں معاون ہیں۔

اور یہ ایک عالم غیبی کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس ''عالم غیبی'' کی طرف تمام رسل علیہم السلام نے رہنمائی کی ہے۔

پس کسی شخص پر نیند کی حالت میں ایک ایسے واقعہ کا انکشاف ہو جاتا ہے جو مستقبل قریب میں ہونے والا ہے اور پھر اس کا حرف بحرف پورا ہو جانا یہ بھی ہمارے لیے ایک ''امر غیب'' ہے۔

مقناطیسی نیند ایک ایسی بات پر رہنمائی کرتی ہے کہ روح موجود ہے لیکن یہ جہان اور اس کے قوانین خاص ہیں اس نیند میں انسان کے تمام حواس معطل ہو جاتے ہیں عمل انعکاس بھی ختم ہو جاتا ہے اور جسم انسانی بالکل بے حس (شل) ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگر اس حالت میں انسان کو کوئی سوئی چھبوئی جائے تو اس کا بھی اثر نہیں محسوس ہوتا لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ ایسے میں اگر اس سے دور کی چیزوں کے بارے میں پوچھا جائے تو وہ ان کا اس طرح جواب دے گا جیسے ان چیزوں کو دیکھ رہا ہے حالانکہ حالت بیداری میں نہ تو وہ اس طرح جواب دے سکتا تھا اور نہ ہی ان چیزوں کا اسے علم تھا۔

اب اگر اسے جگا کر دیکھا جائے تو اسے یہ بھی یاد نہیں ہوگا کہ اس سے کیا سوال و جواب کیا گیا ہے ''تنویم مقناطیسی'' نے تمام عجیب معلومات اس میں محفوظ کر دی ہیں۔

بیو (ایک انگریز مفکر) نے اپنی کتاب ''المخاطبات علی التنویم المغناطیسی'' میں ایک مکالمہ نقل کیا ہے ''شارول'' نے بھی یہ واقعہ نقل کیا ہے یہ مکالمہ ایک مرد اور عورت کے درمیان ہے عورت جو مقناطیسی نیند کی حالت میں تھی اس نے ڈاکٹر سے کہا کیا تم سن رہے ہو جو کچھ مجھے حکم دیا جا رہا ہے؟ ڈاکٹر نے کہا تمہیں کون حکم دے رہا ہے عورت نے کہا تم نہیں سن رہے؟ ڈاکٹر نے کہا مجھے تو کچھ نہ سنائی دے رہا ہے نہ دکھائی رہا ہے۔

عورت نے کہا دراصل تم سو رہے ہو اور میں جاگ رہی ہوں ڈاکٹر نے کہا تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو کہ

میں سورہا ہوں اور تم جاگ رہی ہو حالانکہ تم مقناطیسی نیند کی حالت میں میرے ارادے کے تحت کام کررہی ہو تمہیں صرف اس بات کی وجہ سے وہم ہوا ہے کہ تم میرے ساتھ باتیں کررہی ہو تو شاید تم جاگ رہی ہو حالانکہ تم اپنی آنکھیں بھی نہیں کھول سکتی ہو۔

عورت نے کہا میں پھر اپنا دعویٰ دہراؤں گی (دراصل میں اب اس حالت میں ہوں کہ) میرے اعضا کی ظاہری حرکت معطل ہو چکی ہے اور میری روح تمام دنیوی علائق سے آزاد ہو چکی ہے تم اپنی آنکھوں سے فقط کثیف اور گندی چیزیں دیکھ رہے ہو لیکن اشیا کا حقیقی حسن تمہای نگاہوں سے پوشیدہ ہے جبکہ میں ہر چیز کا فطری حسن دیکھ رہی ہوں اور وہ کچھ سن رہی ہوں جس سے تم محروم ہو اور جو چیزیں تمہارے لیے ناقابل فہم ہیں میں انہیں بھی سمجھ رہی ہوں اور میں فقط اپنی قوت ارادی سے سینکڑوں فرسخ دور کی بات سن سکتی ہوں۔

المختصر میں اس بات کی محتاج نہیں ہوں کہ چیزیں میرے پاس آئیں بلکہ میں ان کے پاس پہنچ کر ان کی حقیقت کو اپنی نگاہوں سے دیکھ لیتی ہوں جبکہ دوسرے لوگ اس کے محتاج ہیں۔

(اس سے آگے بھی مصنف سے اسی قسم کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے)۔

شرط ششم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر حدیث مبارک ہمارے لیے ایک کسوٹی کی طرح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کی اتباع ہمارے لیے لازم کی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہمارے لیے حجت ہے جس پر بہت سی علامات موید ہیں گویا یہ صدق ویقین کی ایک ضمانت ہے کیونکہ اللہ وحدہ لاشریک کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور ہر خطا سے پاک ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم اور وحی سے بولتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان اور اس کی عطا سے ہر خطا سے پاک ہیں (پیچھے جو واقعات ہم نے ذکر کیے ہیں وہ تمام کے تمام) اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ زبانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکلنے والی ہر بات سربسر حق وصداقت ہے۔

صدقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے ہم نے یہ شرائط ذکر کی ہیں تاکہ کوئی شخص ان میں سے کسی بھی شرط کے اعتبار سے حدیث پاک میں شک کی جرأت نہ کر سکے صدق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ واضح دلائل ہیں جن سے دلوں کو یقین کی ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے۔

۲۔ اپنی دعوت اور اس کی کامل ذمہ داری

انسانی تاریخ گواہ ہے کہ مثال اور اس کے عملی نمونے میں کافی فرق ہوتا ہے اور اسی طرح قول و

فعل ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں دعویٰ اور حقیقت میں تفاوت ہوتا ہے ہمیشہ سے یوں چلا آرہا ہے کہ مثال، قول اور دعویٰ (اپنے عملی) نمونے، قول اور حقیقت سے اعلیٰ وارفع ہوتے ہیں۔

تاریخ انسانی اور حیات انسانی سے ادنیٰ واقفیت رکھنے والا شخص اس حقیقت سے آگاہ ہے لیکن جب اللہ کے رسولوں کی سیرت اور اقوال و افعال کی بات آتی ہے تو یہ منظر بدل جاتا ہے رسولانِ گرامی قدر کی زندگیاں ان کے کردار کا عملی نمونہ، نظریے سے کہیں زیادہ برتر ہوتا ہے یہ وہ مقدس گروہ ہے جس نے انسانیت کو عظمت کی بلندیوں کی طرف بلایا اور اپنے عملی کردار سے ایک خوشگوار اور حیرت انگیز دہشت میں مبتلا کرنے والا نمونہ پیش کر کے دکھایا یہی وصف ان کی کمال صداقت کا آئینہ دار ہے۔

کیونکہ ایمان قبول کرنے کے بعد جب تک نفس انسانی صفتِ عجز وخشوع کا خوگر نہ ہو جائے اس وقت تک کردار کی اس بلندی اور عظمت کا اہتمام ممکن نہیں۔

مثال کے طور پر ایک کافر بھی ازراہِ نفاق کسی مسلمان کی نقل اتار سکتا ہے کہ وہ بھی نماز پڑھ رہا ہے (مترجم رومی) اس کے برعکس جب ہم رسولانِ گرامی قدر کی عبادتوں کو دیکھتے ہیں جو فقط اللہ کی رضا کے لیے ہوتی ہیں باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول احکامِ الٰہی کی تبلیغ میں حددرجہ محنت اور مشقت کے بعد بارگاہ الٰہی میں کھڑے ہوتے ہیں اس وقت ان کی طبیعت میں ذرا بھی ملال اور اکتاہٹ نہیں ہوتی بلکہ حددرجہ ذوق، شوق اور مکمل سعادت کی کیفیت ان پر طاری ہوتی ہے۔

یہی چیز شکوک وشبہات دور کر کے حق وصداقت کو بالکل واضح کر دیتی ہے۔

بالخصوص جب یہ گفتگو جانِ عالم محمد ﷺ اور ان کی پاکیزہ عملی زندگی کے بارے میں ہو تو کردار کا وہ اعلیٰ نمونہ نظر آتا ہے کہ عقلِ بشر سر جھکائے نظر آتی ہے عنوان کی مناسبت سے ہم اس جگہ چند ایک احکام قرانی بیان کرتے ہیں جنہیں مختلف مواقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے لیے نازل فرمایا۔

تاکہ یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ حضور ﷺ کس طرح ان احکام پر عمل پیرا ہوئے ہماری کوشش ہوگی کہ ہم مختلف انواع کے اوامر ذکر کریں تاکہ پتہ چلے کہ حضور ﷺ ہر حکم کو بشکل احسن پورا فرمایا کرتے تھے لہٰذا کسی حکم پر عمل کسی دوسرے حکم سے اعراض کا سبب بھی نہیں بنتا تھا جس طرح کہ بعض لوگوں کا طریقہ ہوتا ہے جب عبادت کے حکم پر عمل کرتے ہیں تو دیگر حقوق وفرائض میں غفلت اور کوتاہی کر جاتے ہیں۔

لیکن حضور ﷺ ہر حکم کو کماحقہ پورا فرماتے ہیں یہاں تک کہ ہر منصف مزاج شخص یہ گواہی دیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ نے عمان کے حاکم "جلندی" کو دعوت اسلام دی تو جلندی نے آپ

ﷺ کے بارے میں یوں اظہار خیال کیا:

بخدا! اس نبی امی کے بارے میں مجھے علم ہوا ہے کہ وہ جس اچھی بات کا حکم دیتے ہیں پہلے اس پر خود عمل کرتے ہیں اور برائی سے آپ ﷺ روکتے ہیں تو سب سے پہلے برائی سے پاک بھی آپ ہی ہیں آپ ﷺ کسی پر غالب آتے ہیں تو تکبر نہیں کرتے آپ اللہ تعالیٰ کے (مغلوب ہو کر) اس کے احکام میں اکتاہٹ کا اظہار نہیں کرتے ایفاء عہد آپ کی صفت ہے اور وعدہ پورا کرنا آپ کی خوئے مبارک ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ نبی ہیں۔

اب ہم اوامر قرآنی بیان کرتے ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ (الزمر)

''بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو اور ہو جاؤ شکر گزاروں میں سے''۔

۲۔ قولہ تعالیٰ:

(الف) يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ قُلِ الْعَفْوَ (البقرہ: ۲۱۹)

''اور پوچھتے ہیں آپ سے کیا خرچ کریں فرمائیے جو ضروریات سے زیادہ ہو''۔

(ب) وَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (طٰہٰ: ۱۳۱)۔

''اور آپ مشتاق نگاہوں سے نہ دیکھئے ان چیزوں کی طرف جن سے ہم نے لطف اندوز کیا ہے کافروں کے چند گروہوں کو یہ محض زیب و زینت ہیں دینوی زندگی کی''۔

۳۔ قولہ تعالیٰ:

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (الحجر)

''اور نیچے کیجیے اپنے پروں کو مومنوں کے لیے''۔

۴۔ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ (التحریم: ۹)

''اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد جاری رکھو اور ان پر سختی کرو''۔

۵۔ (الف) وَ اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَ احْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ (المائدہ: ۴۹)

''اور یہ کہ فیصلہ فرمائیں آپ ان کے درمیان اس کے مطابق جو نازل فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اور نہ پیروی کریں ان کی خواہشات کی اور آپ ہوشیار رہیں ان سے کہ کہیں برگشتہ نہ

کریں آپ کو اس کے کچھ حصہ سے جو اتارا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف"۔

(ب) كُونُوا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ (النساء: ۱۳۵)

"ہو جاؤ مضبوطی سے قائم رہنے والے"۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ مذکورہ اوامر کو کس طرح نبی پاک ﷺ نے پورا فرمایا اس حیثیت سے کہ آپ ﷺ کائنات میں سب سے اعلیٰ انسان ہیں اور آپ ﷺ نے سب سے اعلیٰ اور عمدہ نمونہ پیش کیا۔

۱۔ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝۶۶ کے عملی نمونے

بخاری و مسلم نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے حضور ﷺ رات کو قیام فرماتے (یعنی نماز پڑھتے) یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک پھٹ گئے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اگلے اور پچھلے ذنوب معاف فرما دیئے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا "أفلا اكون عبداً شكوراً"

کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟۔

مغیرہ نے بھی آپ ﷺ سے اسی طرح روایت کی ہے۔

امام بخاری نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے حضور ﷺ (رات کے وقت) گیارہ رکعتیں ادا فرمایا کرتے تھے آپ ﷺ اتنی دیر سر سجدے میں رکھتے جتنی دیر میں پچاس آیتیں پڑھی جا سکتی ہیں اس کے بعد فجر سے پہلے دو رکعتیں ادا فرماتے پھر دائیں کروٹ لیٹ جاتے یہاں تک منادی نماز کے لیے آپ کے پاس حاضر ہوتا۔

شیخین (بخاری و مسلم) نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے فرماتے ہیں میں نے نبی پاک ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی آپ کافی دیر کھڑے رہے یہاں تک کہ میں نے ایک بُرے کام کا ارادہ کر لیا پوچھا گیا کونسا برا کام؟ آپ نے فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ آپ ﷺ کو چھوڑ کر بیٹھ جاؤں۔

امام مسلم نے حضرت حذیفہ سے روایت کی ہے میں نے ایک رات نبی پاک ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی آپ نے سورۂ بقرہ شروع کی میں نے کہا کہ آپ سو (۱۰۰) آیات پڑھ کر رکوع کریں گے لیکن آپ آگے پڑھتے رہے آپ نے سورۂ نساء شروع کی پھر آل عمران شروع کی اور اسے بھی ختم کر دیا (یہ سورتیں قرآن کا چھٹا حصہ ہیں)۔ آپ بڑے سکون کے ساتھ پڑھتے رہے جب کسی آیت میں تسبیح کا ذکر ہوتا تو تسبیح بیان کرتے جب پناہ کا ذکر آتا تو پناہ طلب کرتے پھر آپ نے رکوع فرمایا اور اس میں **سبحان ربی العظیم** پڑھنا شروع کیا آپ کا رکوع آپ کے قیام جتنا طویل تھا۔

پھر آپ نے سمع اللہ لمن حمدہٗ ربنا لک الحمد پڑھااور قیام بھی رکوع کے برابر تھا پھر سجدے میں گئے اور سبحان ربی الاعلیٰ پڑھا آپ کا سجود بھی آپ کے قیام کے قریب تھا۔

امام مسلم نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے حضور ﷺ نے نوافل درد یا کسی اور وجہ سے رات کے وقت اگر رہ جاتے تو آپ دن کے وقت بارہ رکعت ادا فرما لیتے۔

امام مالک، ترمذی اور ابوداؤد نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے فرماتی ہیں ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ سرکار ﷺ اپنے بستر مبارک پر نہیں ہیں میں نے تلاش کیا تو میرا ہاتھ آپ کے پاؤں مبارک کی تلی پر لگا آپ سجدے میں تھے اور کہہ رہے تھے:

اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک واعوذ بمعافاتک من عقوبتک واعوذ بک منک لا احصیٰ ثناءً علیک أنت کما اثنیت علی نفسک۔

''اے میرے اللہ! میں تیری رضا کے صدقے تیری ناراضگی سے اور تیری بخشش کے صدقے تیری سزا سے اور تیری جناب میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں میں تیری تعریف کا حق ادا نہیں کرسکتا تو ایسا ہی ہے جس طرح کہ تو نے خود اپنی تعریف کی ہے''۔

امام بخاری نے حضرت انس سے روایت کی ہے حضور ﷺ کسی مہینے میں روزے رکھنا چھوڑ دیتے یہاں تک کہ ہم سمجھتے کہ شاید اب آپ روزے نہیں رکھیں گے اور کبھی روزے رکھنا شروع کرتے تو ہم خیال کرتے کہ شاید اب آپ روزے ہی رکھتے رہیں گے۔ آپ راتوں کو بہت زیادہ نماز پڑھا کرتے تھے اور رات کو آرام بھی فرمایا کرتے تھے۔

ترمذی نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے رسول اللہ ﷺ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے۔

نسائی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے حضور ﷺ ایام بیض کے روزے نہیں چھوڑتے تھے خواہ سفر میں ہوتے یا گھر میں ہوتے۔

بخاری، مسلم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ حضور ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔

بخاری، مسلم نے روایت کی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ آتا۔ سرکار ﷺ ساری رات جاگتے اور گھر والوں کو بھی جگاتے خوب کوشش کرتے اور خوب اہتمام فرماتے۔

بخاری و مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے حضور ﷺ شعبان کے سوا کسی مہینے میں بھی (نفلی) روزے اتنی کثرت سے نہ رکھتے۔ آپ سارا شعبان روزے رکھتے ایک روایت میں ہے آپ ﷺ چند دنوں کے سوا سارا شعبان (نفلی) روزے رکھتے۔

ابن مسعود سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھے حضور ﷺ نے فرمایا مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ میں نے عرض کیا کیا میں پڑھ کر سناؤں حالانکہ آپ پر قرآن اترا ہے؟ آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ کسی دوسرے سے قرآن سنوں میں نے سورۃ النساء پڑھنا شروع کی جب میں اس آیت پر پہنچا۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝

''تو کیا حال ہوگا (ان نافرمانوں کا) جب ہم لے آئیں گے ہر امت سے ایک گواہ اور (اے حبیب ﷺ) ہم لے آئیں گے آپ کو ان سب پر گواہ''۔ (النساء)

آپ نے فرمایا بس کرو جب میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کے آنسو بہہ رہے تھے۔
(بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، مالک)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے حضور ﷺ ہر لمحہ اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ ابوداؤد اور ترمذی نے اسناد حسن صحیح کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے فرماتے ہیں ہم ایک ہی مجلس میں گنتے رہتے تھے کہ حضور ﷺ سو مرتبہ پڑھتے تھے۔

رب اغفرلی و تب علی انک انت التواب الرحیم

''اے میرے رب مجھے بخش دے میری توبہ قبول فرما بے شک تو توبہ قبول کرنے والا ہے اور رحم کرنے والا ہے''۔

امام مسلم نے حضرت اغرالمزنی سے روایت کی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:
بے شک میرے دل پر پردہ آجاتا ہے اور میں بھی ایک ایک دن میں سو سو مرتبہ اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

حضرت حسن نے اپنے باپ حضرت علی سے حضور ﷺ کے اپنے گھر داخل ہونے کے بارے میں پوچھا حضرت علی نے فرمایا آپ کا وقت آپ کے اختیار میں تھا۔ (لیکن اس کے باوجود) آپ نے اپنے وقت کے تین حصے کر رکھے تھے۔ ایک حصہ اللہ (کی یاد) کیلئے ایک حصہ اپنے گھر والوں کیلئے ایک حصہ اپنی جان کیلئے پھر اپنے حصے کے دو حصے کر رکھے تھے اور امت کو اس حصے سے وقت عطا فرماتے۔

ذیل میں ہم ان مناجات کا ذکر کرتے ہیں جو آپ ﷺ اپنے رب کا ذکر کرتے ہوئے اللہ کی بارگاہ میں عاجزی کیا کرتے تھے۔

ام المومنین حضرت جویریہ سے روایت ہے فرماتی ہیں ایک مرتبہ نماز فجر ادا کرنے کے بعد حضور ﷺ میرے گھر سے باہر تشریف لے گئے آپ ﷺ دوپہر کے وقت واپس تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا: ابھی تک اپنے مصلےٰ پر ہی بیٹھی ہو۔ میں نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا: میں نے آج چار ایسے کلمات کو تین مرتبہ دہرایا کہ آج تک جو کچھ میں نے پڑھا ہے یہ کلمات اسی کے وزن کے برابر ہیں۔ وہ کلمات یہ ہیں۔

سبحان الله وبحمده عدد خلقه ورضا نفسه وزنه عرشه ومداد کلماته

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے حضور ﷺ جب نماز کے لیے تکبیر کہتے تو تھوڑی دیر سکوت فرماتے میں نے عرض کیا یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں تکبیر اور قرأت کے درمیان خاموشی میں آپ ﷺ کیا پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا میں کہتا ہوں:

اللهم نقني من الخطاى كما ينقى الثوب الابيض من الدنس اللهم اغسلني من خطايا بالماء والثلج والبرد۔

"اے اللہ! مجھے خطاؤں سے اس طرح پاک فرمادے جس طرح سفید کپڑے کو میل سے پاک کیا جاتا ہے۔ اے اللہ! مجھے خطاؤں سے دھوڈال پانی برف اور اولوں کے ساتھ"۔

(ترمذی کے سوا باقی پانچوں نے اسے روایت کیا ہے اور یہ الفاظ شیخین کے ہیں)۔

ابوداؤد اور نسائی نے اس کی ابتدا میں یہ الفاظ زیادہ کیئے ہیں۔

اللهم باعد بيني وبين خطاياى كما باعدت بين المشرق والمغرب

"اے اللہ! مجھے گناہوں سے اس طرح دور کردے جس طرح تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ رکھا ہے"۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے حضور ﷺ سجدے میں یوں فرمایا کرتے تھے:

اللهم اغفرلي ذنبي كله دقه وجلّه اوله واخره سره وعلانيته۔

"اے اللہ! میرے تمام چھوٹے بڑے اگلے پچھلے ظاہری اور پوشیدہ گناہ معاف فرمادے"۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے حضور ﷺ اپنے رکوع اور سجود میں کثرت سے یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

سبحانک اللّٰهم ربنا وبحمدک اللهم اغفرلي۔

"قرآن پاک میں جس چیز کا حکم ہوتا آپ اس کے مطابق (انہی الفاظ میں) دعا مانگتے

تھے''۔

مسلم، ابوداؤ داورنسائی کی روایت میں ہے:

حضور ﷺ رکوع وسجود میں یوں پڑھا کرتے تھے''سبوح قدوس رب الملائکة والروح'' حضرت جابر سے روایت ہے حضور ﷺ جب رکوع میں جاتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

اللھم لک رکعتُ وبِک امنتُ ولکَ اسلمتُ وعلیک توکلتُ انتَ ربی خشع سمعی وبصرِیُ، ولحمِیُ ودمِیُ وعظامِیُ للّٰہ رب العالمین (اخرجہ النسائی)

''اے میرے اللہ! میں نے تیرے لیے رکوع کیا تجھ پر ایمان لایا تیرے آگے جھک گیا تجھ پر ہی توکل کیا تو ہی میرا رب ہے میرے کان میری آنکھیں میرا خون میری ہڈیاں (سب) اللہ رب العالمین کے لیے جھک گئی ہیں''۔

ابن اوفیٰ سے روایت ہے حضور ﷺ جب رکوع سے سیدھے کھڑے ہوتے تو فرماتے:

سمع اللہ لِمَنْ حَمِدَہٗ اللّٰھم ربنا لک الحمدُ مل ءُ السمٰوٰتِ ومل ءُ الارضِ ومل ءُ ماشئتَ من شئ بعد۔

''اللہ نے سن لیا جس نے اس کی تعریف بیان کی۔ اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں زمین وآسمان اوران کے علاوہ شے کے برابر''۔(مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

ابن عباس سے روایت ہے حضور ﷺ دوسجدوں کے درمیان فرمایا کرتے تھے:

اللھم اغفرلی وارحمنی واجبرنی واھدنی وارزقنی''۔

''اے اللہ! مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما میرے (معاملات کو) جوڑ دے مجھے رہنمائی عطا فرما مجھے رزق عطا فرما''۔

حضرت علی سے روایت ہے حضور ﷺ حالتِ سجود میں یہ دعا مانگتے تھے:

اللّٰھم لک سجدت وبک امنت ولک اسلمت سجد وجھی للذی خلقه وصورہ وشق سمعه وبصرہ تبارک اللہ احسن الخالقین۔

''اے اللہ! میں نے تجھے سجدہ کیا تجھ پر ایمان لایا تیرے آگے سر تسلیم خم کیا میرے چہرے نے اس ذات کو سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا اور صورت سے نوازا سننے اور دیکھنے کی صلاحیت بخشی بابرکت ذات اللہ رب العزت جو تمام پیدا کرنے والوں سے احسن پیدا

فرمانے والا ہے"۔

پھر آپ ﷺ تشہد میں سلام سے پہلے یوں دعا مانگتے تھے:

اللّٰھم اغفرلی ماقدمتُ وما اخرتُ وما اسررتُ وما اعلنتُ وما اسرفتُ وما أنتَ اعلمُ وبه منی أنتَ المقدمُ وانتَ المؤخرُ لا اله الاّ انتَ"۔

ابن عباس سے روایت ہے حضور ﷺ تشہد کے بعد فرمایا کرتے تھے:

اللھم انی اعوذ بک من عذاب جھنم واعوذ بک من عذاب القبر واعوذ بک من فتنة الدجال واعوذ بک من فتنة المحیا والممات"۔

"اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں عذاب جہنم، عذاب قبر، دجال اور موت وحیات کی آزمائش کے شر سے"۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے ایک رات حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ کو یوں فرماتے ہوئے سنا:

عن ابن عباس رضی الله عھنما قال: (سمعت رسول الله ﷺ لیلة حین فرغ من صلا ته یقول:اللھم إنی أسألک رحمة من عندک تھدی بھا قلبی،وتجمع بھاأمری،وتلم بھا شعثی وترد بھا غائبی ،وترفع بھا شاھدی،وتزکی بھا عملی،وتلھمنی بھا رشدی،وترد بھا ألفتی ،وتعصمنی بھا من کل سوء اللھم أعطنی إیمانا ویقینا لیس بعده کفره،ورحمة أنال بھا شرف کرامتک فی الدنیا والآخرة۔اللھم إنی أنزل بک حاجتی ،وان قصر رأیی وضعف عملی وافتقرت إلی رحمتک ،فأسألک یا قاضی الأمور، ویاشافی الصدور کما تجیر بین البحور أن تجیرنی من عذاب السعیر،ومن دعوة الثبور ،ومن فتنة القبور اللھم ما قصر عنه رأیی ۔ولم تبلغه مسألتی ولم تبلغه نیتی من خیر وعدته أحدا من خلقک أو خیر انت معطیه أحدا من عبادک فإنی راغب الیک فیه وأسألک برحمتک یارب العالیمن۔

اللّٰهم یاذالحبل الشدید والأمر الرشید أسالک الأمن یوم الوعید والجنة یوم الخلود مع المقربین الشهود ،الرکع السجود، الموفین بالعهود،إنک رحیمٌ ودود، وإنک تفعل ماترید اللهم اجعلنا هادین مهتدین غیر ضالین ولا مضلین،سلما لأولیائک حربا لأعدائک نحب بحبک من احبک،ونعادی بعدوتک من خالفک اللّٰهم هذا الدعاء وعلیک الإجابة وهذا الجهد وعلیک التکلان۔اللهم اجعل نورافی قلبی ونورا فی قبری ونورا من بین یدی،ونورا من خلقی،ونورا عن یمینی،ونورا عن شمالی ونورا من فوقی ونورا من تحتی ونورا فی سمعی ونورا فی بصری ونورا فی شعر ونورا فی بشری ونورا فی لحمی ونورا فی دمی،ونورا فی مخی ونورا فی عظامی،اللهم أعظم لی نورا وأعطنی نورا واجعل لی نورا سبحان الذی تعطف العز وقال به، سبحان الذی لبس المجد وتکرم به،سبحان الذی لا ینبغی التسبیح إلا له ،سبحان ذی الفضل والنعم ،سبحان ذی المجد والکرم سبحان ذی الجلال والإکرام)۔

''اے میرے اللہ! میں تیری جناب سے ایسی رحمت کا طلب گار ہوں جو میرے دل کی رہنمائی کرے میرے معاملے کو آسان کرے میرے بکھرے ہوئے امور کو اکٹھا کرے اور میرے غائب کو مجھ تک واپس لائے میری موجود اشیاء کو بلند کرے اور میرے عمل کو پاک کرے اور (اس رحمت سے) تو مجھے صحیح راہ کی طرف لگائے اور مجھے الفت عطا فرمائے اور اس رحمت سے مجھے ہر برائی سے محفوظ فرمائے''۔

''اے اللہ! مجھے ایسا ایمان اور یقین عطا فرما جس کے بعد کفر نہ ہو اور ایسی رحمت عطا فرما جس کے ذریعے دنیا اور آخرت میں تیری طرف سے کرامت پالوں''۔

''اے اللہ! میں اپنی حاجت تیری جناب میں پیش کرتا ہوں اگر چہ میری رائے عاجز اور میرا عمل کمزور ہے (لیکن) میں تیری رحمت کا محتاج ہوں پس اے حاجات کو پورا کرنے والے اے سینوں کو شفا بخشنے والے سمندروں کی گہرائیوں کے برابر میرے اور سلگتی آگ کے عذاب میں فاصلہ پیدا کردے اور مجھے (نقصان پر) واویلا کرنے اور قبر کی آزمائش

سے بچا لے''۔

''اے اللہ! ہر وہ چیز جس تک میرا خیال نہ پہنچ سکا ہو یا میں سوال نہ کر سکا ہوں یا وہ چیز میری نیت میں نہ آئی ہو اور اس اچھی چیز کا تو نے اپنے بندوں میں سے کسی کے ساتھ وعدہ کیا ہو یا وہ اچھی چیز تو کسی بندے کو عطا فرمانے والا ہو تو میں تیری بارگاہ سے اس کے حصول کا خواہشمند ہوں اور اے پروردگار عالم میں تیری رحمت کے صدقے اس خیر کا تجھ سے سوال کرتا ہوں''۔

''اے میرے اللہ! اے مضبوط رسی اور سیدھے کام کے مالک میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھ کو وعید کے دن امن اور روز ابد اپنے مقرب بندوں کے ساتھ جنت عطا فرما وہ بندے جو رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے اور عہد کو پورا کرنے والے ہیں بے شک تو بہت زیادہ رحم اور بہت زیادہ محبت کرنے والا ہے تو جو چاہتا ہے کرتا ہے''۔

''اے اللہ! ہمیں ہدایت عطا کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا ہمیں گمراہ ہونے اور گمراہ کرنے سے بچا ہم تیرے دوستوں کے دوست اور تیرے دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے والے ہوں تیری محبت کی وجہ سے تیرے پیاروں سے محبت کریں اور تیری وجہ سے تیرے دشمنوں کی مخالفت کریں''۔

''اے اللہ! یہ دعا (ہماری طرف سے) ہے اور اس کی قبولیت تیرے ذمۂ کرم پر ہے یہ کوشش (ہماری طرف سے) ہے اور تمہاری ذات پر ہی توکل ہے''۔

''اے میرے اللہ! میرے دل میں میری قبر میں میرے سامنے، میرے پیچھے میرے دائیں میرے بائیں میرے اوپر اور میرے نیچے، میرے کانوں میں، میری آنکھوں میں، میرے بالوں میں، میری جلد میں، میرے گوشت میں، میرے خون میں، میرے دماغ میں، میری ہڈیوں میں نور پیدا فرمادے''۔

''اے اللہ! میرے لیے نور کو عظیم بنادے مجھے نور عطا فرما سب نور میرے لیے کر دے''۔

''پاک ہے وہ ذات جس نے عزت کے ساتھ کرم فرمایا اور اسی کے ساتھ گفتگو کی''۔

''پاک ہے وہ ذات جس نے بزرگی کا لباس پہنا وہ عزت والا ہو گیا پاک ہے وہ ذات کہ تسبیح فقط اسی کے لیے ہے وہ سبحان ہے فضل و نعمت والا ہے وہ ذات سبحان ہے جو بزرگی اور کرم کا مالک ہے ہر عیب سے پاک عزت و جلال کا مالک ہے''۔

حضرت ثوبان سے روایت ہے حضور ﷺ تین مرتبہ استغفار فرماتے اور یہ دعا پڑھتے:

''اے میرے اللہ! تو سلامت ہے اور سلامتی فقط تیری طرف سے ہے اے جلال واکرام والے تو بابرکت ہے اور بلندی کا ملک ہے''۔

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال:(كان رسول الله ﷺ إذا قام من الليل يتهجد قال: اللهم ربنالك الحمد أنت قيم السموات والأرض ومن فيهن،ولک الحمد أنت نورالسموات والأرض ومن فيهن،ولک الحمد أنت مالک السموات والأرض ومن فيهن ولک الحمد،أنت الحيی، ووعدک الحق،ولقاؤک حق، وقولک الحق،والجنة حق والنار حق والنبيون حق ومحمد ﷺ حق والساعة حق، اللهم لک أسلمت وبک آمنت ،وعليک توكلت،وإليک أنبت ،وبک خاصمت، وإليک حاكمت،فاغفرلی ماقدمت،وماآخرت،وما أسررت وماأعلنت،ومأانت أعلم به منی،أنت المقدم، وأنت المؤخر،لا إله إلا أنت)۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور ﷺ جب رات کے وقت تہجد کیلئے کھڑے ہوتے تو فرماتے:

''اے ہمارے رب! تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں تو زمین اور آسمانوں کو اور جو کچھ ان میں ہے اس کو قائم کرنے والا ہے تیرے لیے حمد ہے تو آسمانوں اور زمین کی ہر شے کو روشن کرنے والا ہے تجھے حمد ہے تو آسمانوں اور زمین کی ہر شے کا مالک ہے۔ تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں تو حی ہے تیرا وعدہ حق ہے تیری ملاقات حق ہے تیری بات حق ہے جنت حق ہے آگ حق ہے''۔

''تمام نبی حق ہیں محمد ﷺ حق ہیں قیامت حق ہے''۔

''اے میرے اللہ! میرا سر تیری بارگاہ میں خم ہے تجھی پر میرا ایمان ہے میں نے تجھی پر بھروسہ کیا ہے میں نے تیری طرف رجوع کیا ہے تیرے سہارے میں دشمنوں سے جنگ کرتا ہوں تو ہی میرا حاکم ہے میری (امت کے) اگلے پچھلے ظاہری پوشیدہ گناہ معاف فرما اور جس چیز کو تو میری ذات میں جانتا ہے اس کو بھی معاف فرما تو ہی مقدم اور تو ہی مؤخر ہے تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں''۔

ابن مسعود سے روایت ہے:

عن ابن مسعود رضی الله عنه قال:(کان رسول الله ﷺ یقول إذا أمسی :أمسینا وأمسی الملک لله والحمد لله،لا إله إلا الله وحده لا شریک له،له الملک وله الحمد وهو علی کل شئ قدیر.رب أسألک خیر ما فی هذه اللیة وخیر ما بعدها وأعوذبک من شرهذه اللیلة وشر ما بعدها،رب أعوذ بک من الکسل وسوء الکبر.رب أعوذ بک من عذاب فی النار، وعذاب فی القبر،وإذا أصبح قال ذلک:أصبحناوأصبح الملک والحمد لله........)۔

''حضور ﷺ شام کے وقت فرمایا کرتے تھے ہم نے شام کی اور تمام جہان نے اس حال میں شام کی کہ وہ اللہ کی مِلک ہے الحمدللہ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے کوئی اس کا شریک نہیں اسی کی حکومت ہے اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر شئی پر قادر ہے''۔

''اے میرے اللہ! اس رات کی اور اس کے بعد آنے والی خیر کا تجھ سے سوال ہے اے میرے رب اس رات اور اس کے بعد آنے والے شر سے تیری پناہ، اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں سستی اور کبر کی برائی سے''۔

''اے میرے رب! آگ کے عذاب سے تیری پناہ قبر کے عذاب سے تیری پناہ اور جب صبح ہوتی تو آپ فرماتے ہم نے صبح کی اور تمام ملک نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اللہ کے لیے ہے۔ الحمدللہ''۔

حضرت انس سے روایت ہے حضور ﷺ جب بستر پر تشریف لے جاتے تو فرماتے:
اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا جو ہمارے لیے کافی ہے اور جس نے ہمیں پناہ عطا کی کتنے ہی ایسے ہیں جنہیں کوئی پناہ دینے والا اور ان کے لیے کافی ہونے والا نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ حضور ﷺ جب اپنے بستر مبارک پر تشریف لے جاتے تو معوذتین اور سورہ اخلاص پڑھکر ہاتھوں پر پھونک مارتے اور اسے چہرے اور باقی جسم پر مل لیتے تین بار ایسا کرتے جب آپ ﷺ بیمار ہوئے تو مجھے حکم فرماتے کہ میں آپ کو ایسے (دم) کروں۔

وعن عائشه رضی الله عنها قالت: کان رسول الله ﷺ اذا استیقظ من اللیل قال: لااله الا انت سبحانک اللهم وبحمدک، استغفرلک لذنبی واسئالک رحمتک، اللهم

زدنی علما ۔ ولا تزغ قلبی بعد اذھدیتنی وھب لی من لدنک رحمہ انک انت الوھاب)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں حضور ﷺ جب نیند سے بیدار ہوتے (رات کی نیند سے) تو فرماتے کوئی معبود نہیں تیرے سوا اے اللہ تو پاک ہے سب تعریفیں تیرے لئے ہیں میں اپنے ذنب کی تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور تجھ سے تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں ۔ اے میرے اللہ میرے علم میں اضافہ فرما اور ہدایت عطا کرنے کے بعد میرے دل کو ٹیڑھا نہ فرما اور اپنی جناب سے مجھے رحمت عطا فرما بے شک تو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے"۔

وعن علی رضی اللہ عنہ قال :(کان رسول اللہ ﷺ یقول عند مضجعہ : اللھم انی اعوذبوجھک الکریم وبکلماتک التا مات من شر کل دابۃانت آخذ بنا صیتھا ۔ اللھم انت تکشف المغرم والماثم اللھم لا یھزم جندک ،ولا یخلف وعدک ولا ینفع ذاالجد منک الجد ۔ سبحا نک اللھم وبحمدک)

"حضرت علی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ اپنے بستر مبارک پر جاتے وقت فرماتے تھے اے میرے اللہ میں تیرے عزت والے چہرے کے طفیل اور تیرے مکمل کلمات کے طفیل ہر رینگنے والے جاندار کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جس کی پیشانی تیرے دست قدرت میں ہے۔ اے میرے اللہ تو ہی نقصان اور گناہ دور کرنے والا ہے اے اللہ تیرے لشکر کو شکست نہیں اور تیرے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کی جاتی"۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں جب نبی پاک ﷺ اپنے گھر سے نکلتے تو فرماتے اللہ کے نام سے میں نے اللہ پر توکل کیا۔

اے میرے اللہ ہم پناہ چاہتے ہیں کہ ہمیں پھسلا دیا جائے یا گمراہ کر دیا جائے یا ہم ظلم کریں یا ہم پر ظلم کیا جائے ۔ یا ہم جہالت کا ارتکاب کریں یا ہم پر جہالت کا ارتکاب کیا جائے۔

وعن ابن عمر رضی اللہ قال (قلما کان رسول اللہ ﷺیقوم من مجلسہ حتی ید عو بھولاء الدعوات لا صحابہ :اللھم اقسم لنا من خشیتک ما تحول بہ بیننا وبین معاصیک ،ومن طا عتک ماتبلغنا بہ جنتک ۔ ومن الیقین ما تھون بہ علینا مصا ئب الدنیا

'اللھم متعنا اسما عنا وابصا رنا وقوتنا ما احییتنا واجعله الوارث منّا واجعل ثا رنا علی من ظلمنا' وانصرنا علی من عادانا' ولا تجعل مصیبتنا فی دیننا' ولا تجعل الدنیا أكثرھمنا ' ولا مبلغ علمنا 'ولا تسلط علینا من لا یر حمنا۔)

''حضرت ابن عمر سے روایت ہے بہت کم ایسا ہوا ہے کہ حضرت ﷺ اپنی مجلس سے اٹھے ہوں اور آپ نے ان کلمات سے دعا نہ مانگی ہو''۔

''اے ہمارے اللہ ہمیں اپنے خوف سے اس طرح حصہ عطا فرما جس کی وجہ سے تو ہمارے درمیان اور گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے ، اور ایسی اطاعت عطا فرما جس کے ذریعے تو ہمیں جنت میں پہنچا دے اور ایسا یقین عطا فرما جس کے ذریعے تو ہم پر دنیا کی تکالیف آسان کر دے ۔ اے اللہ جب تک تو ہمیں زندہ رکھے ہمیں ہمارے کانوں ۔ آنکھوں اور قوتوں سے فائدہ اٹھانے کی طاقت عطا فرما اور ان قوتوں کو ہماری وراثت بنا ہمارے انتقام کو ظالم تک محدود فرما اور ہمارے دشمنوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔ ہمیں دین میں مصیبت سے پناہ عطا فرما دنیا کو ہمارے لیے (باعث حسرت و) غم نہ بنا اور ہم پر رحم کو غلبہ نہ عطا فرما''۔

حضرت مالک سے روایت ہے انہیں یہ بات یوں پہنچی ہے کہ جب نبی پاک ﷺ سفر پر جانے لگتے اور رکاب میں پاؤں رکھتے تو فرماتے ۔ اللہ کے نام سے اے میرے اللہ تو سفر میں میرے ساتھ ہے اور ہمرے گھروں کا نگہبان ہے اے میرے اللہ ہمارے لیے زمین کو لپیٹ دے اور ہم پر سفر آسان فرما اے اللہ میں تم سے سفر کی مشکلات اور واپسی کی پریشانیوں سے اور اپنے گھر اور مال میں ہر ناپسندیدہ بات سے پناہ مانگتا ہوں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

جب حضور ﷺ کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو راستے میں جب بھی کسی اونچی جگہ چڑھتے تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے ۔ پھر یہ کلمات پڑھتے ۔ ترجمہ:۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لاشریک ہے اسی کیلیے حکومت ہے تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں ۔ وہ ہر شے پر قادر ہے (ہم) توبہ کرتے ہوئے لوٹ کر آنے والے (ہیں) عبادت کرنے والے اپنے رب کی حمد کرنے والے اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اپنے بندے محمد ﷺ کی مدد کی اور تنہا تمام گروہوں کو شکست دے دی۔

حضرت عبداللہ خطمی فرماتے ہیں۔

حضور ﷺ جب کسی کو الوداع فرماتے تو یوں فرماتے۔

استودع الله دينكم وامانتكم ،وخواتيم اعمالكم

''میں تمہارے دین تمہاری امانت اور تمہارے اعمال کے انجام کو اللہ کے حوالے کرتا ہوں''۔

ابن عمر سے دوسری روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں۔

میں تیرے دین تیری امانت اور تیرے اعمال کے انجام کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔(صیغہ واحد مذکر مخاطب۔رومی)

وعن عبدالله بن عمر رضى الله عنهما قال(كان رسول الله ﷺ اذا أقبل الليل عليه فى السفر قال: ياأرض ربى وربك الله، أعوذ بالله من شرك وشر ما خلق فيك وشر ما يدب عليك،أعوذ بالله من أسد وأسود،ومن الحية والعقرب ومن ساكن البلد ووالد وما ولد)۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں:

اگر کسی سفر میں رسول اللہ ﷺ کو رات آجاتی تو آپ فرماتے اے زمین! میرا رب تیرا رب اللہ ہے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں تیرے شر سے تیرے اندر جو کچھ پیدا کیا گیا ہے اس کے شر سے اور جو کچھ تیرے اوپر چلتا ہے اس کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں شیر یا شیروں کے گروہ، سانپ، بچھو اور زمین میں رہنے والوں کے شر سے اور بچے پیدا کرنے والوں اور پیدا ہونے والوں کے شر سے۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے جب کوئی دکھ ہوتا تو آپ ﷺ یہ دعا مانگتے:

''لا اله الا الله العظيم والحليم لا اله الا الله رب العرش العظيم لا اله الا الله رب السموات والارض ورب العرش الكريم''۔

حضرت انس سے روایت ہے جب کوئی سخت معاملہ پیش آجاتا تو حضور ﷺ یہ دعا پڑھتے''**يا حى يا قيوم برحمتك استغيث**''۔

آپ کا یہ بھی فرمان ہے''**ألظو بيا ذالجلال والاكرام**''۔

یاذالجلال والاکرام کے وظیفہ سے (تکالیف) دور کیا کرو۔

حضرت خدری سے روایت ہے حضور ﷺ جب نیا کپڑا پہنتے تو فرماتے''**اللهم لك الحمد أنت كسوتنى هذا ويسميه**''۔

تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں تیرا شکر ہے تو نے مجھے یہ کپڑا پہنایا ہے۔

أسألک خیره وخیر ما صنع له واعوذبک من شره وشرما صنع له

''اے اللہ! میں اس کپڑے کی بھلائی جس کے لیے بنایا گیا ہے اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور اس کے کپڑے کی برائی اور جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے اس کے شر سے پناہ کا سوال کرتا ہوں''۔

حضرت ابوسعید سے روایت ہے حضور ﷺ جب کوئی چیز تناول فرماتے یا نوش فرماتے تو یوں دعا مانگتے۔

الحمد لله الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین۔

''اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا''۔

حضرت انس سے روایت ہے حضور ﷺ قضائے حاجت کے لیے بیت الخلا میں داخل ہوتے تو فرماتے:

اللهم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث۔

''اے میرے اللہ! میں تجھ سے برائی اور بری چیزوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں''۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے حضور ﷺ جب بیت الخلا سے باہر تشریف لاتے تو فرماتے ''غفرانک''۔ تیری مغفرت کا طالب ہوں۔

حضرت حسین بن علی کی صاحبزادی فاطمہ اپنی دادی فاطمہ سے روایت کرتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو اپنے آپ پر درود پڑھتے اور پھر فرماتے:

میرے اللہ! میرے ذنوب معاف فرما میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب مسجد سے باہر تشریف لاتے تو بھی اپنے آپ پر درود پڑھتے اور فرماتے:

اے میرے اللہ! میرے ذنوب معاف فرما اور میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔

طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہے جب حضور ﷺ نیا چاند دیکھتے تو فرماتے ''یا اللہ! اس چاند کو ہم پر برکت، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ طلوع فرما (اے چاند) میرا اور تیرا رب اللہ ہے''۔

حضرت قتادہ سے روایت ہے انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ جب حضور ﷺ چاند دیکھتے تو تین مرتبہ فرماتے ''**هلال خیر ورشد**'' بھلائی اور ہدایت کا چاند۔

پھر تین مرتبہ فرماتے ''**امنت بالذی خلقک**'' جس نے تمہیں پیدا کیا ہے میں اس پر ایمان لایا۔

پھر فرماتے ''**الحمد لله الذی ذهب بشهر کذا وجاء بشهر کذا**''۔

اللہ کا شکر ہے جس نے (ایک) ماہ (خیر سے) گزارا ہے اور (دوسرا ماہ) (خیر سے) شروع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد)

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال (کان رسول اللہ ﷺ إذا سمع الرعد والصواعق قال: اللهم لا تقتلنا بغضبک ولا تهلکنا بعذابک، وعافنا قبل ذلک)۔

ابن عمر سے روایت ہے حضور ﷺ جب گرج اور چمک کی آواز سنتے تو فرماتے:
اے ہمارے اللہ! ہمیں اپنے غضب سے قتل نہ فرما اور اپنے عذاب سے ہلاک نہ فرما (بلکہ) ان سے پہلے ہمیں عافیت عطا فرما۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے جب تیز ہوا چلتی تو حضور ﷺ فرماتے اے اللہ! میں اس ہوا اور اس میں موجود بھلائی کا سوال کرتا ہوں جس کی طرف یہ بھیجی گئی ہے اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں۔
اور اس کے شر اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر اور جس کی طرف یہ بھیجی گئی ہے اس کے شر سے تیری پناہ کا طلب گار ہوں۔

عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: (کان رسول لله ﷺ يقول فی دعائه أللهم أصلح لی دينی الذی هو عصمة أمری وأصلح لی دنيای التی فيها معاشی وأصلح لی آخرتی التی فيها معادی واجعل الحياةزيادة لی فی کل خير واجعل الموت راحةلی من کل شر)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے حضور ﷺ اپنی دعا میں یوں فرمایا کرتے تھے:
''اے میرے اللہ! میرے دین کی اصلاح فرما جو میرے (تمام) کاموں کی پاکیزگی ہے۔ اور میری دنیا کی اصلاح فرما جس میں میں زندگی گزار رہا ہوں اور میری آخرت کی خیر فرما جو میرے لوٹ کر آنے کی جگہ ہے اور میری زندگی کو ہر قسم کی بھلائی اور میری موت کو ہر قسم کے شر سے راحت کا سبب بنا''۔

حضرت انس سے روایت ہے نبی پاک ﷺ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اللهم آتنا فی الدنيا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار۔

''اے میرے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی اچھائی اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے''۔

حضرت انس سے روایت ہے حضور ﷺ فرماتے تھے:

اے میرے اللہ! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں کم ہمتی، سستی، بزدلی، بڑھاپے اور کنجوسی سے اور میں پناہ طلب کرتا ہوں قبر کے عذاب اور موت وحیات کی (ہر) آزمائش سے۔

حضرت انس سے روایت ہے حضور ﷺ فرماتے تھے:

اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں جذام (کوڑھ) برص (سفید داغوں والی بیماری) پاگل پن اور بُری بیماریوں سے۔

وعن ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنھما قال(کان رسول للّٰہ ﷺ یقول: أللھم إنی أعوذ بک من قلب لا یخشع، ومن دعاء لا یسمع، ومن نفس لا تشبع، ومن علم لا ینفع، أعوذبک من ھؤلا ء الأربع)۔

حضرت ابن عمرو بن العاص سے روایت ہے حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے:

اے اللہ! بے خوف دل سے تیری پناہ نہ قبول کی جانے والی دعا، نہ سیر ہونے والے نفس، نہ نفع دینے والے علم ان چاروں سے تیری پناہ۔

وعنہ رضی اللہ عنہ قال:(کان رسول للّٰہ ﷺ یقول: اللھم إنی أعوذ بک من الشقاق والنفاق وسوء الأخلاق)۔

انہیں سے روایت ہے حضور ﷺ فرماتے تھے:

اے میرے اللہ! بدبختی، منافقت اور بُرے اخلاق سے تیری پناہ۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے حضور ﷺ اپنے وصال سے پہلے ان الفاظ کی کثرت کیا کرتے تھے:

(سبحان اللہ) اللہ پاک ہے تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں میں (حضرت عائشہ) نے آپ سے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ (اے محمد ﷺ) آپ اپنی امت میں ایک نشانی دیکھیں گے جب وہ نشانی نظر آجائے تو سبحان اللہ وبحمدہ الخ کے الفاظ کا کثرت سے ورد کرنا اب وہ علامت میں نے دیکھ لی ہے۔

جب آپہنچے اللہ کی مدد اور فتح اور آپ دیکھ لیں لوگوں کو کہ اللہ کے دین میں گروہ در گروہ داخل ہو رہے ہیں (تو اس وقت) اپنے رب کی تسبیح بیان کرنا اور اس سے مغفرت طلب کرنا بے شک وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

یہ آپ ﷺ کی نفلی عبادات (اور دعاؤں) کا مختصر نمونہ ہے ہم نے فرض اور واجب نمازوں کے بیان کو نہیں چھیڑا اور نہ باقی تمام عبادات کا ذکر کیا ہے۔

کیا کوئی شخص ہے جو اس مقام پہ پہنچا ہو جہاں اللہ کے رسول ﷺ پہنچے ہیں کیا کوئی سوچ بھی سکتا ہے کہ اس درجہ کمال کے ساتھ ایسی عبادت ممکن ہیں عبادات میں اس درجہ کثرت، وسعت، تسلسل اور معرفت الٰہی میں اس درجہ کمال (کسی اور کو حاصل ہے؟)۔

اگر محمد ﷺ اوامر الٰہی کی یوں پابندی نہ کرتے تو اور کون ہے جو ایسا کر سکے؟۔

۲۔ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ؕ قُلِ الْعَفْوَ

وَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ۬ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ۝۱۳۱ (طٰہٰ)

ان احکام پر عمل کی زندہ مثالیں

بخاری و مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے حضور ﷺ نے

اللھم لا عیش الا عیش الاخرۃ۔

''میرے اللہ! زندگی فقط آخرت کی زندگی ہے''۔

امام بخاری نے حضرت ابوذر سے روایت کی ہے فرماتے ہیں مدینہ شریف میں ایک پتھریلی زمین والے علاقے میں میں حضور ﷺ کے ہمراہ جا رہا تھا راستے میں ہمیں ایک آدمی ملا حضور ﷺ نے فرمایا اے ابوذر! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ آپ نے فرمایا میں نہیں چاہتا کہ میرے پاس اس شخص جتنا سونا ہو، تین دن گزر جائیں اور پھر میرے پاس ایک دینار بھی باقی ہو سوائے اس کے کہ میں قرض کے لیے کچھ سونا اپنے پاس روک لوں میں تو ایسا کروں گا کہ وہ سارا سونا اللہ کے بندوں میں تقسیم کر دوں گا جو میرے دائیں بائیں اور پیچھے ہوں گے۔

امام مسلم نے نعمان بن سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے مسلمانوں کے پاس دنیا کے مال و دولت کو دیکھا تو فرمایا ایک وقت تھا میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ کبھی کبھی پیٹ بھرنے کے لیے عام کھجوریں بھی نہیں ملتی تھیں۔

بخاری و مسلم نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے آپ فرماتی ہیں جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا اس رات میرے گھر میں کوئی چیز بھی ایسی نہ تھی جس کو کوئی جاندار کھا سکے سوائے اس کے کہ تھوڑے سے جو ایک کھونٹی سے ساتھ لٹکے ہوئے تھے۔

ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث کے بھائی عمر بن حارث سے روایت ہے حضور ﷺ نے اپنے وصال کے وقت کوئی دینار، درہم، غلام، لونڈی وغیرہ ترکہ میں نہ چھوڑی سوائے اپنی سفید خچر کے جس پر آپ ﷺ سواری فرمایا کرتے تھے آپ نے اپنی زمین اور ہتھیار (ابن السبیل) مسافروں کے لیے صدقہ کردیئے تھے (بخاری)۔

حضرت جابر کے بیٹے انہیں سے روایت کرتے ہیں ایک مرتبہ ایک شخص نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے کچھ مانگا آپ نے اسے عطا فرمایا پھر ایک اور آیا اس نے بھی سوال کیا آپ نے اس سے (آئندہ کا) وعدہ کیا (اس پر) حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ سے مانگا گیا تو آپ نے عطا فرمایا پھر مانگا گیا تو آپ نے عطا فرمایا پھر مانگا گیا تو آپ نے اس سے وعدہ فرمایا پھر مانگا گیا تو آپ نے پھر وعدہ فرمایا ہے (حضرت عمر کی) اس بات کو سرکار نے ناپسند فرمایا (اس پر) عبداللہ بن حذافہ سہمی اٹھے اور عرض کیا ''**انفق ولا تخش من ذی العرش اقلالا فقال بذلک امرت**۔

خرچ کرتے رہیے اور عرش کے مالک (کی طرف سے) کمی کا اندیشہ نہ کیجئے آپ نے فرمایا مجھے اسی طرح (خرچ کرنے) کا حکم دیا گیا ہے۔ (کنز۔ جلد ۳)

ابن مسعود سے روایت ہے فرماتے ہیں حضور ﷺ حضرت بلال کے پاس تشریف لائے اس وقت حضرت بلال کے پاس کچھ کھجوروں کا ایک ڈھیر تھا آپ نے فرمایا اے بلال! یہ کیا ہے؟ آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ کے مہمانوں کے لیے ہے آپ نے فرمایا تمہیں اس بات سے ڈر نہیں لگتا کہ دوزخ کی آگ میں تمہارے لیے دھواں ہی دھواں ہو'' **انفق ولا تخش من ذی العرش اقلالا**''۔

اسے بزاز نے سند حسن کے ساتھ طبرانی نے ابوہریرہ سے اور ابن مسعود سے روایت کیا ہے ابونعیم نے ''حلیہ'' میں اور ابویعلیٰ نے بھی روایت کیا ہے۔

ابویعلیٰ نے انس بن مالک سے روایت کی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تین پرندے ہدیۃً پیش کیے گئے آپ ﷺ نے ان میں سے ایک اپنے خادم کو عطا فرمادیا اگلی صبح آپ کی خادمہ نے وہ آپ کو پیش کیا تو آپ نے فرمایا کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ کل کے لیے کوئی چیز بچا کر نہ رکھا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر روز کا رزق روزانہ عطا کرتا ہے۔ (ہیثمی۔ جلد ۱۰)

اس حدیث پاک کو طبرانی نے کبیر میں ذکر کیا ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اصحاب نے ان پر اعتماد کیا ہے۔

سہل بن سعد سے روایت ہے حضور ﷺ کے کاشانۂ اقدس میں سات دینار تھے جب آپ کا مرض موت شروع ہوا تو آپ نے فرمایا اے عائشہ! وہ دینار حضرت علی کے پاس بھیج دو اتنا کہنے کے بعد آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی حضرت عائشہ کا دھیان اس طرف ہوگیا یہاں تک کہ آپ نے بار بار کہا اور ہر بار حضرت عائشہ آپ کی غشی کی وجہ سے ایسا نہ کرسکیں بالآخر آپ نے وہ دینار حضرت علی کو بھجوادیئے اور انہوں نے وہ رقم صدقہ کردی بعدازاں پیر کی رات حضور ﷺ پر موت کی شدت طاری ہوگئی حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے اپنا چراغ آپ کی ازواج میں سے کسی کے پاس بھیجا کہ کچھ تیل روانہ کردیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ پر وصال کے لمحات آچکے ہیں۔

ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت عائشہ سے انہیں معانی کی حدیث ذکر کی ہے اس طرح ترغیب جلد ۲ میں بھی مذکور ہے۔

امام احمد نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے فرماتی ہیں مجھے حضور ﷺ نے حکم فرمایا کہ میں وہ سونا صدقہ کردوں جو آپ کے مرض وصال کے وقت ہمارے پاس موجود تھا۔

جب آپ کو افاقہ ہوا تو آپ نے پوچھا تو نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا میں آپ کے مرض کی وجہ سے مشغول ہوگئی تھی آپ نے فرمایا اچھا اب لے آؤ ابو حازم (راوی) کو شک ہے کہ وہ دراہم یا دنانیر سات (۷) تھے یا نو (۹) جب وہ آپ کو پیش کیے گئے تو آپ نے فرمایا اگر اس حال میں محمد ﷺ کی ملاقات اللہ تعالیٰ سے ہو جاتی تو اللہ تعالیٰ کیا خیال فرماتا؟۔

ابن عباس نے حضرت عمر سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اس وقت چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے آپ صرف تہبند لیئے ہوئے تھے اور چٹائی کے نشانات آپ کے پہلو مبارک پر نمایاں تھے میں نے دیکھا کہ چند مٹھی بھر جو اور ایک چرمی مشکیزہ آپ کے کمرے کے ایک کونے میں تھا میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل آئے۔

حضور ﷺ نے فرمایا اے ابن خطاب کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کیا آقا مجھے کیوں نہ رونا آئے اس (کھردری) چٹائی نے آپ کے بدن مبارک پر نشان ڈال دیئے ہیں اور آپ کا یہ خزانہ جو مجھے نظر آرہا ہے ادھر قیصر وکسریٰ ہیں پھلوں اور نہروں کے مزے لے رہے ہیں حالانکہ آپ اللہ کے حبیب ہیں اور آپ کے ساز وسامان کا یہ حال ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

اے ابن خطاب! کیا اس سے خوش نہیں ہو کہ آخرت ہمارے لیے ہو اور دنیا ان کے لیے (اسے امام احمد اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے)۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں آل محمد ﷺ نے دو دن لگاتار جو کی روٹی بھی

پیٹ بھر کر نہیں کھائی یہاں تک کہ حضور ﷺ کا وصال ہو گیا۔

ایک روایت میں ہے جب سے حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے ہیں اس وقت سے لے کر وصال شریف تک آل محمد ﷺ نے تین دن (رات) لگا تار پیٹ بھر کر گندم کی روٹی نہیں کھائی۔

حضرت عروۃ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتی تھیں بخدا! اے میرے بھانجے کبھی (دو مہینوں) کے تین چاند ہم دیکھتے تھے اور اس عرصے میں حضور ﷺ کی ازواج کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی۔

حضرت عروۃ نے کہا اے خالہ! پھر آپ کا گزارہ کیسے ہوتا تھا؟ فرمایا دو سیاہ چیزیں کھجور اور پانی یا پھر سرکار ﷺ کے پڑوسی انصار اپنے جانوروں کا دودھ ہدیہ کرتے جو سرکار ہمیں عطا فرماتے۔ (متفق علیہ)

حضرت انس سے روایت ہے حضور ﷺ نے ساری زندگی (پر تکلف) دستر خوانوں پر روٹی نہیں تناول فرمائی اور نہ ہی آپ نے باریک آٹے کی روٹی تناول فرمائی۔

خالد بن عمر العدوی فرماتے ہیں ہمیں بصرہ کے امیر عتبہ بن غزوان نے خطبہ دیا حمد وثناء کے بعد فرمایا میں نے وہ وقت بھی دیکھا کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ ساتواں آدمی تھا (حالت یہ تھی کہ) سوائے درختوں کے پتوں کے ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ تھی (پتے کھانے کی وجہ سے) ہمارے گال اندر سے زخمی ہو گئے تھے۔

مجھے ایک چادر ملی جو میں نے پھاڑ کر آدھی کا خود تہہ بند بنالیا اور آدھی حضرت سعد کو دے دی انہوں نے بھی تہہ بند بنالیا۔

(آج یہ حال ہے کہ) ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے اللہ تعالیٰ اس خیال سے پناہ دے کہ میں اپنے آپ کو عظیم سمجھوں اور اللہ کی بارگاہ میں سوائے حقارت کے میرے لیے کچھ نہ ہو۔ (مسلم)

حضرت جابر سے روایت ہے کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ حضور ﷺ سے کچھ مانگا گیا ہو اور آپ نے ''نہ'' کہا ہو۔

حضرت انس سے روایت ہے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے کوئی بھی جائز سوال کیا گیا ہو اور آپ نے عطا نہ کیا ہو ایک مرتبہ ایک شخص کو آپ نے بکریوں سے بھری وادی عطا فرمائی وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور کہا اے میری قوم! اسلام قبول کرلو کیونکہ محمد ﷺ اس طرح عطا فرماتے ہیں کہ جس کو عطا کرتے ہیں اسے فقر کا اندیشہ نہیں رہتا۔

کوئی شخص اگر دنیا کے لیے بھی اسلام قبول کرتا تو کچھ عرصہ بعد اسلام اس کے نزدیک دنیا و مافیہا

سے محبوب ہوجاتا تھا۔

حضرت عمر سے روایت ہے حضور ﷺ نے مال تقسیم کرتے وقت ایک گروہ کو حصہ عطا فرمایا جس پر میں نے عرض کی یارسول اللہ ان سے زیادہ حقدار لوگ بھی موجود تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا انہوں نے مجھے اختیار دیا ہے کہ ہم آپ سے چاہے تھوڑا مانگیں یا زیادہ (وہ جتنا بھی مانگیں گے) مجھے بخل کرنے والا نہیں پائیں گے۔

حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا راستے میں عرب دیہاتیوں نے آپ کو روک لیا آپ ایک کیکر کے درخت کے نیچے رک گئے کسی نے آپ کی چادر لے لی آپ نے فرمایا چادر واپس کردو اگر میرے پاس اس درخت کے کانٹوں جتنی نعمتیں آئیں تو وہ تمام میں تمہارے درمیان تقسیم کردوں گا پھر تم دیکھ لو گے کہ میں نہ بخیل ہوں نہ جھوٹا اور نہ بزدل۔

امام احمد نے جابر سے روایت کی ہے ایک مرتبہ بہت سے لوگ کاشانہ رسالت پہ جمع تھے اور سرکار ﷺ کی طرف سے اجازت کا انتظار کر رہے تھے حضرت ابوبکر آئے آپ کو بھی اجازت نہ ملی پھر حضرت عمر آئے آپ نے اجازت طلب کی لیکن اجازت نہ ملی کچھ دیر بعد ان دونوں احباب کو اجازت مل گئی یہ دونوں حضرات جب پہنچے تو دیکھا کہ حضور ﷺ خاموش بیٹھے ہیں اور آپ کے اردگرد آپ کی ازواج بیٹھیں ہیں حضرت عمر نے کہا میں ایسی گفتگو کروں گا جس سے آپ ﷺ خوش ہو کر ہنس دیں گے آپ نے عرض کیا یارسول اللہ اگر میری بیوی مجھ سے نفقہ کا مطالبہ کرتی تو میں فوراً اس کی گردن دبوچ لیتا اس پر نبی کریم ﷺ اتنا ہنسے کہ آپ کی مبارک داڑھیں نظر آنے لگیں سرکار نے فرمایا یہ میری ازواج مجھ سے خرچ کا مطالبہ کر رہی ہیں۔

حضرت ابوبکر اپنی بیٹی حضرت عائشہ اور حضرت عمر اپنی بیٹی حضرت حفصہ کو مارنے کے لیے اٹھے فرمایا کیا تم ایسی چیز کا مطالبہ کرتی ہو جو ابھی آپ کے پاس نہیں لیکن سرکار نے انہیں منع فرمادیا۔

ازواج نے کہا بخدا! ہم آئندہ ایسی چیز کا مطالبہ نہیں کریں گی جو آپ کے پاس نہ ہو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے خیار (اختیار) کا حکم نازل فرمایا حضور ﷺ نے حضرت عائشہ سے ابتداء فرمائی اور فرمایا میں تمہیں ایک امر کے بارے میں بتانے والا ہوں میں چاہتا ہوں کہ تم اس میں جلدی نہ کرو بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کرلو حضرت صدیقہ نے عرض کیا وہ کیا بات ہے؟ تب آپ نے آیات قرآنی تلاوت فرمائیں: يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ الخ الآیہ۔ (الاحزاب:59)

حضرت عائشہ نے کہا کیا اس معاملے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں نہیں بلکہ میں تو اللہ اور

اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں اور آپ سے گزارش کرتی ہوں کہ جو کچھ میں نے پسند کیا ہے دوسری بیویوں کو اس کی اطلاع نہ دیں حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے سختی کرنے والا نہیں بلکہ نرمی کرنے والا اور معلم بنا کر بھیجا ہے جو بھی بیوی مجھ سے اس بارے میں پوچھے گی میں ضرور اسے بتا دوں گا۔ (مسلم ونسائی)

ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا جب آیت تخییر نازل ہوئی حضور ﷺ نے مجھ سے ابتداء کی اور فرمایا مجھے تمہاری عجلت پسند نہیں بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کرلو آپ فرماتی ہیں مجھے علم تھا کہ میرے والدین آپ سے علیحدگی کا مشورہ کبھی نہ دیں گے پھر آپ نے يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ الخ الآیہ۔ (احزاب:59) تلاوت فرمائی۔

آپ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا کیا اس معاملہ میں اپنے والدین سے مشورہ کروں بلکہ میں تو اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کو پسند کرتی ہوں پھر حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو اختیار دیا اور تمام نے وہی جواب دیا جو حضرت عائشہ نے دیا تھا۔

بخاری و مسلم نے بھی اسے حضرت عائشہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

یہ چند مثالیں ہیں جو آپ کے زہد و انفاق فی سبیل اللہ پر شاہد عادل ہیں اللہ کی رضا کے لیے اللہ کی بارگاہ میں حاضری اور زندگی کی تلخیوں کے برداشت کرنے اور ثواب کے حصول کی نیت سے ان کٹھن مراحل سے گزرنے کا بیان ہے یہ تمام مثالیں حیات رسول ﷺ کے وسیع سمندر سے ایک قطرے کی طرح ہیں۔

ان مثالوں سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح حضور ﷺ نے اللہ کے احکام کو کما حقہ پورا کیا کہ ان میں ذرا بھی کمی بیشی نہیں کی اگر آپ احکام الٰہی اور ان پر اطاعت رسول دیکھیں تو آپ اس حقیقت کو پالیں گے کہ ان احکام پر عمل کرنے والا کوئی شخص اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا نفس انسانی اس طرح تصور بھی نہیں کرسکتا کہ رسول برحق کے سواء کوئی ایسی مثالی پیش کر سکے۔

وہ رسول ﷺ جس کی نگاہوں میں دنیا اپنی تمام تر رنگینوں سمیت ہیچ ہے اور ہر قسم کا مال اس رسول کی نظر میں بے وقعت ہے کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ اللہ ہر شے سے بزرگ و برتر ہے اور اس کی راہ میں (ہر سختی) آسان ہو جاتی ہے۔

۳۔ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ پر عمل کی مثالیں

حضرت عائشہ کا بیان ہے حضور ﷺ مشرکین میں سے ایک سردار کو اسلام کی دعوت دے رہے

6B

تھے کہ آپ ﷺ کے ایک صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے وہ نابینا تھے (اس لیے دیکھ نہ سکے) کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ مجھے تعلیم دیجئے حضور ﷺ نے ان کی طرف توجہ نہ فرمائی اور دعوت حق کا کام جاری رکھا اور فرمایا جو کچھ میں کہہ رہا ہوں (مشرکین کو دعوت اسلام) کیا اس میں کوئی حرج ہے عبداللہ نے کہا نہیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی (مالک، ترمذی)۔

وہ آیات درج ذیل ہیں:

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۙ﴿۱﴾ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ؕ﴿۲﴾ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ۙ﴿۳﴾ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ؕ﴿۴﴾ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۙ﴿۵﴾ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ؕ﴿۶﴾ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ؕ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۙ﴿۸﴾ وَهُوَ يَخْشٰى ۙ﴿۹﴾ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ﴿۱۰﴾

"چیں بہ جبیں ہوئے اور منہ پھیر لیا (اس وجہ سے کہ) ان کے پاس ایک نابینا آیا اور آپ کیا جانیں شاید وہ پاکیزہ تر ہو جاتا یا وہ غور و فکر کرتا تو نفع پہنچاتی اسے نصیحت لیکن وہ جو پروا نہیں کرتا آپ کی طرف تو آپ ﷺ اس کی طرف توجہ کرتے ہیں اور آپ پر کوئی ضرر نہیں اگر وہ نہ سدھرے اور جو آپ کے پاس آیا ہے دوڑتا ہوا اور وہ ڈر بھی رہا ہے تو آپ اس سے بے رخی برتتے ہیں"۔ (عبس) (جمال القرآن از پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ)

مصنف اس واقع کو ذکر کرنے کے بعد یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان آیات کے نزول کے بعد اپنے غلاموں سے بہت زیادہ شفقت فرمانے لگے یہاں ہم اس غلط فہمی کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو تنبیہ کیوں فرمائی اس کا جواب حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں یوں دیا ہے کہ:

تاکہ مشرکین مکہ کی غلط فہمی دور ہو جائے کہ اسلام کو ہماری بڑی ضرورت ہے حقیقت اس طرح نہیں بلکہ انہیں اسلام کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا محبوب جو آپ کی بارگاہ میں آیا ہے اور وہ اسلام پر ثابت قدم ہے اور آپ سے فیض یاب ہونا چاہتا ہے اس کی طرف توجہ دو (مترجم رومی)۔

ابو نعیم نے اپنی کتاب "الدلائل" میں حضرت انس سے روایت کی ہے حضور ﷺ سب سے زیادہ مہر و کرم فرمانے والے تھے۔

بخدا! آپ کسی غلام یا لونڈی کو منع نہیں فرماتے تھے جب وہ خنک موسم کی سرد صبح میں پانی لے کر آتے تو آپ ﷺ اس میں اپنا چہرہ مبارک اور ہاتھ دھو کر پانی عطا فرمائیں ہر سوال کرنے والے کی جانب پوری توجہ فرماتے اور اس وقت تک رخ انور نہ پھیرتے جب تک وہ خود (بات سے) فارغ نہ ہو جاتا۔

ہر ہاتھ بڑھانے والے کا ہاتھ اپنے دست کرم میں لے لیتے اور اس وقت تک نہ چھوڑتے جب تک وہ خود جدا نہ ہو جاتا۔

یعقوب بن سفیان کو حضرت انس سے یہ روایت پہنچی ہے نبی پاک ﷺ اگر کسی کے ساتھ مصافحہ فرماتے یا آپ ﷺ کے ساتھ کوئی مصافحہ کرتا تو آپ (پہلے) اس کا ہاتھ نہیں چھوڑتے تھے اور اگر کوئی رخ انور کے سامنے آتا تو اس کی جانب سے چہرہ مبارک نہ پھیرتے اور اپنے ہم مجلس اصحاب میں آپ کو پاؤں پھیلائے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ (ترمذی، ابن ماجہ، البدایۃ جلد۔۶)

ابو داؤد نے حضرت انس سے روایت کیا ہے (حضرت انس فرماتے ہیں) میں نے آج تک نہیں دیکھا کہ کسی شخص نے سرکار ﷺ کے کان مبارک میں کوئی بات کرنے کی کوشش کی ہو اور اس کے بات مکمل کرنے سے پہلے سرکار نے اپنا کان مبارک ہٹالیا ہو۔

اور آج تک میری نظر سے نہیں گزرا کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی شخص کا ہاتھ پکڑا ہوا اور اس کی مرضی کے بغیر چھوڑ دیا ہو۔

بزار نے حضرت ابو ہریرہ سے راویت کیا ہے ایک اعرابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے آپ سے کسی چیز کا سوال کیا حضرت عکرمہ کا بیان ہے میرا خیال ہے کہ اس نے قتل کی دیت ادا کرنے کے لیے کہا تھا حضور ﷺ نے اسے کچھ عطا فرمایا اور اسے فرمایا میں نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے اعرابی نے کہا نہیں آپ نے کچھ بھی نہیں کیا یہ سن کر صحابہ غضب ناک ہو گئے اور اسے مارنے کے لیے آگے بڑھے۔

حضور ﷺ نے انہیں رک جانے کا اشارہ فرمایا پھر جب آپ اپنے کاشانہء اقدس میں پہنچے تو اس اعرابی کو بلایا اور فرمایا تم ہمارے پاس کچھ مانگنے کے لیے آئے تھے ہم نے تمہیں عطا کیا تو نے جو کچھ کہا ہے وہ تمہیں معلوم ہی ہے پھر آپ نے اسے پہلے سے زیادہ عطا فرمایا اور پوچھا اب ٹھیک ہے اس نے کہا ہاں اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے خاندان اور قبیلے کی جانب سے بہترین اجر عطا فرمائے نبی پاک ﷺ نے فرمایا جو بات تو نے پہلے کی ہے اس کی وجہ سے میرے اصحاب تم سے ناراض ہیں جاؤ اور جو کچھ اب میرے سامنے کہا ہے ان کے سامنے بھی ایسا کہہ دو تا کہ ان کے دلوں سے ناراضگی ختم ہو جائے وہ اعرابی صحابہ کے پاس آیا نبی پاک ﷺ نے فرمایا تمہارا یہ دوست ہمارے پاس کچھ لینے کے لیے آیا تھا جو کچھ اس نے کہا تھا کہہ دیا ہم نے اسے پھر بلایا اور مزید عطا فرمایا اب یہ خوش ہو گیا ہے۔

اے اعرابی! کیا یہ ٹھیک ہے اس نے کہا "**نعم جزاک اللہ من اھلٍ وعشیرۃٍ خیراً**" تب رحمت عالم ﷺ نے فرمایا میری اور اعرابی کی مثال ایسے ہی ہے جس طرح کہ کسی شخص کی کوئی سواری

ہو وہ سرکش ہو جائے لوگ اس کے پیچھے پڑ جائیں تو سوائے وحشت ونفرت کے کچھ بھی نہیں ہوگا اب ناقہ کے مالک نے کہا مجھے اور میری سواری کو اپنے حال پر چھوڑ دو میں (تم سے) زیادہ اس کو سمجھتا ہوں اور اس پر اتنا ہی مہربان بھی ہوں پھر سواری کی طرف منہ کیا زمین سے تنکے اٹھائے سواری کو بلایا تو وہ آ گئی اس کو رام کر کے اس پر کجاوہ کس لیا۔

اگر اس اعرابی کے معاملے میں میں تمہاری بات مان لیتا (یعنی اس کے قتل کی اجازت دے دیتا حالت کفر میں مرنے کی وجہ سے) یہ آگ میں داخل ہو جاتا۔

طبرانی نے ابو غالب سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں میں نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا ہمیں کوئی ایسی حدیث بیان کیجئے جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو انہوں نے فرمایا حدیث رسول تو بالکل قرآن کی طرح ہے۔

آپ ﷺ ذکر کی کثرت فرماتے گفتگو مختصر کرتے لمبی نماز پڑھتے آپ تختی نہ فرماتے۔

غریب اور مسکین کے ساتھ جا کر ان کی ضرورت کو پورا کرنے میں کبھی تکبر نہ کیا۔

(ہیثمی، بیہقی، نسائی، البدایۃ)

یہ حدیث پاک ترمذی نے شمائل میں ذکر کی ہے۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ اپنی توجہ اور گفتگو سے بُرے آدمی کو بھی رشتہء محبت والفت میں پرو لیتے تھے آپ ﷺ میرے ساتھ خصوصی توجہ اور گفتگو فرماتے تھے یہاں تک کہ اس کرم کی وجہ سے مجھے گمان ہونے لگا کہ میں تمام اصحاب سے بہتر ہوں میں نے (جرأت کر کے) پوچھ ہی لیا یا رسول اللہ ﷺ کیا میں افضل ہوں یا ابو بکر آپ نے فرمایا ابو بکر پھر میں نے کہا یا رسول اللہ کیا میں بہتر ہوں یا عمر آپ نے فرمایا عمر میں نے پھر عرض کیا کیا میں افضل ہوں یا عثمان آپ نے فرمایا عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین۔

آپ کے اس جواب سے میں نے کہا کاش میں نے آپ سے سوال نہ کیا ہوتا۔ (طبرانی، ہیثمی)

بزار اور طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے جب بھی کسی نے آپ کا ہاتھ مبارک پکڑا آپ نے نہ چھڑوایا یہاں تک کہ خود اس شخص نے چھوڑا کبھی بھی آپ کے دونوں گھٹنے یا ایک گھٹنا مبارک مجلس میں ساتھیوں کے آگے پھیلا ہوا نہ دیکھا گیا۔

ہر مصافحہ کرنے والے کی طرف پوری توجہ فرماتے اور جب تک وہ اپنے کلام سے فارغ نہ ہو جاتا رخ انور اس کی جانب سے نہ پھیرتے (طبرانی کی اسناد حسن ہیں)۔

امام احمد نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ مدینہ شریف کی معصوم بچیوں میں سے کوئی بچی سرکار

کا دست اقدس پکڑ لیتی سرکار اس سے اپنا دستِ مبارک نہ چھڑواتے جہاں وہ جاتی ساتھ چلتے رہتے۔

(ابن ماجہ)

امام احمد کا ہی بیان ہے اہل مدینہ کی لونڈیاں بھی آپ کا دستِ اقدس پکڑ کر اپنے کاموں کے لیے آپ کو ساتھ لے جاتی تھیں۔ (بخاری)

امام مسلم نے روایت کیا ہے ایک عورت جس کی عقل کمزور تھی اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے آپ سے ایک کام ہے آپ نے فرمایا (اے فلانۃ) تم مدینہ کی جس گلی میں کہو میں تمہاری بات سننے کے لیے تیار ہوں پھر آپ نے ایک جگہ اس کی بات سنی اسے ابو نعیم نے بھی ''دلائل النبوۃ'' میں حضرت انس سے روایت کیا ہے۔

امام مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے ابو طلحہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں لے آئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ انس ایک عقلمند لڑکا ہے اسے آپ کی خدمت کرنی چاہیے میں نے سفر و حضر میں آپ کی خدمت کی ہے بخدا! مجھے آپ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ یہ کام تو نے ایسے کیوں کیا ہے۔ یا یہ کام تو نے کیوں نہیں کیا۔

حضرت انس فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں میں سے بہترین اخلاق والے تھے آپ نے ایک دن مجھے کسی کام کے لیے بھیجا میں نے کہا میں نہیں جاؤں گا میرے دل میں تھا کہ جب نبی پاک ﷺ نے مجھے (دوبارہ) حکم دیا تو جاؤں گا میں باہر نکل کر بازار میں کھیلتے ہوئے بچوں کے پاس چلا گیا اچانک حضور ﷺ نے پیچھے سے آکر مجھے گدی سے پکڑ لیا میں نے دیکھا تو آپ مسکرا رہے تھے آپ نے فرمایا اے انس! جو کام میں نے تمہیں کرنے کو کہا ہے ادھر جاؤ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اب جاتا ہوں حضرت انس کا بیان ہے میں نے نو (9) سال آپ کی خدمت کی ہے مجھے نہیں معلوم کہ کسی کام کے کرنے پر آپ نے مجھے یہ کہا ہو کہ تو نے ایسا کیوں کیا ہے؟ یا کسی کام کے چھوڑنے پر آپ نے کہا ہو کہ تو نے ایسا کیوں نہیں کیا؟۔

آپ رضی اللہ عنہ کا ہی بیان ہے میں نے دس (10) سال حضور ﷺ کی خدمت کی ہے آپ نے ایک مرتبہ بھی مجھے اُف نہیں کہا اور نہ ہی یہ کہا ہے ''**لم فعلت کذا وھلا فعلت کذا**'' ایسا کیوں کیا ہے یا ایسا کیوں نہیں کیا؟۔

ابو نعیم نے دلائل میں حضرت انس سے روایت کی ہے حضرت انس فرماتے ہیں میں نے کئی سال رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی ہے آپ ﷺ نے نہ کبھی مجھے گالی دی ہے نہ مارا ہے نہ جھڑکا ہے نہ ہی ناگواری کا اظہار کیا ہے آپ کے کسی کام میں اگر میں نے سستی بھی کی ہے تو آپ نے مجھے عتاب نہیں کیا

اگر آپ کے گھر والوں میں سے کسی نے مجھے جھڑ کا بھی ہے تو آپ فرماتے کچھ نہ کہو اگر اس کے لیے یہ کام ممکن ہوتا تو کر دیتا۔

بزار نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے جب حضور ﷺ پر وحی نازل ہوتی یا کوئی وعظ کی بات ہوتی تو میں کہتا آپ قوم کو خطرات سے آگاہ کرنے والے ہیں قوم پر عذاب آ گیا ہے لیکن جب وہ حالتِ وحی گزر جاتی تو آپ کا چہرہ مبارک پھر کھلا کھلا، ہنستا مسکراتا اور حسین و جمیل نظر آتا۔

بیہقی اور ابن نجار نے حضرت عائشہ سے روایت ہی ہے ایک بڑھیا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا جثامہ مزنیہ آپ نے فرمایا جثامہ نہیں بلکہ حنانہ پھر آپ نے پوچھا آپ کا کیا حال ہے؟ کیسے گزر رہی ہے؟ ہمارے بعد کیا کچھ پیش آیا اس نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا بڑی خیر ہے جب وہ بڑھیا چلی گئی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس بڑھیا کے ساتھ اس قدر مہربانی۔

آپ نے فرمایا اے عائشہ! یہ عورت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وقتوں میں ہمارے گھر آیا کرتی تھی اور گزرے وقتوں کا لحاظ رکھنا ایمان کی علامت ہے۔

انّ حسن العهد من الايمان۔

امام بخاری نے اپنی کتاب ''الادب'' میں ابو طفیل سے روایت کی ہے کہتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو جعرانہ کے مقام پر گوشت تقسیم فرماتے دیکھا اس وقت میری عمر اتنی تھی کہ اونٹ کے اعضاء میں سے ایک عضو اٹھا سکتا تھا میں نے دیکھا ایک عورت آئی آپ ﷺ نے اس کے لیے اپنی چادر مبارک بچھا دی۔

میں نے پوچھا یہ عورت کون ہے؟ بتایا گیا کہ یہ عورت آپ کی ماں ہے جس نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔

طبرانی نے اپنی کتاب میں حضرت حسن بن علی کے سوال و جواب کو ذکر کیا ہے۔

حضرت حسن نے اپنے والد پاک سے نبی پاک ﷺ کی بعض صفات کے بارے میں سوال کیا۔

حضرت حسن نے پوچھا رحمت عالم ﷺ کے کلام مبارک کی کیفیت کیا تھی حضرت علی نے فرمایا آپ ﷺ بغیر ضرورت نہیں بولتے تھے اور گفتگو فرماتے تو لوگوں کو رشتہ الفت میں پرو دیتے انہیں ایک دوسرے سے دور نہ کرتے۔

ہر قوم کے سردار کی عزت افزائی فرماتے اور اسے اس قوم کا والی بنا دیتے لوگوں کو آنے والے خطرات سے آگاہ فرماتے الخ۔

اپنے صحابہ کے احوال کی خبر گیری کرتے لوگوں سے ان کے حالات کے بارے میں پوچھتے رہتے اچھائی کو اچھا قرار دیتے اور اس کی ترویج کی کوشش فرماتے بُرائی کو بُرا قرار دیتے اور اس کے خاتمے کی کوشش فرماتے۔

آپ اعتدال پسند تھے صحابہ کرام کی طرف سے توجہ نہ ہٹاتے کہ وہ کسی اور طرف نہ مائل ہو جائیں ہر کام کے لیے آپ کا مخصوص طریقہ تھا جو لوگ آپ کے پاس رہتے وہی سب سے اچھے تھے جو زیادہ مخلص ہوتا وہی آپ کے نزدیک عزت والا ہوتا۔

دوسروں کی مدد اور ان سے ہمدردی کرنے والا آپ کی بارگاہ میں قدر و منزلت والا ہو جاتا۔

حضرت حسن فرماتے ہیں میں نے حضرت علی سے آپ ﷺ کی نشست (و برخاست) کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا آپ ﷺ اٹھتے بیٹھتے وقت ذکر الٰہی فرمایا کرتے تھے۔

والایوطن الااماکن'' آپ کسی خاص جگہ کو وطن نہیں بناتے تھے اور اس طرح کرنے سے منع بھی فرماتے تھے مجلس میں جس جگہ ممکن ہوتا بیٹھ جاتے اور اس چیز کا دوسروں کو حکم دیتے۔

ہر بیٹھنے والے کو اس کا حق عطا فرماتے آپ ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھنے والا ہر شخص یہ گمان کرتا کہ آپ کے نزدیک وہی سب سے زیادہ عزت والا ہے آپ کے پاس کوئی حاجت مند بیٹھتا یا آپ کو بلاتا آپ اس کی بات مکمل کرنے تک صبر فرماتے۔

آپ ﷺ کا کرم تمام امت پر چھایا ہوا تھا آپ امت پر باپ کی طرح اور تمام لوگ آپ کی بارگاہ میں بیٹوں کی طرح تھے آپ کی محفل حلم و حیا اور صبر کی محفل ہوتی جس میں شور و غل نہ ہوتا اور نہ ہی حرام کا ارتکاب ہوتا۔

آپ کی محفل بے ہودہ گوئی اور فحش کلامی سے پاک ہوتی جس میں لوگ تقویٰ میں ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش کرتے تواضع شعار تمام صحابہ بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر رحم کرتے ضرورت مندوں کے لیے ایثار کرتے اور مسافروں کی نگہبانی کرتے۔

حضرت حسن فرماتے ہیں میں نے حضرت علی سے پوچھا اپنے ہم نشینوں میں رسول اکرم ﷺ کی سیرت کیسی تھی؟ آپ نے فرمایا آپ ﷺ ہمیشہ خندہ رو، شیریں اخلاق والے، ہر ایک کے لیے نرم گوشہ رکھنے والے تھے نہ سخت مزاج، نہ ترش رو، نہ شور کرنے والے، نہ فحش کلامی کہنے والے، نہ عیب جو، نہ (ذلت آمیز) مزاح کرنے والے۔

جس چیز کی خواہش نہ ہوتی اس کی طرف دھیان نہ دیتے آپ سے امید رکھنے والا کبھی مایوس نہیں ہوا اور نہ ہی کبھی ناکام ہوا۔

لوگوں کی طرف سے تین باتیں ترک کردی تھیں کسی کی مذمت نہ کرتے اور نہ ہی کسی کو عار دلاتے کسی کے پوشیدہ رازوں کا کھوج نہ لگاتے صرف وہی بات کرتے جس میں ثواب کی امید ہوتی جب گفتگو فرماتے آپ کے اصحاب یوں پرسکون ہو جاتے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔

جب آپ بولتے تو صحابہ خاموش ہو جاتے اور جب آپ خاموش ہوتے تب صحابہ کرام گفتگو کرتے صحابہ آپ کی بارگاہ میں ہوتے ہوئے کسی بات پر جھگڑا نہ کرتے جس بات پر صحابہ کرام ہنستے سرکار بھی اس بات پر ہنس دیتے جس بات پر صحابہ حیران ہوتے سرکار بھی اس پر حیرت کا اظہار فرمادیتے۔

اجنبی شخص کی گفتگو اور سوال میں درشتی وسختی پر صبر کرتے اگرچہ آپ کے اصحاب اس کی بات کو اچھا نہ سمجھتے تھے آپ ﷺ فرماتے جب تم کسی ضرورت مند کو دیکھو تو اسے آگے آنے دیا کرو۔

کسی کی بے جا تعریف قبول نہیں فرماتے تھے کسی کی بات نہ کاٹتے مگر جب اس کی بات کاٹنا ضروری ہوتا تو مجلس برخاست کرکے یا خود کھڑے ہو کر اس کی بات ختم کردیتے۔

مومنوں کے ساتھ شفقت، محبت اور مہربانی کی یہ چند مثالیں ہیں ان مثالوں کو پڑھنے کے بعد وہ آیت بھی پڑھو جو پہلے گزر چکی ہے کوئی ہے ایسا شخص جو آپ ﷺ کے مقام ومرتبہ کی گردِ راہ تک بھی پہنچ سکے آپ کمزوروں، بزرگوں، بچوں، امیروں اور اپنے صحابہ کے ساتھ یکساں معاملہ کرنے والے تھے۔

اور کیا کوئی بشر اپنے نفس پر یہ حالات طاری کرسکتا ہے؟ یہ صرف اس وقت ہوسکتا جب نفس کی اصلاح خود اللہ تعالیٰ کرے اور وہ نفس بالفعل اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اسی کے ساتھ نفس کا تعلق ہو اسی کی رضا میں گم ہو کر سب کچھ اپنے خالق کی ذات پر چھوڑ دے۔

مولا! اگر محمد ﷺ تیرے برگزیدہ بندے اور عزت والے رسول نہ ہوتے تو ایسا کبھی ممکن نہ تھا۔

۴۔ يَآيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ پر عمل کی مثالیں

مخلوق میں سے کوئی شخص بھی حضور ﷺ کی صفت رحمت کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

شیخین نے حضرت انس سے روایت کی ہے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے فرمایا جب میں نماز شروع کرتا ہوں تو میرا ارادہ ہوتا ہے کہ میں نماز کو لمبا کروں لیکن جب میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز مختصر کردیتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں بچے کے رونے سے اس کی ماں کو کتنی تکلیف ہوتی ہے آپ ﷺ کی رحمت تمام انسانیت پر چھائی ہوئی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں فرمایا ہے:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝

''تو کیا آپ (فرطِ غم سے) تلف کریں گے اپنی جان کو ان کے پیچھے اگر وہ ایمان نہ لائے اس قرآن کریم پر افسوس کرتے ہوئے''۔ (الکہف)

یہی صفت کرم فتح مکہ کے دن اظہار کے جوبن پر تھی جب اہل مکہ کے جرائم کے باوجود آپ ﷺ نے انہیں معاف کر دیا تھا اور شان رحمت بدر کے دن بھی خوب نمایاں ہوئی جب ابو بکر اور عمر نے اپنی اپنی رائے پیش کی جنگی قیدیوں کے بارے میں آسمان سے کوئی حکم نہیں نازل ہوا تھا آپ کو اجتہاد کی اجازت تھی حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کیا قیدیوں سے فدیہ لے کر آزاد کر دیا جائے حضرت عمر نے عرض کیا قیدیوں کو قتل کر دیا جائے تا کہ اللہ کی بارگاہ میں اس بات کا اظہار کر دیا جائے کہ مسلمانوں کے دلوں میں کافروں کے لیے کوئی نرم گوشہ نہیں۔

حضور ﷺ نے حضرت صدیق کی رائے کو قبول کیا کیونکہ یہ مشورہ آپ ﷺ کی طبعی رحمت کے قریب تھا حالانکہ آپ کو کفار کی جانب سے جتنی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا وہ بھی سب کو معلوم ہے پھر اللہ نے بھی اس پر عتاب فرمایا حالانکہ ایسا کرنا گناہ نہیں تھا اللہ تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ اس کا رسول (ﷺ) ہمیشہ احتیاط کے پہلو کو پیش نظر رکھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ الخ۔ (الانفال:67)

پھر ایسے احکام نازل ہوئے جن میں کافروں پر شدت سختی اور ان کے ساتھ جہاد کا حکم تھا۔

اب آپ یہ دیکھ سکیں گے کہ اس عظیم رحمت، طویل صبر، بہترین قوت برداشت اور دائمی صلح کے ہوتے ہوئے حضور ﷺ کس طرح ایک سخت مدمقابل اور اپنی طبعی رحمت کے باوجود اللہ کے حکم کی اطاعت کرنے والے بن گئے ہیں بلکہ آپ کی مہربانیوں کا خلاصہ احکام الٰہی کا نفاذ ہے اور حیات رسول ﷺ کا جنگی پہلو اس بات کا ترجمان ہے کہ یہ قتال اور حرب وضرب بشری اور نفسانی جذبات سے کہیں بلند ہے آپ کی رحمت بھی امر الٰہی کا نفاذ اور آپ کی جنگی سرگرمیاں بھی امر الٰہی کے نفاذ کے لیے ہیں۔

حیات رسول ﷺ کے مقدمہ میں یہ نتائج کبھی بھی نہ ظاہر ہوتے اگر ابتدا و انتہاء اسلوب اور نفاذ کے اعتبار سے تائید الٰہی نہ ہوتی یوں پتہ لگتا ہے کہ رب حکم دے رہا ہے اور اس کا بندہ و رسول حکم نافذ کر رہا ہے۔

آپ کو حکم دیا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں پس آپ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے

آپ کو حکم دیا جاتا ہے کہ آپ اللہ پر توکل اور اعتماد رکھیں آپ اسی پر توکل و اعتماد کے سہارے کسی مقابل

کی پرواہ نہ کرتے ہوئے معرکہ کارزار میں داخل ہو جاتے ہیں آپ کو حکم دیا جاتا ہے کہ کافروں پر رحم نہ کریں آپ کافروں کے ساتھ جنگ کر کے ان کی جڑیں کاٹ کے رکھ دیتے ہیں آپ کو مسلسل قتال کا حکم دیا جاتا ہے آپ بغیر آرام کیئے جنگ کرتے جارہے ہیں آپ کو جہد مسلسل کا حکم دیا جاتا ہے تاکہ اللہ کے دشمن پر سرنگوں ہو جائیں پس آپ پے در پے ایک غزوہ کے بعد دوسرے غزوہ کی تیاری میں لگے رہے اور ایک علاقہ مطیع کرنے کے بعد دوسرے علاقہ کے لیے سرگرم رہے اسی طرح آپ کے غلام بھی امر الٰہی کی سربلندی کے لیے شہر در شہر فتح کی دستک دیتے رہے۔

بدر کے دن آپ کے صحابہ کی تعداد (315) تھی اور مشرکین ان سے تین گناہ زیادہ، جنگی تیاری میں ان کی فوقیت اس کے علاوہ ہے لیکن رب کا پیارا حبیب علیہ التحیۃ والثناء یوں میدان جنگ میں قدم رکھتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی پر بھروسہ نہیں اسی وجہ سے کامیاب ہو جاتے ہیں۔

مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے جب حضور ﷺ بدر کی جانب تشریف لے گئے راستے میں بحرۃ الوبرۃ کے مقام پر ایک طاقتور اور بہادر شخص ملا جسے دیکھ کر صحابہ کرام بڑے خوش ہوئے اس نے عرض کیا میں آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہوں تاکہ آپ ﷺ کی طرف سے لڑتے ہوئے قتل ہو جاؤں حضور ﷺ نے فرمایا کیا تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا پھر واپس ہو جاؤ کیونکہ میں مشرک سے مدد نہیں لیتا۔

آپ کچھ آگے گئے تو ایک اور شخص ملا اس نے بھی پہلے شخص کی طرح کہا آپ نے بھی پہلے کی طرح اسے جواب دیا ''فارجع فلن استعین بمشرک'' پھر بیداء کے مقام پر ایک اور شخص ملا اس نے بھی پہلے شخص کی طرح عرض کیا آپ ﷺ نے فرمایا کیا اللہ اور اس کے رسول پر تیرا ایمان ہے اس نے عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا پھر ہمارے ساتھ چلو وہ آپ کے ساتھ ہو لیا۔

مسلم نے ابوطفیل سے روایت کی ہے کہتے ہیں کہ حذیفہ بن الیمان فرماتے ہیں صرف ایک وجہ سے میں غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکا وجہ یہ ہے کہ میں اور ابوالحسیل اپنے گھروں سے باہر نکلے کفار قریش نے ہمیں پکڑ لیا کہنے لگے کہ تم محمد ﷺ کے ساتھ ملنا چاہتے ہو ہم نے کہا ہم تو مدینہ جانا چاہتے ہیں انہوں نے ہم سے پختہ عہد لیا کہ ہم قریش کے ساتھ جنگ نہیں کریں گے جب ہم مدینہ پہنچے ہم نے سارا واقعہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کر دیا حضور ﷺ نے فرمایا تم یہیں رہو ہم ان کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کریں گے ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہیں۔

شیخین نے حضرت انس سے روایت کی ہے حضور ﷺ سب سے زیادہ حسین سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے ایک رات ایک خوفناک آواز سن کر اہل مدینہ گھبرا گئے اور اس آواز کی

جانب گئے راستے میں دیکھا کہ حضور ﷺ اسی جانب سے واپس آرہے ہیں آپ سب سے پہلے ادھر تشریف لے گئے تھے آپ ابوطلحہ کے گھوڑے پر گردن میں ننگی تلوار لیے ہوئے تھے آپ نے فرمایا ڈرو نہیں راوی کا بیان ہے کہ ہم نے آپ کو سمندر کی طرح (تیز) معلوم کیا جبکہ گھوڑا سست چل رہا تھا۔ یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

امام بخاری نے ابو اسحاق سے روایت کی ہے انہوں نے براء بن عازب سے سے روایت نقل کی ہے کہ بنو قیس کے ایک شخص نے پوچھا کیا حنین کے موقعہ پر تم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے انہوں نے فرمایا ہاں لیکن حضور ﷺ نے میدان نہیں چھوڑا تھا۔

حضور ﷺ اس موقعہ پر دس (10) صحابہ کے ساتھ ثابت قدم رہے جس دن بارہ ہزار کے قدم اکھڑ گئے تھے تب ہزیمت کے بعد نصرت کا ظہور ہوا غزوۂ احد میں مشرکین کی تعداد مسلمانوں سے دوگنا تھی رسول اللہ ﷺ معرکہ کارزار میں داخل ہوئے لیکن بعض عجلت پسندوں کی وجہ سے جنگ کا نقشہ بدل گیا جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کی بتائی ہوئی جگہ کو چھوڑ دیا تھا اس دن مسلمانوں کا بہت زیادہ نقصان ہوا تھا۔

دونوں لشکر ایک دوسرے سے جدا ہو گئے قریش اپنے شہر چلے گئے حضور ﷺ ابھی مدینہ شریف نہیں پہنچے تھے کہ آپ نے حکم دیا جلدی تیاری کرو صحابہ کرام اپنے زخموں اور دردوں کے باوجود پھر قریش کا پیچھا کرنے کے لیے تیار ہو گئے قریش کو پتہ چلا تو وہ بھاگ گئے یوں یہ ہزیمت فتح میں بدل گئی

نبی پاک ﷺ نے قریش کی واپسی کے تمام امکانات ختم کر دیئے اس لیے کہ شاید قریش واپس جاتے ہوئے مڑ کر مدینہ شریف پر حملہ کر کے اسلام کے مرکز کو نہ مٹا دیں حضور ﷺ مصروف جنگ رہے یہاں تک کہ قریش نے بھی لڑنے سے ہاتھ کھینچ لیا حضور ﷺ کبھی بھی کسی میدان میں فرار نہیں ہوئے۔

غزوۂ احزاب میں پورا جزیرۂ عرب حضور ﷺ سے جنگ کرنے کے لیے اکٹھا ہو گیا ادھر بنو قریظہ کے یہود نے رسول اکرم ﷺ سے اپنا عہد توڑ لیا مسلمانوں کی حالت ایسی ہو چکی تھی جہاں انسانی ہمت جواب دے جاتی ہے ہر طرف سے خطرات ان کے سروں پر منڈلا رہے تھے لیکن پیکر عزم وہمت رحمت عالم ﷺ کی جبین استقامت پر ذرا سا بل بھی نہ آیا یہاں تک کہ مخالفین کے گروہ چھٹ گئے حضور ﷺ نے اس موقعہ پر توقف نہ فرمایا بلکہ عہد شکنی کرنے والوں کو سبق سکھانے کے لیے ان کی طرف کوچ کیا اور جا کر ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔

بنو قریظہ نے اپنے پرانے حلیف سعد بن معاذ کو اپنا حکم تسلیم کر لیا حضرت سعد نے ان سے بھی اور حضور ﷺ سے وعدہ لے لیا کہ میرا فیصلہ تسلیم کیا جائے گا فریقین نے انہیں یقین دہانی کرادی۔

حضرت سعد نے حکم دیا کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے بچوں اور عورتوں کو گرفتار کر لیا جائے یہاں تک کہ ایک دن میں چار سو جوان مردوں کو قتل کر دیا گیا۔

پھر آپ نے سلطنتِ روم پر حملہ کیا جو اس وقت کی طاقتور ریاست سمجھی جاتی تھی جسے بعد میں آپ ﷺ کے غلاموں نے فتح کر لیا رحمت عالم ﷺ کے صحابہ نے ایرانیوں اور رومیوں کے ساتھ بیک وقت کئی معرکے بپا کیے حالانکہ ان کی تعداد اور تیاری نہایت محدود تھی لیکن نور کا وہ چراغ جو ان کے ہادی و مرشد محمد عربی ﷺ نے روشن کیا تھا اسی شعلہء جوالہ کی بدولت فتح کی شاہراہیں ان پر کھلتی گئیں۔

اس ضمن میں یہ جان لینا ہی کافی ہے کہ خود سرورِ عالم ﷺ نے اس معرکے میں شرکت فرمائی مسلم شریف کی روایت کے مطابق سترہ (17) غزوات میں آپ خود شریک ہوئے باقی سریے اور جنگی دستوں کی روانگی اس کے علاوہ ہے لطف و حیرت کی بات یہ ہے کہ مدینہ شریف میں آپ نے فقط دس سال قیام فرمایا ہے۔

آپ ﷺ کے غزوات کی بات طویل ہے جن کی تفصیل کتب سیرت میں موجود ہے ہم صرف ان غزوات کے اثرات کو دیکھیں تو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ حضور ﷺ کے غزوات کی برکت سے سارا جزیرۂ عرب شرک سے پاک ہو گیا۔

یمن، حجاز، نجد اور دیگر ساحلی شہر یہاں تک کہ ایک بالشت زمین بھی ایسی نہ رہی جس نے غلبہ اسلام کے آگے سر نہ جھکایا ہو آپ ﷺ نے اپنے غلاموں کے لیے بین الاقوامی اصول و ضوابط کی بنیاد رکھی تا کہ اللہ کا نام سارے جہاں میں بلند ہو جائے ہم ان امور کی تفصیل میں نہیں جاتے بلکہ صرف یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ کس طرح حضور ﷺ نے اپنے رب کے حکم کی پیروی کی اور آپ نے جس چیز کی طرف دعوت دی آپ ﷺ کے عمل نے اس دعوت کی مخالفت نہ کی۔

۵۔ كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ، وَ اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ پر عمل کی مثالیں

امام بخاری نے حضرت عروہ سے روایت کی ہے فتح مکہ کے زمانے میں ایک عورت نے چوری کا ارتکاب کیا اس عورت کے قبیلہ والے حضرت اسامہ بن زید کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بڑی عاجزی سے کہنے لگے کہ آپ ہماری سفارش کریں تا کہ حضور ﷺ اس کی سزا معاف فرمائیں۔

حضرت اسامہ نے جب اس موضوع پر بات کی تو سرکار ﷺ کے چہرۂ اقدس کا رنگ بدل گیا آپ نے فرمایا کیا تم اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے بارے میں (رعایت کا) سوال کرتے ہو۔

حضرت اسامہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ (میری غلطی پر) آپ اللہ سے میرے لیے مغفرت طلب کریں۔

شام کے وقت سرکار ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اللہ کی حمد وثنا کے بعد آپ نے فرمایا (تم سے پہلے) لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہو گئے تھے کہ ان میں اگر کوئی بلند مرتبہ شخص چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی غریب پھنس جاتا تو اس پر حد قائم کرتے۔

والذی نفس محمد بیدہ لو ان فاطمہ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا۔

''قسم ہے محمد ﷺ کے رب کی اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتیں تو میں ان کا ہاتھ کاٹ دیتا''۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہاتھ کٹنے کے بعد اس عورت نے بہت اچھی توبہ کی پھر شادی بھی کر لی حضرت عائشہ فرماتی ہیں اس کے بعد وہ عورت ہمارے گھر آتی تھی میں اس کی حاجت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیتی۔

ابوداؤد نے عرباض بن ساریہ سلمی سے روایت کی ہے فرماتے ہیں ہم حضور ﷺ کے ہمراہ قلعہ خیبر میں اترے آپ کے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت بھی تھی اہل خیبر کا سردار ایک متکبر اور سرکش انسان تھا وہ حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے محمد! (فداہ امی وابی) کیا تمہارے لیے جائز ہے کہ تم ہمارے گدھے ذبح کر ڈالو ہمارے پھل خود چن لو اور ہماری عورتوں کو مار ڈالو (اس کے اس بے ہودہ الزام کو سن کر) حضور ﷺ جلال میں آ گئے آپ نے فرمایا اے ابن عوف اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اعلان کر دو کہ جنت فقط مومن کے لیے ہے اور (اے مسلمانوں!) نماز کے لیے تم میں سے ایک شخص اپنے پلنگ پر ٹیک لگائے بیٹھا ہے اور کہہ رہا ہے کہ حرام کی تفصیل اللہ تعالیٰ نے صرف اور صرف قرآن پاک میں بیان کر دی ہے (یعنی حدیث اور سنت کا انکار کرتا ہے) خبردار تحقیق میں نے تمہیں نصیحت کی ہے تمہیں (حلال چیزوں کا) حکم دیا ہے اور (حرام سے) منع کیا ہے ان کی تعداد قرآن (میں بتائی گئی تعداد) کے برابر یا اس سے زیادہ ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بغیر اجازت اہل کتاب کے گھروں میں داخل ہونا تمہارے لیے حلال نہیں نہ ان کی عورتوں کو مارنا نہ ان کے پھلوں کو زبردستی لینا جبکہ وہ اپنے واجبات ادا کر رہے ہوں۔

ابن عساکر نے عبداللہ بن حدرد اسلمی سے روایت کی ہے فرماتے ہیں ایک یہودی کے چار درہم میرے اوپر قرض تھے اس یہودی نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا محمد ﷺ میرے چار درہم

اس شخص کے ذمہ قرض ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اس کا حق اسے ادا کردو ابن حدرد نے کہا (یا رسول اللہ ﷺ) قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میرے پاس گنجائش نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا اس کا حق واپس کرو حضرت ابن ابو حدرد نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میرے لیے قرض کی ادائیگی ممکن نہیں ہاں مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ ﷺ ہمیں خیبر بھیج رہے ہیں مجھے امید ہے کہ آپ کچھ مال غنیمت مجھے عطا فرمائیں گے تو واپسی پر اس کا قرض بھی ادا کردوں گا حضور ﷺ نے پھر فرمایا اس کا حق دے دو آپ ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ تین بار کہنے کے بعد سرکار پھر نہیں فرمایا کرتے تھے۔

ابن ابوحدرد وہاں سے اٹھے اور بازار چلے آئے آپ کے سر پر عمامہ تھا ایک چادر بطور تہبند باندھے ہوئے تھے اپنے سر سے عمامہ اتارا اسے تہبند بنایا اور چادر چار درہم میں اسے فروخت کردی وہاں سے ایک بڑھیا گزر رہی تھی اس نے پوچھا اے صحابی رسول! کیا بات ہے ابن ابی حدرد نے ساری بات بتادی بڑھیا نے (اپنی طرف سے) ایک چادر آپ کے اوپر ڈال دی اور کہا لو اس چادر کے بدلے یہ چادر۔ (اخرجه احمد)

ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید سے روایت کی ہے ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے اپنا قرض مانگنے لگا تقاضا کرنے میں اس نے سختی کی اور کہنے لگا میرا قرض دے دیں ورنہ آپ کا نقصان ہوگا، صحابہ نے اسے کہا تیرا بیڑا غرق ہو بھلا جانتے ہو کس سے بات کر رہے ہو؟ اعرابی نے کہا میں اپنا حق مانگ رہا ہوں نبی پاک ﷺ نے صحابہ کو فرمایا تمہیں چاہیے تھا کہ تم صاحب حق کی حمایت کرتے پھر آپ نے حضرت خولہ بنت قیس کی جانب پیغام بھیجا کہا اگر تمہارے پاس کھجوریں ہیں تو ہمیں ادھار دے دو جب ہمارے پاس کھجوریں آئیں گی تو ہم تمہیں لوٹا دیں گے خولہ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان کھجوریں ہیں (لے جائیے) آپ نے کھجوریں منگوا کر اعرابی کو قرض بھی ادا کیا اور اسے کھانے کے لیے بھی کھجوریں عطا فرمائیں۔

اعرابی نے کہا اللہ آپ کا بھلا کرے آپ نے پورا پورا احسن سلوک کیا ہے کہنے لگا آپ جیسے لوگ ہی اچھے ہوتے ہیں کبھی بھلا نہ ہو ایسے لوگوں کا جن سے کمزور لوگ اپنا حق وصول کرتے وقت ہچکچانے لگیں۔

ابوداؤد نے حضرت اسید بن حضیر سے روایت کی ہے ایک انصاری صحابی مزاح پسند طبیعت کے مالک تھے ایک مرتبہ وہ اپنی باتوں سے قوم کو محظوظ کر رہے تھے کہ اچانک رسول اللہ ﷺ نے ان کے پہلو میں چھڑی سے چوکا دیا صحابی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اس کا بدلہ لینا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا ٹھیک ہے بدلہ لے لو اس نے کہا آپ نے قمیص زیب تن کر رکھی ہے حالانکہ میں اس وقت ننگا تھا

سرکار ﷺ نے اپنی قمیص مبارک بدن سے ہٹادی یہ دیکھ کر صحابی نے فوراً سرکار کے جسم پاک کو بانہوں میں لے کر پہلوئے مبارک کو چومنا شروع کر دیا اور کہا میں نے اس مقصد کے لیے یہ سب کچھ کیا ہے۔

طبرانی نے حضرت عبداللہ بن سلام سے یہ روایت بیان کی ہے اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے زید بن سعنہ کے لیے ہدایت کی راہ آسان کر دی تو زید نے کہا محمد ﷺ کا چہرہ دیکھتے ہی میں نبوت کی تمام علامات جان گیا اب فقط دو علامتیں رہتی ہیں۔

(۱) آپ کا حلم ناواقفی پر غالب ہے (۲) آپ کے ساتھ جہالت کا مظاہرہ آپ کے حلم میں اضافہ کر دیتا ہے۔

زید بن سعنہ کا بیان ہے ایک مرتبہ حضور ﷺ اپنے کاشانہء اقدس سے نکلے علی رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے اتنے میں ایک بدوی اپنی ڈاچی پر سوار ہو کر حاضر ہوا کہنے لگا بنی فلاں کے محلہ میں میرا قبیلہ رہتا ہے میں نے انہیں کہا تھا اسلام قبول کر لو تمہیں قابل رشک رزق ملے گا انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے لیکن اب اس جگہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط اور بھوک نے اپنے پنجے گاڑ لیے ہیں مجھے ڈر ہے کہ جس طرح طمع کی وجہ سے وہ مسلمان ہوئے ہیں کہیں لالچ کی وجہ سے پھر کافر نہ ہو جائیں اگر آپ مناسب سمجھیں تو انہیں کوئی چیز عطا فرمادیں جس سے ان کی مدد کی جاسکے آپ نے حضرت علی کی طرف دیکھا انہوں نے عرض کیا اب گھر میں کوئی مال نہیں ہے۔

زید بن سعنہ نے کہا یہ سن کر میں حضور ﷺ کے قریب ہو گیا اور کہا اے محمد ﷺ کیا آپ فلاں جگہ کی کھجوریں میرے ہاتھ بیچنا چاہتے ہیں پیسے ابھی دے دیتا ہوں کھجوریں فلاں وقت لے لوں گا آپ نے ہاں کر دی میں نے اپنی تھیلی سے اسی (80) مثقال سونا آپ کو پیش کر دیا آپ نے وہ سونا اس صحابی کو دیکر فرمایا ان کو برابر تقسیم کر کے ان کی مدد کرو۔

زید کا بیان ہے کہ ابھی مقررہ مدت سے دو یا تین دن باقی تھے حضور ﷺ اپنے صحابہ حضرت ابوبکر حضرت عمر، حضرت عثمان کے ہمراہ ایک جنازہ کے لیے تشریف لائے جنازہ پڑھانے کے بعد آپ ایک دیوار کے سائے تلے بیٹھنے لگے میں نے جا کر آپ کی قمیص مبارک اور چادر پاک پکڑ لی غصے سے آپ کی طرف دیکھا اور کہا اے محمد (فداہ امی وابی) کیا آپ میرا حق واپس نہیں کریں گے بخدا! مجھے پہلے ہی پتہ تھا کہ بنو عبدالمطلب ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں یہ کہہ کر میں نے حضرت عمر کی جانب دیکھا تو آپ کی آنکھیں گھوم رہی تھیں پھر آپ رضی اللہ عنہ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا اے اللہ کے دشمن میرے ہوتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسی باتیں اور اس طرح کی حرکتیں؟ قسم ہے اپنی جان کے مالک کی اگر میں اپنے غصے پر قابو نہ پالیتا تو میں اپنی تلوار سے تیری گردن

اڑا دیتا لیکن حضور ﷺ بڑے سکون اور اطمینان سے میری طرف دیکھ رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا اے عمر میں اور یہ دونوں کسی دوسری چیز کے حقدار تھے تمہیں چاہیے کہ مجھے اچھی طرح ادا کرنے اور اسے اچھی طرح تقاضا کرنے کی نصیحت کرتے اب جاؤ اور اسے اس کا حق ادا کرو اور بیس (20) صاع کھجوریں زیادہ دو تا کہ تمہاری دھمکی کا بدلہ ہو جائیں۔

حضرت عمر میرے ساتھ آئے کھجوریں مجھے دیں اور بیس (20) صاع زیادہ بھی دے دیں میں نے پوچھا یہ زیادتی کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا جو آپ کو ڈرایا ہے اس کا بدلہ ہے مجھے آقا ﷺ نے ایسے ہی حکم دیا ہے اس نے کہا اے عمر! جانتے ہو میں کون ہوں؟ آپ نے فرمایا نہیں اس نے کہا میں زید بن سعنہ ہوں حضرت عمر نے کہا الحبر اس نے کہا ہاں الحبر (سابقہ کتب کا عالم) حضرت عمر نے فرمایا پھر تم نے ایسی تلخ زبانی اور تلخ روی کیوں کی ہے؟ کہنے لگا حضور ﷺ کا چہرہ اقدس دیکھتے ہی نبوت کی علامات دیکھ لی تھیں دو علامتیں باقی تھی (۱) آپ کا حلم عدم واقفیت پر غالب ہے (۲) آپ کے ساتھ جہالت کا ارتکاب آپ کے حلم میں اضافہ کرتا ہے اب ان دونوں علامتوں کو میں نے پہچان لیا ہے اے عمر! میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں ''رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد نبیا''۔

میں اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہو گیا۔

میں آپ رضی اللہ عنہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں میرے مال کا کثیر حصہ امت محمد ﷺ کے لیے صدقہ ہے حضرت عمر نے فرمایا ساری امت نہ کہو بلکہ بعض امت کہو کیونکہ ساری امت تک تم نہیں پہنچ سکتے۔

حضرت عمر اور حضرت زید رضی اللہ عنہما واپس آئے زید نے کہا ''اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد عبدہ و رسولہ''۔ یہ کہہ کر حضور ﷺ پر ایمان لائے آپ کی تصدیق کی آپ کی بیعت کی بہت ساری جنگوں میں آپ کے ساتھ رہے غزوۂ تبوک میں لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

ان آثار سے واضح ہوتا ہے کہ کس طرح رسول اللہ ﷺ نے عدل و انصاف کا نظام قائم کیا اور عدل کے تمام تقاضے پورے کیئے خود اپنی ذات پر تمام قوانین لاگو کیئے اپنے صحابہ اور اپنے پیروکاروں کو بھی اس نظام کا خوگر بنایا اور اس نظام میں ذرا بھر بھی رو رعایت اور کمی نہ کی اس سلسلے میں احکام الٰہی کا نفاذ وہ بلند زینہ ہے جس پر قدم آزما ہونا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔

مذکورہ بحث میں ہم نے پانچ قسم کے احکام قرآن پاک پیش کیئے ہیں اور ان پر رحمتِ عالم ﷺ کی بارگاہ سے عملی نمونے حدیث کے حوالے سے ہدیہ قارئین کیے ہیں۔

آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ ان اعمال کو سرکار ﷺ نے کس احسن انداز میں پیش کیا ہے کہ کسی خوب تر کی تلاش والے کے لیے کوئی گنجائش باقی نہیں۔

ان پانچ احکام کے علاوہ ہر حکم الٰہی میں سرکار ﷺ کے عمل کا یہی انداز ہے یہاں تک کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے اخلاق کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ''کان خلقه القرآن'' آپ ﷺ کا خلق قرآن کریم ہے۔ سچی بات بھی یہی ہے کہ جس نے سیرت کے ساتھ قرآن پاک کا مطالعہ کیا اس کو علم سیرت سے کچھ حاصل ہوا کیونکہ قرآن میں کوئی بھی ایسا حکم نہیں جو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نازل کیا ہو اور سرکار ﷺ نے اس پر بشکل اعظم و اکمل عمل نہ کیا ہو۔ اور آپ ﷺ کا ہر عمل آپکی رسالت کی گواہی دے رہا ہے گذشتہ مثالوں میں غور کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اللہ کے رسول کے سوا عمل کا معیار ناممکن ہے۔ جس نے بھی اس شاہراہ عمل پر چلنے کی کوشش کی اس کو کامیابی تب ہی ملی جب جذبہء اتباع سنت نے اس کی دستگیری کی اسی عمل کو ''امانت'' کہتے ہیں قران میں غور وفکر کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے مکلف بنایا۔ ہے اس پر عمل کا نام امانت ہے۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۙ (الاحزاب)

''اورہم نے پیش کی یہ امانت آسمانوں' زمین اور پہاڑوں کے سامنے (کہ وہ اس کی ذمہ داری اٹھائیں) تو انہوں نے انکار کردیا اس کے اٹھانے سے اور وہ ڈر گئے اس سے اور اٹھالیا اس کو انسان نے بے شک یہ ظلوم بھی ہے (اور) جہول بھی''۔

پس امانت سے مراد احکام کا اجراء ہے جو اللہ کی جانب سے بندوں پر لاگو کئے گئے ہیں۔ رسولان گرامی قدر اللہ کے نائب ہونے کی وجہ سے احکام الٰہی پر عمل کرنے میں بشریت کے قائد ہوتے ہیں۔ رسالت کی باقی شرائط کے ساتھ ساتھ عمل کی یہ پابندی اس بات کی گواہی ہوتی ہے کہ یہ داعی حق اللہ کا سچا رسول ہے۔ ہم نے رسالت کے لیے دوسری بنیادی صفت ذکر کی ہے اور یہ بھی ثابت کیا ہے کہ یہ صفت حضور ﷺ کی ذات بابرکات میں بدرجہ اتم موجود ہے اب ہم تیسری صفت ''دعوت و تبلیغ'' اور پیکر رسالت میں اس کا عملی نمونہ ذکر کر کے ثابت کریں گے کہ حضور ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ (انشاءاللہ)

۳۔ فریضہ تبلیغ ودعوت اور اس کا عملی معیار

احکام الٰہی کی دعوت کے لیے حضور ﷺ نے ہر باوقار طریقہ اختیار کیا لیکن آپ ﷺ کو کارِ دعوت سے باز رکھنے کے لیے قوم نے تمام حربے استعمال کیے لیکن وہ کامیاب نہ ہوسکے۔

آپ ﷺ انفرادی طور پر افراد سے ملے اور انہیں اسلام کی دعوت دی اپنے آپ کو قبائل عرب

7B

کے سامنے پیش کیا تبلیغ کے لیے سفر کیئے دعوتِ الٰہی لوگوں کے اجتماعی مقامات پر تشریف لے گئے اپنے احباب کو اپنا نائب بنا کر روانہ کیا وفود کا استعمال کیا تا کہ آپ سے سیکھ کر اپنی قوم کو تبلیغ کریں امراء وملوک کو دعوتی خطوط لکھے اپنے صحابہ کو پابند کیا کہ وہ تعلیم حاصل کر کے اسے آگے پھیلائیں اپنے لشکروں کو حکم دیا کہ دعوتِ اسلام دیئے بغیر جنگ نہ کریں۔

پھر تمام مسلمانوں کو فریضہ تبلیغ کا پابند بنایا کہ ہر جاننے والا نہ جاننے والے کو تبلیغ کرے تا کہ ہر بشر باخبر ہو جائے کہ یہ تبلیغ اس پر حجت ہو جائے۔

مخالفین نے بھی دعوت وداعی کی راہ میں روڑے اٹکانے کا کوئی موقع ضائع نہ کیا لیکن بے سود۔

قوم نے آپ کے اور آپ کے پیرو کاروں کے لیے طریقہء تکلیف وایذاء اختیار کیا لیکن آپ تبلیغ سے نہ رکے انہوں نے مکروفریب اور حیلہ سازی کی لیکن بے سود قوم نے قبائلی تشدد اور درشتی سے کام لیا تا کہ آپ کو تبلیغ سے روک سکیں لیکن بے فائدہ مخالفین نے استہزاء، اعراض، طنز اور تہمت کے ہتھکنڈے استعمال کیئے لیکن تبلیغ کے بہتے ہوئے سیلاب کے آگے بند نہ باندھ سکے آپ کے ساتھ آپ کے اہل واحباب کے ساتھ قطع تعلقی کی تا کہ پیغام حق کی آواز دب جائے لیکن یہ بھی ان کی غلط فہمی ثابت ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے دوستوں کے قتل کے منصوبے بنائے لیکن دعوتِ حق کا دریا پھر بھی رواں ہی رہا طویل عرصہ تک آپ کی دعوت قبول کرنے والے لوگوں کی تعداد مختصر رہی آپ کو مایوس کرنے کے لیے کفار نے یہ (نفسیاتی) حربہ بھی اختیار کیا انہوں نے آپ کے ساتھ جنگ کی تا کہ داعی اور دعوت دونوں کا کام تمام کر دیا جائے لیکن آپ نے صبر کیا اپنا کام جاری رکھا اور دشمن کے نہ چاہتے ہوئے بھی آپ فتح یاب ہوئے آپ کا دین پھیل گیا اور مسلمانوں کے لیے خطرناک علاقوں میں اب تک دین اسلام ترقی کر رہا ہے یہ سب کچھ مبلغ اعظم واکمل واوّل محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پر خلوص دعوت کا ثمر ہے (اور دعوت اوّل کی برکت سے قیامت تک کارِ دعوت جاری رہے گا انشاء اللہ۔ مترجم رومی)۔

دعوت وتبلیغ کی مثالیں پیش کرنے سے پہلے ایک چیز ہم ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں تا کہ اصل مقصود نظروں سے اوجھل نہ ہو جائے۔

مقصد یہ ہے کہ تمام صفات کمال جو ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ثابت کر رہے ہیں اس تمام کاوش کا مدعا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر کامل ایمان کی لازوال نعمت ہے تا کہ ہم پورے وثوق سے آپ کی اتباع کر سکیں اور ہمارا یقین ہو کہ حق وہی ہے جو آپ کی زبان پاک سے نکلا ہے جب حیات سرور کائنات پر ہمارا ایقان وعرفان مضبوط ہو جائے گا تو پھر جو خبر بھی بارگاہ رسالت سے میسر ہو گی اس پر دل کو اطمینان نصیب ہو جائے گا۔

نیز حضور ﷺ کا اس ذمہ داری کو اس طرح نبھانا کہ جس میں نفس کی مخالفت جسم کی تھکاوٹ اور کوشش ہو اور آپ کے پیش نظر کوئی دنیوی بدلہ یا جزاء بھی نہ ہو یہ اطاعت الٰہی کی دلیل ہے اور یہ رسالت کی بھی دلیل ہے کیونکہ سوائے رسول ﷺ کے کوئی اور اس طرح نہیں کرسکتا۔

نیز انبیاء و رسل علیہم السلام کی دعوت و تبلیغ باقی لوگوں کی دعوت و تبلیغ سے مختلف ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ انبیاء و رسل کی دعوت و تبلیغ ان کے رسول ہونے اور ان کے سچا ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔

انبیاء و رسل کے علاوہ جو لوگ کسی اور دعوت کی تبلیغ کرتے ہیں وہ ایسے سبز باغ دکھاتے ہیں کہ نفس ان کی طرف مائل ہو جاتے ہیں ان کی دعوت میں قربانی و ایثار نہیں بلکہ لالچ اور فوری دنیوی بدلہ ہوتا ہے اور وہ لوگ ہمیشہ اس پہلو کو پیش نظر رکھتے ہیں کہ کسی جگہ سلامتی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹ جائے انہیں زندگی بڑی پیاری ہوتی ہے ان کی زندگی میں اگر ذرا بھی مایوسی یا محرومی کا دخل ہو تو وہ اپنی دعوت سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔

اوپر جس طبقے کا ذکر کیا گیا ہے اس سے ہمارے مراد انبیاء و رسل کے پیروکار نہیں کیونکہ یہ لوگ تو حق کے تابع ہوتے ہیں رسولوں کی اقتداء کی سچی تڑپ اور اخلاص کی سچی حرارت ان کو مصروف عمل رکھتی ہے۔

دعوتِ باطلہ کے علمبردار نفس کی حمایت کرتے ہیں جبکہ انبیاء و رسل کی تبلیغ کا مرکزی نقطہ کلمہء حق کی بلندی ہوتا ہے۔

اللہ کے رسول لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں جس میں نفس انسانی کی اصلاح کا راز پنہاں ہوتا ہے تاکہ حیات بشری صحیح خطوط پر استوار ہو سکے ہر انسان بے شمار خواہشات کا تابع ہوتا ہے انبیاء و رسل ان کی خواہشات کے ہوتے ہوئے ان کی اصلاح کی پیچیدہ ذمہ داری اپنے ذمے لیتے ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کو جتنی تکالیف کا دشمنوں کی جانب سے سامنا کرنا پڑتا ہے اتنی ہی اپنے پیروکاروں کی اصلاح کے لیے بھی ان کو مشقت برداشت کرنا پڑتی ہے کیونکہ انسان پھر بھی انسان ہے (اپنوں سے بھی بار بار غلطیاں ہوتی ہیں جن کی بار بار اصلاح کرنا پڑتی ہے)۔

اللہ کے رسول کا ان تمام (مشکل) مراحل سے گزرنا نفس کے جسمانی تقاضوں کے باوجود دعوت حق پر ثابت قدم رہنا اور صبر سے کام لینا اور تمام مشکلات کو اللہ کی رضا کے لیے برداشت کرنا دعوت اسلام کے لیے سچی حرارت اور بھرپور اخلاص کی دلیل ہے۔

عنقریب ہم ان مثالوں کو دیکھ لیں گے جو عملِ تبلیغ کی سچی گواہی دے رہی ہیں۔

ان مثالوں کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) دعوتِ اسلام کو روکنے کے لیے کفار کی (ناپسندیدہ) کوششیں۔ (۲) عملِ تبلیغ کی اشاعت

کے وہ راستے جن پر سرکار ﷺ گامزن ہوئے۔

پہلی قسم کی مثالیں

کفار کی ایذاءرسانی اور حضور ﷺ کا صبر

طبرانی نے حارث بن حارث سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں میں نے اپنے باپ سے کہا یہ گروہ کیسا گروہ ہے؟ اس نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو ایک ایسے شخص کے گرد اکٹھے ہو گئے ہیں جو اپنے آباء کے دین سے بیزار ہو گیا ہے حارث کہتے ہیں ہم ان کے پاس گئے تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کی توحید اور ایمان کی دعوت دے رہے ہیں اور وہ لوگ انکار بھی کر رہے ہیں اور تکلیف بھی دے رہے ہیں یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی لوگ ادھر ادھر ہو گئے ایک خاتون ادھر آئی جس نے ایک برتن کپڑے سے ڈھانپ رکھا تھا حضور ﷺ نے اس برتن سے پانی لے کر نوش فرمایا اور پھر وضو فرمایا پھر آپ نے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا اے میری بیٹی پردہ کر لو اور اپنے باپ کے بارے میں مت فکر کرو ہم نے پوچھا یہ خاتون کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ آپ ﷺ کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا ہے۔

طبرانی نے منبت الازدی سے روایت کی ہے کہتے ہیں میں نے دورِ جاہلیت میں حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اے لوگو! ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ '' کہہ دو کامیاب ہو جائے گے۔

ان میں سے کچھ لوگ ایسے تھے جنہوں نے آپ کے سامنے تھوک دیا کچھ نے آپ پر مٹی پھینکی کچھ نے برا بھلا کہا یہاں تک کہ دوپہر کا وقت ہو گیا ایک لڑکی پانی کا ایک برتن لے کر آئی جس سے آپ نے چہرہ مبارک اور دست اقدس دھوئے آپ ﷺ نے فرمایا ''اے میری بیٹی اپنے باپ کے بارے میں کسی نقصان اور ذلت کا اندیشہ نہ کرنا''۔

میں نے پوچھا یہ بچی کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ ہے آپ رضی اللہ عنہا اس وقت چھوٹی بچی تھیں۔

بیہقی نے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے فرماتے ہیں ابو طالب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد قریش کے ایک پاگل شخص نے حضور ﷺ پر مٹی پھینکی آپ اپنے گھر تشریف لائے آپ کی صاحبزادیوں میں سے کسی نے آپ کے چہرۂ اقدس سے گرد صاف کی اور رونا شروع کر دیا آپ ﷺ نے فرمایا جانِ پدر! نہ رو اللہ تعالیٰ تیرے باپ کی حفاظت کرنے والا ہے۔

ابن ابی شیبہ نے عمرو بن عاص کے حوالے سے بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ قریش مکہ کعبہ شریف کے سائے میں بیٹھ کر حضور ﷺ کے قتل کی سازش کر رہے تھے اور آپ ﷺ مقام

ابراہیم علیہ السلام کے قریب نماز پڑھ رہے تھے اچانک عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور آپ کے گلے میں چادر ڈال کر بل دینا شروع کر دیا یہاں تک کہ آپ ﷺ گھٹنوں کے بل زمین پہ گر پڑے ایک شور اٹھا یوں لگتا تھا کہ آپ شہید ہو گئے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تیزی سے آئے آپ ﷺ کو پہلوؤں سے پکڑ کر اٹھایا اور فرمایا کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔

وہ لوگ ایک طرف ہٹ گئے حضور ﷺ دوبارہ اٹھے اپنی نماز مکمل فرمائی اور کعبہ کے سائے میں بیٹھنے والوں کو فرمایا اے گروہ قریش! محمد ﷺ کی جان کے مالک کی قسم میں تمہارے لیے ذبح (قتل) کا پیغام لے کر آیا ہوں یہ کہہ کر آپ نے حلق کی طرف اشارہ کیا ابوجہل نے کہا آپ اس طرح تو نہیں تھے آپ ﷺ نے فرمایا تو (ان ذبح ہونے والوں) میں سے ہے۔

امام احمد نے عروہ بن زبیر سے انہوں نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے عروہ کہتے ہیں میں نے عبداللہ سے کہا قریش میں سے جنہوں نے سرکار سے زیادہ دشمنی کی وہ سب کے سب موت کے گھاٹ اتر گئے ہیں۔

حضرت عبداللہ نے فرمایا اشرافِ قریش ''حجر'' کے مقام پر جمع تھے حضور ﷺ تشریف لائے قریش نے کہا جتنا اس شخص کے معاملے میں ہم نے صبر کیا ہے اتنا پہلے کبھی نہیں کیا۔

اس نے ہمارے عقلمندوں کو بے وقوف ٹھہرایا ہمارے آباء کو برا کہا ہمارے دین میں عیب نکالے ہمارے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا ہمارے خداؤں کو گالیاں دیں بے شک ہم نے بڑے بھاری کام میں صبر کیا ہے۔

ابھی وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ حضور ﷺ نمودار ہوئے آپ ''رکن'' کے سامنے آئے پھر ان کے قریب سے طواف کرتے ہوئے گزرے جب آپ ﷺ ان کے قریب سے گزرے تو انہوں نے آپ کی طرف اشارے کیئے میں نے آپ ﷺ کے چہرے کے تاثرات بھانپ لیئے آپ آگے گزر گئے جب دوسری مرتبہ آپ ﷺ گزرے تو قریش نے پھر وہی حرکت کی اب کے بھی آپ کے چہرہ اقدس کے تاثرات واضح تھے۔ آپ گزر گئے تیسرے چکر میں قریش نے پہلے کی طرح کیا آپ ﷺ (رک گئے اور) فرمایا اے گروہ قریش! قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں (جانِ عالم) محمد ﷺ کی جان ہے میں تمہیں نیست و نابود کرنے کے لیے آیا ہوں۔

آپ کے یہ الفاظ ان کے دلوں میں بیٹھ گئے اور وہ یوں سہم گئے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں انہوں نے (اس بات کے انجام سے بچنے کے لیے) اچھے طریقے سے گفتگو کی اور کہا ابو القاسم آپ بخیر و خوبی تشریف لے جایئے۔

حضور ﷺ تشریف لے گئے دوسرے دن قریش پھر حجر کے مقام پر اکٹھے ہوئے میں بھی ان کے پاس موجود تھا انہوں نے ایک دوسرے سے کہنا شروع کر دیا اس شخص کی وجہ سے جو کچھ تمہارے ساتھ ہوا ہے کیا تمہیں یاد ہے؟ اور جب وہ تمہارے پاس آجاتے ہیں تو تم ان کو چھوڑ دیتے ہو۔

ابھی وہ یہی گفتگو کر رہے تھے کہ حضور ﷺ سامنے سے تشریف لائے وہ تمام ایک ساتھ آپ پر جھپٹ پڑے آپ کو کہنے لگے تم ہی ایسی باتیں کرتے ہو ہمارے دین اور خداؤں میں عیب تلاش کرتے ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے ہی ایسا کہا ہے میں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے آپ ﷺ کی چادر مبارک پکڑ لی حضرت ابوبکر اس کے پیچھے روتے ہوئے اٹھے اور فرمایا کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے (یہ سن کر) وہ لوگ پیچھے ہٹ گئے یہ قریش کی طرف سے سخت ترین حرکت تھی جو میں نے دیکھی۔

بزاز اور طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے فرماتے ہیں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تھے اور قریش کے سات آدمی حجر کے مقام پر موجود تھے وہ سات آدمی درج ذیل ہیں۔

(۱) ابوجہل بن ہشام (۲) شیبہ بن ربیعہ (۳) عتبہ بن ربیعہ (۴) عقبہ بن ابی معیط (۵) امیہ بن خلف اور دو کوئی اور شخص تھے۔

حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے آپ ﷺ نے بہت لمبا سجدہ فرمایا ابوجہل نے کہا تم میں سے کون ہے جو فلاں جگہ جا کر اونٹ کی اوجھڑی لائے تا کہ ہم اسے محمد ﷺ پر پھینک دیں۔

ان میں سے بدبخت ترین عقبہ بن ابی معیط گیا اونٹ کی اوجھڑی لایا حضور ﷺ ابھی سجدہ میں ہی تھے کہ اس نے وہ اوجھڑی آپ ﷺ کے کندھوں پر ڈال دی۔

ابن مسعود فرماتے ہیں میں یہ منظر دیکھ رہا تھا لیکن میں کمزور تھا اس لیئے بات نہ کر سکا اچانک میں نے دیکھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں آپ کے کندھوں سے وہ بوجھ ہٹایا قریش کو بُرا بھلا کہا لیکن انہوں نے آگے سے کوئی بات نہ کی حضور ﷺ نے اپنی عادت مبارکہ کے مطابق سر اٹھایا جب نماز مکمل ہوگئی تو آپ نے فرمایا: **اللھم علیک بقریش ثلا ثا۔**

اے اللہ! قریش سے بدلہ لینا تیرے ذمے ہیں تین دفعہ ایسا فرمایا۔

پھر فرمایا اے اللہ! عتبہ، عقبہ، ابوجہل اور شیبہ سے بدلہ لینا تیرے ذمّے ہے اس کے بعد آپ مسجد سے باہر نکلے راستے میں ابوالبختری سے ملاقات ہوگئی وہ اپنے پہلو میں دُرّہ لٹکائے آرہا تھا جب اس نے آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس سے تبدیلی کے آثار دیکھے تو کہا کیا بات ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میرا راستہ چھوڑ دو اس نے کہا خدا گواہ ہے جب تک آپ مجھے بتائیں گے نہیں میں آپ کا راستہ نہیں

چھوڑوں گا آپ کو ضرور کوئی تکلیف پہنچی ہے آپ کو معلوم تھا کہ ابوالبختری واقعہ پوچھے بغیر نہیں ٹلے گا آپ نے فرمایا ابوجہل کے حکم سے مجھ پر اونٹ کی گوبر سے بھری اوجھ پھینکی گئی ہے اس نے کہا میرے ساتھ مسجد تک آیئے دونوں مسجد آئے وہ ابوجہل کے پاس گیا اور پوچھا اے ابوالحکم! تو نے حکم دیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اوجھری پھینکی جائے اس نے کہا ہاں۔

ابوالبختری نے کوڑا لہرا کر اس کے سر پر دے مارا تمام لوگ ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے ابوجہل چیخا اور کہا تمہاری بربادی ہو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ ہے کہ یہ دشمنی تمہارے درمیان ہو جائے وہ خود اور اس کے ساتھی درمیان سے نکل جائیں۔

ابونعیم نے ''دلائل النبوۃ'' میں عروہ بن زبیر سے روایت کی ہے ابوطالب کی وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سخت آزمائش کے دن آ گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنوثقیف کی طرف تشریف لے گئے کہ شاید وہ اسلام کے مددگار بن جائیں بنوثقیف کے تین سرداروں سے آپ کی ملاقات ہوئی وہ تینوں بھائی تھے عبد یا لیل بن عمرو، خبیب بن عمرو اور مسعود بن عمرو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کو ان کے سامنے پیش کیا گزشتہ مصائب بھرے حالات انہیں سنائے اور قوم نے جو آپ کے ساتھ کیا تھا اس کے بارے میں بھی بتایا۔

ان میں سے ایک نے کہا اگر اللہ نے تمہیں کچھ دے کر مبعوث کیا ہو تو میں کعبہ شریف کا غلاف چوری کرلوں (یعنی آپ نبی نہیں ہیں) نعوذ باللہ۔

دوسرے نے کہا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی بات نہیں کروں گا کیونکہ اگر آپ سچے رسول ہیں تو میں اس قابل ہی نہیں کہ آپ سے گفتگو کروں۔

تیسرے نے کہا کیا اللہ تعالیٰ اتنا بے بس ہے کہ تیرے سوا کسی کو رسول نہیں بنا سکا جو کچھ آپ نے انہیں فرمایا تھا انہوں نے ساری قوم میں اس کا چرچا کر دیا سب اکٹھے ہو کر آپ کا مذاق اڑانے لگے وہ آپ کی راہ میں دورویہ بیٹھ گئے جب آپ قدم مبارک زمین رکھتے تو بھی پتھر مارتے اور اگر قدم اٹھاتے تو بھی سنگ زنی کرتے ساتھ ساتھ ہنسی اور مذاق بھی کرتے۔

آپ ان کی حدود عبور کر کے آئے تو انگوروں کے ایک باغ میں سائے کے نیچے بیٹھنے کے لیے آئے قدمین شریف سے خون بہہ رہا تھا درد و کرب کی اس دلگداز کیفیت میں آپ انگور کے سائے میں بیٹھ گئے وہ باغ عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کا تھا آپ نے ان دونوں کو دیکھا لیکن آپ نے ان کے پاس جانا پسند نہ کیا کیونکہ آپ کو علم تھا کہ یہ خدا، رسول اور اس کے پیغام کے دشمن ہیں۔

انہوں نے اپنے نصرانی غلام کو انگور دے کر آپ کی طرف بھیجا غلام نے انگور آپ کے سامنے رکھ دیئے آپ نے کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھا عداس (نصرانی غلام) کو اس کلمہ سے تعجب ہوا آپ نے

فرمایا تو کس سرزمین کا رہنے والا ہے اس نے کہا میں نینویٰ کا رہنے والا ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کے نیک بندے یونس بن متی کے شہر کا رہنے والا ہے اس نے کہا آپ یونس بن متی کو کیسے جانتے ہیں حضور ﷺ نے اسے یونس علیہ السلام کے حالات سے آگاہ فرمایا آپ کسی ایک (فرد) کے سامنے بھی پیغام الٰہی پہچانے کو حقیر نہیں خیال کرتے تھے۔

اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے یونس بن متی کے احوال سنایئے آپ نے اسے تفصیلی احوال یونس بن متی اور ان کی طرف وحی کے حالات سنائے وہ سرکار کو سجدہ کرنے کے لیے زمین پر جھک گیا اور آپ کے لہولہان قدموں کو چومنا شروع کر دیا۔

عتبہ اور شیبہ نے اپنے غلام کی اس حرکت کو دیکھا تو خاموش رہے جب عداس ان کے پاس پہنچا انہوں کہا کیا وجہ ہے تو نے محمد ﷺ کو سجدہ کیا ہے اور ان کے قدم چومے ہیں حالانکہ ہمارے ساتھ تو نے ایسا کبھی نہیں کیا۔

اس نے کہا یہ ایک مرد بزرگ ہے جس نے مجھے اس نبی کے بارے میں بتایا ہے جس کا نام یونس بن متی علیہ السلام ہے اور وہ میری قوم کے نبی ہیں نیز انہوں نے بتایا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں وہ دونوں ہنسے اور کہا اپنی نصرانیت کے بارے میں آزمائش میں نہ پڑ جانا یہ شخص دھوکہ دیتا ہے اس کے بعد حضور ﷺ مکہ کی طرف لوٹ آئے۔

''البدایۃ'' میں موسیٰ بن عقبہ سے روایت اس طرح مروی ہے:

اہل طائف آپ ﷺ کی گزرگاہ میں دونوں طرف بیٹھ گئے جب آپ وہاں سے گزرے تو قدم اٹھاتا تو بھی پتھر مارتے قدم زمین پر آتا تو بھی پتھر مارتے یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو لہولہان کر دیا جب آپ ان کے شہر سے نکلے تو دونوں قدموں سے خون بہہ رہا تھا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے:

حضور ﷺ بنو ثقیف کی طرف خیر کی توقع سے مایوس ہو کر واپس آنے لگے آپ نے فرمایا تم نے میرے ساتھ جو کیا سو کیا اب اس بات کو آگے کسی کے سامنے نہ بیان کرنا آپ نے پسند نہ کیا کہ یہ حالات مکہ والوں کو معلوم ہوں۔ اور وہ اور زیادہ سرکش اور بے باک نہ ہو جائیں انہوں نے یہ بات بھی نہ مانی اور اپنے بے وقوف اوباشوں اور غلاموں کو برانگیختہ کر کے آپ کے پیچھے لگا دیا وہ آپ پر آوازے کستے اور چیخ و پکار کرتے رہے یہاں تک کہ سب لوگ اکھٹے ہو گئے آپ نے پسران ربیعہ کے باغ میں پناہ لی بنو ثقیف کے سر پھرے پیچھے مڑ گئے آپ انگور کے سائے میں بیٹھ گئے پسران ربیعہ اس سارے منظر کو دیکھ رہے تھے۔

ان دو واقعات سے ایک دل ہلا دینے والی ایذاء کا علم ہوتا ہے حالانکہ آپ ﷺ شریف النسب پاکیزہ وحساس مزاج والے ہاشمی جوان ہیں خود بھی سردار ہیں اور آپ کے آباو اجداد بھی سردار گزرے ہیں اس کے باوجود آپ نے ان تکالیف کو مسلسل برداشت کیا جس طرح آپ کو ستایا گیا بعینہ آپ کے غلاموں کو بھی ستایا گیا کچھ کو قتل بھی کیا گیا اس کے باجواد انہوں نے صبر کیا آپ نے انہیں صبر کا حکم دیا تھا۔

انسان کا ضمیر اس وقت زخم زخم ہو جاتا ہے جب یہ دیکھا جائے کہ کسی انسان کو محض اس لیے اذیت دی جا رہی ہے کہ وہ حق کی طرف بلا رہا ہے اور یہ دعوتِ حق اس پر اپنے خالق کی جانب سے عائد کردہ ذمہ داری ہے کیونکہ وہ شخص اللہ کا رسول ہے اور اس کی دعوت رسالت کی دعوت ہے۔

ب۔دعوت سے دستبرداری کے لیے کفار کی کاوششیں

ابن اسحاق کا بیان ہے مجھے یزید بن زیاد نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں مجھے بتایا گیا کہ قریش کا سردار عتبہ بن ربیعہ ایک مرتبہ قریش کی محفل میں بیٹھا ہوا تھا ادھر حضور ﷺ مسجد حرام میں تنہا تشریف فرما تھے عتبہ نے کہا اے گروہ قریش! کیا میں محمد ﷺ کے پاس جا کر ان سے بات نہ کروں انہیں کچھ شرائط پیش کروں شاید کہ وہ کچھ شرائط قبول کرلیں اور ہماری طرف سے اپنی سرگرمیاں سمیٹ لیں یہ ان دنوں کی بات ہے جب آپ کے چچا حمزہ مسلمان ہوئے تھے اور مسلمانوں کی تعداد مسلسل بڑھ رہی تھی۔

قریش نے کہا اے ابوالولید! ضرور جاؤ اور ان سے بات کرو عتبہ حضور ﷺ کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا بھتیجے تمہیں پتہ ہے خاندان میں عزت وشرف کے اعتبار سے ہمارے نزدیک تمہاری قدرومنزلت کیا ہے تم اپنی قوم کے پاس بڑا بھاری کام لے کر آئے ہو قوم کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا ہے ان کے دانشوروں کو کم عقل ٹھہرایا ہے ان کے خداؤں اور دین کو معیوب قرار دیا ہے ان کے آباء واجداد کو کافر گردانا ہے میری بات سنو! میں کچھ باتیں پیش کرتا ہوں ان میں غور وفکر کرلو شاید کہ بعض تمہیں پسند آ جائیں اور تم ان کو قبول کرلو۔

حضور ﷺ نے فرمایا ابوالولید کہو میں سننے کے لیے تیار ہوں اس نے کہا بھتیجے اگر تمہارے اس پیغام کا مقصد مال جمع کرنا ہے تو ہم تمہارے لیے اتنا مال جمع کرتے ہیں کہ تم سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ گے اگر تم عزت وشرف چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار تسلیم کر لیتے ہیں اور تیرا ہر حکم تسلیم کریں گے کبھی نافرمانی نہیں کریں گے اور اگر تم ملک چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں اور اگر یہ کسی سبب کی وجہ سے جس کا دور کرنا تمہارے بس میں نہیں تو ہم تمہارے لیے کسی طبیب کا انتظام کرتے

ہیں تمہاری صحت کے لیے اپنے مال خرچ کر ڈالیں گے یہاں تک کہ تم صحت یاب ہو جاؤ کیونکہ کبھی کبھی آدمی پر اس کے تابع (جن) کا غلبہ بھی ہو جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم فارغ ہو گئے ہو اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا اب مجھ سے سنو! اس نے کہا کہو آپ نے پڑھا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. حٰمٓ ۚ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۚ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۙ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ

"حامیم۔ اتارا گیا ہے (یہ قرآن) رحمٰن و رحیم (خدا) کی طرف سے یہ ایسی کتاب جس کی آئیتیں تفصیل سے بیان کر دی گئی ہیں یہ قرآن عربی (زبان میں) ہے یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو (علم و فہم) رکھتے ہیں یہ مژدہ سنانے والا (ہر وقت) خبردار کرنے والا ہے بایں ہمہ منہ پھیر لیا ان میں سے اکثر نے پس وہ اسے قبول نہیں کرتے اور ان (ہٹ دھرموں) نے کہا کہ ہمارے دل غلافوں میں (لپٹے ہوئے ہیں) اس بات سے جس کی طرف آپ ہمیں بلاتیں ہیں"۔ (حم السجدہ)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلاوت فرماتے ہیں عتبہ خاموش ہو کر سنتا رہا اپنے بازو کمر کے پیچھے کر کے ان پر ٹیک لگائی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سجدہ پر اختتام کیا پھر سجدہ کیا اور فرمایا ابو الولید جو کچھ میں نے پڑھا ہے وہ تو نے سن لیا ہے تم جانو اور یہ جانے۔

عتبہ اپنے دوستوں کے پاس واپس آیا وہ آپس میں کہہ رہے تھے بخدا! یہ پہلا عتبہ نہیں جب وہ ان کے پاس بیٹھا انہوں نے پوچھا کیا بات ہوئی ہے عتبہ نے کہا میں نے ایک ایسا کلام سنا ہے جس کی مثل پہلے نہیں سنا اللہ کی قسم نہ وہ شعر ہے نہ جادو اور نہ کہانت، اے گروہ قریش! میری مانو اور اس شخص کو اس کے حال پر چھوڑ دو اللہ کی قسم جو کلام میں نے سنا ہے اس کی بڑی شان ہوگی اگر عرب کا ان سے سامنا ہو گیا تو وہ تمہاری بجائے ان کے لیے کافی ہو جائیں گے اور اگر یہ عرب پر غالب آ گئے تو ان کی حکومت تمہاری حکومت ان کی عزت تمہاری عزت ہوگی اس وقت تم تمام لوگوں سے زیادہ خوش بخت ہو گے۔ قریش نے کہا لگتا ہے تم پر بھی اس کی زبان کا جادو چل گیا ہے اس نے کہا میری رائے تو یہی ہے آگے تمہاری مرضی۔

ابن اسحاق کا بیان ہے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوسفیان بن حرب، نضر بن حارث بن کلدہ، اخو بنی عبد الدار، ابو البختری بن ہشام، اسود بن مطلب، زمعہ بن اسود، ولید بن مغیرہ، ابوجہل بن

ہشام، عبداللہ بن ابی امیہ، عاص بن وائل، حجاج کے دونوں بیٹے نبیہ اور منبہ، امیہ بن خلف اور کچھ دوسرے لوگ غروب آفتاب کے بعد کعبہ شریف کے پاس اکھٹے ہوئے انہوں نے ایک دوسرے سے کہا محمد ﷺ کی طرف پیغام بھیج کر انہیں بلاؤ ان سے بات کرو (تا کہ کوئی فیصلہ ہو سکے)۔

پیغام لانے والے نے کہا آپ ﷺ کی قوم کے معزز لوگ اکٹھے ہیں اور آپ کے ساتھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں ان کے پاس تشریف لائیے۔

حضور ﷺ تیزی سے تشریف لائے آپ کا اندازہ تھا کہ شاید قریش آپ کی بات ماننے کے لیے تیار ہو گئے ہیں آپ ﷺ ان کے لیے بہت زیادہ حریص رہتے تھے ان کی ہدایت چاہتے تھے اور ان کی بدبختی آپ پر گراں گزرتی تھی جب آپ تشریف لائے قریش نے کہا ہم نے آپ کو اس لیے بلوایا ہے تا کہ آپ کے ساتھ بات چیت ہو جائے اللہ کی قسم پورے عرب میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں نظر آتا جس نے اپنی قوم کو ایسے حالات سے دوچار کیا ہو جن حالات سے آپ نے اپنی قوم کو دوچار کر دیا ہے۔

آپ نے ہمارے آباء کو بُرا بھلا کہا، دین میں عیب نکالے ہمارے خداؤں میں عیب جوئی کی ہمارے عقلمندوں کو نادان کہا ہماری جماعت کو منتشر کیا کوئی ایسا قبیح کام باقی نہیں جس میں آپ نے ہمیں مبتلا نہ کیا ہو۔

اگر اس دعوت کے ذریعے مال جمع کرنا آپ کا مقصد ہے تو ہم تمہارے لیے اتنا مال جمع کرتے ہیں کہ آپ ہم سب سے زیادہ مالدار ہو جائیں گے اور اگر کوئی عظمت اور بزرگی تمہارے پیش نظر ہے تو ہم تمہیں اپنا سردار بنا لیتے ہیں اور اگر آپ ملک چاہتے ہیں تو ہم اپنا اقتدار تمہارے حوالے کر دیتے ہیں اور اگر یہ آسیب کی وجہ سے ہے جس کا آپ پر غلبہ ہو چکا ہے تو ہم اپنے مال تمہاری صحت کے لیے خرچ کر ڈالتے ہیں تا کہ یا تو آپ ٹھیک ہو جائیں یا ہم آپ کو معذور سمجھ لیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا مجھے کچھ بھی نہیں نہ ہی میرا مقصد ان چیزوں کی طلب ہے جو تم کہہ رہے ہو نہ مال کی طلب ہے نہ شرف اور نہ ہی تمہارے اوپر حکمرانی کی خواہش ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے مجھے کتاب عطا کی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں (نیکی کی صورت میں) خوشخبری سناؤں (اور بدی کی صورت میں) تمہیں مستقبل کے خطرات سے آگاہ کروں میں نے تمہیں رب کا پیغام سنا دیا ہے تمہیں مخلصانہ نصیحت کی ہے جو کچھ میں لے کر آیا ہوں اگر اسے قبول کر لو تو دنیا و آخرت تمہاری ہے اور اگر اسے ٹھکرا دو تو میں اللہ کے حکم پر صبر کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے۔

قریش نے کہا اے محمد ﷺ! جو چیزیں ہم نے پیش کی ہیں اگر تم ان کو قبول نہیں کرنا چاہتے تو پھر تمہیں بھی معلوم ہے کہ پوری دنیا میں ہم ہی ہیں جن کا علاقہ تنگ ہے جن کے پاس پانی بہت کم ہے اور جن کی زندگی بہت مشکل سے بسر ہو رہی ہے ہمارے لیے اس رب سے سوال کرو جس نے تمہیں مبعوث کیا ہے کہ وہ ان پہاڑوں کو کہیں دور دھکیل کر ہمارے ملک کو وسیع کر دے اور ہمارے ملک میں شام اور عراق کی طرح نہریں جاری کر دے اور ہمارے آباء واجداد میں سے کسی کو زندہ کر کے ہمارے پاس بھیج دے تاکہ بالخصوص قصیٰ بن کلاب کو کیونکہ وہ سچائی کا پیکر تھے ہم ان سے تمہارے بارے میں پوچھیں گے کہ یہ حق ہے کہ نہیں؟ اگر ہمارے بزرگوں نے تمہاری تصدیق کر دی اور جو کچھ ہم نے طلب کیا ہے وہ آپ نے پورا کر دیا ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کی بارگاہ میں واقعی آپ کی بڑی قدر و منزلت ہے پھر ہم مان لیں گے کہ واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا میں ان کاموں کے لیے تمہاری طرف نہیں مبعوث کیا گیا مجھے اللہ نے جو کچھ دے کر مبعوث کیا ہے وہ لے کر تمہاری طرف آیا ہوں۔ میں نے اپنا پیغام رسالت تمہیں پہنچا دیا ہے اگر تم اسے قبول کر لو تو دنیا و آخرت تمہاری ہے اور اگر اسے ٹھکرا دو تو میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے تک اس کے حکم کے مطابق صبر کروں گا۔

انہوں نے کہا اگر آپ یہ نہیں کر سکتے تو پھر اتنا تو کرو اپنے رب سے ایک فرشتے کا سوال کرو جو تمہارے ساتھ رہے تمہاری تصدیق کرتا رہے ہماری جانب سے تمہارا دفاع کرتا رہے اللہ سے سوال کرو کہ آپ کو باغات محلات اور سونے چاندی کے محلات عطا کرے فکرِ معاش سے مستغنیٰ کر دے کیونکہ تم بھی ہماری طرح بازاروں میں جاتے اور ہماری طرح معاش تلاش کرتے رہتے ہو یہاں تک کہ ہم جان جائیں کہ اللہ کی بارگاہ میں تمہاری قدر و منزلت کیا ہے اور واقعی تم اللہ کے رسول ہو۔

حضور ﷺ نے فرمایا میں ایسا نہیں کروں گا نہ ہی ایسے سوال کروں گا نہ ہی ان چیزوں کے لیے مجھے بھیجا گیا ہے بلکہ اللہ نے تو مجھے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

فان تقبلوا ماجئتکم به فهو حظکم فی الدنیا والآخرة وان تردوه
علیّ اصبر لامر لله حتی یحکم الله بینی وبینکم۔

انہوں نے کہا اگر ایسا نہیں کرنا چاہتے تو اپنے رب سے سوال کرو کہ وہ ہم پر آسمان سے عذاب نازل فرمائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا عذاب نازل کرنا اللہ کی مرضی ہے اگر چاہے تو نازل کرے چاہے تو نہ نازل کرے۔

قریش نے کہا اے محمد ﷺ! کیا تمہارے رب کو علم نہیں تھا کہ ہم تمہارے ساتھ کسی نشست میں یہ چیزیں پوچھیں جو ہم نے ابھی پوچھی ہیں اور تم سے مطالبے کریں گے چاہیے تھا کہ تمہارا رب تمہیں یہ باتیں پہلے بتا دیتا اور ہمارے سوالوں کے جوابات بھی تمہیں سکھا دیتا اور یہ بھی بتا دیتا کہ اگر ہم نے تمہاری بات نہ مانی تو ہمارا انجام کیا ہوگا۔

ہمیں تو پتہ چلا ہے کہ ''الرحمٰن'' نامی ایک شخص جو یمامہ کا رہنے والا ہے وہ تمہیں یہ ساری باتیں سکھاتا ہے۔ بخدا ہم کبھی بھی ''الرحمٰن'' کو تسلیم نہیں کریں گے اے محمد ﷺ! ہم نے آپ کو بتا دیا ہے ہم اس وقت تک باز نہیں آئیں گے جب تک تمہیں ختم نہ کر دیں یا تم ہمیں ختم نہ کر دو۔

ان میں سے ایک نے کہا ملائکہ کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں دوسرے نے کہا جب تک تم اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ اپنا تعلق نہ ثابت کرو ہم ایمان نہیں لائیں گے۔

جب قریش نے اس طرح کہا تو حضور ﷺ اٹھ آئے اور آپ کے ساتھ آپ کی پھوپھی عائلہ بنت عبد المطلب کا بیٹا عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بھی اٹھ آیا اس نے کہا اے محمد ﷺ تمہاری قوم نے جو کچھ تمہیں پیش کیا آپ نے قبول نہ کیا پھر انہوں نے اپنے لیے کچھ باتیں تم سے کیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہاری قدر ومنزلت معلوم ہو جائے تو وہ تمہاری تصدیق وتائید کریں لیکن آپ نے ایسا بھی نہ کیا پھر انہوں نے آپ سے کہا کہ اپنے لیے کچھ مانگو تاکہ بارگاہ الٰہی میں تمہاری عزت کا پتہ چل جائے آپ نے اس طرح بھی نہ کیا پھر انہوں نے کہا کہ جس عذاب سے ہمیں ڈراتے ہو وہ لے آؤ آپ نے یوں بھی نہ کیا۔

عبداللہ نے کہا اللہ کی قسم میں کبھی بھی ایمان نہیں لے آؤں گا یہاں تک کہ آپ آسمان کی جانب ایک سیڑھی لگائیں پھر میری آنکھوں کے سامنے اس پر چڑھ جائیں پھر وہاں سے چار فرشتے تمہارے ساتھ آئیں اور وہ تمہاری تصدیق کریں اللہ کی قسم اگر تم ایسا بھی کر دو تو بھی میرا گمان نہیں کہ میں تمہاری تصدیق کروں یہ کہہ کر وہ واپس چلا گیا اور حضور ﷺ رنجیدہ وآزردہ خاطر اپنے کاشانہء اقدس کی طرف لوٹ آئے کیونکہ قوم کی ہدایت کے بارے میں جو امید آپ نے لگائی تھی وہ امید ٹوٹ گئی تھی۔

ان دونوں صورتوں کا موزانہ کرو جبر وتشدد جس کی کوئی حد نہیں دنیا اور مالِ دنیا کی بے انتہا پرکشش پیشکش جو چاہتے ہو لے لو اور دعوت حق ترک کر دو یا پھر اس تلخ تشدد کے لیے تیار ہو جاؤ ان دونوں حالتوں میں محمد ﷺ اپنے مؤقف پر کوہِ گراں نظر آتے ہیں نہ تشدد کی دھمکیاں دعوتِ حق سے روک سکتی ہیں اور نہ ہی جاہِ دنیا کی پیشکش اپنے مؤقف سے ہٹا سکتی ہیں دونوں حالتوں میں آپ کا کردار ثابت کر رہا ہے کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور ہر حال میں ہدایت کی دعوت کے داعی اوّل وآخر ہیں۔

ج۔ خاندانی دباؤ

طبرانی نے اوسط اور کبیر میں عقیل بن ابی طالب سے روایت کی ہے حضرت عقیل فرماتے ہیں قریش کا ایک گروہ ابوطالب کے پاس آیا انہوں نے کہا تمہارا بھتیجا ہماری محافل میں آ کر ہمیں وہ باتیں سناتا ہے جس سے ہمیں تکلیف ہوتی ہے بہتر ہے کہ تم ہی انہیں کسی طریقے سے سمجھاؤ ابوطالب نے اپنے بیٹے کو کہا اپنے چچازاد بھائی کو بلا کر لاؤ عقیل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ لے کر آئے۔

آپ کے چچا نے کہا:

تمہاری برادری کے لوگ آئے تھے ان کا خیال ہے کہ تم انہیں کعبہ شریف اور دیگر محافل میں اپنی دعوت کے ذریعے پریشان کر رہے ہو کیا یہ ممکن ہے کہ آپ اس دعوت سے باز آ جائیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان کی طرف دیکھا پھر فرمایا بخدا! میرے لیے پیغام حق ترک کرنا ممکن نہیں خواہ تم میں سے کوئی اس سورج کی طرح آگ کا شعلہ بھی روشن کر لے ابوطالب نے کہا اللہ کی قسم میرے بھتیجے نے جھوٹ نہیں کہا تم سب چلے جاؤ۔

بیہقی کا بیان ہے ابوطالب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا اے میرے بھتیجے! تیری قوم کے لوگ میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے اس طرح کی باتیں کی ہیں اب تم میرے اوپر بھی اور اپنے آپ پر رحم کرو اور مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جس کو نہ میں برداشت کر سکتا ہوں اور تمہاری جو باتیں قوم کو ناپسند ہیں ان سے باز آ جاؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محسوس ہوا کہ شاید ابوطالب کی بھی رائے بدل گئی ہے اور وہ آپ کو چھوڑنے والے ہیں اور آپ کی حمایت اب ان کے بس میں نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے میرے چچا اگر میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیا جائے پھر بھی میں اپنا فریضہ ترک نہیں کروں گا یہاں تک کہ اللہ مجھے فتح عطا فرما دے یا میں راہ حق میں اپنی جان دے دوں یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنسو نکل آئے اور آپ رونے لگ گئے۔

جب ابوطالب نے یہ دیکھا کہ اس بات سے میرے بھتیجے کو دکھ پہنچا ہے تو فرمایا اپنا کام جاری رکھو اور جو چاہو کرو بخدا! میں تمہیں کسی کے حوالے نہیں کروں گا۔ (کذانی البدایہ۔ جلد ۳)

اہل عرب کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنے بزرگوں اور قبیلے کے سربراہوں کا بہت زیادہ احترام کرتے ہیں جناب ابوطالب اس وقت بنو ہاشم کے سردار تھے آپ نے قوم کی طرف سے دباؤ اور پریشانی کا حال اپنے بھتیجے کو بتایا اگر دعوت محمدی (علیہ التحیۃ والثناء) کوئی شخصی یا ذاتی معاملہ ہوتا تو محمد کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا باحیاء، فطری شرم والا مہذب جوان کیونکر اپنے عم محترم اور سربراہِ قبیلہ کی مخالفت کرتا لیکن یہ معاملہ حکم الٰہی اور دعوتِ حق کا معاملہ تھا اور حکمِ الٰہی ہر عرف ہر روایت اور ہر رواج سے برتر ہے جو شخص بھی قبائل عرب کی عادات سے واقف ہے اس کے لیے اس واقعہ میں بھی واضح شہادت موجود ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔

د۔ طنز و مزاح، روگردانی اور بے بنیاد الزامات

یہ قطعات سیرت ابن ہشام سے نقل کیئے جا رہے ہیں۔

ولید بن مغیرہ کے پاس قریش کا ایک گروہ اکٹھا ہوا کیونکہ ولید ہی ان میں از روئے عمر بڑا تھا حج کا زمانہ قریب آ رہا تھا ولید نے کہا اے گروہ قریش! حج کا وقت قریب آ رہا ہے عنقریب حاجیوں کے وفود تمہارے پاس آ جائیں گے اپنے اس صاحب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرگرمیاں تمہارے سامنے ہیں اس کے بارے میں کوئی ایک رائے قائم کرلو تاکہ ایک دوسرے سے اختلاف اور تردید کا موقع نہ آئے انہوں نے کہا اے ابو عبد شمس تم ہی کچھ کہو ہم تمہاری بات سے اتفاق کرتے ہیں اس نے کہا نہیں تم کوئی رائے دو میں سنتا ہوں قوم نے کہا ہم تو کہتے ہیں کہ (وہ) کاہن ہے ولید نے کہا نہیں واللہ نہیں ''وہ'' کاہن نہیں ہم نے بڑے بڑے کاہن دیکھے ہیں لیکن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام اور نوا کہانت سے مختلف ہے انہوں نے کہا پھر ہم کہیں گے کہ ''وہ'' مجنون ہے ولید نے کا نہیں ہم نے جنون اور اس کی علامات دیکھی ہوئی ہیں یہاں جنون کی کوئی علامت نہیں۔

قوم نے کہا پھر ہم کہیں گے ''وہ'' شاعر ہے اس نے کہا نہیں ہم شعر کی تمام اصناف جانتے ہیں رجز، ھزج، قریض، مقبوض، مبسوط (شعر کی اقسام) لیکن ''وہ'' شاعر نہیں قوم نے کہا ہم کہیں گے ''وہ'' ساحر (جادوگر) ہے ولید نے کا وہ ساحر نہیں ہم نے بڑے جادوگر دیکھے ہیں ان کا جادو بھی دیکھا ہے لیکن یہاں تو نہ جادوگروں کی طرح پھونکیں ہیں نہ گانٹھیں ہیں۔

قوم نے کہا پھر تم ہی بتاؤ کیا کہیں اس نے کہا واللہ اس کلام میں بڑی مٹھاس ہے اس کی جڑیں گہری اور شاخیں پھل سے بھرپور ہیں ولید نے کہا تم ان (محمد فداہ امی وابی) کو جو کچھ بھی کہو گے حالات خود ہی جھٹلا دیں گے ہاں اگر ساحر کہو تو کچھ بات بن جاتی ہے (تم حاجیوں سے کہنا) یہاں ایک جادوگر ہے جو اپنے جادو بھرے کلام سے باپ بیٹے کے درمیان بھائی اور بھائی کے درمیان، میاں بیوی کے درمیان اور انسان اور اس کے قبیلے کے درمیان جدائی ڈال دیتا ہے پس (اے حجاج) تم اس سے بچ کر رہنا۔

وہ حج کے زمانے میں لوگوں کی گزرگاہوں میں بیٹھ جاتے اور جو بھی گزرتا اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

خبردار کرتے اور آپ کے بارے میں اسے بتاتے (یوں تمام لوگوں تک آپ کا ذکر خیر پہنچ جاتا۔ (مترجم)

ابن اسحاق کا بیان ہے:

حضور ﷺ اور آپ پر ایمان لانے والوں کی مخالفت کی وجہ سے قریش کی شامت آئی ہوئی تھی انہوں نے اپنے سرپھروں کو تیار کیا کہ وہ آپ کی تکذیب کریں انہوں نے آپ کی تکذیب بھی کی آپ کو اذیت بھی دی آپ پر شاعری، جادوگری، کہانت اور جنون کی تہمتیں بھی لگائیں لیکن رسول اللہ ﷺ اللہ کے حکم کو پھیلاتے رہے ان سے ہچکچائے نہیں اور جس چیز کو وہ ناپسند کرتے تھے اس کا برملا اظہار کرتے رہے ان کے دین میں عیب نکالے ان کے بتوں سے علیحدہ رہے اور انہیں کافر قرار دیتے رہے۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں:

نضر بن حارث قریش کے شیطانوں میں سے تھا وہ حضور ﷺ کو تکلیفیں پہنچاتا تھا آپ ﷺ کا سخت دشمن تھا وہ ایک دفعہ "حیرہ" گیا وہاں اس نے فارس کے بادشاہوں کے قصے اور اسفندیار اور رستم کی داستانیں یاد کرلیں۔

جب بھی رسول اللہ ﷺ کسی مجلس میں تشریف لے جاتے اور اللہ کا ذکر کرتے اور گزشتہ عذاب الٰہی کے حالات سنا کر عوام کو خطرے سے آگاہ فرماتے جب حضور ﷺ اس محفل سے تشریف لے جاتے یہ بدبخت اس محفل میں پہنچ جاتا اور کہتا اے قریشیو! میں اس سے زیادہ اچھی گفتگو کرلیتا ہوں میری طرف آؤ اس سے بہتر بات تمہیں سناؤں پھر انہیں فارس کے بادشاہوں، رستم اور اسفندیار کے قصے سناتا اور کہتا محمد ﷺ کس اعتبار سے مجھ سے زیادہ خوش کلام ہیں۔

راوی کا بیان ہے:

حضور ﷺ حق اپنے ساتھ لائے جسے انہوں نے پہچان لیا اور آپ کے قول کی سچائی کو بھی جان لیا اور جس چیز کا وہ سوال کرتے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کو اس غیب کا علم عطا فرمادیتا یہ چیز ان کے حسد میں اضافے کا سبب بن گئی وہ آپ ﷺ کے غلاموں کے دشمن بن گئے اور آپ کی تصدیق کا انکار کرنے لگے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی سرکشی کرنا شروع کردی اور اللہ کے حکم کا صاف انکار کردیا اپنے کفر پر ڈٹ گئے ان میں سے کسی نے کہا۔

لا تسمعوا لهذا القرآن والغوا فيه لعلكم تغلبون۔

"نہ سنو اس قرآن کو اور اس کا مذاق اڑاؤ تاکہ شاید تم غالب آجاؤ"۔

یعنی اس قرآن کو لغو اور باطل بناڈالو اس کا خوب مذاق اڑاؤ تاکہ شاید اس طریقے سے تم غالب آجاؤ کیونکہ اگر تم نے اس میں غور وفکر کیا یا اس کا مقابلہ کیا تو یہ تم پر غالب آجائے گا۔

ابو جہل نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے استہزاء کرتے ہوئے کہا محمد ﷺ کا گمان ہے کہ وہ لشکر جو تمہیں قیامت کے دن جہنم کی آگ میں ڈال کر قابو رکھے گا اس لشکر کی تعداد (19) ہے اور تم لوگ بہت زیادہ ہو کیا تم میں سے سو (100) آدمی ان میں سے ایک کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَ مَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِکَةً ۙ وَّ مَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا الخ (مدثر:31)

''ہم نے نہیں بنایا آگ پر (نگران) مگر فرشتوں کو اور ہم نے نہیں بنایا ان کی تعداد کو مگر کافروں کے لیے آزمائش''۔

جب انہوں نے ایک دوسرے کو اس بات کی تاکید کر دی اس کے بعد جب بھی حضور ﷺ نماز ادا کرتے ہوئے تلاوت فرماتے تو وہ ادھر ادھر پھیل جاتے اور آپ کا کلام نہ سنتے اور جب ان میں سے کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کی تلاوت سننے کا ارادہ کرتا تو وہ چپکے سے سننے کی کوشش کرتا اگر اسے پتہ چل جاتا کہ دوسروں نے اسے تاڑ لیا ہے تو ان کے ڈر کی وجہ سے ادھر ادھر ہو جاتا۔

اور اگر حضور ﷺ اپنی آواز آہستہ فرما لیتے اور سننے والے کو یہ گمان ہوتا کہ دوسرے بھی آپ کی آواز سن رہے ہیں۔ اصاخ له یستمع منه۔ تو وہ چلا کر کہتا فلاں آپ کا کلام سن رہا ہے۔

اس کرخت اور درشت جنگ کا تصور کرو جو انہوں نے شروع کی تھی حالانکہ وہ قریشی ہیں تمام عرب ان پر اعتبار کرتا ہے ہر سال لوگ ان کے پاس حج کرنے کے لیے آتے ہیں اور وہ ہر سال آپ کا نئے سے نیا نام تلاش کرتے ہیں سارے زبانی حربے استعمال کر چکے ہیں۔

لیکن اس کے باوجود حضور ﷺ ان کے ہتھکنڈوں پر تیرہ سال تک صبر کرتے رہے نہ کمزوری دکھائی نہ بیزار ہوئے اور اپنی پاکیزہ دعوت و تبلیغ کا عمل جاری رکھا۔

ان ناسازگار حالات میں دعوتِ حق کا کام جاری رکھنا صدق دعوت کی پختہ دلیل ہے ورنہ اس قسم کے حالات سے دوچار ہونا اور اپنے دعویٰ سے دستبردار نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟ حالانکہ آپ ﷺ کو دنیا کا ہر لالچ دیا گیا مگر آپ نے لوگوں تک اپنا پیغام پہنچانے کے سوا کوئی راستہ نہ اختیار کیا آپ ﷺ کو اللہ کی جانب سے اسی کا حکم دیا گیا تھا۔

اور آپ کو یہ بھی معلوم تھا کہ راہِ حق سے انحراف اللہ تعالیٰ کی سزا کا باعث ہے۔

۵۔معاشرتی بائیکاٹ (مقاطعہ)

ابن اسحاق کا بیان ہے:

جب قریش نے دیکھا کہ نجاشی کے ملک میں مسلمان امن وسکون سے رہ رہے ہیں نجاشی نے مسلمانوں کو مکمل تحفظ فراہم کیا ہے نیز حضرت عمر اور حضرت حمزہ بھی حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب کے ساتھ ہیں اور قبائل عرب میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے انہوں نے اکٹھے ہوکر ایک معاہدہ تحریر کیا جس میں بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے ساتھ ہر قسم کے لین دین پر پابندی لگائی گئی باہمی اتفاق سے انہوں نے کہا نہ ان سے رشتہ لیا جائے نہ انہیں رشتہ دیا جائے نہ ان کے ساتھ خرید وفروخت کی جائے معاہدہ تحریر ہونے کے بعد انہوں نے اس پر عمل درآمد کا پختہ وعدہ کیا اور اس صحیفے کو کعبہ شریف کے اندر لٹکا دیا اس تحریر کو منصور بن عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا ابن ہشام کہتے ہیں کہ نضر بن حارث نے لکھا تھا حضور ﷺ نے اس کے لیے دعاء ضرر کی اس کی انگلیاں شل ہوگئیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں قریش کے اس اقدام کے بعد بنو ہاشم حضرت ابو طالب بن عبدالمطلب کے پاس اکٹھے ہوئے اور شعب ابی طالب میں چلے گئے بنو ہاشم میں سے ابولہب نے اختلاف کیا وہ قریش کے ساتھ مل گیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے حسین بن عبداللہ نے بتایا ہے:

جب ابولہب اپنے خاندان کو چھوڑ کر قریش سے مل گیا اس کے بعد ہند بنت عتبہ بن ربیعہ سے اس کی ملاقات ہوئی ابولہب نے پوچھا اے بنت عتبہ کیا میں نے لات اور عزیٰ کی مدد کا حق ادا نہیں کر دیا؟ جنہوں نے لات وعزیٰ کو چھوڑا ہے میں نے اُن کو چھوڑ دیا ہے ہند نے کہا ہاں اے ابوعتبہ اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے۔

ابونعیم نے ''حلیہ'' میں حضرت سعد سے روایت کی ہے ہم وہ لوگ ہیں جنہیں مکہ میں تنگی اور شدت کا سامنا کرنا پڑا جب ہمیں (شعب ابی طالب) کی آزمائش سے دوچار ہونا پڑا تو ہم نے اسے قبول کر لیا صبر کرتے رہے اور اس سختی کے عادی ہوگئے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس دور میں یہ حالت بھی ہوئی کہ میں پیشاب کرنے کے لیے گیا جہاں میرا پیشاب گر رہا تھا میں نے وہاں ایک آواز سنی دیکھا تو وہ اونٹ کی کھال کا ایک ٹکڑا تھا میں نے اسے اٹھالیا اسے دھوکر جلایا اور دو پتھروں کے نیچے رکھ کر پیس لیا پھر پانی میں ملا کر تین دن تک پیتا رہا۔

یہ دور تین سال پر محیط تھا جس میں خرید وفروخت، رشتہ لینا اور دینا اکھٹے کھانا پینا سب موقوف تھا۔

سہیلی کہتے ہیں:

جب بھی باہر سے کوئی قافلہ مکہ شریف آتا حضور ﷺ کے صحابہ اپنے اہل وعیال کے لیے خوراک خریدنے کے لیے جاتے ابولہب کہتا اے تاجرو! محمد ﷺ کے صحابہ سے کئی گنا زیادہ قیمت مانگو تا کہ یہ کوئی چیز نہ خرید سکیں تم جانتے ہو کہ میں بہت مال دار ہوں اور بات کا پکا ہوں اگر تمہارا سودا نہ بک سکا تو منہ مانگی قیمت دے کر میں خرید لوں گا وہ تاجر بھی زیادہ قیمت مانگتے اس طرح صحابہ اپنے بھوک سے چلاتے بچوں کے پاس خالی ہاتھ لوٹ کر واپس آجاتے تاجر ابولہب کے پاس جاتے خوراک ولباس اسے بیچ کر نفع کما لیتے۔

لگا تار تین سال اس طرح گزر گئے حضور ﷺ کے صحابہ اور بنی ہاشم کے دیگر غیر مسلم افراد خاندانی عصبیت کی بناء پر کڑھتے رہے حضور ﷺ انتہائی صبر سے ان دردناک مناظر کو دیکھتے رہے آپ کی عمر رسیدہ زوجہ حضرت خدیجہ اور آپ کے عمر رسیدہ چچا حضرت ابو طالب اور دیگر افراد اس کٹھن زندگی سے گزر رہے ہیں جور وجفا کے اس عہد میں آپ نے ایک لمحے کے لیے بھی تبلیغ حق سے رکنے کا نہیں سوچا ادھر قریش کی جانب سے کوئی امید کی کرن نہیں نظر آتی پورا جزیرۂ عرب قریش کے ہمدوش محمد عربی ﷺ کی مخالفت پر تلا ہوا ہے لیکن حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء پوری قوت کے ساتھ بغیر کسی کمزوری کے ڈٹے ہوئے ہیں۔

اگر اللہ پر پختہ ایمان اس کے وعدے پر ناقابل زوال یقین اور غیر معمولی تعلق باللہ نہ ہو تو اس طرح کی جرأت کا اظہار ممکن نہیں یہ انبیاء کی صفات ہیں اور سچی رسالت کے سوا ان کی کوئی اور وجہ نہیں نظر آتی۔

و۔ آپ ﷺ کے قتل کا منصوبہ

ابن اسحاق کا قول ہے:

جب قریش کو یقین ہو گیا کہ ابو طالب حضور ﷺ کو نہ تو تنہا چھوڑیں گے نہ انہیں ہمارے حوالے کریں گے خواہ قریش سے انہیں دشمنی کیوں نہ کرنا پڑے قریش ولید بن مغیرہ کے لڑکے عمارہ کو لے کر آپ کے پاس آئے عمارہ خوبصورت اور رعنا جوانی کا مالک عقلمند نوجوان تھا۔

قریش کہنے لگے اس نوجوان کو اپنا بیٹا بنالو اس کی عقل اور جسمانی قوت سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنا وہ بھتیجا جس نے تیرے اور تیرے آباؤ اجداد کے دین کی مخالفت کی ہے تیری قوم کی جمعیت کو خاک میں ملا دیا ہے اور قوم کے عقلمندوں کو نادان کہا ہے اس کو ہمارے حوالے کردو تا کہ ہم اسے قتل کردیں

آدمی کے بدلے آدمی لے لو آپ نے فرمایا بخدا! تم بہت بُرا سودا کر رہے ہو تم اپنا بیٹا مجھے دیتے ہو کہ میں اس کی پرورش کروں اور میں اپنا بیٹا تمہیں دے دوں تا کہ تم اسے قتل کر دو۔ اللہ کی قسم ایسا کبھی نہیں ہوگا یہ سن کر مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف بن قصیٰ نے کہا ابو طالب قسم ہے تیری قوم نے تیرے ساتھ انصاف کیا ہے اور تجھے اس ناگوار بوجھ سے نجات دلانے کی پوری کوشش کی ہے لیکن تم اس شرط کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہو حضرت ابو طالب نے فرمایا بخدا! انہوں نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا لیکن تو نے (یہ بات کر کے) میرے بکھرے ہوئے شیرازے اور میری قوت کو جمع کر دیا ہے اب جو تمہاری مرضی ہے کر واس سے معاملہ سخت ہو گیا جنگ کی ابتداء ہو گئی اور قوم ادھر ادھر ہو گئی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں:

جب رسول اللہ ﷺ وہاں سے اٹھے ابو جہل نے کہا اے گروہ قریش بے شک محمد (فداہ ابی وامی) نے ہمارے خداؤں کو بُرا بھلا کہنا، ہمارے آباواجداد کو گالیاں دینا، ہمارے دانشوروں کو بے وقوف کہنا نہیں چھوڑا میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ کل میں اس کے راستے میں اتنا بڑا پتھر لے کر بیٹھوں گا جتنا میں اٹھا سکتا ہوں جب یہ سجدے میں جائیں گے میں ان کا سر کچل کر رکھ دوں گا بعد میں چاہے تم میری حفاظت کرو یا مجھے ان کے حوالے کر دو پھر بنو عبد مناف جو چاہیں کریں قریش نے کہا اللہ کی قسم ہم تمہیں کسی کے حوالے نہیں کریں گے تم جو چاہتے ہو کرو۔

حضرت عمر کے اسلام لانے کا واقعہ ابن اسحاق اپنی زبانی بیان کرتے ہیں:

عمر کی بہن فاطمہ بنت خطاب سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کے نکاح میں تھیں فاطمہ اور اس کے شوہر نے اسلام قبول کر لیا لیکن عمر سے اپنا اسلام چھپائے رکھا بنی عدی میں سے ایک اور شخص نعیم بن عبداللہ النحام نے بھی اسلام قبول کر لیا لیکن قوم کے ڈر کی وجہ سے اظہار نہ کیا۔

حضرت خباب بن ارت کبھی کبھی حضرت فاطمہ کو قرآن سکھانے کے لے آتے تھے ایک دن عمر اپنے گھر سے تلوار سونت کر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے چند ساتھیوں کو شہید کرنے کے ارادہ سے گھر سے نکلے حضور ﷺ کے صحابہ کی تعداد تقریباً چالیس تھی جن میں عورتیں اور مرد دونوں تھے حضرت حمزہ حضور ﷺ کے چچا، حضرت ابو بکر صدیق اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سب حضور کے پاس موجود تھے یہ لوگ حبشہ نہیں گئے تھے اس حالت میں عمر کی ملاقات نعیم بن عبداللہ سے ہو گئی انہوں نے پوچھا اے عمر! کہاں کا ارادہ ہے کہنے لگا اپنے آباء کے دین سے پھرنے والے محمد ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ ہے جس نے قریش کا شیرازہ بکھیر دیا ہے ان کے عقلمندوں کو نادان قرار دیتا ہے اور قریش کے دین اور خداؤں کو بُرا بھلا کہتا ہے۔

حضرت نعیم نے فرمایا اللہ کی قسم تیرا نفس تمہیں فریب دے رہا ہے کیا محمد ﷺ کے قتل ہو جانے کے بعد بنی عبد مناف تمہیں زندہ رہنے دیں گے پہلے گھر جا کر اپنے گھر کی اصلاح تو کرو عمر نے کہا کون؟ آپ نے فرمایا تمہارا بہنوئی سعید بن زید اور تمہاری بہن فاطمہ تو اسلام قبول کر کے محمد ﷺ کی غلامی اختیار کر چکے ہیں پہلے ان کی خبر لو وہاں سے عمر اپنے بہنوئی اور بہن کے ارادے سے گھر آیا (مصنف نے اس کے آگے قبول اسلام والا واقعہ ذکر نہیں کیا کیونکہ ان کا اصل مقصد صرف یہ بتانا تھا کہ کس طرح یہ عظیم لوگ اسلام کی طرف مائل ہو رہے تھے اور قریش کو ان کے اسلام سے کتنی تکلیف ہو رہی تھی۔ مترجم مختار احمد رومی)۔

حضور ﷺ کے قتل کے معاملہ میں قریش کا اجتماع اور ان کی باہمی آراء کے بارے میں ابن اسحاق لکھتے ہیں:

ان میں سے ایک نے کہا اس شخص کے بارے میں تم بخوبی جانتے ہو بخدا! اگر لوگ اس پر اس طرح ایمان لاتے رہے تو مجھے ڈر ہے کہ یہ شخص ہم پر چڑھ دوڑے گا اس کے بارے میں کوئی رائے قائم کر کے فیصلہ کرو، دوسرا بولا میرا خیال ہے کہ اسے لوہے میں جکڑ کر بند کر دیا جائے اور پھر زہیر اور نابغہ جیسے پرانے شعراء کی طرح اس کی موت کا انتظار کیا جائے یہ سن کر شیخ نجدی نے کہا نہیں واللہ نہیں یہ کوئی رائے نہیں اگر تم اسے قید کرو گے اس کی خبر اس کے ماننے والوں کو ہو جائے گی وہ اسے نکال بھی لیں گے اور تم پر شدت سے سخت ہاتھ ڈالیں گے کہ تمہارے ہوش ٹھکانے آ جائیں گے۔

ایک اور بولا اس نے کہا ہم محمد (فداہ امی وابی وروحی) کو اپنے ملک سے نکال دیتے ہیں جب وہ ہمارے وطن سے نکل جائیں گے پھر ہمیں پروا نہیں کہاں جاتے ہیں اور کہاں رہتے ہیں ہماری جان چھوٹ جائے گی اور ہم پہلے کی طرح زندگی گزارنا شروع کر دیں گے۔

شیخ نجدی نے کہا نہیں قسم سے نہیں یہ رائے بھی کوئی اچھی رائے نہیں کیا تم اس کی بات کی شیرینی، اس کے کلام کی مٹھاس اور دلوں پر اس کے غلبے کی صلاحیت بھول گئے ہو قسم ہے اگر تم نے ایسا کیا تو مجھے خطرہ ہے کہ وہ عرب کے کسی محلے میں جائیں گے وہاں اپنے کلام کی لذت وحلاوت سے انہیں اپنا گرویدہ بنالیں گے پھر وہ تم پر حملہ کر کے تمہیں کچل ڈالیں گے پھر معاملہ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا جیسے ان کی مرضی ہوگی تمہارے ساتھ ایسا سلوک کریں گے کوئی اور رائے دو۔

ابوجہل نے کہا میرے پاس ایک رائے ہے میرا خیال ہے کہ ایسی رائے تمہیں پھر نہیں ملے گی قریش نے کہا ابوالحکم وہ کیا رائے ہے اس نے کہا:

میں تو کہتا ہوں ہم قریش کے ہر خاندان سے ایک توانا اور معزز نوجوان لیں پھر ہر ایک نوجوان کو

ایک تیز دھار تلوار دیں وہ تمام نوجوان آن واحد میں محمد ﷺ پر جھپٹ پڑیں اس طرح آپ کو قتل کر دیں تا کہ ہم سکھ کا سانس لیں اس طرح آپ کا خون تمام قبائل قریش میں تقسیم ہو جائے گا بنو عبد مناف تمام قبائل سے دشمنی نہیں کر سکیں گے لھذا وہ دیت لینے پر راضی ہو جائیں گے اور ہم بخوشی انہیں دیت دے دیں گے۔

شیخ نجدی نے کہا رائے تو بس یہی ہے اور کسی رائے کی ضرورت نہیں سب کا اسی بات پر اتفاق ہو گیا پھر تمام اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

یہ چند ایک نمونے ہیں قریش کی قراردادوں اور معاہدوں کے جو انہوں نے حضور ﷺ کے بارے میں طے کیئے۔

مکی دور انتہائی اعصاب شکن اور دھمکیوں سے بھرپور دور تھا اس عرصے میں امن مفقود تھا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس عہد میں بھی عمل تبلیغ ترک نہیں کیا لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے رہے وحی الہٰی اور حکم الہٰی کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے وگرنہ عرب کی تاریخ پہلے اس قسم کی مثالوں سے خالی ہے۔

ز۔ حضور ﷺ کو دعوت حق سے مایوس کرنے کے حربے

ابن اسحاق نے ربیعہ بن عباد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ میں اپنے باپ کے ساتھ جا رہا تھا میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ عرب قبائل کی قیام گاہوں پر تشریف لے جا رہے ہیں اور یوں فرماتے ہیں اے بنی فلاں مجھے اللہ نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اللہ کے مقابلہ میں جتنے بھی خدا بنا رکھے ہیں ان کو چھوڑ دو اور یہ بھی حکم دیتا ہوں کہ میرے اوپر ایمان لاؤ میری تصدیق کرو میری حفاظت کرو تا کہ میں اللہ کے پیغام کو واضح کر سکوں۔

آپ ﷺ کے پیچھے ایک سرخ چہرے والا بھینگا شخص عدن کا حلہ پہنے بالوں کی لٹیں لٹکائے پھر رہا تھا جب آپ اپنا وعظ ختم فرماتے تو وہ کہتا ہے اے بنی فلاں! یہ شخص چاہتا ہے کہ تم لات عزیٰ اور اپنے حلیف جنوں کے قبائل بنی مالک بن اقیش وغیرہ کو چھوڑ کر بدعت اور گمراہی اختیار کر لو خبردار اس کی بات نہ ماننا۔

راوی کہتے ہیں میں نے اپنے باپ سے پوچھا ابا جان یہ کون ہے؟ جو آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل رہا ہے اور آپ کی تردید بھی کر رہا ہے میرے باپ نے کہا یہ آپ ﷺ کا چچا عبد العزیٰ بن

عبدالمطلب ابولہب ہے یہ واقعہ ''منیٰ'' کا ہے اور راوی اس وقت عین جوانی کے عالم میں تھے۔

ابونعیم نے اپنی کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے:

حضور ﷺ حج کے زمانے میں قبائل عرب کے پاس تشریف لے جاتے سب کو دعوت اسلام دیتے کوئی بھی آپ کی دعوتِ حق قبول نہ کرتا آپ مجنۃ، عکاظ اور منیٰ میں قبائل کے ساتھ ملاقات کرتے آپ ہر سال ایسا کرتے یہاں تک کہ بعض نے آپ کو کہا کیا تم ابھی تک ہماری طرف سے مایوس نہیں ہوئے؟۔

آپ نے اسے نامساعد و ناسازگار حالات میں لگا تار تبلیغ کا عمل جاری رکھا جن سے گھبرا کر اکثر لوگ یا مایوس ہو جاتے ہیں یا بھاگ جاتے ہیں لیکن آپ نے ایسی کوئی بھی راہ اختیار نہیں کی اگر آپ اللہ کے سچے رسول نہ ہوتے اور اللہ پر ایمان اس کے وعدے کی تصدیق اور اس کی وعید کا خوف دامن گیر نہ ہوتا تو یہ جہد مسلسل بھی شاید نہ ہوتی۔

اس عنوان پر انہی امثلہ کو کافی سمجھتے ہوئے ہم آگے چلتے ہیں اور مسلسل جدوجہد اور تبلیغ کے حوالے سے کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں۔

دوسری قسم کی مثالیں

۱۔ لوگوں کو اکٹھا کر کے تبلیغ کرنا

امام احمد نے ابن عباس سے روایت کی ہے جب اللہ تعالیٰ نے ''**أنذر عشیرتک الاقربین**'' اپنے قبیلے کے قریبی لوگوں کو خطرات سے آگاہ کرو والی آیت نازل فرمائی حضور ﷺ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر آواز دی ''**یا صباحاہ**'' (یہ کلمہ لوگوں کو اکھٹا کرنے کے لیے اہل عرب کا شعار ہے (مترجم) لوگ آپ ﷺ کے پاس اکٹھے ہو گئے کوئی خود آ رہا ہے اور کوئی اپنا نائب بھیج رہا ہے (جب سب لوگ آ گئے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اے بنی عبدالمطلب، اے بنی فہر، اے بنی کعب! اگر میں تمہیں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے کیا تم میری بات مان لو گے تمام نے کہا ہاں مان لیں گے آپ نے فرمایا میں تمہیں ایک سخت عذاب کے خطرے سے آگاہ کر رہا ہوں اس پر ابولہب نے کہا تیرے لیئے ہلاکت ہو (نعوذ باللہ) کیا اس لیئے تو نے ہمیں بلایا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی ''**تبت یدا ابی لھب وتب**'' ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے۔

ب۔لوگوں کے اجتماعات میں جا کر انہیں پیغام حق کی تبلیغ کرنا

امام احمد نے بنی کنانہ کے ایک شخص کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو ذوالمجاز کے بازار میں دیکھا کہ آپ عوام الناس میں تشریف لے گئے ہیں اور آپ فرمار ہے ہیں ''قولو الا اله الّا اللّٰه تفلحوا'' لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دو کامیاب ہو جاؤ گے ابوجہل آپ پر مٹی پھینکتا اور کہتا یہ شخص تمہیں تمہارے دین کے بارے میں دھوکہ نہ دے کیونکہ یہ چاہتا ہے کہ تم اپنے خداؤں کو چھوڑ دو لات اور عزیٰ کو ترک کر دو لیکن رسول اللہ ﷺ اس بات کی طرف توجہ نہ فرماتے۔

امام احمد نے ربیعہ بن عبادہ جو بنی دیل میں سے تھے اور جاہلی (شاعر) تھے اور بعد میں اسلام قبول کر لیا یہ روایت انہیں سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں میں نے ذوالمجاز کے بازار میں حضور ﷺ کو دیکھا آپ فرمارہے ہیں ''قولو الا اله الّا اللّٰه تفلحوا'' یہ لوگ آپ کے اردگرد اکھٹے ہیں آپ کے پیچھے ایک شخص ہے جس کا چہرہ انگارے کی طرح دمک رہا ہے آنکھ سے بھینگا ہے گلے میں بالوں کی دولٹیں ہیں وہ کہہ رہا تھا یہ شخص ہمارے دین سے پھر گیا ہے (نعوذ باللہ) یہ شخص جھوٹا ہے آپ ﷺ جہاں بھی جاتے وہ آپ کے پیچھے ہی رہتا میں نے پوچھا یہ شخص کون ہے لوگوں نے بتایا یہ آپ کا چچا ابولہب ہے۔

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ابوزرعۃ ،بغوی، ابن ابی عاصم اور طبرانی نے حارث بن حارث غامدی سے روایت بیان کی ہے کہتے ہیں،ہم باپ بیٹا منیٰ میں تھے میں نے اپنے باپ سے پوچھا یہ جماعت کیسی ہے اس نے کہا یہ لوگ ایک صابی (پرانے دین کو چھوڑنے والے) کے گرد اکھٹے ہیں راوی کہتا ہے میں نے نیچے جھانک کر دیکھا تو حضور ﷺ لوگوں کو اللہ کی توحید کی طرف بلارہے تھے اور لوگ آپ کی بات کا انکار کر رہے تھے۔

طبرانی نے یہ روایت مدرک سے لی ہے راوی کہتے ہیں میں نے اپنے باپ کے ساتھ حج کیا جب ہم منیٰ پہنچے تو ایک جماعت دیکھی میں نے اپنے باپ سے پوچھا یہ جماعت کیسی ہے؟ باپ نے کہا یہ شخص ''صابی'' ہو گیا ہے میں نے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ فرمارہے تھے اے لوگو! لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہو دونوں جہانوں میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

ابن اسحاق نے بروایت زہری بیان کیا ہے حضور ﷺ بنی کندہ کی قیامگاہوں میں تشریف لے گئے اسی جگہ ان کا سردار تھا جس کا نام ملیح تھا آپ ﷺ نے اسے اللہ کی طرف بلایا (اور کفار سے دفاع کے لئے) خود کو ان کے سامنے پیش کیا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔

محمد بن عبدالرحمٰن بن حصین سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ بنی کلب کے خیموں میں تشریف لے گئے آپ نے انہیں اللہ کی طرف بلایا اور اپنے آپ کو ان پر پیش کیا بنی کلب کو بنی عبداللہ بھی کہا جاتا ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کے نام (عبداللہ) کو بڑا اچھا بنایا ہے (لھٰذا اسلام قبول کرلو) لیکن انہوں نے انکار کردیا۔

''البدایۃ'' میں عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت ہے:

حضور ﷺ بنی حنیفہ کی قیامگاہوں میں تشریف لے گئے انہیں توحید کی طرف بلایا خود کو ان پر پیش کیا (کفار سے میرا دفاع کرو) لیکن انہوں نے تمام قبائل سے بڑھ کر بے ہودگی کا مظاہرہ کیا۔

ابن اسحاق نے زہری سے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ بنی عامر بن صعصعہ کے پاس تشریف لے گئے انہیں بھی حق کی طرف بلایا خود کو ان پر پیش کیا ان میں سے بحیرہ بن فراس نامی شخص نے کہا بخدا! اگر میں اس نوجوان قریشی کو اپنے قابو میں کرلوں تو اس کے ذریعے میں سارے عرب پر حکومت کرسکتا ہوں۔

پھر اس نے کہا اگر ہم آپ کی بیعت کرلیں اور آپ کو مخالفین پر غلبہ حاصل ہو جائے تو کیا آپ کے بعد حکومت ہمیں مل جائے گی؟۔

آپ نے فرمایا یہ معاملہ اللہ کے سپرد ہے جسے چاہے عطا فرمائے اس نے کہا آپ کے لیے گردنیں ہم کٹائیں اور جب آپ کو غلبہ نصیب ہو تو حکومت کسی اور کو ملے ہمیں ایسے دین کی ضرورت نہیں۔

جب یہ لوگ واپس گئے اور اپنے بوڑھے سردار کو ملے جو اپنے بڑھاپے کی وجہ سے حج پر نہیں آسکا تھا جب یہ لوگ واپس جاتے تو اس سال حج کے موقعہ پر جو بھی نئی بات ہوتی اسے بتادیتے اس سال اس نے پوچھا کیا کوئی نئی بات ہے؟۔

انہوں نے کہا ہمارے پاس ایک قریشی نوجوان آیا تھا جو عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہے اس کا دعویٰ تھا کہ وہ نبی ہے اس نے ہمیں کہا میرا دفاع کرو میرے ساتھ مل کر جہاد کرو اور مجھے اپنے ساتھ اپنے وطن لے چلو یہ سن کر بوڑھے سردار نے اپنے دونوں ہاتھ سر پر رکھے اور کہا اے بنی عامر! کیا اس نقصان کی تلافی ممکن ہے؟۔

قسم بخدا! اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی نے بھی نبوت کا جھوٹا دعویٰ نہیں کیا بیشک اس کی دعوت حق ہے اس وقت تمہاری عقل کہاں تھی۔

حافظ ابونعیم نے حضرت عباس سے روایت نقل کی ہے آپ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم دونوں بھائی میرا دفاع نہیں کرسکتے کیا کل آپ مجھے بازار کی طرف بھیج سکتے ہیں تاکہ مجمع عرب میں قبائل کو دعوت دے سکوں۔

حضرت عباس کہتے ہیں میں نے کہا یمن سے حج کرنے والوں میں سے بہترین قبیلہ ''کندہ'' ہے یہ قبیلہ بھی یہاں موجود ہے یہ بکر بن وائل کے خیمے ہیں یہ بنی عامر صعصعہ کی قیامگاہیں ہیں جسے آپ پسند کرتے ہیں اسی سے بسم اللہ کیجئے سو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''کندہ'' سے ابتداء کی آپ ان کے پاس گئے اور فرمایا یہ کون سے لوگ ہیں انہوں نے کہا ہم اہل یمن ہیں فرمایا کون یمنی؟ انہوں نے کہا قبیلہء کندہ آپ نے فرمایا کندہ کی کون سی شاخ انہوں نے کہا بنی عمرو بن معاویہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں ''خیر'' سے دلچسپی ہے انہوں نے کہا خیر سے آپ کی کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم گواہی دو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں نماز قائم کرو اور جو کچھ اللہ کی طرف سے آیا ہے اس پر ایمان لاؤ عبداللہ بن اجلح نے کہا مجھے میرے باپ نے اپنی قوم کے شیوخ سے روایت کی ہے کہ ''کندہ'' نے کہا اگر آپ کامیاب ہو گئے تو کیا اپنے بعد حکومت ہمیں عطا کریں گے؟ اس پر آپ نے فرمایا ملک اللہ کا ہے جسے چاہے عطا فرمائے انہوں نے کہا پھر ہمیں تمہارے دین کی ضرورت نہیں۔

کلبی کہتے ہیں انہوں نے کہا کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہمیں ہمارے خداؤں سے دور کردو اور ہم عرب کی مخالفت کرتے رہیں جاؤ اپنی قوم کے پاس ہمیں تمہاری کوئی ضرورت نہیں۔

ان سے ہٹ کر آپ بکر بن وائل کے پاس تشریف لائے اور پوچھا آپ لوگ کون ہیں؟ انہوں نے کہا بکر بن وائل آپ نے فرمایا بکر بن وائل کی کون سی شاخ انہوں نے کہا بنی قیس بن ثعلبہ آپ نے پوچھا تمہاری تعداد کتنی ہے انہوں نے کہا پانی کے قطروں کی طرح بے شمار آپ نے فرمایا تمہاری دفاعی قوت کیسی ہے؟ انہوں نے کہا اگر کوئی سوار ہمارے پڑوس میں آجائے تو ہم اسے اپنے پڑوس میں رہنے سے روکتے بھی نہیں اور نہ ہی اس کے مقابلے میں کسی دوسرے کو پناہ دیتے ہیں۔

آپ نے فرمایا اگر اللہ نے تمہیں زندہ رکھا اور تم ان کے گھروں تک پہنچ گئے اور ان کی عورتوں سے نکاح کرلیا، ان کے بچوں کو اپنا غلام بنالیا تو پھر اللہ کی رضا کے لیے تم تینتیس (33) مرتبہ سبحان اللہ (33) مرتبہ الحمدللہ (34) مرتبہ اللہ اکبر کا ورد کیا کرو گے انہوں نے کہا آپ کون ہیں؟

آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں یہ کہہ کر آپ چل دیئے کلبی کہتے ہیں پیچھے سے ابولہب آیا کہنے لگا لوگو! اس کی بات نہ ماننا انہوں نے پوچھا تم اس شخص کو جانتے ہو اس نے کہا ہاں یہ ہم میں سے اعلیٰ خاندان میں سے ہے تم کس چیز کے بارے میں پوچھ رہے ہو انہوں نے کہا جو یہ دعوت دے گیا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اس نے کہا اس کی بات کی طرف دھیان نہ دینا کیونکہ وہ تو مجنون ہے (نعوذ باللہ) انہوں نے کہا جب اس نے سوار کا پوچھا ہے تو ہمیں بھی ایسا ہی محسوس ہوا ہے (یعنی دفاعی قوت کے بارے میں جو پوچھا ہے۔ مترجم)۔

ج۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تبلیغ کے لیے سفر کرنا

طبرانی نے حضرت عبداللہ بن جعفر سے خبر دی ہے کہتے ہیں جب ابو طالب کی وفات ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف کی جانب پیدل چل کر تشریف لے گئے انہوں نے دعوتِ اسلام قبول نہ کی واپسی پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک درخت کے سائے میں دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ کی بارگاہ میں یوں عرض کیا:

اے میرے اللہ میں لوگوں کے مقابلے میں اپنی ناتوانی کا اظہار فقط تیری بارگاہ میں کرتا ہوں ''یاارحم الرحمین'' تو ہی سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے میرے اللہ تو مجھے کس کے حوالے کرنے والا ہے۔

ترش روئی کرنے والے دشمن کے حوالے یا اس قریبی شخص کے حوالے تو نے میرے معاملے کا مالک بنایا ہے اگر تو مجھ پر ناراض نہیں تو مجھے (ان تکالیف کی) کوئی پرواہ نہیں پھر بھی تیری عافیت میرے لیے وسیع ترین ہو۔

میں پناہ مانگتا ہوں تیرے چہرے کے طفیل جس کی وجہ سے اندھیرے روشنی میں بدل جاتے ہیں اور دنیا وآخرت کے کام سنور جاتے ہیں (میں پناہ مانگتا ہوں کہ) تو نازل کرے اپنا غضب مجھ پر یا تو اتارے مجھ پر اپنی ناراضگی میں تیری رضا طلب کرتا رہوں گا یہاں تک کہ تو مجھ پر راضی ہو جائے اور اللہ کے سوا (میرے پاس) کوئی طاقت نہیں۔

د۔ مسلمانوں کو دوسروں تک پیغام اسلام پہنچانے کی ذمہ داری

ابو عاصم احنف بن قیس سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں حضرت عثمان کے زمانے میں میں کعبہ شریف کا طواف کر رہا تھا کہ بنولیث کے ایک شخص نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کیا تمہیں خوشخبری نہ سناؤں میں نے کہا ضرور اس نے کہا وہ وقت یاد کرو جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تیری قوم کی طرف تبلیغ کرنے کے لیے بھیجا تھا میں نے انہیں اسلام کی دعوت دینا شروع کر دی تو نے مجھے کہا تھا تم بھلائی کی دعوت دیتے ہو اور اس کا حکم دیتے ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی خیر کی طرف بلاتے ہیں یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا یا اللہ احنف کو بخش دے۔

دارِ قطنی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں ایک سریہ میں بھیجنا چاہتا ہوں تیاری کر لو ابن عوف اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دومۃ الجندل پہنچ گئے تین دن انہیں اسلام کی دعوت دی تیسرے دن ان کے سرکردہ نصرانی اصبغ بن عمرو کلبی نے اسلام قبول کر لیا حضرت عبدالرحمٰن نے جہینہ کے ایک آدمی رافع بن مکیث کے ہاتھ سارے واقع

کی اطلاع لکھ بھیجی حضور ﷺ نے واپسی لکھا کہ اصبغ کی بیٹی سے شادی کرلو اس لڑکی کا نام تماضر تھا ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اسی کے بطن سے پیدا ہوئے۔

ابن اسحاق نے محمد بن عبدالرحمٰن تمیمی سے روایت کی ہے حضور ﷺ نے عمرو بن عاص کو قبیلہ بنو بلی کی طرف بھیجا کہ انہیں اسلام کی طرف مائل کریں کیونکہ عاص بن وائل کی ماں (عمرو کی دادی) اسی قبیلے سے تھی تا کہ اس رشتہ کی وجہ سے ان کی تالیف قلب ہو جائے۔

بیہقی نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کو اہل یمن کی طرف بھیجا حضرت براء کا بیان ہے میں بھی حضرت خالد کے ساتھ تھا ہم چھ مہینے وہاں رہے اور انہیں اسلام کی طرف بلاتے رہے لیکن انہوں نے کوئی (مثبت) جواب نہ دیا پھر حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور فرمایا خالد واپس آ جائیں اور حضرت خالد کے ساتھیوں میں سے ایک شخص حضرت علی کے ساتھ رہے۔

حضرت براء حضرت علی کے ساتھ رہے جب ہم ان کے قریب پہنچے وہ بھی باہر نکل آئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر ایک صف میں اکٹھا کر کے حضور ﷺ کا نامہ مبارک پڑھ کر سنایا قبیلہء ہمدان نے اسلام قبول کرلیا حضرت علی نے ان کے اسلام کی اطلاح سرکار کی طرف لکھ بھیجی جب سرکار ﷺ نے ان کے اسلام کی خبر پڑھی حضور سجدہ میں چلے گئے اور فرمایا ''السلام علی همدان السلام علی همدان'' ہمدان پر سلامتی ہو۔

ھ۔ جاننے والے کو نہ جاننے والے تک پیغام اسلام پہنچانے کی تاکید

ابونعیم نے ''حلیہ'' میں عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے جب انصار نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے دعوت اسلام سنی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اسلام کے لیے کھول دیا انہوں نے آپ کی تصدیق کی آپ کی ذات پر ایمان لائے انہوں نے آئندہ سال حج کے موقع پر دوبارہ ملنے کا وعدہ کیا اپنے شہر واپس آنے کے بعد انہوں نے پیغام بھیجا کہ یارسول اللہ ﷺ اپنی طرف سے کوئی مبلغ بھیجیں تا کہ وہ لوگوں کو کتاب اللہ کی طرف دعوت دے۔

حضور ﷺ نے بنی عبدالدار کے ایک فرد حضرت مصعب بن عمیر کو بھیجا حضرت مصعب بنی غنم کے سردار اسعد بن زرارہ کے ہاں فروکش ہوئے انہیں قرآن اور اسلام کی تعلیم دیتے رہے سعد بن معاذ کے پاس بھی آپ کا قیام رہا حضرت مصعب کی دعوت سے اللہ تعالیٰ نے انصار کو اسلام کی دولت عطا فرمائی یہاں تک کہ انصار کے ہر گھر میں کسی نہ کسی نے اسلام قبول کرلیا۔

انصار کے سرداروں نے اسلام قبول کرلیا عمرو بن جموح مسلمان ہو گئے انہوں نے اپنے بت توڑ دیئے حضرت مصعب کو مُقری (قرآن پڑھانے والا) کہا جاتا تھا اپنا مقصد سرانجام دینے کے بعد آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں واپس لوٹ آئے۔

طبرانی نے ''الکبیر'' میں بکیر بن معروف سے انہوں نے علقمہ سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث بیان کی ہے:

کیا حال ہوگا ان لوگوں کا جو اپنے پڑوسیوں کو نہ مسائل سکھاتے ہیں نہ انہیں تعلیم دیتے ہیں نہ انہیں نصیحت کرتے ہیں نہ انہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور نہ برائی سے منع کرتے ہیں اور کیا حال ہوگا ان لوگوں کا جو اپنے پڑوسیوں سے نہ دین کے مسائل سیکھتے ہیں نہ ان سے تعلیم حاصل کرتے ہیں نہ نصیحت حاصل کرتے ہیں بخدا! یا تو لوگ اپنے پڑوسیوں کو تعلیم دیں گے انہیں مسائل سکھائیں گے انہیں نصیحت کریں گے انہیں نیکی کا حکم اور برائی سے منع کریں گے اور لوگ اپنے پڑوسیوں سے سیکھیں گے نصیحت حاصل کریں گے یا اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں ہی سزا دے گا۔

پھر آپ نے فرمایا یہ کون سے لوگ میں دیکھ رہا ہوں بتایا گیا کہ یہ قبیلہء اشعر کے لوگ ہیں یہ خود تو مسائل سے آگاہ ہیں لیکن ان کے پڑوسی علم سے نابلد ہیں وہ لوگ سرکار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے ایک قوم کا ذکر بھلائی کے ساتھ کیا ہے اور ہمارا ذکر اس کے برعکس کیا ہے کیا وجہ ہے؟ سرکار نے فرمایا تمام لوگ اپنے پڑوسیوں کو تعلیم دیں گے انہیں وعظ کریں گے انہیں نیکی کا حکم اور برائی سے منع کریں گے اور لوگ اپنے پڑوسیوں سے تعلیم حاصل کریں گے نصیحت حاصل کریں گے ان سے مسائل کا علم سیکھیں گے یا اللہ تعالیٰ دنیا میں ہی انہیں فوراً عذاب دے گا انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم دوسروں کو نصیحت کریں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا پہلا بیان دہرایا انہوں نے پھر پوچھا آپ نے پھر وہی جواب دیا انہوں نے عرض کیا ہمیں ایک سال کی مہلت دیں پھر آپ نے انہیں ایک سال کی مہلت دی تاکہ وہ اپنے ہمسایوں کو مسائل کا علم سکھائیں انہیں تعلیم دیں اور انہیں نصیحت کریں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

''پھٹکار پڑی ان لوگوں پر جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں سے داؤد علیہ السلام اور عیسی بن مریم (علیہ السلام) کی زبان سے یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ لوگ حد سے تجاوز کرتے تھے اور وہ نہیں روکتے تھے اس بُرائی سے جو وہ کرتے تھے''۔

و۔ امراء وملوک کو تبلیغ کے لیے خطوط اور قاصد روانہ کرنا

بیہقی نے ابن اسحاق سے روایت کی ہے:

حضور ﷺ نے جعفر بن ابو طالب اور ان کے ساتھیوں کی معیت میں عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی کی طرف نامہ مبارک دے کر بھیجا نامہ مبارک کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی طرف تجھ پر سلامتی ہو خداوند قدوس جو مؤمن اور مہیمن ہے اس کی تعریف کرتا ہوں اور میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی (جانب سے) روح اور اس کا کلمہ تھے جس کو اللہ نے طاہرہ طیبہ پاکدامن دنیا سے کنارہ کش ہونے والی بندی مریم کی طرف القاء کیا اس (نیک بندی) نے آپ کو اپنے (بطن میں) اٹھائے رکھا پس اللہ نے اپنی جانب سے روح اور پھونک سے آپ کو پیدا فرمایا جس طرح آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت اور پھونک سے پیدا فرمایا تھا۔

میں تمہیں اللہ وحدہ لاشریک کی طرف اور اس کی اطاعت کی طرف بلاتا ہوں اور اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تو میری اتباع کرے میرے اوپر ایمان لائے اور جو کچھ میں لایا ہوں اس پر بھی کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں میں نے تمہارے پاس اپنے چچازاد بھائی جعفر کو مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ بھیجا ہے جب وہ تمہارے پاس پہنچیں ان کی میزبانی کرنا جبر نہ کرنا میں تمہیں اور تمہارے سپاہیوں کو اللہ کی جانب بلاتا ہوں میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور تمہیں نصیحت کر دی پس تم سب میری نصیحت قبول کرلو سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

بخاری نے ابن عباس سے ابوسفیان کی ہرقل کے ساتھ گفتگو والی حدیث ذکر کی ہے جس میں حضور ﷺ کے نامہ مبارک کا ذکر بھی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے بندے اور رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے روم کے بادشاہ ہرقل کی طرف۔

سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

اما بعد! میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام قبول کرلو سلامتی پا جاؤ گے اللہ تعالیٰ تمہیں دہرا اجر عطا کرے گا اور اگر تم نے روگردانی کی تو تمہارے اوپر دہرا گناہ ہوگا۔ اور اے اہل کتاب آ جاؤ اس کلمہ کی طرف جو تمہارے اور ہمارے درمیان برابر ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں اور نہ ہی ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب بنائے اور اگر وہ روگردانی کریں تو (اے مسلمانوں!) تم کہو گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں۔

ابن جریر نے ابن اسحاق کے مطابق کسریٰ کی جانب نامہ مبارک کا یوں ذکر کیا ہے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے فارس کے بادشاہ کسریٰ کے نام۔

سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور جو اللہ پر ایمان لایا اور جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لاشریک ہے اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں میں تمہیں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں کیونکہ میں تمام انسانیت کی طرف اللہ کا رسول ہوں تاکہ ہر زندہ شخص کو جہنم کے عذاب سے آگاہ کروں اور کافروں پر بات کو سچ ثابت کروں اگر تو نے اسلام قبول کر لیا سلامتی تمہارا مقدر ہوگی اور اگر تو نے انکار کیا تو مجوسیوں کا گناہ بھی تمہارے سر ہوگا۔

بیہقی نے نجران کی جانب سرکار کے نامہ مبارک کا یوں ذکر کیا ہے۔

ابراہیم، اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) کے معبود کے نام سے اللہ کے نبی اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے نجران کے اسقف اور اہل نجران کے نام۔

تم سلامت رہو میں تمہارے سامنے ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے معبود اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں۔

اما بعد! میں تمہیں بندوں کی عبادت کی بجائے اللہ کی عبادت کی طرف بلاتا ہوں اور بندوں کی حکومت کی بجائے اللہ کی حکومت کی طرف بلاتا ہوں اگر تم انکار کرو تو پھر جزیہ اور اگر جزیہ کا بھی انکار کرو تو پھر جنگ۔ والسلام۔

ان کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقوقس (شاہِ مصر) یمامہ کے بادشاہ، بحرین کے بادشاہ منذر بن ساوی، حارث بن ابی شمر غسانی، حارث بن عبد کلال حمیری اور عمان کے حکمرانوں جلندی کے دونوں فرزندوں کے نام دعوتی خطوط مباک ارسال فرمائے۔

تبلیغ اسلام کے یہ وہ عملی نمونے ہیں جو حیات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عکس جمیل ہیں موضوع کی مناسبت تو ایک بہت بڑی ضخیم جلد کا تقاضا کرتی ہے کیونکہ اعلان نبوت کے بعد (23) سال کے عرصہ میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لمحہ بھی آرام نہیں کیا انفرادی دعوت، اجتماعی خطابات، سفر وحضر میں بذاتِ خود اور اپنے صحابہ کے ذریعے تبلیغ اسلام کا کوئی ایک موقع بھی آپ نے ضائع نہیں ہونے دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت پر لازم کر دیا کہ میری طرف سے میرا پیغام تمام کائنات کے انسانوں تک پہنچانا تمہاری ذمہ داری ہے (آپ کی امت نے یہ ذمہ داری یوں پوری کی ہے کہ) اب ہر شخص تک اسلام کا پیغام پہنچ چکا ہے۔

اس مبارک جدوجہد کا نتیجہ یہ نکلا کہ پورا جزیرۂ عرب آپ کی حیاتِ ظاہری میں حلقہ بگوشِ اسلام ہو

چکا تھا اور قرب وجوار کی بڑی بڑی سلطنتوں تک پیغام امن ومحبت کی خوشبو پھیل گئی تھی خلفاء راشدین کا زمانہ بھی گزرنے نہیں پایا تھا کہ اس وقت کی آباد دنیا تک دعوت قرآن وسنت کا چرچا ہو چکا تھا ہر مسلم وغیر مسلم پر حجت قائم ہو چکی تھی جس نے بھی کفر کیا اپنے ذاتی حسد کی وجہ سے کفر پر ڈٹا رہا۔

تبلیغ دین کا یہ بے مثال جذبہ اس وقت تک نہیں پیدا ہو سکتا جب تک اپنی دعوت کی سچائی پر کامل یقین نہ ہو اور یہی جذبہ اپنے غلاموں میں پیدا کرنا اور ان میں یہ احساس بیدار کرنا کہ فریضہء دعوت میں کوتاہی پر اللہ کی بارگاہ میں جواب دہ ہونا پڑے گا اعلیٰ درجے کے صدق اور احساسِ فرض کا نتیجہ ہے۔

تاریخ عالم کوئی ایک بھی ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے کہ کسی داعی کی دعوت کو اس کی زندگی میں یوں پذیرائی حاصل ہوئی ہو جتنا فروغ دعوتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو حاصل ہوا ہے آپ کی مبارک زندگی میں ہزاروں صحابہ کرام نے قرآن پاک یاد کرلیا آپ کی احادیث اور تعلیمات سیرت صحابہ کرام کو از بر ہوگئیں پھر آنے والی نسلوں کے لیے تعلیمات نبوی کی نصوص کو یاد کرلیا گیا کیونکہ آپ کی امت میں سے ہر نسل دوسری نسل تک آپ کا پیغام پہنچانے کی ذمہ دار ہے اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو عنداللہ سخت محاسبہ ہوگا فریضہء رسالت کو بحسن خوبی انجام دینے کا نتیجہ یہ ہے کہ شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو جسے دعوتِ رسول اللہ ﷺ نہ پہنچی ہو آپ کی نگاہوں کے سامنے ہے کہ پوری دنیا میں اللہ کی دعوت کے داعی طریقہء سنت نبوی پر گامزن ہو کر یہ فریضہء انجام دے رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے تبلیغ رسالت کا حق ادا کر دیا ہے آپ کی مبارک زندگی کا ہر لمحہ ایمان ویقین کی خیرات تقسیم کر رہا ہے اگر آپ دعویٰ رسالتِ حق میں سچے نہ ہوتے تو پاکیزہ نتائج کی ٹھنڈک یوں دلوں کو مسرور نہ کرتی۔

رسالت کے لیے چوتھی صفت ''عقل عظیم'' آیئے دیکھتے ہیں کہ اس صفت کا مکمل ظہور کس ذات میں ہوا۔

حضور ﷺ اور آپ کی عظیم بصیرت وعقل کا بیان

۱۔ رسولانِ گرامی (علیہم السلام) کے لیے چوتھی صفت ذہانت وفطانت اور عقل ہے تبلیغ حق کے لئے اس صفت کا ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ عمل تبلیغ کے دوران ایک رسول کو مخالفین کی تنقید اور اعتراضات کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے کبھی کبھی اپنے ماننے والوں کی تسلی کے لیے کچھ امور کی وضاحت کرنی پڑتی ہے کچھ شکی مزاج لوگوں کے شکوک دور کرنا ضروری ہوتے ہیں لہٰذا زکاوت وقوت بیان کا ہونا ضروری ہے تاکہ دوسروں پر حجت قائم کر کے انہیں مرعوب کردیا جائے کیونکہ جب تک ان پر حجت

نہ قائم کی جائے ان پر غلبہ ممکن نہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ

"(اللہ کے) بھیجے ہوئے خوشخبری سنانے والے اور (خطرات سے) ڈرانے والے تاکہ نہ رہے لوگوں کے لیے اللہ پر حجت"۔ (النساء:165)

یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب رسول کی دعوت بالکل حق ہو کیونکہ باطل کی حجت غیر واضح اور خام ہوتی ہے حجت کی وضاحت، پختگی اور سچائی کے لیے حجت پیش کرنے والے کے لیے عقل سلیم کا ہونا ضروری ہے کیونکہ بہت سارے سچے دعوے عقل نہ ہونے کی وجہ سے پروان نہ چڑھ سکے عقل عظیم کے ساتھ ساتھ فصاحت وبلاغت اور قوت بیان کا ہونا بھی لازمی ہے کیونکہ مناسب الفاظ اور متعین طریقہء اظہار سامعین پر مثبت اثرات چھوڑتا ہے پس رسول کے لیے سب سے زیادہ علم، سب سے زیادہ ذہانت اور سب سے زیادہ فصاحت کا ہونا بھی ضروری ہے۔

نیز عوام الناس بھی علم وفن اور شعبے کے اعتبار سے مختلف خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں کچھ لوگوں کا تعلق دین سے ہوتا ہے کچھ سیاست دان کچھ ماہرین معاشیات کچھ طبیب اور دانشور ہوتے ہیں ان میں سے ہر شخص پر حجت قائم کرنا اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کے رسول کے پاس ان تمام اقسام کا علم ہو۔ تاکہ جس شعبے کا شخص اعتراض یا سوال کرے اللہ کا رسول اس کی تسلی اور تشفی کر سکے۔

لوگوں کی ذہنی صلاحیتیں بھی مختلف ہوتی ہیں پس رسول کے لیے لازم ہے کہ وہ ہر عقل والے پر غالب اور حاوی ہو۔ اگر ایسا نہیں ہوگا تو دلیل کا قیام ناممکن ہو جائے گا ان تمام امور کے لیے اظہار بیان کی قوت اور عظیم فصاحت کا ہونا ضروری ہے اسی لیے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ سے یہ التجاء کی تھی۔

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿٢٥﴾ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ ﴿٢٦﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿٢٧﴾ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿٢٨﴾ (طٰہٰ)

"اے میرے رب میرا سینہ کھول دے میرا معاملہ آسان فرمادے اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ میری بات سمجھ سکیں"۔

المختصر باقی شرائط کے ساتھ ساتھ اللہ کے رسول کے لیے اتنا ذہین وفطین ہونا ضروری ہے کہ ذہانت وفطانت کے اعتبار سے بھی انسانی عقل اسے حق کا سچا رسول تسلیم کرلے۔

(۱) وہ حق جس میں کسی جانب سے بھی باطل دخل اندازی نہ کر سکے۔

(۲) حجت کاملہ اور ٹھوس دلیل

(۳) پیشکش کا باوقار انداز

(۴) مدِ مقابل کو یوں عاجز کر دینا کہ رسول کی متابعت کے سوا اسے کوئی چارہ نظر نہ آئے۔

یہ تمام صفات دعوتِ الٰہی کے پرچار کے لیے ضروری ہیں ان کے ساتھ ایسا علم جو ہر ایک پہ حاوی ہو اور ایک ایسا رسول جسے اللہ تعالیٰ خود اپنے کلام کی دعوت کے لیے منتخب فرمائے۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِىْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ (الحج:75)

''اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے اپنے رسول اور انسانوں میں سے (بھی)''۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (الانعام:124)

''اللہ سب سے بہتر جانتا ہے کہاں اس نے اپنی رسالت رکھی ہے''۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات میں جب ان صلاحیتوں کا جائزہ لیا جاتا ہے تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان تمام صفات میں کمالات کے آخری درجے پر فائز ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زبان و کلام اور اظہار و ادا کے اعتبار سے تمام انسانیت سے زیادہ فصیح و بلیغ ہیں۔

اقامتِ حجت کے اعتبار سے کوئی ایک انسان بھی ایسا نہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرح ہر شخص کے مبلغ علم اور زاویہ فکر و نگاہ کے مطابق حجت قائم کر سکے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دین، عقیدہ، عبادت، تصوف اور طرز حیات کے ہر شعبہ میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور حکمت کے مطابق حجت قائم فرماتے ہیں۔ قرآن کریم اس کا گواہ ہے۔ قرآن نے ہر چیز تفصیل سے بیان کر دی ہے۔ قرآن نے ہر انسان پر اپنا غلبہ قائم کر لیا۔ قرآن و حدیث دونوں محفوظ ہیں اور قیامت تک آنے والی نسل پر واضح حجت ہیں۔

اس صفت کے اظہار کے لئے ہم چند مثالیں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں یہ وہ مثالیں ہیں جن میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے خطابات یا تحریر یا پرحکمت کلام کے ذریعے دوسروں پر حجت قائم فرمائی ہے۔

یہ مثالیں امر بالمعروف، نہی عن المنکر یا افعال خیر کے بارے میں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اعلیٰ درجے کا ملکہ عطا فرما کر تمام مخلوق سے زیادہ باکمال پیدا فرمایا ہے۔

(۱) عبد اللہ بن احمد اور ابو یعلی نے سعید بن ابی راشد سے روایت کی ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے ہرقل کے قاصد ''تنوخی'' کو حمص میں دیکھا میرا ایک پڑوسی تھا جو بالکل بوڑھا ہو چکا تھا میں نے بوڑھے سے کہا کیا تم مجھے یہ بتا سکتے ہو کہ کیسے ہرقل نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف پیغام بھیجا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کا کیا جواب دیا اس نے پوری حدیث ذکر کی جس کے چند جملے کچھ اس طرح ہیں۔

ہرقل کا قاصد کہتا ہے کہ میں ہرقل کا خط لے کر تبوک پہنچا وہاں حضور ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ پانی کے پاس تشریف فرما تھے۔ میں نے پوچھا این صاحبکم ؟ تمہارے آقا کہاں ہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ آپ ﷺ یہاں تشریف فرما ہیں میں جا کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا اپنی طرف سے خط پیش کیا آپ نے خط لے کر اپنی گود میں رکھ لیا۔ اور پوچھا تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا میں تنوخی ہوں آپ نے فرمایا کیا تم حضرت ابراہیم کی ملت حنفیہ میں دلچسپی رکھتے ہو۔ میں نے کہا میں اپنی قوم کا قاصد ہوں اور واپسی تک ان ہی کے دین پر رہنا چاہتا ہوں۔

آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ آپ نہیں ہدایت عطا کرتے لیکن جسے اللہ چاہتا ہے ہدایت عطا کرتا ہے اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔

پھر آپ نے اپنے بائیں طرف بیٹھے ہوئے شخص کو خط عطا فرمایا میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ جو خط پڑھ کر سنا رہا ہے۔ لوگوں نے کہا یہ حضرت معاویہ ہیں اس خط میں یہ لکھا تھا۔

وہ نبی مجھے ایسی جنت کی طرف بلا رہا ہے جس کی چوڑائی زمین و آسمان کے برابر ہے۔ وہ مومنوں کے لئے تیار کی گئی ہے (اگر جنت کی چوڑائی اتنی ہے تو پھر) آگ (دوزخ) کہاں ہے؟

اس پر حضور ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ جب دن ختم ہوتا ہے تو رات کہاں سے آتی ہے؟

اس حدیث کے میں بارے میں ہیثمی کہتے ہیں ابو یعلی اور عبد اللہ بن احمد کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

ابن خزیمہ نے عمران بن خالد بن طلیق بن محمد بن عمران بن حصین سے روایت کی ہے۔

وہ فرماتے ہیں مجھے میرے باپ نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے دادا سے یہ روایت بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ قریش حصین کی بہت عزت کرتے تھے وہ حصین کے پاس آئے اور کہا اس شخص (محمد ﷺ) سے بات کرو یہ ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتا ہے وہ تمام آئے اور آ کر حضور ﷺ کے دروازے کے قریب بیٹھ گئے۔ عمران اور اس کے دوست زیادہ تعداد میں تھے انہوں نے کہا ہمارے سردار کے لئے وسعت پیدا کرو۔ (عمران) حصین کا بیٹا اور مسلمان ہے۔ (مترجم)

حصین نے حضور ﷺ سے یہ کہا کہ آپ ﷺ کی طرف سے یہ خبریں مل رہی ہیں۔ آپ ہمارے خداؤں کو گالیاں دیتے ہیں۔ حالانکہ آپ ﷺ کا باپ تو بہت خوب تھا۔

سرکار ﷺ نے فرمایا تم کتنے خداؤں کی عبادت کرتے ہو؟ اس نے کہا زمین میں سات اور آسمان میں ایک خدا کی عبادت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو کس کو پکارتے ہو۔ اس نے کہا آسمان والے خدا کو۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب تمہارا مال ضائع ہو جائے تو کس کو پکارتے ہو؟ اس نے کہا آسمان والے خدا کو۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہی ایک تیری حاجتیں

پوری کرتا ہے۔اور تو دوسروں کو اس کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے۔کیا تو شکر کرنے میں اس سے راضی ہے یا تمہیں ڈر ہے کہ وہ تم پر غالب آجائے گا۔اس نے کہا ان دونوں میں سے ایک بھی نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا اے حصین مسلمان ہو جاؤ سلامتی پا جاؤ گے۔

اس نے کہا میں اپنے خاندان اور قوم سے کیا کہوں گا؟

آپ ﷺ نے فرمایا تم کہو اے اللہ میں تجھ سے اپنے معاملہ کی صفائی اور علم نافع میں زیادتی کا سوال کرتا ہوں۔

حصین نے یہ کلمات ادا کئے اور اسی مجلس میں مسلمان ہو گیا۔

(یہ دیکھ کر) عمران اٹھے اور اس کا سر پاؤں اور ہاتھ چوم لئے جب سرکار ﷺ نے دیکھا تو آپ ﷺ رو پڑے اور فرمایا میں عمران کے عمل سے رو پڑا ہوں۔جب حصین حالت کفر میں آیا تو عمران نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔لیکن جب اس نے اسلام قبول کر لیا تو اس کی خوب تعظیم کی۔ جس سے مجھ پر رقت طاری ہوگئی۔جب حصین نے جانے کا ارادہ کیا تو سرکار ﷺ نے صحابہ سے فرمایا اٹھو اور اپنے ساتھی کو الوداع کرو۔جب حضرت حصین دروازے سے باہر نکلے تو قریش نے کہا یہ بھی بے دین ہو گیا ہے۔یہ کہہ کر وہ ادھر ادھر بکھر گئے۔

امام احمد نے ابو تمیمہ ہجیمی سے انہوں نے اپنی قوم کے ایک آدمی سے روایت بیان کی ہے۔وہ شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ ایک شخص سرکار ﷺ کی بارگاہ میں آیا اس نے کہا آپ ﷺ اللہ کے رسول محمد ﷺ ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔اس نے پوچھا آپ کس کو پکارتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا اللہ وحدہ لاشریک کو جو تمہاری تکلیف دور کرتا ہے۔اور جب تجھے قحط سالی آجائے تو اسے پکارے تو تیرے لئے سبزہ اگاتا ہے۔اور جب تو چٹیل میدان میں گمراہ ہو جائے اور اسے پکارے تو تجھ پر تیری سواری اور سامان واپس لوٹا دے۔

اس شخص نے اسلام قبول کر لیا پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے وصیت کیجئے۔آپ ﷺ نے فرمایا کسی کو گالی نہ دینا وہ شخص کہتا ہے جب سے رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت کی میں نے کسی اونٹ یا بکری کو گالی نہ دی۔

امام احمد نے عدی بن حاتم کی یہ روایت ذکر کی ہے۔

عدی کا بیان ہے جب مجھے رسول اللہ ﷺ کے اعلان نبوت کا علم ہوا مجھے آپ ﷺ کے ظہور سے سخت نفرت ہو گئی۔یہاں تک کہ میں روم کے ایک علاقے میں چلا گیا۔ایک روایت میں ہے کہ میں

قیصر کے پاس چلا گیا۔ وہاں بھی میں نفرت سے پیچ وتاب کھاتا رہا۔ میں نے کہا میں اس شخص کے پاس جاؤ گا اگر یہ شخص جھوٹا ہوا تو مجھے تکلیف نہ پہنچا سکے گا اور اگر سچا ہوا تو مجھے علم ہو جائے گا۔ جب میں آپ کے پاس پہنچ گیا تو لوگوں نے کہا عدی بن حاتم۔ میں حضور کے قریب ہو گیا آپ ﷺ نے فرمایا عدی اسلام قبول کرلو۔ سلامتی پا جاؤ گے۔ آپ ﷺ نے تین دفعہ اس طرح فرمایا۔ میں نے کہا میں پہلے بھی اپنے دین پر ہی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہارے دین کو تم سے زیادہ اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں نے کہا آپ ﷺ مجھ سے زیادہ میرے دین کو جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں کیا تم رکوسیت پر قائم نہیں ہو؟ اور تم اپنی قوم کا مرباع کھاتے ہو۔

(رکوسیت نصاریٰ اور صائبین کے درمیانی عقائد واعمال کا مجموعہ)

(مرباع مال غنیمت کا چوتھا حصہ) میں نے کہا ہاں ایسا تو میں کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے دین میں بھی ایسا کرنا جائز نہیں۔ میں نے کہا ہاں آپ نے پھر اپنے کلمات کو نہ دہرایا۔ میں بھی جھینپ سا گیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تم کس لئے اسلام قبول کرنے سے کترا رہے ہو۔ تو کہتا ہے کہ محمد ﷺ کی اتباع غریب، کمزور اور وہ لوگ کرتے ہیں جن کو اہل عرب نے دھتکارا ہے (حضور ﷺ نے فرمایا) کیا تو حیرہ جانتا ہے؟ میں نے کہا دیکھا نہیں لیکن سنا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا میری جان کے مالک کی قسم اللہ تعالیٰ ضرور اس دین کو مکمل فرمائے گا۔ یہاں تک کہ ایک اکیلی خاتون حیرہ سے چل کر تن تنہا بیت اللہ شریف کا طواف کرے گی اور اللہ تعالیٰ کسریٰ بن ھرمز کے خزانوں کے منہ (میرے غلاموں پر) کھول دے گا۔ میں نے کہا ابن ہرمز کے خزانے؟

آپ نے فرمایا ہاں کسریٰ بن ہرمز اور اللہ تعالیٰ مال کی اتنی کثرت فرمائے گا کہ کوئی اس کو قبول کرنے والا نہ ہوگا۔

عدی کا بیان ہے۔ میں اپنی آنکھوں سے اکیلی خاتون کو دیکھ رہا ہوں جو حیرہ سے چل کر کعبہ کا طواف کر رہی ہے اور جن لوگوں نے کسریٰ کے ملک کو فتح کیا میں بھی ان کے ساتھ شامل تھا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تیسری بات بھی ضرور پوری ہوگی۔ کیونکہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کی زبان پاک سے نکلی ہے۔ (البدایۃ۔ ج۔ ۵۔ بغوی۔ الاصابۃ)

امام احمد نے عدی بن حاتم سے روایت بیان کی ہے عدی کہتا ہے حضور ﷺ کا لشکر آیا۔ انہوں نے میری پھوپھی اور چند دوسرے لوگوں کو پکڑ لیا جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا نصف مال غنیمت میرے لئے علیحدہ کردو۔

میری پھوپھی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے بیٹے مجھ سے جدا ہو گئے ہیں۔ اور میرا نگہبان بھی مجھ سے دور ہو گیا ہے میں بوڑھی عورت ہوں میری خدمت کرنے والا کوئی نہیں۔ مجھ پر کرم فرمایئے اللہ آپ پر احسان فرمائے گا۔

حضور ﷺ نے پوچھا تیرا نگہبان کون ہے؟ اس نے کہا عدی بن حاتم۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہی عدی جو اللہ اور اس کے رسول سے بھاگ گیا ہے؟ حضور ﷺ نے اس پر احسان فرمایا جب حضور واپس تشریف لائے تو آپ کے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا۔ خیال تھا کہ وہ حضرت علی تھے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ آپ ﷺ سے سواری کا سوال کروں گا۔ میں نے سوال کیا آپ نے عطا فرمایا۔

عدی کا بیان ہے۔ بڑھیا میرے پاس آئی اور کہا تو نے وہ کام کیا ہے جو تیرے باپ کی عادت نہیں تھی۔ جاؤ آپ کے پاس جاؤ۔ شوق سے یا گریز کرتے ہوئے جاؤ۔ آپ کے پاس فلاں گیا اور آپ سے کچھ لے کر آیا فلاں گیا اور وہ بھی کچھ لے کر آیا۔

عدی کہتے ہیں کہ جب میں آپ کے پاس حاضر ہوا تو اس وقت آپ کے پاس ایک عورت اور ایک یا دو بچے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے اس خاتون اور بچوں کے ساتھ قرب اظہار فرمایا میں جان گیا کہ آپ کسریٰ اور قیصر کی طرح بادشاہ نہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا اے عدی تم کو کس چیز نے دور بھگایا؟ لا الہ الا اللہ کہنے کی وجہ سے بھاگ گئے ہو بتاؤ اللہ کے سوا کون عبادت کے لائق ہے؟ تم کیوں بھاگ گئے اس لئے کہ تم کو اللہ اکبر نہ کہنا پڑے۔ کیا اللہ سے بڑی کوئی شے ہے؟ (یہ سن کر) میں مسلمان ہو گیا میں نے آپ کا چہرہ مبارک دیکھا کہ خوشی سے کھل کھلا رہا ہے۔

ابو یعلی نے حرج بن سریج سے روایت بیان کی ہے۔ انہیں بلعدویہ کے ایک شخص نے بیان کی ہے۔ وہ شخص کہتا ہے کہ مجھے میرے دادا نے بتایا۔ میں مدینہ شریف کے قریب ایک وادی پر اترا۔ وہاں دیکھا کہ دو شخص کھڑے ہیں۔ ان کے پاس ایک بکری ہے۔ خریدنے والا بیچنے والے سے کہہ رہا ہے۔ میرے ساتھ اچھا سودا کرنا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دل میں کہا یہی وہ ہاشمی ہے۔ جس نے لوگوں کو گمراہ کر رکھا ہے، کیا یہ وہی ہے۔ میں نے دیکھا کہ خوبصورت جسم والا کشادہ پیشانی والا۔ باریک ناک اور باریک ابروؤں والا اور اس کے سینے سے ناف تک سیاہ دھاگے کی طرح سیاہ بالوں کی لکیر ہے اور وہ دو چادروں کے درمیان ہے۔

ہم اس شخص کے قریب ہوئے تو اس شخص نے ہمیں السلام علیکم کہا ہم نے سلام کا جواب دیا ابھی ہم رکے بھی نہیں تھے کہ مشتری نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اسے کہئے کہ میرے ساتھ اچھی طرح سودا کرے۔

آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور فرمایا تم اپنے مالوں کے خود بھی مالک ہو۔ مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے میری ملاقات اس حال میں ہوگی کہ تم میں سے کوئی بھی جان مال یا عزت کا مجھ سے مطالبہ کرنے والا نہ ہوگا۔

رحم الله امرا سهل البيع ،سهل الشراء ،سهل الاخذ ،سهل العطار ،سهل القضاء ،سهل التقاضى یہ کہہ کر آپ چلے گئے

اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو خرید وفروخت اخذ وعطا، ادائیگی اور کسی چیز کا تقاضا آسان کر دے

راوی کا بیان ہے۔ میں نے کہا کہ میں یہ بات ضرور دوسروں کو بتاؤں گا۔ کیونکہ یہ بہت اچھی بات ہے۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ میں نے کہا یا محمد (فداہ روحی) آپ نے میری طرف مکمل توجہ فرمائی اور فرمایا کیا چاہتے ہو۔

میں نے کہا آپ ہی لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں انہیں ہلاکت میں ڈال رہے ہیں اور جس کی ان کے آباؤ اجداد پوجا کرتے تھے ان کی عبادت سے روک دیا ہے۔

آپ نے فرمایا وہ تو اللہ ہے۔

میں نے کہا آپ کس طرف بلاتے ہیں۔

آپ نے فرمایا میں اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔

میں نے کہا آپ کیا کہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا میں کہتا ہوں کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں محمد ﷺ اللہ کا رسول ہوں اور کہتا ہوں کہ جو کچھ میرے اوپر نازل کیا گیا تم اس پر ایمان لے آؤ۔ لات اور عزی کا انکار کرو۔ نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو۔

میں نے کہا زکوۃ کیا چیز ہے؟

آپ نے فرمایا ہمارے امیر لوگ غریبوں کو مال عطا کرتے ہیں۔

میں نے کہا آپ کی دعوت کتنی بہترین دعوت ہے۔

میرے لئے کچھ دیر پہلے تک آپ سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی نہیں تھا۔ اور اب آپ مجھے اپنی اولاد سے اپنے والدین سے اور تمام انسانوں سے بڑھ کر پیارے ہوگئے ہیں۔ میں نے کہا میں آپ کو پہچان گیا ہوں۔

آپ نے فرمایا پہچان لیا ہے۔

میں نے عرض کی ہاں۔

آپ نے فرمایا کیا تم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہتے ہو۔اور جو کچھ مجھ پر نازل ہوا اس پر ایمان لاتے ہو۔میں نے عرض کیا ہاں ۔یارسول اللہ ﷺ میں ایک ایسے گھاٹ پر جاتا ہوں جہاں بہت زیادہ لوگ ہوتے ہیں آپ نے جس چیز کی طرف مجھے بلایا ہے میں بھی ان کو یہی دعوت دوں گا۔مجھے امید ہے کہ وہ لوگ آپ کی اتباع کریں گے۔حضور ﷺ نے فرمایا ہاں ان کو ضرور دعوت دینا۔اس شخص کی دعوت سے اس کنویں پر آنے والے تمام مردوزن نے اسلام قبول کرلیا رسول اللہ ﷺ نے (محبت سے) اپنے اس صحابی کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

بخاری وابوداؤد نے غزوہ احد کے موقع پر مسلمانوں اور ابوسفیان کے درمیان ہونے والا مکالمہ ذکر کیا ہے۔

ابوسفیان نے بلند جگہ سے جھانک کر کہا کیا تمہارے درمیان محمد ﷺ ہیں حضور ﷺ نے صحابہ کو فرمایا اس کا جواب نہ دینا (خاموش رہو) اس نے پھر کہا کیا تمہارے درمیان (ابوبکر) ابن ابی قحافہ ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا جواب نہ دینا۔پھر اس نے کہا کیا (عمر) ابن خطاب ہیں۔کسی نے جواب نہ دیا اس نے کہا یہ تمام قتل ہو چکے ہیں۔حضرت عمر ضبط نہ کر سکے فرمایا اے دشمن خدا! تو نے جھوٹ بولا اللہ تعالیٰ تیرے غم کو ہمیشہ رکھے ابوسفیان نے کہا اعل ھبل ۔حضور ﷺ نے فرمایا تم کہو اللہ اعلا واجل ۔ابوسفیان نے کہا لنا عزی ولا عزی لکم ۔(ہمارا خدا عزی ہے اور تمہارے پاس عزی نہیں) حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا تم کہو اللہ مولانا ولا مولی لکم (اللہ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا مددگار کوئی نہیں)۔

ابوسفیان نے کہا (بدر کے) دن کے بدلے (آج کا دن) اور جنگ ایک ڈول ہے۔تمہارے شہداء کا مثلہ ہو چکا ہے۔میں نے مثلہ کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔لیکن مجھے اس کا افسوس بھی نہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا تم کہو ہمارا اور تمہارا معاملہ برابر نہیں۔ہمارے شہداء جنت میں اور تمہارے مقتول آگ میں۔

ابن اسحاق نے ابوسعید خدری کی حدیث ذکر کی ہے فرماتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ کو غزوہ حنین میں کثیر مال غنیمت حاصل ہوا۔سرکار ﷺ نے وہ سارا مال قریش کے نومسلم افراد کو تالیف قلب کے لئے عطا فرمایا۔سوائے انصار کے باقی سب کو مال عطا کیا گیا۔

اس تقسیم پر انصار نے کچھ اپنے دل میں تنگی محسوس کی۔یہاں تک کہ کسی کہنے والے نے یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قوم سے مل گئے ہیں۔

سعد بن عبادہ سرکار ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ انصار اپنے

دلوں میں کچھ تنگی محسوس کر رہے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کس معاملہ میں؟

انہوں نے عرض کی کہ آپ ﷺ نے سارا مال غنیمت قریش اور تمام عرب میں تقسیم فرمایا ہے اور انصار کو شامل نہیں کیا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے سعد! تمہارا کیا خیال ہے؟ میں نے عرض کی کہ میں بھی اپنی قوم کا ایک فرد ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا اپنی قوم کو اس جگہ اکھٹا کرو۔ جب اکھٹے ہو جائیں تو مجھے آگاہ کرنا۔ سعد نے باہر نکل کر بلند آواز سے ان کو پکارا اور اسی چوٹی پر ان کو جمع کیا۔ مہاجرین میں سے ایک شخص آیا اس کو اجازت دے دی گئی۔ پھر کچھ اور مہاجرین بھی آ گئے۔ کچھ اور لوگ آئے لیکن ان کو اجازت نہ دی گئی یہاں تک کہ جب تمام انصار آ گئے تو سعد سرکار ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے حکم کے مطابق میں نے انصار کو اکٹھا کر دیا ہے۔

حضور ﷺ نے ان کو خطبہ دیا اور حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا:

اے گروہ انصار! جب میں آیا تھا تم گمراہ تھے اللہ نے تم کو (میری وجہ سے) ہدایت عطا کی تم تنگ دست تھے اللہ نے تم کو غنی کر دیا۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی۔ سب نے کہا ہاں سرکار ﷺ نے پھر فرمایا اے انصار جواب دو! انصار نے عرض کی ہم کیا کہیں اور کیا جواب دیں۔ اللہ اور اس کے رسول کا ہی احسان ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو یہ کہہ سکتے ہو تمہاری یہ بات سچی ہو گی۔ اور تمہاری تصدیق بھی کی جائے گی۔ (وہ یہ کہ) آپ کو نکال دیا گیا تھا ہم نے آپ ﷺ کو پناہ دی۔ آپ ﷺ تنگ دست آئے تھے۔ ہم نے آپ کی دلجوئی کی آپ ڈرے ہوئے تھے ہم نے آپ کو امن دیا بے یار و مددگار آئے تھے ہم نے آپ کی مدد کی انصار نے کہا اللہ اور اس کے رسول ہی کی مہربانی ہے۔ سرکار ﷺ نے فرمایا اے گروہ انصار دنیا کی ایک معمولی سی چیز کے بارے میں تنگ دل ہو گئے ہو۔ جس مال کے ذریعے میں نے ایک نو مسلم گروہ کی دلجوئی کی ہے اور تمہیں میں نے نعمت اسلام کے حوالے کر دیا ہے جو نعمت اللہ نے تمہیں عطا کی ہے۔

اے میرے انصار! کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ دوسرے لوگ اونٹ اور بکریاں لیکر اپنے گھر جائیں اور تم اللہ کے رسول کو لیکر اپنے گھر جاؤ۔

میری جان کے مالک کی قسم! اگر تمام لوگ ایک راستہ پر چلیں اور انصار دوسرے راستے پر چلیں تو میں بھی انصار کے ساتھ ہی چلوں اگر ہجرت نہ ہوتی تو بھی انصار کا ہی ایک فرد ہوتا اے میرے اللہ!

انصار پر رحم فرما انصار کی اولاد پر اور ان کی اولاد کی اولاد پر رحم فرما۔ راوی کا بیان ہے (یہ خطاب سن کر) انصار اتنا روئے کہ انکی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ سب نے (بیک زبان ہو کر) کہا ہم اللہ کے رب ہونے اور محمد ﷺ کے ہمارے حصے میں آنے پر راضی ہیں۔ اس کے بعد سرکار ﷺ واپس تشریف لائے اور دوسرے لوگ بھی اپنے گھروں کو چل دیئے۔ (رواہ احمد)

امام مالک نے حضرت عطا بن یسار سے بیان کیا ہے۔

ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا میں اپنی ماں سے بھی اجازت لے کر اندر گیا کروں۔

آپ ﷺ نے فرمایا ہاں!

اس نے کہا میں تو اپنی ماں کے ساتھ اسی گھر میں رہتا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا پھر بھی اجازت لیا کرو۔

اس شخص نے کہا اپنی ماں کی خدمت کرنا بھی میری ذمہ داری ہے؟

حضور ﷺ نے فرمایا پھر بھی اجازت لیا کرو کیا تم اپنی ماں کو ننگا دیکھنا پسند کرتے ہو؟

اس نے کہا نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا پھر اجازت لیا کرو۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال کرنے والا ثابت کرنا چاہتا تھا کہ گھر داخل ہوتے وقت اپنی ماں سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ سرکار ﷺ نے اسے اجازت لینے کی حکمت بیان فرمائی۔ (مترجم مختار احمد رومی)

امام احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو امامہ سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

ایک نوجوان نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے زنا کرنے کی اجازت دیجئے۔

(یہ سن کر) تمام لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اسے جھڑکا۔ سرکار ﷺ نے فرمایا میرے قریب آؤ۔ وہ قریب ہو گیا۔ فرمایا بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اپنی ماں کے لئے زنا پسند کرتا ہے۔ اس نے کہا اللہ مجھے آپ ﷺ پر قربان کرے بالکل نہیں پسند کرتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسی طرح دوسرے لوگ بھی اپنی ماؤں کے ساتھ زنا پسند نہیں کرتے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اپنی بیٹی کے لئے یہ فعل پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا بخدا یا رسول اللہ مجھ کو آپ ﷺ پر فدا کرے نہیں پسند کرتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا دوسرے لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے ساتھ یہ فعل پسند نہیں کرتے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اپنی بہن کے ساتھ زنا پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا بخدا نہیں اللہ مجھے آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان کرے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسی طرح دوسرے لوگ بھی اپنی بہنوں کے لئے زنا پسند نہیں کرتے۔

آپ نے فرمایا کیا تو اپنی پھوپھی کے ساتھ یہ فعل پسند کرتا ہے اس نے کہا میری جان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان اللہ کی قسم نہیں پسند کرتا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگ بھی اپنی پھوپھیوں کے ساتھ زنا پسند نہیں کرتے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تو اپنی خالہ کے لئے یہ فعل پسند کرتا ہے اس نے کہا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہو جاؤں اللہ کی قسم! میں یہ فعل اپنی خالہ کے لئے پسند نہیں کرتا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دوسرے لوگ بھی اپنی خالاؤں کے ساتھ یہ فعل پسند نہیں کرتے۔

راوی کا بیان ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نوجوان پر اپنا دست اقدس رکھا اور فرمایا اے اللہ اس کا گناہ معاف فرمادے اس کے دل کو پاک کردے اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔کہتے ہیں کہ اس کے بعد وہ نوجوان کبھی اس چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔

نجران کے یہودیوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو جس کو کتب سیرت نے نقل کیا ہے۔

انہوں نے حضرت عیسی کے بارے میں سوال کیا۔

من ابو ہ؟ حضرت عیسی کے ابو کون تھے؟

وہ یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ کا باپ اللہ تعالیٰ ہے(نعوذ باللہ من ذلک) قرآن نے اس کے اس دعوی کو ان الفاظ میں رد کیا ہے۔

اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿۵۹﴾ (آل عمران)

"بے شک اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی طرح ہے۔اسے مٹی سے پیدا کیا پھر فرمایا ہو جا تو وہ ہو گیا"۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا رد اس طرح فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اسے موت نہیں آئے گی۔اور عیسیٰ کو موت آئے گی۔

انہوں نے کہا ہاں۔

آپ نے فرمایا کیا تم جانتے نہیں ہو کہ اللہ ہر چیز کو قائم کرنے والا ہے۔ہر چیز کا مالک، محافظ اور رازق ہے؟

انہوں نے کہا ہاں (ایسا ہی ہے)

آپ ﷺ نے فرمایا کیا عیسیٰ بھی ایسا ہی کرتے ہیں؟

انہوں نے کہا نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم کو علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ پر آسمان وزمین کی کوئی شے پوشیدہ نہیں؟

انہوں نے کہا ہاں (کوئی شے پوشیدہ نہیں)

آپ ﷺ نے فرمایا کیا عیسیٰ بھی اللہ کے علم عطا کئے بغیر کچھ جانتے ہیں؟

انہوں نے کہا نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ نے رحم مادر میں عیسیٰ کی تصویر بنائی جس طرح اس کی مرضی تھی اور یہ کہ ہمارا رب نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔اور نہ اسے قضائے حاجت کی ضرورت ہوتی ہے۔

انہوں نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم کو علم نہیں کہ عیسیٰ کو آپ کی امی نے دوسری عورتوں کی طرح اپنے بطن مبارک میں اٹھائے رکھا اور پھر ان کو جنم دیا پھر انہیں دوسرے بچوں کی طرح کھانا کھلایا گیا۔وہ کھانا کھاتے اور پانی پیتے تھے اور قضائے حاجت کرتے تھے۔

انہوں نے کہا بالکل صحیح ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا پھر کیسے عیسیٰ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہو سکتا ہے؟

صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کی شدید خواہش تھی کہ جنگ چھیڑی جائے لیکن حضور ﷺ جنگ نہیں چاہتے تھے۔آپ ﷺ نے اس موقع پر ایسی گفتگو فرمائی کہ قریش کو وہی ماننا پڑا جو آپ ﷺ چاہتے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا قریش پر افسوس ہے جنگ نے ان کو کھوکھلا کر کے رکھ دیا ہے۔اگر وہ مجھے اور تمام عرب کو اپنے حال پر چھوڑ دیتے تو کیا ہوتا۔ اگر عرب مجھ پر غالب آجاتے تو قریش کی دلی خواہش پوری ہو جاتی۔اور اگر اللہ مجھے ان پر غلبہ عطا فرماتا تو اسلام میں داخل ہو جاتے اور اگر اس طرح نہ کرتے تو پھر جنگ کر لیتے ان کے پاس طاقت ہوتی۔قریش کا کیا خیال ہے کہ میں دعوت حق کا کام چھوڑ دوں بخدا میں دعوت حق کے لئے جدوجہد جاری رکھوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مجھے غلبہ عطا فرمائے گا۔یا میرا وقت آخر آجائے گا۔

تسلی بخش دلائل اور دل موہ لینے والی فصاحت کے ساتھ دوسروں کو قائل کر لینے والی محبت کے یہ چند نمونے ہیں۔

عنقریب دوسرے باب میں ہم آپ ﷺ کی اس بصیرت کی چند مثالیں پیش کریں گے۔جس بصیرت اور ذہانت کے ساتھ آپ ﷺ حالات کا رخ پھیر دیا کرتے تھے۔

لیکن اس وقت ہم یہاں آپ ﷺ کی فصاحت کی چند مثالیں پیش کریں گے۔ جو آپ کے خطبات، خطوط اور حکمت بھرے ارشادات سے ماخوذ ہیں۔

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسا طویل خطبہ ارشاد فرمایا جس نے دلوں کی دنیا بدل کر رکھ دی۔ اس موقع پر ربیعہ بن امیہ آپ کے کلام کو عوام الناس تک پہنچا رہے تھے۔

حضور ﷺ نے ربیعہ سے فرمایا لوگوں سے کہو کہ حضور ﷺ فرما رہے کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا مہینہ ہے؟ ربیعہ نے بلند آواز سے کہا تو لوگ پکار اٹھے الشہر الحرام۔ یہ عزت والا مہینہ ہے۔ سرکار ﷺ نے فرمایا: انہیں کہو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک تم پر تمہارے خون تمہارے مال اس طرح حرام کردئے ہیں جس طرح اس مہینے کی بے حرمتی تم پر حرام ہے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے ربیعہ کہو! حضور ﷺ فرما رہے ہیں کیا تم جانتے ہو یہ کون سا شہر ہے؟ ربیعہ نے اسی طرح کہا تو لوگ چلا اٹھے یہ البلد الحرام ہے۔

سرکار ﷺ نے فرمایا انہیں کہہ دو اللہ تعالیٰ نے تم پر تمہارے خون اور تمہارے اموال اسی طرح حرام کردیئے ہیں جس طرح یہ مقدس شہر یہاں تک کہ تمہاری ملاقات تمہارے رب سے ہو۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا پوچھو اے لوگو! یہ کون سا دن ہے؟ ربیعہ نے ان سے پوچھا تو سب نے بلند آواز سے کہا آج حج اکبر کا دن ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا انہیں کہو اللہ تعالیٰ نے تم پر تمہارے خون اور تمہارے مال اس دن کی حرمت کی طرح حرام قرار دے دیئے ہیں یہاں تک کہ تمہاری ملاقات تمہارے رب کریم سے ہو۔

آپ ﷺ کا کلام بلاغت نظام کس قدر خوبصورت ہے۔

ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔

میرے رب نے مجھے نو چیزوں کا حکم دیا ہے۔

(۱) جلوت وخلوت میں اللہ کا خوف (۲) ناراضگی اور خوشی میں کلمہ عدل (۳) تنگدستی اور تونگری میں میانہ روی (۴) (میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ) میں قطع تعلق کرنے والے سے تعلقات قائم کروں (۵) اور اسے بھی عطا کروں جو مجھے محروم کرے (۶) جو مجھ پر ظلم کرے اسے بھی معاف کروں (۷) خاموشی کے وقت (اللہ کی نشانیوں میں) غور کروں (۸) جب میں گفتگو کروں تو اللہ کا ذکر کروں (۹) میرا دیکھنا عبرت کے لئے ہو اور میں نیکی کا حکم دوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصایا شریف

اے بندے! اللہ (اللہ کے احکام کی) حفاظت کرو اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا۔
اللہ کے احکام کی حفاظت کرو اللہ کو اپنے سامنے دیکھ لوگے۔

خوشحالی میں اللہ کی طرف رجوع رکھو اللہ تعالیٰ تنگدستی میں کرم فرمائے گا۔ جب بھی مانگو اللہ سے مانگو جب بھی مدد طلب کرو اللہ سے طلب کرو کیونکہ اگر تمام بندے اکٹھے ہو کر تمہیں وہ فائدہ پہنچانا چاہیں جو اللہ نے تمہارے لئے نہیں لکھا تو وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ اور اگر تمام لوگ اکھٹے ہو کر تمہیں وہ نقصان پہنچانا چاہیں جو اللہ نے تمہارے لئے لکھا نہیں تو وہ ذرا برابر بھی تمہارا نقصان نہیں کر سکتے۔ (تقدیر لکھنے والی) قلمیں خشک ہوگئی ہیں۔ صحیفہ ہائے (تقدیر) لپیٹ دیئے گئے ہیں۔ اگر اللہ کی رضا کے لئے بخوشی عمل کرنا ممکن ہو تو ضرور کرو وگرنہ طبیعت پر جبر کر کے بھی نیک عمل کرنے میں اجر ہے۔ یاد رکھو! اللہ کی مدد صبر کے ساتھ ہے اور خوشحالی تنگی کے ساتھ ہے اور ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ اور کوئی سختی دو نرمیوں پر غالب نہیں آسکتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طویل خطبے میں سے ایک اقتباس جو کہ حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے۔
بے شک دنیا سرسبز اور میٹھی ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں بھیجنے والا ہے یہ دیکھنے کے لئے کہ تم کس طرح عمل کرتے ہو۔

ہوشیار رہو! دنیا اور عورتوں سے بچو!
خبردار! کسی شخص کو لوگوں کی ہیبت! حق کا علم ہو جانے کے بعد کلمہ حق سے نہ روکے۔

الا انه ينصب لكل غادر لواء يوم القيمة بقدر غدرته ولا غدرة اعظم من غدرة امام عامة يركز لواءوه عند استه ۔

''یاد رکھو! ہر غدر کرنے والے کے لئے اس کے غدر کی مقدار سے ایک پرچم نصب کیا جائے گا۔ (جس سے دور والے بھی دیکھ لیں گے کہ یہ شخص غدار تھا) عوام کے ساتھ امام کی غدر سے بڑھ کر کوئی بدعہدی نہیں اس کا پرچم اس کی سرین کے پاس گاڑا جائے گا''۔

آگاہ رہو! بنی آدم کو مختلف طبقات میں پیدا کیا گیا ہے کچھ وہ ہیں جو مومن پیدا ہوئے ہیں ایمان کی زندگی گزارتے ہیں اور ایمان کی حالت میں ہی مرجاتے ہیں۔ اور کچھ مومن پیدا ہوتے ہیں۔ ایمان کی حالت میں زندہ رہتے ہیں اور حالت کفر میں مرجاتے ہیں۔ کچھ کافر پیدا ہوتے ہیں کفر کی زندگی گزارتے ہیں اور ایمان کی موت مرجاتے ہیں۔ کچھ کافر پیدا ہوتے ہیں حالت کفر میں زندہ رہتے ہیں

اور کفر پر ہی مر جاتے ہیں۔

کچھ لوگ دیر سے غصہ میں آتے ہیں اور جلدی ٹھنڈے ہو جاتے ہیں کچھ لوگ جلدی غصہ میں آتے ہیں اور جلدی سکون میں آ جاتے ہیں۔ کچھ دیر سے غصہ میں آتے ہیں اور دیر سے ٹھنڈے ہوتے ہیں۔

پس جلدی بمقابلہ جلدی ہوگئی (خواہ غصہ ہو یا رضا مندی) ہاں کچھ لوگ دیر سے راضی ہوتے ہیں اور جلدی غصے میں آ جاتے ہیں ان سب میں بہترین وہ لوگ ہیں جو دیر سے غصہ میں آتے ہیں اور جلدی راضی ہو جاتے ہیں اور سب سے برے وہ لوگ ہیں جو جلدی غصے میں آتے ہیں اور دیر سے راضی ہوتے ہیں۔

کچھ لوگ اچھی طرح ادا کرتے ہیں اور اچھی طرح طلب کرتے ہیں۔ اور کچھ لوگ بری طرح ادا کرتے ہیں اور اچھی طرح طلب کرتے ہیں کچھ لوگ ادا اور طلب دونوں میں اچھے ہوتے ہیں۔

بس اچھی طلب اور بری ادائیگی یا بری طلب اور اچھی ادائیگی برابر ہو گئے۔ اور کچھ لوگ ادا اور طلب دونوں میں برے ہوتے ہیں یاد رہے کہ ادا اور طلب میں اچھے لوگ ان میں سے سب سے اچھے اور ادا و طلب دونوں میں برے لوگ ان میں سے سب سے برے ہوتے ہیں۔

سنو! غصہ ابن آدم کے دل میں ایک انگاری کا نام ہے جب تم دیکھو کہ کسی کی آنکھیں سرخ اور رگیں پھول گئیں ہیں تو ایسی حالت میں اسے چاہئے کہ (اپنا غصہ) زمین پر تھوک دے۔

حضرت معاذ بن جبل فرماتے ہیں۔

میں ایک سفر میں نبی پاک ﷺ کے ہمراہ تھا راستے میں ایک مرتبہ میں آپ کے قریب ہوا میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے کسی ایسے عمل کے بارے میں ارشاد فرمایئے جو مجھے جہنم سے دور کر کے جنت میں داخل کر دے آپ ﷺ نے فرمایا تو نے بہت بڑی چیز کا سوال کیا ہے۔ لیکن جس کے لئے اللہ تعالیٰ آسان فرمائے اس کے لئے یہ عمل بہت ہی آسان ہے۔ (وہ عمل یہ ہے) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان المبارک کے روزے رکھو، بیت اللہ شریف کا حج کیا کرو۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں خیر کے دروازے تک نہ پہنچا دوں؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ضرور! سرکار نے فرمایا روزہ ڈھال ہے۔ صدقہ گناہ کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو۔ آدھی رات کو (نفل) نماز صالحین کا شیوہ ہے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (السجدة:16) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان تک جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾

(اللہ کے بندوں کے) پہلو ان کے بستروں سے دور رہتے ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں امر خیر کے سر، اس کے ستون اور اس کی بلندی چوٹی سے آگاہ نہ کروں؟ میں نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہ ﷺ ضرور آگاہ فرمایئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا اسلام عمل خیر کا سر (چشمہ) ہے۔

نماز عمل خیر کا ستون اور جہاد اس کی بلند چوٹی ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا اس تمام کے مجموعے کے بارے میں تمہیں بتاؤں؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ سرکار ﷺ نے زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس (زبان) کو بند رکھا کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہماری گفتگو پر بھی ہم سے حساب لیا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیری ماں تمہیں روئے اے معاذ! زبان کے کرتوت ہی لوگوں کو اوندھے منہ جہنم میں پھینک دیتے ہیں۔

حضرت ابوذر سے روایت ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا تین قسم کے لوگوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔ اور تین قسم کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ نفرت کرتا ہے۔ وہ شخص جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے ایک وہ شخص جو کسی قوم کے پاس گیا اور ان سے اپنی قرابت کے نام پر نہیں بلکہ اللہ کے نام پر ان سے کسی چیز کا سوال کیا۔ لیکن انہوں نے اس کو کچھ نہ دیا۔ پھر کوئی شخص اس کے پیچھے پیچھے آیا اور چپکے سے اسے کچھ عطا کر دیا اس طرح کہ سوائے اللہ رب العزت اور اس لینے والے کے سوا کسی کو علم نہ ہو۔

اور دوسرا وہ شخص جو لوگ رات کے وقت سفر کرتے رہے یہاں تک کہ نیند نے ان کو آلیا وہ سواریوں سے اتر کر سو گئے۔ ان سے کوئی شخص میری بارگاہ میں آ گیا میری خوشامد کرنے لگا اور میری آیات کی تلاوت کرنے لگا۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے وہ بندہ پسند ہے) تیسرا وہ شخص ہے جو کسی میدان جنگ میں تھا دشمن نے تمام پر حملہ کر دیا لوگ پیچھے ہٹنے لگے لیکن وہ شخص سینہ تان کر کھڑا ہو گیا۔ یہاں تک کہ اسے موت آ گئی یا فتح نصیب ہو گئی۔

اور جن سے اللہ تعالیٰ نفرت فرماتا ہے۔

بوڑھا زانی، تنگدست متکبر اور ظلم کرنے والا امیر آدمی۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا۔ اے ابن آدم! میں بیمار ہو گیا تھا تو نے میری عیادت کیوں نہ کی؟ بندہ کہے گا اے میرے رب! میں تیری عیادت کیسے کرتا حالانکہ تو رب العالمین ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا لیکن تو نے اس کی عیادت نہ کی۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے

اس کے پاس پالیتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ بندہ عرض کرے گا اے میرے رب! میں تمہیں کھانا کیسے کھلاتا حالانکہ تو خود رب العلمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ میرے فلاں بندے نے تم سے کھانا مانگا تھا۔ لیکن تو نے اسے کھانا نہ کھلایا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو میرا ثواب وہاں پالیتا اے ابن آدم! میں نے تم سے پانی مانگا تھا تو نے مجھے پانی نہ پلایا بندہ عرض کرے گا میں تم کو پانی کیسے پلاتا حالانکہ تو خود رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے فلاں بندے نے تم سے پانی مانگا تھا لیکن تو نے اسے پانی نہ پلایا کیا تو نہیں جانتا کہ اگر اسے پانی پلا دیتا تو میرا ثواب وہاں حاصل کر لیتا۔

آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فصاحت کا اعجاز یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مختصر کلمہ زبان مبارک سے ادا کرتے ہیں وہی کلمہ اپنی موضوع کی تمام حدود پر پورا حاوی ہوتا۔ جس سے لطیف ترین نکات نکلتے چلے جاتے ہیں۔ لوگ اپنی قوت فہم اور استعداد کے مطابق اس کلمہ حکمت سے اپنا دامن مراد بھر لیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے کلام کے بارے میں فرمایا ہے۔

اعطیت جوامع الکلم۔ مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے۔ ابھی مذکورہ کلمات کو دیکھئے کہ اپنے اختصار کے باوجود کتنے عظیم معانی کو ادا کر رہے ہیں یہ کلمات (اعطیت جوامع الکلم) آسان اور سہل ہونے کے باوجود اس کے معانی کا مکمل احاطہ ہر شخص کے لئے ممکن نہیں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ جنکی تعداد دسیوں ہزار ہے۔ جو کتب حدیث میں اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہیں ان میں سے آپ کوئی کلمہ یا کلام دیکھیں (تو وہ جوامع الکلم کا نمونہ بھی ہوگا اور کوئی شخص اس کے تمام معارف کے جاننے کا دعوی بھی نہیں کر سکے گا اور ایسا کلام) کسی انسان کی گفتگو میں شاید کسی وقت آجائے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر حدیث مبارکہ اسی معیار پر پورا اترتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورے عرب میں سے فصیح ترین انسان (کامل) ہیں۔

بیسویں صدی کے عربی ادیبوں کا سردار اور امام ''عقاد'' نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جامع کلام کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک فرمان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔

کما تکونوا یُوَلُّ علیکم۔

''جیسے تم ہوگے اسی طرح کے تمہارے اوپر حکمران مقرر کیے جائیں گے''۔

عقاد کہتا ہے بین الاقوامی سیاست کا کوئی طریقہ اور قاعدہ استعمال کریں نتیجہ وہی نکلے گا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرما دیا۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ عوام اپنی حکومتوں کے بارے میں جوابدہ ہوں گے۔ عوام

کی لاعلمی یا کمزوری (جس کی وجہ سے کوئی شخص حکومت پر قابض ہوا ہے) کوئی عذر نہیں۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ قوم کے اخلاق کا اعتبار اس سے کیا جاتا ہے نہ کہ قوم کے افراد کی تعداد کا۔ اور اس حیثیت کا جس کا اعلان حکومت کراتی ہے۔ پس اگر کوئی قوم ظلم کے خلاف ہو تو اس معاشرے میں ظلم کا ارتکاب نہیں کیا جا سکتا۔ خواہ حکومت ظلم کے خلاف قانون بنائے یا نہ بنائے۔ اور حکام لاکھ قانون بنائیں اگر قوم حریت کی روح سے ناواقف ہے تو اس معاشرے میں آزادی نہیں آ سکتی۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حکومت اصل نہیں بلکہ عوام کی تابع ہوتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا یہاں تک کہ وہ قوم خود اپنی حالت بدلنے کی کوشش کرے اور بہتر یہی ہے کہ حکمرانوں سے پہلے قوم خود بھی اپنے حالات تبدیل کرلے۔

اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عوام طاقت کا سرچشمہ ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ قوم اسی حکومت کی مستحق ہوتی ہے۔ جس حکومت پر وہ صبر شکر کرلیتی ہے۔

''عقاد'' نے اپنا کلام ختم کرتے ہوئے کہا ہے کہ!

سیاست، اخلاق اور معاشرے کے بارے میں اتنی احادیث مروی ہیں جن کا شمار مشکل ہے۔ (جن کو پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ) محمد ﷺ کی لغت، ان کی زبان اور ان کے بیان پر فصاحت بھی قربان ہے۔ آپ ﷺ حد درجہ کے بلیغ اور بہترین مبلغ ہیں آپ ﷺ کی بلاغت کی بنیاد کرامت اور (الفاظ کی) کفایت پر مبنی ہے۔ اور آپ ﷺ اپنی زبان اور دل سے رسول ہیں بلکہ تمام رسولوں کے امام اور قائد ہیں (صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ واھل بیتہ وازواجہ وسلم)

ہمیں امید ہے کہ اس بحث میں آپ پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ حق کا بیان ہو یا قیام حجت یا اظہار حق اور الفاظ کی ادائیگی (دوسری صفات کی طرح) ان صفات میں بھی محمد ﷺ کا کوئی ثانی نہیں۔ عنقریب ہم دوسرا باب شروع کرنے والے ہیں جس میں آپ ﷺ کی عظیم عقل اور بہترین فطانت پر زیادہ وضاحت سے گفتگو کی گئی ہے۔

اس باب کا خاتمہ کرتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور ﷺ ان کمالات کے جامع تھے۔ جو رسالت کے لئے بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہی کمالات آپ ﷺ کی رسالت حقہ کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اکمل پیدا فرمایا۔ بلند مقامات سے نوازا اور اعلیٰ اعمال کی توفیق عطا فرمائی۔ جن کی پیروی کر کے ہر شخص سربلند ہوا۔ آپ ﷺ ایک ایسے راستے پر چلے جس میں اضطراب کا شائبہ تک نہ تھا۔ آپ ﷺ کا قدم مبارک ادھر ادھر نہ پھسلا۔ بلکہ جادہ استقامت پر رواں دواں رہا۔ ہر قدم ترقی کی طرف اٹھا اور ہر دن تکمیل و اتمام کی منزل قریب تر آتی گئی۔ آپ ﷺ کی راہ کجی اور نقص

سے پاک ہے۔

یہ سب کچھ محض اس وجہ سے ہوا کہ تمام قدرتوں کا مالک اور تمام چیزوں کے علم کا خالق اللہ رب العزت ہر میدان میں اپنے رسول ﷺ کا پشت پناہ تھا۔ جس نے آپ ﷺ کو سیدھی راہ پہ چلایا آپ ﷺ کی نگہبانی کی اور قدم قدم پہ دستگیری فرمائی یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنی منزل پہ پہنچ گئے۔

دوسرا باب

القدوة العلیاء

اعلیٰ نمونہ

پہلے باب میں ہم نے دیکھ لیا ہے کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان صفات میں سے حصہ وافر ملا ہے۔ جو صفات انبیاء ورسل کے لئے ضروری اور بنیادی صفات ہیں۔ اس باب میں ہم دیکھیں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت مختلف پہلوؤں کے اعتبار سے دوسرے تمام انبیاء ورسل سے نمایاں اور منفرد ہے۔ اگر چہ بعض صفات میں دوسرے رسول بھی شامل ہیں لیکن چند ایک صفات میں وہ نہیں ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت زندگی کے ہر شعبے میں یہ حاوی ہے۔ لیکن ہر رسول کی زندگی اس طرح کی نہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باپ تھے لیکن ہر رسول باپ نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے شوہر تھے لیکن ہر رسول نے شادی نہ کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مملکت کے بانی اور حکومت کے سربراہ تھے لیکن تمام رسولوں نے حکومت نہ کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لشکر اسلام کے سپہ سالار اعلیٰ تھے۔ اور مضبوط جنگجو تھے۔ لیکن ہر رسول نے جنگ نہیں کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انسانیت کی طرف مبعوث کئے گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے حکم سے انسانیت کے لئے ہر شعبہ حیات میں رہنما اصول مہیا فرمائے۔ عقیدہ وعمل، اقتصادی ومعاشرتی اخلاقی وسیاسی زندگی میں مکمل رہنمائی فرمائی۔

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی رسول تمام انسانیت کی طرف مبعوث نہیں کیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (بیک وقت) قاضی، مربی، معلم، تہذیب سکھانے والے، عابد، زاہد، صابر، رحیم اور اس کے علاوہ دیگر صفات کے جامع تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہی صفات کمال کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ** (بقرہ:253) کا تاج سر پر رکھے انبیاء ورسل کی صف میں فرد یگانہ وممتاز نظر آتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ اسلام جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے ہیں وہ زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کو اس دین کے تمام اصولوں کے لئے مکمل نمونہ بنایا ہے۔ تاکہ تمام انسانیت پر دو حجتیں مکمل ہو جائیں۔ ایک حجت اصول کے بیان کی وجہ سے (قرآن میں) اور دوسری حجت (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عملی زندگی میں اظہار کے بعد۔

کیونکہ ایک انسان باپ بھی ہوتا ہے، بیٹا بھی، شوہر بھی، ماہر معاشیات بھی، شوری کا ممبر بھی، جنگ کرنے والا جرنیل بھی، صلح کرنے والا بھی، انسانی معاشرے میں مصیبت زدہ بھی ہوتے ہیں حادثات زمانہ سے محفوظ لوگ بھی۔ حاکم بھی محکوم بھی تاجر ومزدور بھی۔ پس حیات انسانی کے متعدد پہلو ہیں۔ اور ہر انسان کو اس معاشرے میں زندگی گزارتے ہوئے دوسروں سے اختلاف رائے یا اتفاق رائے ہوسکتا ہے۔ لیکن اللہ تعالی نے ہر فرد پر فرض فرمایا ہے۔ کہ وہ زندگی کے ان معاملات میں حضور ﷺ کو اپنا قائد و راہنما تسلیم کرے اور اگر حضور ﷺ کی مقدس زندگی کے متعدد پہلو نہ ہوں تو آپ ﷺ تمام انسانوں کے لئے تمام معاملات میں نمونہ بن سکتے۔ انسان یہ دیکھ کر مسرت افزاء حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ کہ حضور ﷺ کی حیات مبارکہ انسانی زندگی میں پیش آنے والے تمام معاملات میں بطور نمونہ کافی ہے۔ اس پر تمام عملی اور نظریاتی شواہد موجود ہیں۔

مثلاً صبر کے حوالے سے دیکھیں تو حضور ﷺ کی مبارک زندگی صبر کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ جہاں انسان کو صبر کی ضرورت پڑتی ہے آپ ﷺ کی زندگی میں وہ وقت بھی آیا جب آپ ﷺ کو اپنے وطن کو خیر آباد کہنا پڑا۔ آپ ﷺ کی اپنی اولاد اور آپ ﷺ کی صاحبزادیوں کی اولاد فوت ہوئی۔ آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ آپ کے چچا جان اور چچا کے بیٹے اس جہان سے رخصت ہوئے۔ (آپ ﷺ کے بعض رشتہ دار) قتل بھی کئے گئے۔ جنگی معرکے میں نقصان بھی اٹھانا پڑا آپ ﷺ کو ایذائیں دی گئیں۔ آپ ﷺ کے ساتھ استہزاء (مذاق) بھی کیا گیا۔

آپ ﷺ کی تکلیف و آزمائش پر لوگ خوش بھی ہوتے۔ آپ ﷺ کو بیماری اور زخم سے بھی دو چار ہونا پڑا۔ بھوک پیاس دھمکی اور دیگر ایسے حالات جنہیں لوگ مصیبت سمجھتے ہیں ان تمام حالات سے آپ ﷺ کو واسطہ پڑا۔ لیکن آپ ﷺ نے ایک شاندار عملی نمونہ پیش فرمایا۔ اقتداء و پیروی کے اعتبار سے دیکھیں تو پوری تاریخ اسلامیہ سوائے زمانہ رسالت کے ہر دور میں لاکھوں ایسے انسان پیدا ہوئے جن کے احساسات جن کی ترجیحات اور رجحانات ایک دوسرے سے مختلف رہے ہیں۔

غنی، فقیر، قائد، سربراہ، عالم و عابد ہر مزاج کے لوگ ہیں۔ لیکن ان میں سے ہر ایک اپنے تمام چھوٹے بڑے معاملات میں اقتداء رسول کریم ﷺ کا طوق زیب گلو کئے ہوئے ہے۔ یہاں تک کہ اس ضمن میں ہمیں ایک دوسرے سے مختلف مناظر دیکھنے میں آئے ہیں لیکن ہر ایک دلیل یہ دیتا ہے کہ وہ حضور ﷺ کی سنت کی پیروی کر رہا ہے۔ یہ سب اعجاز ہے میرے آقا ﷺ کی مبارک زندگی کا۔ جو حیات بشری کے ہر پہلو کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ (حق بات یہی ہے کہ) حضور ﷺ ان تمام حالات میں تمام بشریت کے لئے بہترین اور منفرد نمونہ ہیں۔ کیونکہ تمام کمالات کی انتہاء آپ

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات اقدس ہے۔

اور در حقیقت وہی صفت کمال کہلانے کی حقدار ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات اقدس سے منسوب ہے۔اسی طرح ہر امتی کے لئے مرتبہ کمال تک پہنچنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع نہ کرے۔اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو بھی اتنے کمالات سے نہیں نوازا جتنے کمالات آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا کئے گئے ہیں۔ یہ اس بات کی نشانی ہے کہ یہ ہستی جس کو اتنی خوبیوں سے نوازا گیا ہے یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔

اس مختصر باب میں ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک شخصیت کا جامع کمالات کا تذکرہ نہیں کر سکتے۔ بلکہ یہ وہ فریضہ ہے جس میں محنت وکوشش کرنے والے تھک گئے۔(اور کمالات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا احاطہ نہ کر سکے۔آئندہ صفحات میں ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک شخصیت کے فقط چار پہلوؤں کا اجمالی ذکر کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔وہ چار عنوان یہ ہیں۔

ا۔بے مثل معلم اخلاق

۲۔سربراہ خانہ بحیثیت باپ اور بحیثیت شوہر

۳۔بہترین مربی (تربیت کرنے والا)

۴۔اول درجے کے سیاسی اور عسکری قائد

ان صفات کا ہم نے اس لئے انتخاب کیا ہے کیونکہ یہ صفات لوگوں میں معروف ہوتی ہیں۔نیز ان صفات میں کمال دوسری تمام صفات میں کمال کا ضامن ہے۔پس اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات گرامی میں ان کمالات کا اجتماع ہمارے قول کی صحت پر پختہ دلیل ہے۔اب ہم پہلے عنوان سے ابتداء کرتے ہیں۔

الاخلاقی الاول

ا۔وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک شخصیت میں سب سے نمایاں وصف آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بے مثل اخلاق ہے۔

اگر تمام کائنات میں سے اخلاق کی دولت اکٹھی کی جائے اور جب سے انسان وجود میں آیا ہے اس کی تمام زندگی کے تمام اخلاقی تصرفات جمع کیے جائیں۔اور ان کا موازنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق کریمانہ سے کیا جائے تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق کاملہ ان تمام پر غالب آجائیں گے۔

اس پر مستزاد یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک زندگی میں تمام تصرفات اخلاق کی اعلی بلندیوں پر نمایاں

نظر آتے ہیں۔ اخلاق کے باب میں کوئی دوسرا آپ سے بڑھ کر نہیں۔ آپ ﷺ کے صحابہ اس خوئے کریمی سے واقف تھے۔ اور اسی خصلت رحمت کی بناء پر آپ ﷺ کے ساتھ معاملات کیا کرتے تھے۔ صحابہ اکثر لوگوں کو وہ طریقے بتاتے تھے جو گزشتہ انبیاء کے ساتھ لوگوں نے اپنائے تھے۔ حضور ﷺ بھی ایسا ہی کرم فرماتے۔ جس طرح انبیاء سابقین فرماتے تھے۔ صحابہ جانتے تھے کہ آپ کیسا سلوک فرمائیں گے؟ کیونکہ انہیں علم تھا کہ حضور ﷺ سب سے اچھا جواب دینا پسند فرماتے تھے۔

مکہ مکرمہ کے راستے میں آپ ﷺ کا چچا زاد ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب اور آپ ﷺ کا پھوپھی زاد عبد اللہ بن ابی امیہ آپ کو ملے۔ یہ دونوں آپ ﷺ کے سخت دشمن تھے۔ حضور ﷺ نے ان کی طرف سے رخ انور پھیر لیا۔ حضرت علی نے فرمایا تم رسول اللہ ﷺ کے سامنے کی طرف سے جاؤ اور جو کچھ حضرت یوسف کے بھائیوں نے آپ سے کہا تھا وہی کہو۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ اِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ (۹۱) (یوسف)

''اللہ کی قسم بے شک اللہ نے آپ کو ہم پر ترجیح دی ہے اور ہم ہی خطا کار تھے''۔

کیونکہ آپ ﷺ یہ نہیں چاہتے کہ کسی کا جواب آپ ﷺ سے بہتر ہو۔

ابوسفیان نے ایسا ہی کہا حضور ﷺ نے فرمایا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ؗ وَ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (۹۲) (یوسف)

''آج تم پر کوئی گرفت نہیں اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے اور وہ رحم کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے''۔

اخلاق ہی رسول اللہ ﷺ کی شخصیت مبارکہ کی نمایاں اور عظیم خصوصیت ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کے اس نمونے کو دیکھئے کہ آپ ﷺ کا نظریہ ہی یہ تھا کہ آپ ﷺ کا جواب سب سے افضل ہو۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنی رسالت کی ذمہ داریوں کی حدود بیان کرتے ہوئے فرما رہے ہیں۔

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔

''بے شک میں اخلاق کی اعلیٰ قدروں کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں''۔

حضرت عائشہ صدیقہ کا فرمان ہے:

کان خلقه القرآن ۔

''آپ ﷺ کا خلق قرآن تھا''۔

درحقیقت انسان اس وقت تک اخلاق نبوی سمجھ ہی نہیں سکتا جب تک اسے قرآن وسنت اور سیرت نبوی کا ادراک ومطالعہ نہ ہو۔

گزشتہ صفحات میں آپ امانت کے باب میں مطالعہ کر چکے ہیں کہ حضور ﷺ کس طرح قرآنی آیات کا عملی مظہر ہیں۔

ان سطور میں ہم چند ایک اہم اخلاقی پہلوؤں کا ذکر کر کے ثابت کریں گے کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت پاک میں ان اخلاقیات کا عملی نمونہ کس درجہ منفرد ہے اور یہ وہ بلند زینہ ہے جس پر آپ ﷺ سے پہلے اور بعد میں کوئی نہیں چڑھ سکا۔

صبر، رحمت، حلم، کرم اور تواضع یہ صفات امہات اخلاق میں سے ہیں۔ یہ صفات اپنی موصوف میں بڑی بجتی ہیں۔ انہیں کا ہم نے انتخاب کیا ہے۔ آپ دیکھ لیں گے کہ نبی رحمت ﷺ کی شخصیت میں ہر صفت اپنے مناسب مقام پر ہے۔ کیونکہ جب عفو اپنی جگہ پر نہیں رہتا تو وہ عفو نہیں رہتا۔ اس طرح رحمت کا موقع نہ ہو اور رحم کیا جائے تو رحم رحم نہیں رہتا۔ پس حضور ﷺ کی ذات بابرکات وہ میزان ہے۔ جس پر اخلاق بشر کی حدود متعین کی جاتی ہیں۔ اور کوئی عادت دوسری عادت کے لئے باعث نقصان نہیں بنتی۔

۲۔ صبر مصطفےٰ ﷺ

ا۔ تبلیغ کی بحث میں حضور ﷺ کے صبر کے نمونے بیان کئے جا چکے ہیں۔

آپ ﷺ نے قریش کے ظلم وستم، جور واستبداد، ایذا، بھوک، مذاق، درشت جوابی اور گھٹیا قسم کی مسلسل حرکات کو کس صبر وتحمل سے برداشت کیا۔ (یہ صبر وتحمل چند نہیں بلکہ) تیرہ سال مسلسل جاری رہا (اس مدت کی وجہ سے) صبر کی اس مقدار کا علم ہوتا ہے جس سے خدا کے پیارے حبیب ﷺ دو چار رہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ یہ اذیتیں آپ ﷺ کے رشتہ داروں اور دوستوں کو بھی پہنچائی گئیں۔

یہ تمام تکالیف انسان کے نفس کو مجروح اور اعصاب کو کچل کر رکھ دیتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ دستبردار نہ ہوئے۔ بلکہ ان تمام تکالیف اور باطل تہمتوں کو بڑے احسن انداز سے برداشت کیا۔

جس شخص نے ان حالات کو آزمایا ہوا سے معلوم ہے کہ ان حالات میں کتنے مضبوط صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ (مخلوق کے) ہجوم کے سامنے بحیثیت داعی کھڑے ہیں۔ تو پتہ چل جاتا ہے کہ یہ ذاتی صبر سے جدا معاملہ ہے۔

۲۔ جب ہم ایک دوسرے مقام پر دیکھتے ہیں جہاں (اس سے بھی زیادہ) صبر کا امتحان لیا جا رہا ہے۔ یہاں بھی معاملہ بڑا عجیب نظر آتا ہے۔

شاید یہ آپ ﷺ کے عظیم صبر کا مقام ہے جو قوی سے قوی اعصاب کو کچل کر رکھ دیتا ہے۔

(بالخصوص) جنگ احد، جنگ خندق اور وہ دن جس دن دوسروں کے قدم اکھڑ گئے۔ اور آپ ﷺ ثابت قدم رہے۔ حصار والے دن جس میں چند لوگ آپ ﷺ کے ساتھ رہ گئے اور آپ ﷺ اکیلے ان کی مدد کرتے رہے۔ یہ آپ ﷺ کے صبر کا مختصر تذکرہ ہے۔

امام مسلم نے روایت بیان کی ہے۔ حضور ﷺ احد کے دن اکیلے رہ گئے صرف انصار کے سات اور قریش کے دو آدمی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ قریش کے لئے آپ کے قریب آنا ممکن ہو گیا۔ ان میں سے ایک نے آپ ﷺ کو پتھر مارا۔ جس سے آپ ﷺ کی ناک مبارک اور چہرے مبارک پر زخم آ گیا اور سامنے کے چار دندان اقدس شہید ہو گئے۔ آپ ﷺ کے چہرہ مبارک سے خون آنا شروع ہو گیا۔ یہ بات مشہور ہو گئی کہ محمد ﷺ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ مسلمان بکھر گئے بعض مدینہ شریف واپس آ گئے۔ ایک گروہ پہاڑ پر چڑھ گیا صحابہ حیران اور پریشان تھے کہ کیا کریں؟

(اس حال میں) حضور ﷺ اپنے ترکش سے تیر نکال، نکال کر حضرت سعد بن ابی وقاص کو عطا فرما رہے تھے۔ اور ساتھ ساتھ فرما رہے تھے ارم فداک ابی وامی۔ میرے ماں باپ تم پر نثار تیر مارتے جاؤ۔ حضرت ابوطلحہ تیر نشانے پر مارنے کے ماہر تھے۔ وہ حضور ﷺ کی خاطر تیر برسا رہے تھے۔ وہ جب بھی تیر پھینکتے سرکار ﷺ اپنی چشم مبارک بلند فرما کے دیکھتے کہ تیر کہاں گرا ہے۔

اس سخت ترین دن میں جب احباب کے قدم اکھڑ گئے حضور ﷺ کے ساتھ اس مختصر تعداد کے سوا کوئی نہ تھا سرکار ﷺ صابر اور ثابت قدم رہے۔ اور معرکہ کارزار کو گرم رکھا جس میں دوسری طرف تین ہزار کا لشکر تھا۔ آپ ﷺ پیچھے نہ ہٹے بلکہ جرات واستقامت سے ڈٹے رہے یہاں تک کہ جب مشرکین نے دیکھا کہ نفع کی بجائے نقصان زیادہ ہے تو وہ خود ہی پیچھے ہٹ گئے۔

یہ کونسا صبر ہے؟

یہ بھی صبر ہے کہ حضور ﷺ کے قتل کی خبر خوب پھیل چکی تھی۔ خود حضور ﷺ نے اس خبر کی تکذیب سے منع فرما دیا تھا۔ یہاں تک کہ قریش کو معرکہ سے جانے سے روک دیا یہ وہ صبر ہے جو صاحب تدبیر (رسول ہی) کر سکتا ہے۔

خندق کے دن مدینہ شریف کا محاصرہ کر لیا گیا تھا۔ یہ محاصرہ اتنا طویل اور شدید تھا کہ مسلمانوں کو کھانا، پینا اور سونا بھول گیا تھا۔

احزاب (کفار کے گروہ) مقامات کو تاڑ تاڑ کے پے در پے حملے کر رہے ہیں اور مسلمان ناگہانی حملے کے خوف سے ایک جگہ سے دوسری جگہ آ جا رہے ہیں۔ یہ لمحات طویل ہو گئے۔ مسلمان تھک چکے

تھے۔ان کی حالت قرآن پاک نے یوں بیان کی ہے۔

جب انہوں نے ہلہ بول دیا تھا تم پر اوپر کی طرف سے اور تمہارے نیچے کی طرف سے اور جب مارے دہشت کے آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔(الاحزاب:10)

اس دردناک ماحول میں یہ خبر بجلی بن کر گرتی ہے کہ بنو قریظہ (کے یہودیوں) نے معاہدہ توڑ دیا ہے اور وہ بھی (کفار کے ساتھ مل کر) جنگ کر رہے ہیں مسلمان گویا کہ یوں ہو چکے تھے کہ ان کی جانیں قتل ہونے کے لئے اور اولادیں گرفتار ہونے کے لئے ہیں۔

اس اعصاب شکن ماحول میں ایک قائد کو کس طرح کے صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضور ﷺ نے اپنی چادر مبارک اوڑھ لی کچھ دیر انتظار فرمایا پھر انہیں عزائم میں پختگی اور حوصلے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کی فتح اور مدد پر خوش ہو جاؤ۔اس مرحلے کی شدت نے اس عظیم قائد ﷺ کے اعصاب پر ذرہ بھر اثر نہ کیا بلکہ ایک صبر تھا جو ہر لحہ بڑھتا جا رہا تھا۔

۳۔ صبر آزما حالات کی ایک اور نوعیت کسی کی وفات بھی ہے۔حضور ﷺ کی اولاد، آپ ﷺ کے رشتہ داروں اور آپ ﷺ کے دوستوں نے اس دنیا کو خیر آباد کہا۔قلب مصطفے ﷺ ایک قلب رحیم ہے۔یہاں بھی صبر کا اظہار ہے آنسو بہہ رہے ہیں لیکن زبان پر شکوہ اور شکایت نہیں۔

ابن سعد نے حضرت انس بن مالک سے روایت ذکر کی ہے۔فرماتے ہیں میں نے جگر گوشہ رسول حضرت ابراہیم کو دیکھا کہ حضور ﷺ کے سامنے بڑی دقت سے سانس لے رہے ہیں۔آپ ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔حضور ﷺ نے فرمایا:

تدمع العين ويحزن القلب ولا نقول الا ما يرضى ربنا والله يا ابراهيم انا بک لمحزونون ۔

"آنکھیں پرنم اور دل غمگین ہے،ہم وہی کہیں گے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔قسم بخدا اے ابراہیم! ہم (آپ ﷺ کی جدائی پر) (بڑے) غمگین ہیں"۔

ابن سعد نے ہی حضرت مکحول سے روایت ذکر کی ہے۔

حضور ﷺ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے سہارے حضرت ابراہیم کے پاس تشریف لائے حضرت ابراہیم اپنی جان اپنے مالک کو پیش کر رہے تھے۔جب ان کا وصال ہو گیا آپ ﷺ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔حضرت عبدالرحمٰن نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس چیز سے تو آپ ﷺ دو

سروں کو منع کرتے ہیں۔ جب مسلمان آپ ﷺ کو روتا دیکھیں گے تو وہ بھی رو پڑیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے آنسوؤں کے بعد فرمایا یہ رحم ہے اور جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا ہم لوگوں کو نوحہ کرنے اور مرنے والے کی ایسی خوبیاں بیان کرنے سے منع کرتے ہیں جو خوبیاں اس میں نہ ہوں۔ پھر فرمایا اگر (جان دینے کے بارے میں) مکمل وعدہ نہ ہوتا تو اور اس راہ پہ چلنے (سے گریز) ممکن ہوتا۔ اور اگر ہمارے پچھلوں نے اپنے پہلوں سے ملنا نہ ہوتا تو ہم اس سے بھی زیادہ غم کا اظہار کرتے ہم اب بھی بہت پریشان ہیں۔ آنکھیں رو رہی ہیں۔ دل پریشان ہے لیکن ہم وہ بات نہیں کرتے جو رب کو ناراض کرنے والی ہو۔ حضرت ابراہیم کی بقیہ رضاعت جنت میں مکمل ہوگی۔

حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت ذکر کی ہے۔ جنگ احد کے دن حضرت حمزہ کی شہادت پر ان کی بہن حضرت صفیہ ان کو دیکھنے کے لئے آئیں انہیں نہیں پتہ تھا کہ آپ کے ساتھ کیا گیا ہے ان کی ملاقات حضرت علی سے ہوئی۔ حضرت علی نے حضرت زبیر سے فرمایا اپنی امی جان کو (سارے حالات شہادت) بتائیں آپ نے فرمایا نہیں بلکہ آپ اپنی پھوپھی کو خود بتائیں۔ حضرت صفیہ نے فرمایا حضرت حمزہ کو کیا ہوا ان دونوں (حضرت علی اور حضرت زبیر) نے یوں ظاہر کیا گویا انہیں پتہ ہی نہ ہو۔

وہ حضور ﷺ کے پاس آئیں حضور ﷺ نے فرمایا (شدت غم کی وجہ سے) مجھے ان کی عقل ضائع ہونے کا خطرہ ہے آپ نے اپنا دست مبارک ان کے سینے پر رکھا پھر ان کے لئے دعا فرمائی۔ اس پر آپ رو پڑیں اور کہا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا۔ پھر حضور ﷺ حضرت حمزہ کی لاش پر آئے آپ کی لاش کا مثلہ کر دیا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر عورتوں کی گھبراہٹ کا خطرہ نہ ہوتا تو میں حضرت حمزہ کی لاش کو یوں ہی چھوڑ دیتا یہاں تک کہ ان کا حشر پرندوں کی پوٹوں اور جانوروں کے پیٹوں سے ہوتا۔ پھر آپ ﷺ نے شہداء کے جسم لائے جانے کا حکم دیا۔ پس نو شہیدوں کے جنازے رکھے جاتے ساتھ حضرت حمزہ کا جنازہ رکھا گیا حضور ﷺ جنازہ پڑھاتے باقی شہداء کے جنازے اٹھا لئے جاتے حضرت حمزہ کا جنازہ وہیں رکھا جاتا پھر نو اور لائے جاتے ان کی نماز جنازہ پڑھی جاتی۔ اس طرح تمام شہداء کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ ہر نو جنازوں کے ساتھ حضرت حمزہ کا جنازہ رکھا جاتا رہا۔ (مراد یہ ہے کہ حضرت حمزہ کی نماز جنازہ کئی بار پڑھی گئی)

حضرت اسامہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ آپ ﷺ کی ایک شہزادی نے آپ ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ ان کا کوئی بچہ فوت ہونے والا ہے۔ حضور آپ تشریف لائیں۔ آپ ﷺ نے پیغام لانے والے شخص سے فرمایا جاؤ اور میری بیٹی سے کہو جو کچھ عطا کرے وہ بھی اللہ کا ہے اور جو کچھ واپس لے لے وہ بھی اللہ ہی کا ہے۔ اللہ کے نزدیک ہر ایک

شے کی مدت مقرر ہے۔(میری بیٹی) آپ کو چاہئے کہ تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھو۔ پیغام لانے والا شخص دوبارہ حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کی صاحبزادی نے قسم دی ہے کہ آپ ﷺ ضرور تشریف لائیں۔ پس آپ ﷺ اپنے صحابہ سعد بن عبادہ، حضرت سعد بن معاذ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور دوسرے احباب رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ تشریف لائے۔ حضرت اسامہ فرماتے ہیں کہ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔ بچہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ بچے کی سانسیں اکھڑ رہی تھیں۔ گویا سانس مشکیزے میں سے (پانی کی مانند نکل رہی) ہے۔ حضور ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ حضرت سعد نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا یہ رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دل میں رکھی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان بندوں پر رحم فرماتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔ (طیالسی، احمد، ابوداؤد، ابن حبان، ترمذی، ابن ماجہ،)

۴۔ صبر آزما حالات کا ایک اور رخ۔

مرض، بھوک اور فقر پر صبر۔ یہ وہ بلند چوٹی ہے جس پر چڑھنے سے لوگ ہمت ہار جاتے ہیں۔ امام احمد اور طبرانی نے یہ روایت ذکر کی ہے۔ یہ الفاظ طبرانی کے ہیں۔

حضرت فاطمہ نے جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا سرکار ﷺ کو پیش کیا۔ سرکار ﷺ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ میرے دل نے چاہا کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں یہ ٹکڑا پیش کروں۔ سرکار ﷺ نے فرمایا تین دن بعد یہ (ٹکڑا) پہلی خوراک ہے۔ جو تیرے والد پاک تناول فرما رہے ہیں۔

ابن ابی دنیا نے ابن بجیر سے روایت بیان کی ہے، فرماتے ہیں۔

ایک دن نبی پاک ﷺ کو اتنی بھوک لگی تھی کہ آپ ﷺ نے ایک پتھر اپنے بطن مبارک پر باندھ لیا اور فرمایا خبردار بہت سارے لوگ دنیا میں شکم سیر اور ناز و نعمت میں پلے ہوتے ہیں۔ حالانکہ وہ قیامت کے دن بھوکے ننگے ہوتے ہیں۔ خبردار بہت سے لوگ دنیا میں خود کو معزز بنانے والے قیامت کے دن ذلیل ہوں گے۔ اور بہت سے لوگ دنیا میں خود کو حقیر سمجھنے والے قیامت کے دن مکرم ہوں گے۔

مسلم اور ترمذی نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے۔ انہوں نے فرمایا اے لوگو! آج تم لوگ اپنے پسندیدہ کھانے کھا رہے ہوں اور اپنے پسندیدہ مشروبات پی رہے ہو۔ حالانکہ میں نے تمہارے نبی پاک ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ کے پاس پیٹ بھرنے کے لئے ردی کھجور بھی نہیں ہوتی تھی۔

امام مسلم نے حضرت نعمان سے روایت بیان کی ہے۔

فرماتے ہیں حضرت عمر نے مسلمانوں کے دنیا میں منہمک ہونے کا ذکر کیا اور فرمایا میں نے حضور ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ پیٹ بھرنے کے لئے سارا دن ردی کھجور کے انتظار میں سارا دن گزار دیتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا بات ہے؟ آپ ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابو ہریرہ بھوک کی وجہ سے یہ سن کر میں رو پڑا حضور ﷺ نے فرمایا اے ابو ہریرہ نہ رو کیونکہ دنیا میں اللہ کی رضا کے لئے بھوکے رہنے والے سے قیامت کے دن سخت حساب نہیں لیا جائے گا۔

اس حدیث کو ابو نعیم نے حلیہ میں ذکر کیا نیز خطیب، ابن عساکر اور ابن نجار نے بھی روایت کیا ہے۔

طبرانی اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

حضرت ابو بکر دوپہر کے وقت مسجد میں آئے۔ حضرت عمر نے پوچھا آپ کو اس وقت کیا چیز مسجد میں لے کر آئی ہے؟ آپ نے فرمایا سخت بھوک۔ حضرت عمر نے فرمایا بخدا! یہی چیز مجھے بھی لے کر آئی ہے۔ وہ یہی باتیں کر رہے تھے۔ کہ حضور ﷺ بھی تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں کس چیز نے گھر سے نکالا ہے انہوں نے عرض کیا بھوک کی شدت نے۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے میری جان کے مالک کی قسم! مجھے بھی یہی چیز لائی ہے۔ اب اٹھو اور وہ تینوں (کہیں) تشریف لے گئے۔

ابن ماجہ اور ابن ابی دنیا نے حضرت ابو سعید خدری سے روایت کیا ہے۔ حضرت خدری فرماتے ہیں وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کو شدید بخار تھا۔ آپ ﷺ نے ایک گھنی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ حضرت ابو سعید نے چادر کے اوپر ہاتھ رکھا (تو بخار کی حدت محسوس ہوئی) تو عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کو کتنا سخت بخار ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں ہم پر اتنی ہی سخت آزمائش ہوتی ہے۔ اور اجر دوگنا زیادہ ملتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کون سے لوگوں پر آزمائش سخت ہوتی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے انبیاء پر پھر علماء پر پھر صالحین پر۔

حضرت ابو عبیدہ بن خذیفہ اپنی پھوپھی حضرت فاطمہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں۔ حضور ﷺ کو بخار تھا ہم کچھ عورتیں آپ ﷺ کی عیادت کے لئے حاضر ہوئیں۔ حضور کے حکم سے ایک مشکیزہ آپ ﷺ کے اوپر کی جانب سے درخت سے لٹکا دیا گیا آپ ﷺ اس کے نیچے ہو گئے اور اس کے قطرات آپ ﷺ پر گرنے لگے (اس طرح کرنے کا مقصد یہ تھا تاکہ) بخار کی حدت کم

ہو جائے ۔صحابیہ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کاش آپ ﷺ اپنے لئے دعا کر لیتے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے اس تکلیف کو دور کر دے حضور ﷺ نے فرمایا:

ان اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ۔

"بے شک تمام لوگوں میں سے سخت آزمائش انبیاء پر نازل ہوتی ہے ۔ پھر ان کے ان پر جو درجہ میں ان کے بعد ہو پھر ان پر جو ان سے درجہ میں کم ہوں"۔

ان مثالوں میں آپ نے دیکھ لیا ہے آزمائش کے ہر مقام پر صبر رسول ﷺ کا نمونہ بے مثال ہے اس میں کسی قسم کی گھبراہٹ کا دخل نہیں ۔ یہاں بھی اخلاق نبوی ﷺ اپنے عروج پر ہے ۔

۳۔رحمت مصطفیٰ ﷺ

ا۔جنگجوؤں اور حکمرانی کرنے والوں کے دل سخت اور (لطف ومحبت کے) آنسو خشک ہو جاتے ہیں ۔شاید ہی ایسے لوگوں میں کوئی شخص ہو جو رحمت بھرے دل کا مالک ہو۔لیکن حضور ﷺ اور آپ کے غلام اس طرز کے لوگ نہیں آپ جب بھی چاہیں ان نفوس قدسیہ میں شجاعت ،قوت ،شدت اور صبر کی صفات دیکھ سکتے ہیں ۔لیکن یہ صفات ان کی صفت رحمت پر غالب نہیں آتیں ۔

بلکہ جس طرح یہ صفات سرکار ﷺ کی ذات اقدس میں بدرجہ اتم موجود ہیں اسی طرح صفت رحمت بھی اپنے پورے کمال پر ہے ۔

گزشتہ صفحات میں آپ نے دیکھ لیا ہے کہ شفقت ورحمت کے مواقع پر کس طرح آپ کی چشمان مبارک تر ہو جایا کرتی تھیں ۔آپ ایسے صابر تھے کہ آپ سے بڑھ کر کوئی صبر کرنے والا نہیں اور ایسے ماہر عساکر ہیں کہ آپ سے بڑھ کر کوئی تجربہ کار نہیں لیکن آپ کا قلب مبارک رحمت سے بھر آتا اور آنسو بہہ پڑتے ۔اور آپ کے رونے کی آواز سنائی دیتی ہے ۔گویا کہ دریائے رحمت سے (آنسو) موجوں کی صورت میں آرہے ہیں ۔

۲۔ بہت سارے مقامات پر بڑے بڑے نرم دل والوں کے ہاتھوں سے مہربانی کا دامن چھوٹ جاتا ہے ۔لیکن حضور ﷺ کی رحمت ان لحات میں اور زیادہ ہو جاتی ہے ۔آپ کو تکلیفیں دی گئیں ، پتھر برسائے گئے اور بدتمیزی کی گئی ۔لیکن آپ پھر بھی فرمارہے ہیں ۔

اللهم اغفر لقومی فانهم لا یعلمون۔

"اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما کیونکہ وہ نہیں جانتے"۔

(مکی دور میں) آپ کے ساتھ جو کیا گیا تھا (سب جانتے ہیں) لیکن آپ نے (ان کے کرتوتوں) کے برعکس سلوک فرمایا۔

جس طرح کہ حضرت عمر نے بیان فرمایا ہے کہ فتح مکہ کے دن حضور ﷺ نے صفوان بن امیہ، سفیان بن حرب اور حارث بن ہشام کو بلا بھیجا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں میں نے کہا آج اللہ تعالیٰ نے ان سے بدلہ لینا ممکن بنا دیا ہے۔ میں خوب جانتا ہوں جو کچھ ان لوگوں نے کیا ہے۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ نے فرمایا میری اور تمہاری مثال یوسف اور ان کے بھائیوں جیسی ہے۔ پھر فرمایا۔

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿٩٢﴾ (یوسف)

''آج تم پر کوئی گرفت نہیں اللہ تعالیٰ تم کو معاف فرمائے اور وہ ارحم الراحمین ہے''۔

حضرت عمر فرماتے ہیں میں شرم سے پانی پانی ہو گیا اس خوف سے کہیں میرے بارے میں جلدی سے کوئی بات نہ کر دیں۔

وہ مقامات جہاں رحمت کے جذبات پر انتقام اور غلبے کے جذبات غالب آ جاتے ہیں۔ ان مواقع پر بھی رحمت عالم ﷺ کی صفت رحمت برقرار رہتی ہے۔ نہ کسی دوسری صفت پر غالب آتی ہے۔ اور نہ کوئی دوسری صفت اس پر غالب آتی ہے۔

آپ کا سائبان رحمت تمام لوگوں پر چھایا ہوا ہے۔ بالخصوص کمزور لوگ طاقتوروں سے پہلے اس صفت سے فیض یاب ہوتے تھے (اور ہوتے ہیں)

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں۔ حضور مسجد میں داخل ہوئے۔ اور غریب صحابہ کے پاس بیٹھ گئے۔ اور ان کو جنت کی بشارت دی۔ جس سے ان کے چہرے خوشی سے چمک اٹھے۔ کیونکہ میں ان میں شامل نہ تھا۔ اس لئے (جنت کی بشارت سے محروم رہ جانے پر) مجھے بڑا دکھ ہوا۔

صحیح بخاری میں ہے۔

حضور ﷺ نے ایک دن ایک سیاہ رنگ والے آدمی کو یاد کیا اور فرمایا اس کا کیا بنا؟ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ وہ فوت ہو گیا ہے۔

غریب نواز آقا ﷺ نے فرمایا تم نے مجھے کیوں نہ بتایا۔ صحابہ نے اس کو حقیر سمجھتے ہوئے کہا وہ ایسا شخص تھا۔ سرکار ﷺ نے فرمایا مجھے اس کی قبر پر لے چلو حضور اس کی قبر پر تشریف لے گئے۔ اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

معاویہ بن سوید فرماتے ہیں ہم بنو مقرن کے پاس حضور ﷺ کے زمانے میں سوائے ایک خادمہ کے اور کوئی خدمت گار نہ تھا۔ ہم میں سے کسی نے اس خادمہ کو طمانچہ مار ڈالا۔ یہ بات نبی پاک

ﷺ کو معلوم ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا اس کو آزاد کردو۔ عرض کیا گیا ان کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی خادمہ نہیں۔ سرکار ﷺ نے فرمایا پھر اس سے خدمت لیتے رہیں۔ جب ان کو کچھ مل جائے تو اس خادمہ کو آزاد کردیں۔

حضرت انس سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا میں نماز شروع کرتا ہوں میرا ارادہ ہوتا ہے کہ نماز لمبی کروں پھر میں کسی بچے کی رونے کی آواز سنتا ہوں۔ تو نماز مختصر کردیتا ہوں۔ کیونکہ مجھے علم ہے کہ بچے کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں کو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔

حیوانات بھی آپ ﷺ کی رحمت سے محروم نہ تھے۔ بلکہ آپ ﷺ حیوانات پر بھی دوسروں سے زیادہ رحیم تھے۔

عبدالرحمٰن بن عبداللہ فرماتے ہیں ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ ہم نے (چڑیا کی طرح کا) ایک پرندہ دیکھا۔ جس کے ساتھ اس کے دو بچے بھی تھے۔ ہم نے اس کے بچوں کو پکڑ لیا۔ پرندے نے آکر منڈلانا شروع کردیا۔ جب حضور ﷺ نے آکر دیکھا تو فرمایا کس نے اس کے بچے کو پکڑ کر اس کو تکلیف دی ہے؟ اس کے بچے واپس کردو۔

نبی پاک ﷺ نشانہ بازی میں مہارت حاصل کرنے کیلئے جانوروں کو تیروں کا ہدف بنانے سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا جو شخص جانور ذبح کرنا چاہتا ہے وہ چھری (خوب) تیز کرلے اپنے ذبیحہ کو (جلدی کاٹ کر) آرام پہنچائے۔ اور کوئی شخص جانوروں کے سامنے کسی دوسرے جانور کو ذبح نہ کرے۔

بیشک سرکار ﷺ کی رحمت سے ہر ایک نے حصہ لیا۔ لیکن یہ رحمت اپنی حدود سے (نہ کم ہوئی ہے اور) نہ بڑھی ہے۔

۴۔ حضور ﷺ پیکر حلم

حضور ﷺ کو دوسری صفات کی طرح صفت حلم بھی بدرجہ اتم عطا کی گئی تھی۔ آپ ﷺ حق کی خاطر غضب ناک ہوتے جب حق کی حدود کو پامال کیا جاتا۔ جب آپ ﷺ کو غصہ آتا تو کسی کو تاب مقابلہ نہ ہوتی اور یہ غصہ باطل کو نیست و نابود کردیتا۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ ساری کائنات سے زیادہ حلیم تھے۔ کوئی جاہل آداب گفتگو سے واقف نہ ہوتا۔ یا حضور ﷺ کی بارگاہ میں بے ادبی سے پیش آنے والا جس کی (بے ادب طبیعت) کی اصلاح ممکن ہوتی۔ یا ایسا منافق جس کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ اور ہوتا۔ آپ ﷺ کا حلم ہمیشہ حیرت میں مبتلا کردینے والا ہوتا۔ باوجود اس کے کہ آپ ﷺ کو اپنے مخالف پر گرفت یا اسے قتل کرنا اور اسے خوفزدہ کرنا ممکن ہوتا۔ لیکن پھر بھی آپ ﷺ کا

حلم اتنا زیادہ ہوتا کہ انسانی ذہن کی پرواز وہاں تک نہ ہوسکتی۔

حالانکہ یہ سب کو معلوم تھا کہ اگر حضور ﷺ کسی شخص کو قتل کرنے کا حکم دیں تو سینکڑوں لوگ تعمیل حکم کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ بلکہ بعض صحابہ کو تو حکم (کی بجائے صرف) رضامندی کا علم ہو جائے (تو بھی وہ بے ادبی کرنے والے کو قتل کر دیں) اگر حضور ﷺ کسی کو قتل کرنے کا اذن دے دیں تو (ان بے ادبوں کی) گفتگو ختم ہونے سے پہلے ان کے سرتن سے جدا ہو جائیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ برداشت کرتے اور اتنا حلم کا مظاہرہ کرتے کہ (دیکھنے والے کو یقین ہو جاتا) آپ ﷺ واقعی حلم کا پیکر ہیں۔

صحیحین میں حضرت ابوسعید خدری کی روایت ہے۔ کہ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ آپ (مال غنیمت) تقسیم فرما رہے تھے کہ ذوالخویصرہ تمیمی آیا اس نے کہا اے اللہ کے رسول عدل کرو آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے لئے ہلاکت ہوں اگر میں نہیں عدل کروں گا تو پھر کون عدل کرے گا۔ تیرا ستیاناس ہو اگر میں نہیں عدل کروں گا تو پھر کون عدل کرے گا۔ حضرت عمر بن خطاب اٹھے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اسے قتل کر دوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔

یوم حنین آپ نے جو کچھ تقسیم فرمایا اس کے بارے میں ایک شخص نے کہا بخدا یہ ایسی تقسیم ہے جو عدل سے خالی ہے اور اس میں خدا کی رضا ملحوظ نہیں رکھی گئی۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہے میں نے کہا کہ بخدا میں یہ بات حضور ﷺ کو بتاؤں گا۔ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو ساری بات عرض کر دی۔ آپ نے فرمایا جب اللہ اور اس کا رسول ہی عدل نہیں کریں گے تو پھر کون عدل کرے گا؟ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ پر رحم فرمائے ان کو اس سے بھی زیادہ تنگ کیا گیا تھا۔ لیکن انہوں نے صبر کو اختیار فرمایا۔ (صحیح بخاری)

امام احمد نے حضرت عائشہ سے روایت ذکر کی ہے۔

حضور ﷺ نے کبھی کسی خادم کو نہ مارا نہ کبھی کسی عورت کو مارا نہ کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے مارا۔ مگر یہ کہ آپ ﷺ میدان جہاد میں ہوں۔ جب بھی آپ ﷺ دو چیزوں کے درمیان آپ ﷺ کو اختیار دیا گیا اگر گناہ نہ ہوتا تو آپ ﷺ آسان شے کو اختیار فرماتے اور گناہ سے آپ تمام لوگوں سے زیادہ دور رہتے۔ آپ ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہ لیا۔ اگر کوئی حرمات الٰہی کو پامال کرتا تو اللہ کے حق کی وجہ سے اس سے انتقام لیتے۔

شیخین نے حضرت انس بن مالک کی روایت ذکر کی ہے۔ ایک یہودی عورت نے حضور ﷺ

کی خدمت میں زہر آلود گوشت پیش کیا آپ ﷺ نے اس کو تناول فرمالیا۔ جب اس عورت کو آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے اس سے پوچھا تو عورت نے کہا میں نے آپ ﷺ کو قتل کرنا چاہا تھا۔ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تم کو مجھ پر غلبہ عطا نہیں فرمائے گا۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ اسے قتل نہیں کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔

ابن جریر نے حضرت انس کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

ایک دن حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے اس وقت آپ ایک سخت بنائی والی نجرانی چادر زیب جسم فرمائے ہوئے تھے۔ ایک بدو نے آ کر چادر کا ایک کنارہ پکڑ کر (اتنا سخت) کھینچا کہ حضور ﷺ کی گردن مبارک پر بنائی کے نشان پڑ گئے۔ بدو نے کہا اے محمد ﷺ! اللہ کے مال سے ہمیں کچھ عطا کریں۔ سرکار ﷺ نے مڑ کر تبسم فرمایا اور اسے کچھ دینے کو کہا۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں ہم روزانہ صبح مسجد میں حضور ﷺ کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے۔ جب آپ اپنے گھر جانے کے لئے کھڑے ہوتے ہم اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک آپ ﷺ اپنے گھر نہ تشریف لے جاتے۔ ایک دن آپ ﷺ ابھی راہ ہی میں تھے کہ ایک بدو آ گیا اس نے آپ ﷺ کی چادر مبارک کو کھینچا جس سے گردن مبارک سرخ ہو گئی۔ بدو نے کہا اے محمد ﷺ! مجھے دو اونٹوں کا مالک بنا دو۔ آپ ﷺ اپنے مال یا اپنے باپ کے مال سے مجھے اونٹ نہیں دو گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں۔ استغفر اللہ اس وقت تک نہیں جب تک تم مجھے بدلہ نہ دو۔

یہ کلمہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا پھر ایک آدمی کو بلایا اور اسے فرمایا اس کو جو اور کھجور سے لدے ہوئے دو اونٹ عطا کر دو۔ (رواہ احمد)

طبرانی نے حضرت ابوامامہ سے روایت بیان کی ہے۔

ایک فحش گو عورت لوگوں کے ساتھ فحش گفتگو کرتی تھی۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ ایک چٹان پر بیٹھ کر ثرید کھا رہے تھے۔ کہ وہ عورت پاس سے گزری۔ اس نے کہا ان کی طرف دیکھو غلاموں کی طرح بیٹھ کر غلاموں کی طرح کھا رہے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا مجھ سے بڑھ کر کون (اپنے رب کا) غلام ہے۔ عورت نے کہا خود کھا رہے ہیں اور مجھے نہیں کھلاتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم بھی کھا لو۔ اس نے کہا مجھے اپنے ہاتھ سے عطا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے اسے عطا فرمایا اس نے عرض کیا مجھے وہ عطا فرمائیں جو آپ ﷺ کے منہ مبارک میں ہے۔ آپ ﷺ نے وہی عطا فرما دیا۔ وہ (لقمہ) کھانے کی دیر تھی کہ اس پر اس قدر حیاء غالب آ گئی مرتے دم تک پھر کسی سے کوئی بے حیائی کی بات تک نہ کی۔

ابونعیم نے حضرت عائشہ کی روایت ذکر کی ہے۔

حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرماتھے۔ میں نے آپ کے لئے کھانا تیار کیا۔ حضرت حفصہ نے آپ کے لئے کھانا تیار کیااور وہ مجھ سے سبقت لے گئیں۔ میں نے اپنی خادمہ سے کہا جلدی جاؤ اور حضور ﷺ کے سامنے حضرت حفصہ کے برتن کو الٹ دو تا کہ جو کچھ اس میں ہے وہ آپ ﷺ کے سامنے زمین پر گر جائے لونڈی نے ایسا ہی کیا۔ کھانا گر کر بکھر گیا۔ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کے ساتھ مل کر کھانا اکٹھا کر کے کھالیا۔ پھر میں نے اپنا برتن بھیجا حضور ﷺ نے وہ برتن حضرت حفصہ کو بھیج دیا۔ اور فرمایا اپنے برتن کے بدلے برتن لے لو۔ اور جو کچھ اس میں ہے کھالو۔ میں نے حضور ﷺ کے رخ اقدس پر ذرا بھی ناگواری کے آثار نہ دیکھے۔

حضور ﷺ کا حلم اس سے بھی زیادہ تھا جس کا احاطہ ممکن نہیں۔ اگر یہ حلم نہ ہوتا تو عرب جیسے لوگوں پر حکومت کرنا بھی ممکن نہ ہوتا۔ جنہوں نے کسی کے آگے جھکنا یا اطاعت کرنا سیکھا ہی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے۔

وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ

''اور اگر ہوتے آپ تند مزاج سخت دل تو یہ لوگ منتشر ہو جاتے آپکے آس پاس سے تو آپ درگزر فرمایئے ان سے اور بخشش طلب کیجئے ان کے لئے اور صلاح مشورہ کیجئے ان سے کام میں اور جب آپ ارادہ کرلیں (کسی بات کا) تو پھر توکل کرو اللہ پر''۔

۵۔ رحمت عالم ﷺ سراپا کرم

صفت کرم جنت کے راستوں میں سے ایک راستہ ہے جبکہ بخل جہنم کا راستہ ہے۔ حضور ﷺ کا کرم ایسا ہے کہ اس کے ساتھ نہ برابری کی جاسکتی ہے اور نہ مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ مال غنیمت کا پانچواں حصہ آپ کے حوالے کیا جاتا تھا اور اس خمس میں سے خمس (پانچواں حصہ) آپ ﷺ کے لئے ہوتا تھا۔ مسلمانوں کو بیشمار مال غنیمت نصیب ہوا۔ اگر حضور ﷺ مال جمع کرنے کا ارادہ فرماتے تو حضور ﷺ سب سے زیادہ مالدار ہوتے۔ صرف غزوہ حنین میں آٹھ ہزار بکریاں چار ہزار آٹھ سو اونٹ، آٹھ ہزار اوقیہ چاندی اور بارہ سو قیدی یہ کل مال غنیمت کا خمس تھا۔ جس میں پانچواں حصہ خود حضور ﷺ کے لئے تھا۔ اگر رحمت عالم ﷺ سارے غزوات مثلاً خیبر، قریظہ اور بنو نضیر وغیرہ کا مال جمع کرتے تو آپ ﷺ کے اموال کا اندازہ کیا ہوتا۔ مزید برآں کہ اس مال کی افزائش اور برکت کا اندازہ بھی لگائیں اور یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ بوقت وصال آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے

ہاں رہن رکھی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے حکم فرمایا تھا کہ میری میراث میرے رشتہ داروں کے لئے نہیں بلکہ آپ کا مال تمام مسلمانوں کے لئے ہے۔ (اتنے مال کے باوجود) آپ ﷺ کھر درالباس زیب تن فرماتے۔ اور مختصر بستر پر استراحت فرماتے کئی دن فاقے سے گزار دیتے اگر گھر میں مال صدقہ کئے بغیر باقی رہ جاتا تو آپ ﷺ کو تشویش ہوتی تھی۔ اس جیسی مثالیں اور بھی بہت سی ہیں۔ ذرا سوچو تو سہی کرم کے یہ کون سے انداز ہیں۔ طہارت نفس کی یہ کونسی قسم ہے؟

یہ نبوت ہے۔ نبوت کے بغیر یہ سخاوت اور استطاعت کے باوجود ایسی زندگی پر فرحت سوائے اسوہ رسول ﷺ کے ممکن نہیں۔

بدترین دشمنوں نے بھی اس بات کی گواہی دی ہے۔ اور بالآخر دامن اسلام کو تھامنے پر مجبور ہو گئے۔

بخاری و مسلم نے حضرت ابن عباس سے روایت ذکر کی ہے۔ حضور ﷺ تمام لوگوں سے سخی تھے۔ رمضان المبارک میں جب جبرائیل آپ سے ملتے تو آپ ﷺ کی سخاوت بہت زیادہ ہو جاتی جبرائیل رمضان المبارک کی ہر رات آپ کے ساتھ قرآن پاک کا دور کیا کرتے تھے۔ ان دنوں حضور ﷺ تیز چلتی ہوئی ہوا سے بھی زیاد سخاوت فرمایا کرتے تھے۔

شیخین نے حضرت جابر کی روایت نقل کی ہے۔

کبھی بھی کسی چیز کے سوال پر آپ نے ''نہ'' نہ فرمائی۔

طبرانی نے حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتی ہیں مجھے معوذ بن عفراء نے ایک صاع تازہ کھجوریں اور ایک برتن میں کھیر ڈال کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں بھیجا۔ حضور ﷺ کھیر زیادہ پسند فرمایا کرتے تھے۔ اس وقت بحرین (کے مال غنیمت میں سے) زیورات آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کئے گئے تھے۔ حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک زیورات سے بھرا اور زیورات مجھے عطا فرما دیئے۔

ایک روایت میں ہے کہ مجھے حضور ﷺ نے مٹھی بھر کر زیور یا سونا عطا فرمایا امام احمد نے اس میں یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اس زیور کو پہن لو۔

طبرانی نے حضرت ام سنبلہ سے روایت بیان کی ہے۔ کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ کی ازواج مطہرات نے ان کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ ہم اسے نہیں لیں گے۔ حضور ﷺ نے ان کو حکم دیا تو انہوں نے اس کو لے لیا پھر آپ ﷺ نے ایک وادی علیحدہ کر کے اسے عطا کر دی۔

ابن جریر نے حضرت سہل بن سعد سے روایت کیا ہے۔ کہ ایک عورت بارگاہ رسالت میں حاضر

ہوئی۔اس کے پاس ایک چادر تھی ۔اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں یہ چادر آپ ﷺ کے لئے لے کر آئی ہوں حضور ﷺ نے اس چادر کو قبول فرمالیا ۔آپ کو اس چادر کی ضرورت تھی آپ ﷺ نے اس کو زیب تن فرمالیا۔ایک آدمی نے دیکھا تو عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ چادر کتنی خوبصورت ہے مجھ کو عطا فرمایئے ۔سرکار ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے ۔جب حضور ﷺ وہاں سے اٹھے اس شخص کو دوسرے لوگوں نے ملامت کی اور کہا تو نے اچھا نہیں کیا۔تمہیں پتہ ہے سرکار ﷺ کو اس چادر کی ضرورت تھی اور تم کو یہ بھی علم ہے کہ حضور ﷺ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے ۔اس شخص نے کہا بخدا میں نے اس بابرکت چادر کا کفن بنانے کے لئے سوال کیا ہے۔

امام احمد نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔حضور ﷺ سے اسلام کے ہوتے ہوئے جس نے بھی کسی چیز کا سوال کیا حضور ﷺ نے اسے عطا فرمایا۔آپ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا آپ ﷺ نے صدقہ کی بکریوں میں سے اسے اتنی بکریاں عطا فرمائیں کہ پوری وادی بھر گئی۔وہ شخص اپنی قوم کی طرف گیا تو کہا اے قوم !اسلام قبول کرلو۔کیونکہ محمد ﷺ جب کسی کو عطا فرماتے ہیں تو اسے غربت کا اندیشہ نہیں رہتا۔

ایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں (حصول) دنیا کے لئے آتا ہے۔(بارگاہ رسالت ﷺ میں) کچھ وقت ہی رہتا ہے کہ اس کی نگاہوں میں دین دنیا سے زیادہ عزیز اور محبوب ہوجاتا ہے۔

ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن زبیر کی زبانی صفوان بن امیہ کے اسلام لانے کا قصہ یوں بیان کیا ہے۔جب حضور ﷺ بنوہوازن کی طرف تشریف لے گئے ۔صفوان آپ ﷺ کے ہمراہ تھا صفوان ابھی تک کافر تھا۔حضور ﷺ نے اس سے کچھ ہتھیار ادھار مانگے ۔تقریبا سو زرہیں ۔صفوان نے کہا کہ کیا یہ جبری عاریۂ ہے یا واپس کریں گے۔حضور ﷺ نے فرمایا ادھار ہیں اور قابل واپسی۔ صفوان نے ادھار دے دیئے۔حضور ﷺ نے فرمایا ہتھیاروں کو حنین تک تم پہنچاؤ۔اس شخص نے حنین اور طائف کے غزوے دیکھے پھر حضور ﷺ جعرانہ کی طرف تشریف لائے۔حضور ﷺ غنائم کو دیکھتے ہوئے چل رہے تھے ۔صفوان بھی آپ کے ساتھ تھا۔صفوان نے اونٹوں ،بکریوں اور چرواہوں سے بھری ہوئی ایک گھاٹی کی طرف دیکھنا شروع کردیا سرکار ﷺ بھی اسے مسلسل دیکھتے رہے پھر فرمایا اے ابووہب یہ گھاٹی تم کو پسند ہے اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا یہ گھاٹی سارے مال سمیت تیری ہوگئی۔

صفوان نے کہا نبی کے سوا کسی شخص کی طبیعت ایسی سخاوت کی اجازت نہیں دیتی ۔اسی جگہ پر **اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد عبدہ و رسولہ** پڑھ کر اسلام قبول کرلیا۔

رسالت مآب ﷺ کے کرم کی یہ چند مثالیں ہیں جو دیگر تمام طرق پر حاوی ہیں۔ایسا کرم کہ خو، جہد و مشقت اور فاقہ کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ذات مصطفےٰ ﷺ اور خاندان رسالت کے سوا کوئی ایسی زندگی نہیں گزار سکتا۔(یہ حالات ان دنوں کے ہیں) جب حضور ﷺ ایک وسیع و عریض مملکت کے مالک ہیں۔آپ ﷺ کو بے مثال غلبہ بھی حاصل ہے۔اور فتوحات کثیرہ کا مینہ برس رہا ہے۔ مزید برآں کہ اگر آپ ﷺ اپنی ذات مقدس کے لئے مسلمانوں سے مال لینے کا ارادہ ظاہر کریں تو مسلمان اس کو سعادت سمجھتے ہیں اور یہ آپ ﷺ کا حق بھی تھا کیونکہ آپ ﷺ ان کے معلم ہیں اور انہی کے معاملات کی اصلاح کی خاطر یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا۔یہ طبع کریمانہ دوسروں کے اموال کی طرف نگاہ کرنے سے بے حد حجاب محسوس کرتی ہے۔

صفت کرم ایسا سرمایہ ہے جس کے برابر کوئی اور خوبی نہیں ہوسکتی۔(کرم کے یہ تمام مظاہرے) چمنستان خلیل کے گل سرسبد عربی وہاشمی نبی مصطفےٰ ﷺ کی نبوت کے اخلاق عالیہ کا بہترین نمونہ ہے۔

۶۔حضور ﷺ کی تواضع

اس عنوان کے تحت بطل الابطال (نامی) کتاب میں جو کچھ لکھا گیا بعض چیزیں حذف کر کے باقی بعینہ نقل کر رہے ہیں۔

تواضع انسان کامل ﷺ کی مبارک طبع میں بہت زیادہ نمایاں صفت ہے زمانے گزر جائیں گے لیکن اس صفت کے ظہور میں آئے روز اضافہ ہی ہوتا رہے گا۔باہمی محبت اور تواضع محمد ﷺ کی فطرت مبارک میں طبعی طور پر موجود ہیں۔

آپ ﷺ نے ان خوبیوں کے اظہار کے لئے کبھی بناوٹ یا تکلیف سے کام نہیں لیا۔شرف کرامت انسانی کا پیکر اتم آپ ﷺ ہی کی ذات ہے۔آپ ﷺ کی ذات بابرکات ان تمام صفات میں ضرب المثل ہے۔آپ ﷺ دل کی گہرائیوں سے ان اخلاق عالیہ کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔جس سے ملمع ساز ملوک وقائدین کی ریاکارانہ ذہنیت خود بخود دم توڑ جاتی تھی۔قول و فعل کا دھوکہ اپنی موت آپ مرجاتا تھا۔حضور ﷺ سب کے قریب نرم طبیعت اور خندہ روئی سے ہر ایک کو ملتے ملنے والوں میں قریب والے بھی اور دور والے بھی ہوتے تھے۔آپ ﷺ کے صحابہ واہل بیت بھی دشمن اور مخالف بھی اور بادشاہوں کے نمائندے بھی ہوتے تھے۔آپ ﷺ کے اعمال کا صدور طبعی طور پر ہوتا اور ان کا اظہار بھی یوں ہوتا جیسے کہ یہ اعمال آپ ﷺ کے خمیر میں موجود ہیں۔صورت اور

سیرت دونوں اس کے گواہ ہیں۔

عدی بن حاتم کا بیان سنئے وہ مدینہ میں آپ ﷺ سے ملے ان کا گمان تھا کہ آپ ﷺ ایک بادشاہ ہیں عدی کا بیان ہے کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام عرض کیا حضور ﷺ نے فرمایا تم کون ہو؟ میں نے کہا میرا نام عدی بن حاتم ہے۔ حضور ﷺ کھڑے ہو گئے مجھے اپنے ساتھ گھر تک لے آئے راستے میں ایک ضعیفہ عورت نے آپ ﷺ کو روک لیا آپ ﷺ کافی دیر تک اس کے ساتھ باتیں کرتے رہے۔ میں نے کہا بخدا یہ بادشاہ نہیں ہیں۔ جب ہم گھر پہنچے آپ نے کھجور کی چھال سے بھرا چمڑے کا تکیہ میری طرف بڑھایا اور فرمایا اس پر بیٹھئے میں نے کہا نہیں آپ ﷺ تشریف رکھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں تم بیٹھو میں تکیہ لے کر بیٹھ گیا حضور ﷺ زمین پر بیٹھ گئے۔ عدی کا بیان ہے میں نے دل میں کہا کہ بادشاہ تو ایسا نہیں کرتے۔

یہ محمد ﷺ کی طبیعت ہے جس پر کوئی ملمع نہیں جن کے پاس عدی حاضر ہو رہا ہے۔ اس سے پہلے اس کے خاندان کے لوگ مغلوب ہو کر بطور قیدی حضور ﷺ کے پاس آ چکے ہیں۔ اس عدی کو حضور ﷺ بستر پر بٹھا کر خود زمین پر بیٹھ جاتے ہیں۔

ذرا غور کیجئے آپ ﷺ کے لخت جگر حضرت ابراہیم کی وفات پر سورج گرہن لگ جاتا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ابراہیم کی وفات کی وجہ سے سورج گرہن لگ گیا ہے۔ حضور ﷺ مسجد میں کھڑے ہو کر فرماتے ہیں۔ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ یہ کسی کی موت وحیات کی وجہ سے گرہن زدہ نہیں ہوتے۔

یہ مزاج پاک ہے جو حق ہونے کے ساتھ حق ہونے کی وجہ سے محبت کرتا ہے۔ اور جھوٹے اوہام کے سہاروں کو چھوڑ کر شان تواضع (اور استغناء) سے مزین ہے۔

ذرا دیکھئے تو سہی حضور ﷺ کس طرح اپنے صحابہ کے پاس آ کر ان سے اجازت لیتے ہیں۔ اور آپ کی واپسی کا انداز کیا ہوتا ہے حضرت قیس بن سعد فرماتے ہیں۔

حضور ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے اور فرمایا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ میرے والد نے آہستہ آواز میں سلام کا جواب دیا۔ میں نے اپنے باپ سے کہا کیا آپ حضور ﷺ کو اندر آنے کی اجازت نہیں دینا چاہتے۔ انہوں نے کہا (نہیں بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ) حضور ﷺ بار بار ہمیں سلامتی کی دعا سے نوازیں۔ حضور ﷺ نے پھر فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اس کے بعد حضور ﷺ واپس لوٹنے لگے حضرت سعد بھی آپ ﷺ کے پیچھے آ گئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ

ﷺ کا سلام بھی سنتا رہا ہوں اور آہستہ آہستہ جواب بھی دیتا رہا ہوں تا کہ کثرت سلام کی وجہ سے برکت کی کثرت کا حقدار بن جاؤں۔ حضور ﷺ ان کے ساتھ واپس تشریف لے گئے۔ انہوں نے حضور ﷺ سے غسل کی درخواست کی پھر آپ ﷺ کو زعفران سے رنگی ہوئی چادر پیش کی سرکار ﷺ نے اس کو زیب بدن فرمایا اور بارگاہ خداوندی میں ہاتھ اٹھا کر یوں دعا مانگی۔

اللھم اجعل صلواتک ورحمتک علی آل سعد۔

''اے اللہ! سعد کی اولاد کو اپنی رحمت اور برکت عطا فرمایا''۔

جب حضور ﷺ واپس اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لانے لگے حضرت سعد نے مجھے فرمایا اے قیس! تم بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جاؤ۔ میں حضور ﷺ کے ساتھ ہولیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے قیس! تم بھی میرے ساتھ دراز گوش پر سوار ہو جاؤ۔ میں نے انکار کیا آپ ﷺ نے فرمایا یا تم میرے ساتھ سوار ہو جاؤ یا پھر واپس چلے جاؤ۔ یہ سواری بھی حضرت سعد نے پیش کی تھی۔

سید عرب وعجم مدینہ کے ایک عظیم انصاری صحابی سے اس طرح ملاقات کر رہے ہیں۔ جس میں آپ کے ساتھ نہ خدام کا لشکر ہے نہ (شان وشوکت کی) نمائش ہے۔ پیدل تشریف لے جا رہے ہیں۔ واپسی پر دراز گوش پر سوار ہیں۔ اور اپنے رفیق سفر کو بھی ساتھ بٹھایا ہوا ہے۔ یہ سیدھی سادی طبیعت اس بات کا اعلان ہے کہ آپ ﷺ اطاعت حق کا پیکر ہیں۔ اور آپ ﷺ کی اطاعت باعث قربت ہے۔ اگر لوگ یہ خیال کریں کہ حکومت اور طاقت کے اظہار کے لئے اطاعت لازمی ہے تو اپنے متواضع مزاج نبی کے لئے حضرت سعد اور انصار کی اطاعت ومحبت ضرب المثل ہے۔ تبلیغ اسلام کی تاریخ بلکہ پوری تاریخ عالم آپ ﷺ کے سوا ایسی کوئی مثال نہیں پیش کر سکتی۔ حضرت قیس کو اپنے ساتھ سواری کی پیشکش کوئی نئی بات نہ تھی۔ بلکہ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ اپنے دراز گوش خچر یا اونٹ پر اپنے پیچھے کسی کو سوار کر لیتے۔ اور کبھی باری باری دوسروں کو اپنے پیچھے ہمرکاب ہونے کا شرف عطا فرماتے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ جب نبی پاک ﷺ مکہ تشریف لائے تو آل عبد المطلب کے معصوم بچے آپ ﷺ کے سامنے آئے۔ آپ ﷺ نے ایک کو اپنے آگے اور دوسرے کو اپنے پیچھے سوار کر لیا۔

ایک آدمی اپنے گدھے پر جا رہا تھا اس نے سرکار ﷺ کی خدمت میں عرض کیا آپ ﷺ سوار ہو جائیے یہ کہہ کر وہ گدھے پر سے پیچھے ہٹ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم آگے بیٹھنے کے زیادہ حقدار ہو۔ (کیونکہ گدھا تمہارا ہے) اس نے عرض کی جناب میں بخوشی یہ جگہ آپ ﷺ کے لئے چھوڑ رہا ہوں۔

آپ ﷺ آہستہ آہستہ چلتے تاکہ کمزور لوگ بھی آپ کے ساتھ مل کر چل سکیں۔آپ ﷺ دوسروں کو بھی اپنے ساتھ سواری پر اپنے پیچھے بٹھا لیتے ان کے لئے دعا فرماتے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ سفر پر تھے۔کھانا تیار کرنے کے لئے سب نے اپنے ذمے کوئی کام لیا۔آپ ﷺ نے لکڑیاں اکھٹی کرنا شروع کر دیں۔صحابہ نے آپ کو روکنا چاہا لیکن آپ ﷺ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو ناپسند کرتا ہے جو اپنے دوستوں پر بڑا بننے کی کوشش کرے۔

جب ایک بدو کانپتا ہوا آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا ڈرو نہیں میں اس قریشی خاتون کا بیٹا ہوں جو سوکھا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی۔ایک مرتبہ آپ ﷺ اپنے عصا مبارک پر ٹیک لگائے باہر تشریف لائے۔صحابہ کھڑے ہوگئے آپ ﷺ نے فرمایا عجمیوں کی طرح ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے قیام نہ کیا کرو۔

حضور ﷺ لمبے چوڑے القاب اور بے جا تعریف کو ناپسند فرماتے تھے۔جب بنو عامر کا ایک وفد آپ کے پاس آیا۔انہوں نے کہا آپ ﷺ ہمارے سردار ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: السید اللہ سب کا سردار ہے۔انہوں نے کہا آپ فضائل میں ہم سے افضل اور عظیم ہیں۔آپ نے فرمایا تم اپنی بات کرو۔اور شیطان کے وکیل نہ بنو۔

(اس میں کوئی شک نہیں حضور ﷺ بے جا تعریف ناپسند فرماتے تھے۔وہ الفاظ وفد بنو عامر نے کہے ان میں کوئی بھی ایسا لفظ نہیں جو بے جا ہو۔ممکن ہے بنو عامر نے بطور خوشامد یہ الفاظ کہے ہوں جس پر حضور ﷺ ایسی حرکت سے ان کو منع فرمایا ہو)۔(مختار احمد رومی)

آپ ﷺ حد درجہ متوازن اور اعلیٰ ادب سے مزین تھے۔آپ ﷺ سلام میں پہل فرماتے۔جو بھی آپ سے گفتگو کرتا اس کی جانب مکمل توجہ فرماتے۔خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔کوئی بھی شخص جو مصافحہ کے لئے دست اقدس تھام لیتا (اس کی جانب مکمل توجہ فرماتے) جب آپ ﷺ صدقہ فرماتے تو مال صدقہ مسکین کے ہاتھ پر رکھ دیتے۔(دور سے نہ پھینکتے) مجلس میں جہاں جگہ ہوتی وہیں بیٹھ جاتے۔اپنے لئے یا دوستوں اور پڑوسیوں کے لئے کام کو نامناسب نہ سمجھتے۔بازار تشریف لے جاتے اپنا سامان خود اٹھا لیتے اور فرماتے اسے اٹھانا میرا حق زیادہ ہے۔کسی کام میں تکبر نہ فرماتے خواہ مسجد کی تعمیر ہو یا خندق کی کھدائی حالانکہ آپ امیر جیش اور سالار لشکر تھے۔

حضرت محمد ﷺ اپنے لباس اور رہائش میں سادگی پسند فرماتے تھے۔آپ ﷺ کا لباس اپنے عام دوستوں کی طرح اور آپ ﷺ کی رہائش مدینہ کے عام گھروں کی طرح تھی۔آپ ﷺ کے

پاس حکومت اور سلطنت آئی لیکن آپ ﷺ مٹی سے بنے ہوئے حجروں ہی میں رہائش پذیر ہوئے۔ آپ کے حجروں کے درمیان کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی دیواریں تھیں۔جن پر مٹی سے لپائی کی گئی تھی۔اوران پر چمڑایا کالے بالوں کی چادر سے پردہ کیا گیا تھا۔

آپ ﷺ غلام ،لونڈی، مسکین اور آزاد (ہر طرح کے لوگوں کی) دعوت قبول فرما لیتے تھے۔ معذرت خواہ کا عذر قبول فرما لیتے ۔اپنے کپڑے اور جوتے کی اصلاح خود فرما لیتے تھے۔اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔اپنے اونٹ کا پاؤں خود باندھتے تھے۔اپنے خادم کے ساتھ کھانا تناول فرما لیتے۔ کمزور اور مصیبت زدہ کی امداد فرماتے تھے۔

یہ سچی تواضع اور تعاون آپ کے پاکیزہ نفس کی پیداوار تھا۔اس وجہ سے نہ تو آپ ﷺ کی ہیبت میں کمی آئی اور نہ محبت میں۔آپ ﷺ کی تعریف یوں بھی کی گئی ہے۔جو شخص آپ ﷺ کو اچانک دیکھتا مرعوب ہو جاتا اور جو آپ کے ساتھ رہتا مانوس ہو جاتا۔

آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے صحابہ کا تعلق حد درجہ آداب اور مکمل وقار کی بنیادوں پر استوار تھا۔آپ ﷺ نے کبھی تکبر نہ کیا۔لیکن آپ ﷺ (احباب کی طرف سے) گستاخی بھی نہیں پسند کرتے تھے۔

آپ ﷺ کے صحابہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں کس طرح آداب بجالاتے؟

ولیم میور لکھتا ہے۔

نرم روی آپ ﷺ کی ساری زندگی کا شعار تھا۔ذوق اور ادب آپ کی صفات میں نمایاں تھا۔ تواضع ،شفقت، ایثار، اور سخاوت آپ کی شخصیت کا حصہ ہیں۔یہ صفات دوسروں کی محبت کو اپنی جانب کھینچنے والی ہیں۔کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آپ ﷺ نے کسی حقیر سے حقیر شخص کی دعوت مسترد کی ہو۔یا کسی کا معمولی ہدیہ بھی ٹھکرایا ہو۔کسی ناچیز انسان نے کبھی بھی یہ محسوس نہیں کیا کہ آپ ﷺ نے اس کے آنے پر خوشی کا اظہار نہ فرمایا ہو۔مجلس میں آپ نہ تو بلند ہو کر بیٹھتے اور نہ ہی نمایاں ہو کر۔جب کسی کو کوئی خوشی نصیب ہوتی تو آپ اس کا ہاتھ پکڑ لیتے اور اسکی خوشی میں شرکت کا اظہار فرماتے۔جب کسی کو کوئی دکھ یا تکلیف پہنچتی تو اس کے ساتھ خوب مہربانی اور ہمدردی فرماتے۔مشکل گھڑیوں میں لوگوں کے لئے اپنی قوتیں صرف فرماتے اور ہمیشہ اپنے غلاموں کی راحت اور خوشی کے بارے میں فکر مند رہتے۔

(مصنف فرماتے ہیں) سرکار ﷺ کی تعریف کرتے ہوئے ہمیں کسی (دوسرے) کی ضرورت نہیں۔ہم نے ولیم میور کی عبارت اس لئے ذکر کی ہے تا کہ (قارئین کو) اس بات کا احساس ہو جائے (کہ آپ کی سیرت کا مطالعہ کرنے والے کی) حیرانگی فطری اور سچی ہوتی ہے۔

اگر ہم رحمت عالم ﷺ کی زندگی کا مطالعہ اس طریقہ سے کریں جو شایان شان ہے۔(تو یوں لگے گا کہ) آپ ﷺ اپنے غلاموں کے ہمراہ تجلیات ظاہری پیکر محسوس کی صورت میں ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں۔اور ہم اس صورت کو دیکھ لیں۔جو آپ ﷺ نے اپنے قول اور عمل سے (اپنے صحابہ کے) چہروں پر نقش کر دی تھی۔وہ صورت جو اعلیٰ اخلاق سے مزین، تصنع، اور بناوٹ سے پاک ریاء سے خالی ہے۔جو رات، دن، خوشی، غمی، ظاہر، باطن، شدت و نرمی، ضعف و قوت میں اپنے بلند معیار پہ قائم ہے۔(جس میں تبدیلی نہیں) خواہ آپ ﷺ عین عالم شباب میں بازار میں تشریف فرما ہیں یا حالت پیری میں حکومت و نبوت کے عرش پر جلوہ گر ہیں۔

آپ ﷺ کا اخلاق یسر و تواضع کا ایسا نمونہ ہے۔جس میں تبدیلی اور تغیر نہیں۔یہ وہ نفس کریم ہے جس کا تعلق عرش سے ہے۔اور گزران کی فرش پر ہے۔لوگوں کے (دلوں کے قریب) اپنی پسندیدہ اداؤں کے ساتھ۔

یہ وہ مرد کامل و کریم ﷺ ہے جس کی سیرت کی اعلیٰ مثال آج کے دور میں اسلامی اخوت کے حوالے سے بہت ضروری ہے۔

آدم مٹی سے ہیں اور تمام انسان اولاد آدم ہیں۔
کوئی شخص دولت، عزت، حسب اور نسب کے اعتبار سے کسی سے بلند مرتبہ نہیں۔
اولاد آدم دو طرح کی ہے۔ایک مومن پرہیزگار اور دوسرے بدبخت بدکار۔

اخلاق کے پانچ پہلوؤں پر بہترین امثلہ پیش کرنے کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سارے زمانے میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو اخلاق کی کسی جزئی یا کلی میں یوں سر بلند ہوا ہو۔جس طرح کہ رحمت عالم ﷺ کی زندگی عملی نمونہ پیش کر رہی ہے اور قرآن اس کا بہترین گواہ ہے۔

اہل اخلاق کی انتہائی خواہش ہوتی ہے کہ وہ آپ ﷺ کی مکمل اقتداء کر سکیں۔اس کے باوجود کسی خاص صفت میں کسی حد تک پیروی کا شرف حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کائنات میں تمام لوگوں کے اخلاق جمع کیے جائیں تو خلق پاک محمد عربی ﷺ کی ایک جھلک کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔

حالانکہ ان کے اخلاق میں بھی نقص رہ جاتا ہے۔لیکن حضور ﷺ کا اخلاق خالص تھا۔ان میں ان چیزوں کی آمیزش نہیں جن پر کسی انسان کو ملامت کی جا سکتی ہے۔بجز اس کے کہ ملامت گو اندھا ہو۔جسے شر خیر اور خیر شر نظر آتا ہو۔یا ملامت کرنے والا حاسد اور متکبر ہو۔جسے حسد اور خود فریبی نے حق کی دید سے اندھا کر دیا ہو۔

زمانہ رسالت میں دوست دشمن جس نے بھی اخلاق نبوت کا مشاہدہ کیا اس کے ضمیر نے تسلیم کیا کہ یہاں طعن کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس پر کئی شہادتیں پہلے گزر چکی ہیں۔

آپ کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ وہ مرد جلیل ہیں کہ جن کی عزت کا پرچم ہمیشہ بلند رہے گا۔

عکرمہ بن ابوجہل نے طویل جنگ کے بعد اسلام قبول کرتے وقت کہا تھا۔

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له واشهد ان محمد عبده ورسوله۔

آپ ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ سب سے زیادہ نیکوکار، سب سے زیادہ راست باز اور سب سے زیادہ وفا کرنے والے ہیں۔ عکرمہ کا بیان ہے۔ میں یہ الفاظ کہتے ہوئے آپ ﷺ سے شرم کی وجہ سے اپنا سر جھکائے ہوئے ہوں۔

حضور ﷺ بہترین سربراہ خانہ بہترین باپ بہترین شوہر

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن

ابن ہشام فرماتے ہیں ازواج مطہرات کی تعداد نو ہے۔

حضرت عائشہ بنت ابی بکر، حضرت حفصہ بنت عمر، حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان، حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ، حضرت سودہ بنت زمعہ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت میمونہ بنت حارث، حضرت جویریہ بنت حارث، حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

جن عورتوں کے ساتھ حضور ﷺ نے شادی کی ان کی تعداد تیرہ ہے۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد یہ پہلی خاتون ہیں جن سے نبی کریم ﷺ نے نکاح فرمایا۔

ان کی شادی ان کے باپ خویلد یا ان کے بھائی عمرو بن خویلد نے آپ ﷺ کے ساتھ کی۔

حضرت ابراہیم کے سوا رسول اللہ ﷺ کی تمام اولاد انہی کے بطن اقدس سے ہوئی۔ ابوہالہ بن مالک جو بنی اسید بن عمرو بن تمیم کے ایک فرد ہیں حضرت خدیجہ کی شادی ان کے ساتھ ہوئی۔ ان کے ہند ابی ہالہ اور زینب بنت ابی ہالہ تولد ہوئے۔ ابوہالہ سے پہلے حضرت خدیجہ کی شادی عتیق بن عابد بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم کے ساتھ ہوئی۔ ان کے ہاں حضرت خدیجہ کے دو بچے عبداللہ اور دوسری ایک بچی پیدا ہوئی تھی۔

حضرت عائشہ بنت صدیق اکبر کے ساتھ حضور ﷺ نے مکہ میں شادی فرمائی۔ اس وقت ان کی

عمر سات سال تھی۔ان کی رخصتی مدینہ میں نو یا دس سال کی عمر میں ہوئی۔ان کے علاوہ حضور ﷺ نے کسی کنواری عورت کے ساتھ شادی نہیں کی۔ان کی شادی ان کے باپ حضرت ابوبکر نے کی ان کا حق مہر چار سو درہم تھا۔

سودہ بنت زمعہ کا حق مہر بھی حضور ﷺ نے چار سو درہم عطا فرمایا ان کی شادی سلیط بن عمرو یا ابو حاطب بن عمرو نے کی۔ان کے پہلے شوہر کا نام السکران بن عمرو ہے۔

زینب بنت جحش اسدیہ کی شادی ان کے بھائی احمد بن جحش نے کی۔ان کا حق مہر بھی چار سو درہم تھا۔ان کے پہلے شوہر زید بن حارثہ ہیں یہ حضور ﷺ کے غلام تھے۔ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یہ الفاظ فرمائے ہیں۔۔

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا (الاحزاب:37)

''پھر جب پوری کر لی زید نے اسے طلاق دینے کی خواہش تو ہم نے اس کا نکاح آپ سے کر دیا''۔

ام سلمہ بنت امیہ کی شادی ان کے بیٹے سلمہ نے کی۔حضرت ام سلمہ کا اصل نام ہند تھا۔ان کا حق مہر کھجور کی چھال سے بھرا ہوا ایک بستر ایک چوڑا برتن (ٹپ) اور ایک چکی عطا کئے گئے۔ان کے پہلے شوہر کا نام عبداللہ بن عبدالاسد ہے۔

حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب کی شادی ان کے باپ حضرت عمر نے کی۔ان کا حق مہر بھی چار سو درہم عطا کیا گیا۔ان کے پہلے شوہر کا نام خنیس بن حذاقہ السھمی ہے۔

حضرت ام حبیبہ کا اصل نام رملہ بنت ابی سفیان ہے۔ان کی شادی خالد بن سعید بن العاص نے کی اس وقت کی جب یہ دونوں (حضرت خالد اور حضرت ام حبیبہ) حبشہ میں تھے۔ان کا حق مہر چار سو دینار تھا۔نجاشی نے حضور ﷺ کی طرف سے ادا کیا۔نجاشی نے ہی انہیں حضور ﷺ کی جانب سے پیغام نکاح دیا تھا۔ان کے پہلے شوہر کا نام عبیداللہ بن جحش اسدی تھا۔

جویریہ بنت حارث یہ بنو مصطلق کے قیدیوں میں اسیر ہو کر آئی تھیں۔ثابت بن قیس بن شماس انصاری کے حصے میں آئیں۔انہوں نے ان سے کتابت کی (کہ کچھ رقم دے کر آزاد ہو جاؤ) یہ اپنی کتابت کے سلسلے میں مدد کے لئے حضور ﷺ کی خدمت میں آئیں۔سرکار ﷺ نے فرمایا کیا تم کو اس سے بہتر کی طلب ہے؟ انہوں نے پوچھا وہ کیا؟ حضور ﷺ نے فرمایا میں تمہاری رقم ادا کر دیتا ہوں۔کیا تم میرے حرم میں آنے کے لئے تیار ہو انہوں نے عرض کی ہاں۔

میمونہ بنت حارث کی شادی حضرت عباس بن عبدالمطلب نے کی اور انہوں نے ہی حضور ﷺ

کی طرف چار سو درہم حق مہر ادا کیا۔ ان کے پہلے شوہر کا نام ابورہم بن عبد العزی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت میمونہ وہی ہیں جنہوں نے خود کو حضور ﷺ کی خدمت میں وقف کر دیا تھا۔ وہ اس طرح کہ ان کو حضور ﷺ کی طرف ان تک پیغام نکاح پہنچا۔ اس وقت یہ اپنے اونٹ پر سوار تھیں۔ اونٹ اور جو کچھ اونٹ پر ہے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے وقف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام یوں نازل فرمایا:

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا

(الاحزاب:50)

''اور مومن عورت اگر وہ اپنی جان نبی کی نذر کر دے اگر نبی اس سے نکاح کرنا چاہے''۔

حضرت زینب بنت خزیمہ کا نکاح قبیصہ بن عمرو الہلالی نے پڑھایا مسکینوں پر بہت زیادہ رحم اور ترس کرنے کی وجہ سے ان کو ام المساکین کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ حضور ﷺ نے ان کو چار سو درہم حق مہر ادا فرمایا۔ ان کے شوہر کا نام عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب ہے۔ اور حضرت عبیدہ سے پہلے یہ جہم بن عمرو بن حارث کے نکاح میں تھیں۔

یہ وہ خواتین تھیں جن کو حضور ﷺ نے اپنے گھر میں بسایا۔ ان خوش نصیب خواتین کی تعداد گیارہ ہے۔ حضرت خدیجہ اور حضرت زینب بنت خزیمہ حضور کی زندگی میں اس جہان سے رخصت ہو گئیں باقی نو ازواج کا ذکر ہم نے پہلی حدیث میں کر دیا ہے۔ یہ ازواج مطہرات حضور ﷺ کے وصال کے وقت بقید حیات تھیں۔

دو عورتوں کو گھر لانے کی نوبت نہ آئی۔ اسماء بنت نعمان الکندیہ ان کی آنکھوں میں سفیدی تھی۔ حضور ﷺ نے انہیں تحفۃً ایک لباس عطا فرما کر ان کے گھر والوں کی طرف بھیج دیا۔

دوسری عورت عمرہ بنت یزید الکلابیہ اس نے تھوڑی مدت پہلے کفر چھوڑا تھا۔ جب یہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئی تو آپ ﷺ سے پناہ چاہی آپ ﷺ نے فرمایا میں خود (تمہارے جیسی عورت سے) اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ حضور ﷺ نے اس کو واپس کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اسماء کندیہ کی چچازاد نے ایسا کیا تھا۔ یوں بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا تو اس نے کہا ہم ایسی قوم ہیں کہ ہم کسی کے پاس نہیں جاتے بلکہ لوگ ہمارے پاس آتے ہیں۔ (اس کی اس بات پر) حضور ﷺ نے اس کو واپس بھیج دیا۔

حضور ﷺ کی چھ بیویاں خاندان قریش سے ہیں۔ حضرت خدیجہ، حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت ام حبیبہ، حضرت ام سلمہ اور حضرت سودہ بنت زمعہ مذکورہ ازواج مطہرات کے علاوہ چھ کا تعلق عرب سے ہے۔ زینب بنت جحش، میمونہ بنت حارث، زینب بنت خزیمہ، جویریہ بنت حارث اسماء بنت

نعمان کندیہ، عمرہ یزید بن کلابیہ۔

صفیہ بنت حی بن اخطب ان کا تعلق عرب سے نہیں۔

۲۔ کافر کہتے ہیں کہ ازواج کی اتنی کثیر تعداد محمد ﷺ کی نبوت کے شایان شان نہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ جو لوگ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں ان کا تعلق تین طبقوں میں سے ایک سے ضرور ہوگا۔ یا تو ان کا تعلق کسی آسمانی دین سے ہوگا۔ اور ان کا دین کثرت ازواج کا قائل ہوگا یا نہیں۔

یا ان کا تعلق کسی دین سے نہیں ہوگا۔ بے دین لوگ تو ہزاروں عورتوں کے ساتھ تعلق استوار کرتے ہیں۔ اور ہر ایک کو اپنی بیوی سمجھ لیتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ ان کو اس بات کا لحاظ نہیں ہوتا کہ ان کے پہلو میں کون سی عورت ہے۔ خواہ وہ ان کی بہن ہو یا ان کے دوست کی عزت ہو۔ اس سلسلہ میں جو کچھ ہم نے سنا ہے وہ ایک الگ داستان ہے۔ ان کے ساتھ بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ وہ تو معقولیت کے اعتبار سے بہت نیچے ہیں۔

رہے وہ لوگ جو کسی دین کے ماننے والے ہیں اور ان کا دین تعداد ازدواج کا قائل بھی ہے۔ ان کے ساتھ بھی بات کرنے کا فائدہ نہیں کیونکہ جو چیز خود ان کے لئے جائز ہے اس سے ہمیں کیوں محروم کرتے ہیں۔

اور وہ لوگ جو دین کے ماننے والے تو ہیں لیکن عدم تعداد ازواج کے قائل ہیں۔ جس طرح کہ موجودہ دور کے عیسائی ہم ان کو کہتے ہیں کہ کیا یہ تمہارا دعوی شریعت الٰہی کے مطابق ہے؟ ایسا تو ہو نہیں سکتا کیونکہ کینسہ کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے (کہ ردوبدل ان کا شروع سے معمول رہا ہے)

نبوت کے اعلی منصب کے مقابلے میں اتنی عورتوں سے شادی کرنا بالکل معمولی بات ہے۔ حالانکہ تمہاری اپنی کتب عہد قدیم وغیرہ اس بات کی گواہ ہیں کہ جن انبیاء کی نبوت کو تم مانتے ہو انہوں نے ہمارے آقا محمد ﷺ سے زیادہ شادیاں کی ہیں۔ شہادات کے باب میں ہم بہت ساری مثالیں ذکر کر چکے ہیں۔ تم ان کا انکار کیوں کرتے ہو؟

جب حضور ﷺ کے علاوہ دوسرے انبیاء کرام نے بھی متعدد نکاح فرمائے ہیں اور یہ نکاح ان کی نبوت کی شان کے منافی نہیں تو سرور عالم ﷺ کے بارے میں تم کیوں اعتراض کرتے ہو۔

کسی مرد میں مردانگی کی زیادتی عیب نہیں بلکہ کمال ہے۔ جبکہ ان حدود کا لحاظ رکھا جائے جو اللہ تعالی نے مقرر فرمائی ہیں (سرکار ﷺ حدود الٰہیہ کے سب سے زیادہ پابند تھے)

بے شک اللہ تعالی کے تمام نبی اللہ تعالی کے احکام نافذ کرنے والے ہیں۔ ان سے ذرا بھی روگردانی نہیں کرتے۔ جب کسی نبی کی نبوت صحیح ہو اور امر الٰہی کی پابندی کا ضامن بھی ہو۔ تو پھر کسی

بات میں حرج نہیں ہوتا۔ حضور ﷺ کے حضرت زینب بنت جحش کے نکاح کے قصہ میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللهُ لَهُ ۭ سُنَّةَ اللهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۭ وَكَانَ أَمْرُ اللهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا (الاحزاب)

''نہیں ہے نبی پر کوئی مضائقہ ایسے کام کرنے میں جن کو حلال کر دیا ہے۔ اللہ نے اس کے لئے۔ اللہ تعالیٰ کی وہی سنت ہے ان (انبیاء) کے بارے میں جو پہلے گزر چکے ہیں۔ اور اللہ کا حکم ایسا فیصلہ ہوتا ہے جو طے پا چکا ہوتا ہے''۔

۳۔ بشری تاریخ میں نبوت کا ظہور ایک نادر نمونہ ہے۔ اس نادر نمونے کا اتمام و تکمیل اتم رحمت عالم ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو بعض احکام کا مکلف بنایا ہے۔ ان احکام میں آپ کی ذمہ داری اور جسمانی مشقت دوسروں کی نسبت کہیں زیادہ ہے۔ تعداد ازدواج کا معاملہ ہی دیکھئے اس کی ذمہ داری اس کے منافع سے اور اس فریضہ میں تھکاوٹ اس کی سہولت سے کہیں زیادہ ہے۔ اتنی ازواج کے حقوق پورے کرنا ان پر اپنی سیادت برقرار رکھنا ان کے معاملات کی دیکھ بھال باوجود اس کے کہ حضور ﷺ کی دیگر ذمہ داریاں بھی ہیں۔ مثلاً جہاد (اپنے صحابہ کی) تعلیم و تربیت وغیرہ اور ان کے ساتھ یہ کام مشکل سے خالی نہیں۔

اگر اس موضوع کی گہرائی میں اتر کر غور کیا جائے۔ تو یہ موضوع بذات خود نبوت و رسالت کی ایک مستقل دلیل ہے۔ اس کے علاوہ اس میں بہت ساری مصلحتیں اور حکمتیں بھی پوشیدہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو تعداد ازدواج کی اجازت یوں عطا فرمائی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ ۡ وَامْرَأَةً مُّؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا ۡ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ

''اے نبی! (مکرم) ہم نے حلال کر دی ہیں آپ کے لئے آپ کی ازواج جن کے مہر آپ نے ادا کر دیئے ہیں۔ اور آپ کی کنیزیں جو بطور غنیمت اللہ نے آپ کو عطا کی ہیں۔ اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے ہجرت کی آپ کے ساتھ اور مومن عورت اگر وہ اپنی جان نبی کی نذر کر دے اگر نبی اس سے نکاح کرنا چاہے۔ یہ (اجازت) صرف

آپ کے لئے ہے دوسرے مومنوں کے لئے نہیں''۔ (الاحزاب:50)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ. (الاحزاب:52)

''حلال نہیں آپ کے لئے دوسری عورتیں اس کے بعد اور نہ اس کی اجازت ہے کہ آپ تبدیل کرلیں ان ازواج سے دوسری بیویاں اگرچہ آپ کو پسند آئے ان کا حسن بجز کنیزوں کے''۔

ان مقدس خواتین سے عقد زواج کے بعد اللہ تعالیٰ نے مزید نکاح سے منع فرمادیا اور اس ممانعت کے بعد حضور ﷺ نے کسی عورت سے شادی نہ فرمائی ۔اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کو مومنوں کی امہات قرار دیا ہے۔پس حضور ﷺ کے بعد کسی اور شخص کو ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کے ساتھ نکاح کی اجازت نہیں ۔ان تمام امور میں کیا حکمت ہے؟ ذیل میں اس کی وضاحت پیش کی جاتی ہے۔

۱۔حضور ﷺ نے چھوٹی بڑی اور درمیانی عمر والی عورتوں سے نکاح فرمایا ہے۔ ہر عمر میں عورت کے انداز بدلتے رہتے ہیں۔حضور ﷺ کی عملی سیرت کا ان کے ہر انداز سے اتفاق اور مناسبت اور پھر اس سلوک کو امت اسلامیہ کی طرف روایت کرنا سیرت کے اس پہلو کو اجاگر کرتا ہے۔

۲۔ مسلمان عورت مسلمان مرد کی طرح احکام اسلام کی مکلف ہے۔لیکن عورت کی ساخت بعض اعتبارات سے مرد سے مختلف ہے۔حضور ﷺ کے عقد مبارک میں اتنی خواتین کا ہونا اور عورت سے متعلقہ تمام امور کے بارے میں حضور ﷺ سے پوچھ کر آگے نقل کرنا (ضروری تھا) کیونکہ عالم اسلام کی تمام خواتین کے لئے امہات المومنین ہر حال میں جامع اسوہ (نمونہ) بن سکیں۔

۳۔جن پاکیزہ اور باعظمت خواتین کو حضور ﷺ کے نکاح میں آنے کی سعادت نصیب ہوئی ان میں کچھ خواتین کا تعلق قبیلہ قریش سے تھا۔کچھ کے ماں باپ یہودی اور کچھ کے والدین کافر تھے۔کچھ مہاجرین کے خاندان سے تھیں۔کچھ کی عمر بالکل چھوٹی اور کچھ بالکل بڑی تھیں۔اس متنوع اجتماع کا مقصد یہ تھا کہ کوئی مسلمان کسی خاندان، کسی عمر کی عورت سے نکاح کرتے ہوئے تنگی محسوس نہ کرے۔ جبکہ اس عورت کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی شرعی رکاوٹ مانع نہ ہو۔

۴۔اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی محبت تمام مسلمانوں پر فرض کی ہے۔آپ ﷺ نے قرابت کے یہ رشتے قائم فرما کر ان کے دل سے بغض و کینہ کے داغ دھو ڈالے۔

۵۔حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے ذریعے بہت سے مسلمان مردوں اور عورتوں کی رسول اللہ ﷺ سے رشتہ داری قائم ہوگئی۔اس رشتہ کی وجہ سے بہت سی مسلمان خواتین کو سرکار ﷺ کی خدمت میں حاضری کا موقع ملتا۔اور وہ احکام کی تعلیم حاصل کرتیں۔اگر اس طرح نہ ہوتا تو کسی ایک زوجہ مطہرہ کے لئے تمام احکام کے علوم کا احاطہ مشکل ہو جاتا اور خواتین کے ذریعے جو احادیث ہم تک پہنچی ہیں امت مسلمہ ان احادیث سے محروم رہ جاتی۔

۶۔عورتوں کے بارے میں اسلام نے جدید نظریات سے آگاہ کیا۔ان نظریات کی بقاء اور ان پر عمل کے لئے تعدد ازدواج کی ضرورت تھی۔تاکہ فاسد نظریات کی بیخ کنی کی جاسکے۔

۷۔یہ شادیاں بعض ناگزیر حالات کے تحت ہوئیں۔مثلاً حضرت ام سلمہ مخزومیہ بنو مخزوم کے سردار کی بیٹی ہیں انہوں نے حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ان کے شوہر کو شہادت نصیب ہوئی۔انہیں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے پیغام نکاح بھیجا انہوں نے انکار کر دیا۔(شوہر کی شہادت کے بعد) کیا یہ تنہا اپنی بیوگی کی زندگی گزار دیتیں؟ اسلام کے لئے جتنی تکالیف انہوں نے برداشت کیں ان کا انہیں ہی پتہ ہے۔حضور ﷺ کے کاشانہ اقدس میں آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ کی حیثیت سے رہنا ایک باعزت اور مناسب حل ہے۔

حضرت رملہ (ام حبیبہ) بنت ابی سفیان قریش کے سردار بلکہ حضور ﷺ کے مقابلے میں پورے عرب کے قائد (ابوسفیان) کی لخت جگر ہیں۔یہ وہ باعظمت خاتون ہے۔جس نے اسلام کی خاطر اپنی قوم اپنے باپ اور اپنے وطن کو چھوڑا۔انہوں نے اپنے خاوند کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی ان کا شوہر نصرانی ہو کر مر گیا۔اب ان کو کس کے سہارے چھوڑا جائے؟ ان کے مقام و مرتبہ کے اعتبار سے اور ان کی قربانیوں کی قدردانی کے لئے حرم رسالت میں ان کا داخلہ بہترین صلہ ہے۔اور حضور ﷺ کے سب سے بڑے دشمن ابوسفیان کے دل میں اس کا کتنا (بہترین) اثر ہوا ہوگا۔

حضرت زینب بنت جحش جن کا نکاح خود حضور ﷺ نے اپنے منہ بولے بیٹے زید سے کیا تھا لیکن ان کی زندگی مناسب خطوط پر نہ چل سکی۔اللہ تعالیٰ نے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح نہ کرنے کی نامعقول رسم کا خاتمہ کرنے کے لئے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ زید کی مطلقہ سے شادی کر لیں۔

حضرت جویریہ بنت حارث اپنی قوم کے سردار کی صاحبزادی ہیں۔ان کی قوم عرب کی معزز قوم ہے۔ان کی قوم کے مرد اور عورتیں گرفتار ہو کر آئے۔حضور ﷺ نے ان کے ساتھ نکاح فرمالیا۔صحابہ نے کہا کہ اب یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے سسرال بن گئے ہیں۔جس جس کا حضرت جویریہ کے ساتھ

کوئی رشتہ تھا ان سب کو صحابہ نے آزاد کر دیا۔

حضرت صفیہ بنت حیی ان کا باپ اور شوہر سرداران یہود میں سے تھے۔وہ دونوں قتل ہو گئے۔ حضور ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ قوم کے وہ افراد جو کسی وجہ سے اپنا مقام کھو بیٹھے آپ ﷺ ان کے ساتھ رحمت فرماتے۔حضرت صفیہ کو بھی اسی خصوصی رحمت کی وجہ سے حضور نے اپنی ازواج مطہرات میں شامل کر لیا۔اس طرح حضور ﷺ نے ان کے دل سے وہ بغض ختم کر دیا(جو ان کے باپ اور شوہر کے قتل کی وجہ سے پیدا ہوا تھا)اور ممکن تھا کہ یہ بغض ان کو زندگی بھر پریشان رکھتا۔حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ سے نکاح کی وجہ سے اپنی امت کے دو عظیم انسانوں (حضرت ابوبکر،حضرت عمر) سے تعلق پختہ ہو گیا۔

۸۔حضور ﷺ کا یہ طرز عمل آپ کی امت کے عظیم لوگوں کے لئے درس عمل ہے۔کہ دوسروں کے تعلقات کی پختگی ان رشتوں کے ذریعے ممکن ہے۔

نیز مغلوب اور محکوم اقوام کے بغض کو اس طریقے سے ختم کیا جا سکتا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں نے اس طریقے سے بہت زیادہ فائدہ اٹھایا ہے۔

9۔تعدد ازدواج اور اس کا عملی نمونہ اس بات کی بھی وضاحت کرتا ہے کہ جس شخص کی متعدد بیویاں ہوں اسے کیسے زندگی گزارنی ہے۔اسے چاہئے کہ وہ حضور ﷺ کا اسوہ حسنہ اپنے سامنے رکھے۔اس طرح کہ نہ تو اس کی زندگی کی اقدار میں خلل واقع آئے اور نہ ہی عورت کسی طرح کا ظلم محسوس کرے۔ عورتوں کو بھی اپنے حقوق کا مکمل ادراک ہو۔

یہ حکمتیں جو ہم نے ذکر کی ہیں اور اس کے علاوہ اور بہت ساری حکمتیں ہیں جو اس بات کی گواہی دے رہی ہیں کہ حضور ﷺ کی یہ سنت بھی نبوت پر دلالت کر رہی ہے۔جب ہم دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کا طرز عمل اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ کیا ہے؟ تو یہ حقیقت اور بھی زیادہ کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

اس بحث میں ہم دیکھتے ہیں کہ جس خاتون سے بھی حضور ﷺ نے نکاح فرمایا ہے اس نکاح میں کوئی مصلحت،حکمت،اخلاق عظیمہ اور اعلیٰ انسانی اقدار پوشیدہ ہیں۔جس سے نبوت کے اعلیٰ اوصاف اور تصرفات کا اظہار ہو رہا ہے۔حضور ﷺ کی عائلی زندگی اسوہ حسنہ اور نبوت کی عملی دلیل ہے۔

ا۔سب سے پہلے رہائش،خرچ،لباس،شب باشی،آمد و رفت اور وقت کی تقسیم میں عادلانہ سلوک کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات میں ہر عمر اور ہر نوع کی خواتین شامل ہیں۔ان میں کچھ بوڑھی بھی ہیں،کچھ جوان بھی ہیں،کچھ بہت زیادہ جمال والی اور کچھ عام شکل و صورت والی خواتین ہیں۔

لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی آپ ﷺ کے عدل کو متاثر نہ کر سکی۔ اگر آپ ﷺ ایک زوجہ مطہرہ کے پاس تشریف لے گئے ہیں تو پھر دوسری تمام کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ آپ ﷺ کا یہ معمول مبارک تا مرض وصال تک بدستور قائم رہا۔ حالانکہ اس وقت آپ ﷺ کو کسی ایک جگہ قیام کی اشد ضرورت تھی۔ پھر بھی آپ ﷺ نے دیگر ازواج مطہرات سے اجازت لئے بغیر حضرت عائشہ کے حجرہ میں قیام مناسب نہ سمجھا۔ بلکہ اجازت لے کر ان کے ہاں قیام فرمایا آپ ﷺ نے ہر زوجہ مطہرہ کے لئے ایک رات مقرر فرما رکھی تھی۔ عدل کے ان باریک تقاضوں کو باحسن طریقہ سے نبھانے کے باوجود محبت میں شدت کی وجہ سے استغفار فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ دل اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے۔

اللهم هذا قسمي فيما املك فلا تلمني فيما لا املك ۔

”اے اللہ! جہاں تک مجھے اختیار ہے یہ میری تقسیم ہے جو میرے اختیار میں نہیں اس پر مجھے ملامت نہ فرما“۔

جب حضور ﷺ سفر کا ارادہ فرماتے ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرمایا کرتے جس کا نام نکل آتا اسے اپنا شریک سفر بنا لیتے۔

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں۔ جب حضور ﷺ نے میرے ساتھ شادی کی تو میرے پاس تین دن ٹھہرے پھر فرمایا تم اپنے گھر والوں کے نزدیک کم حیثیت نہیں ہو۔ اگر تم چاہو تو میں تم کو سات دن عطا کروں لیکن اگر تم کو سات دن عطا فرمائے تو باقی ازواج کو بھی سات دن ہی عطا کروں گا۔

حضرت انس فرماتے ہیں جب ثیبہ پر باکرہ سے شادی کی جائے تو اس کے پاس سات دن ٹھہرنا چاہئے پھر باری مقرر کرنی چاہئے اور جب ثیبہ سے شادی کی جائے تو اس کے پاس تین دن ٹھہرنا چاہئے اس کے بعد باری مقرر کی جائے۔

۲۔ انسان ہونے کے اعتبار سے برابری۔

اسلام کے نزدیک مرد اور عورت انسان ہونے کے اعتبار سے برابر ہیں۔ لیکن شوہر کو برتری حاصل ہے۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ

”اور ان کے حقوق بھی ہیں (مردوں پر) جیسے مردوں کے حقوق ہیں ان پر دستور کے مطابق البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے“۔ (البقرہ:228)

لیکن یہ برابری اس وقت عرب میں معروف اور مروج نہ تھی۔ حضور ﷺ کی مبارک زندگی میں

اس برابری کا عملی نمونہ یوں نظر آتا کہ آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ اور جب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ ﷺ کے ساتھ جھگڑا کرتیں تو آپ ﷺ بکمال شفقت ان کی باتیں سنا کرتے تھے کسی خاتون کی رضا کے بغیر اس سے شادی نہ فرمائی۔

حدیبیہ کے دن صلح کے بعد حضور ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ حلق کریں قربانی کریں اور احرام کھول دیں لیکن مسلمان غم اور دکھ کے ملے جلے جذبات کی وجہ سے ہچکچاتے رہے۔ حضور ﷺ اسی حالت میں اپنی زوجہ مطہرہ حضرت ام سلمہ کے پاس تشریف لائے اور ان کو یہ بات بتائی۔ انہوں نے عرض کیا اگر آپ ﷺ اس طرح پسند فرماتے ہیں تو باہر تشریف لے جائیں کسی سے بات کئے بغیر اپنا اونٹ قربانی کر دیں اور حجام کو بلا کر حلق کروالیں۔

آپ ﷺ (ام المومنین کے مشورہ پر) اس طرح کیا جب مسلمانوں نے نبی پاک ﷺ کا طرز عمل دیکھا تو ان کی تمام غفلت جاتی رہی وہ تمام کے تمام تیزی کے ساتھ اپنی قربانی کے جانور ذبح کرنے لگے اور ایک دوسرے کے بال مونڈنے لگے قریب تھا کہ وہ (استرا چلاتے ہوئے) ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ ڈالیں۔

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ایک دن مجھے اپنی بیوی پر غصہ آیا (اور اسے کچھ کہنا شروع کر دیا) کیا دیکھتا ہوں کہ وہ بھی مجھے جواب دے رہی ہے۔ مجھے یہ بات بڑی عجیب لگی زوجہ نے کہا کیا میرا یہ رویہ آپ کو عجیب لگا ہے۔ بخدا حضور ﷺ کی بیویاں بھی آپ ﷺ کے ساتھ ایسا کرتی ہیں۔ اور آپ ﷺ کے ساتھ پورا پورا دن بات نہیں کرتیں۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں اس وقت ام المومنین حضرت حفصہ کے پاس آیا اور ان سے پوچھا کیا تم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسی گفتگو کرتی ہو؟ انہوں نے فرمایا ہاں۔ میں نے پوچھا اور تم میں کوئی خاتون حضور ﷺ کو پورا دن چھوڑے رکھتی ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں۔ حضرت عمر نے فرمایا تم میں سے جس نے بھی اس طرح کیا اس نے خسارے کا سودا کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ اپنا گھٹنہ مبارک بچھاتے جس پر پاؤں رکھ کر حضرت صفیہ اونٹ پر سوار ہو جاتیں۔

آپ جانتے ہیں کہ یورپ میں ''فروسیہ'' کا زمانہ عورت کی ترقی کے اعتبار سے عہد زریں کہلاتا ہے۔ اس زمانے میں بھی عورت کو یہ حق نہیں تھا کہ وہ اپنے شوہر کو کوئی مشورہ دے سکے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا عمل مبارک نبوت کی تعلیمات کا آئینہ دار ہے۔ نہ کہ ذاتی یا اس دور کے رواج کی اختراع۔

عقاد ایک مغربی مولف کی کتاب سے واقعہ نقل کرتے ہوئے رقم طراز ہے کہ ملکہ "بلانسفر" اپنے پڑوسی ملک کے سربراہ کے پاس تعاون کے لئے گئی دوران گفتگو اس بادشاہ کو غصہ آ گیا اس نے اس ملکہ کے منہ پر زور سے طمانچہ مارا جس کی وجہ سے اس کی ناک سے خون بہہ پڑا۔ اس عورت نے کہا شکریہ جب جی چاہے دوسری طرف بھی مار لینا۔

یہ واقعہ فقط ایک حادثاتی واقعہ نہیں بلکہ اس دور کا رواج تھا جس پر بہت سے واقعات گواہ ہیں کہ جو عورت بھی اپنے شوہر کو مشورہ دینے کی جسارت کرتی اس کی جزا ایک بھرپور طمانچہ ہوتا۔

لیکن بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں اس برابری کا مظاہرہ ایک بے مثال مظاہرہ ہے۔ حضور ﷺ اپنے گھر میں کام کاج کو معیوب نہ سمجھتے تھے۔ اپنا کام خود کر لیتے بلکہ کبھی ازواج مطہرات کا ہاتھ بھی بٹاتے اور فرماتے: **خدمتک زوجتک صدقة**۔ انسان کا اپنی زوجہ کی خدمت کرنا بھی صدقہ ہے۔ اس صورت میں عورت کے لئے اپنے گھر کے کام کاج کرنا کوئی عیب نہیں کہ آدمی ان کاموں سے کنارہ کشی اختیار کرے بلکہ یہ ایسا کام ہے کہ مرد کو اس کی تمنا رہنی چاہئے کوئی مسلمان کس طرح اس کام سے نفرت کر سکتا ہے جبکہ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ کام خود انجام دیا ہو۔

۳۔ ہر عورت کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ اس کا شوہر خوبصورت اور صاف ستھرا ہو۔ اس کا فطری حق بھی پورا کرے اور اس کے ساتھ نرم خو اور محبت کرے۔ آقا رحمت ﷺ کی حیات مبارکہ کا یہ پہلو بھی انتہائی واضح ہے۔

حضور ﷺ سب سے زیادہ خوبصورت تھے اس حسن کے ہوتے ہوئے نفاست کا بہت زیادہ لحاظ رکھتے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے اپنے کپڑے دھویا کرو۔ بال کاٹا کرو، مسواک کیا کرو، زیب و زینت اور صفائی کا خیال کیا کرو۔ کیونکہ بنی اسرائیل ایسا نہیں کرتے تھے۔ ان کی عورتوں نے بدکاری شروع کر دی۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ جب تم میں سے کوئی اپنی عورت سے جماع کرے تو اچھی طرح کرے اور اگر اس کی حاجت پہلے پوری ہو جائے تو جلدی نہ کرے بلکہ عورت کی حاجت پوری ہونے کا انتظار کرے۔ آپ ﷺ اس پر خود بھی عمل فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ اپنے ازواج مطہرات کے ساتھ خلوت نشیں ہوتے تو آپ ﷺ کا رویہ کچھ اس طرح ہوتا۔

کان الین الناس ضحاکا بساما۔

"آپ ﷺ تمام لوگوں سے نرم اور ہنس مکھ تھے"۔

کان افکہ الناس مع نسائہ۔

"آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ بہت زیادہ خوش طبعی فرمانے والے تھے"۔

آپ ﷺ ایک ہی وقت میں (لگاتار) اپنی ازواج مطہرات کے کے گھروں میں تشریف لے جاتے جبکہ ازواج مطہرات کی تعداد گیارہ ہے۔ حضرت انس سے پوچھا گیا کیا آپ ﷺ میں اتنی طاقت تھی۔ حضرت انس فرماتے ہیں ہم کہتے تھے کہ آپ کو تیس مردوں جتنی طاقت عطا کی گئی ہے۔

اسلامی تعلیمات میں ہے کہ انسان کو اپنی اہلیہ کے ساتھ اتنے وقفے بعد جماع کرنا چاہئے کہ اسے بدکاری کی ضرورت پیش نہ آئے۔

حضور ﷺ نے عورت کے ساتھ معاملہ کو آدمی کے اخلاق کو معیار قرار دیا ہے۔ کیونکہ عورت ایک کمزور ماتحت ہے۔ جس نے ہمیشہ مرد کے پاس رہنا ہوتا ہے۔ حضور کا فرمان ہے۔

خیر کم خیر کم لاھلہ وانا خیر کم لاھلی۔

تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہو اور میں تم سے سب سے زیادہ اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہوں۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی زوجہ محترمہ کو مارا نہیں۔ جو لوگ اپنی بیویوں کو مارتے ہیں حضور ﷺ ان کو یوں تنبیہ فرماتے ہیں۔

کیا اس شخص کو شرم نہیں آتی جو اپنی بیوی کو غلاموں کی طرح مارتا ہے صبح تو اس کو مارتا ہے اور شام کو اس کے ساتھ جماع کرتا ہے

۱۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ حسن معاملہ اور بہترین تربیت

ازواج مطہرات ایک دوسری کی غیرت کھایا کرتی تھیں اور آپ اس کو برداشت کرتے تھے۔ لیکن اگر یہ غیرت حد سے تجاوز کر جاتی تو سرکار ﷺ اصلاح فرمایا کرتے تھے۔

حضرت سیدہ عائشہ فرماتی ہیں۔ حضرت صفیہ سے بڑھ کر لذیذ کھانا بنانے والی کوئی عورت میں نے نہیں دیکھی۔ حضور ﷺ میرے گھر میں تھے حضرت صفیہ نے کھانا تیار کیا۔ میں شدت رشک سے بھڑک اٹھی میں نے کھانے والا برتن توڑ دیا۔ پھر مجھے ندامت محسوس ہوئی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے اس عمل کا کفارہ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا برتن کے بدلے برتن اور کھانے کے بدلے کھانا۔

آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات پر کرم فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے دل صاف ہو جاتے۔ حضرت صفیہ فرماتی ہیں کہ باپ اور شوہر کے قتل ہو جانے کی وجہ سے میں حضور ﷺ سے سخت دشمنی کرتی تھی۔ حضور ﷺ بار بار صفائی پیش کرتے رہے اور فرماتے: اے صفیہ! تیرے باپ نے عرب پر چڑھائی کی کوشش کی تھی۔ اور اس طرح کیا ہے اس طرح کیا ہے۔ یہاں تک کہ میرے دل سے نفرت ختم ہو گئی۔

ازواج مطہرات آزادی سے گفتگو کیا کرتی تھیں ۔ حضور ﷺ ان کی باتیں سنتے اور ان کا جواب بھی دیتے اور ادب بھی سکھاتے ۔

حضور ﷺ اپنی جانثار رفیقہ حیات حضرت خدیجہ کو بڑے منفرد انداز سے یاد کرتے تھے ۔ آپ ﷺ کی لجپالی میں وفا کی علامات ہیں ۔ حضرت خدیجہ کے لئے آپ کی وفا کا یہ انداز تھا کہ آپ ہر اس خاتون کے ساتھ حسن سلوک فرماتے جس کا حضرت خدیجہ کے ساتھ کوئی تعلق یا رشتہ ہوتا ۔

حضور ﷺ ان کا ذکر خیر فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت عائشہ کو کسی عورت سے اتنی غیرت نہ آتی تھی جتنی حضرت خدیجہ کی وجہ سے آتی تھی ۔ حالانکہ وہ اس جہان سے رخصت ہو چکی تھیں ۔

آپ نے حضور ﷺ سے کہا کہ (آپ ہر وقت) خدیجہ خدیجہ (کہتے رہتے ہیں) گویا کہ خدیجہ کے سوا روئے زمین پر کوئی عورت ہی نہیں ۔ (اس بات کی وجہ سے) حضور ﷺ نے ان سے کچھ عرصہ تک بولنا چھوڑ دیا ۔ پھر ان کی والدہ ام ایمن ان کے ساتھ آئیں ۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کے اور حضرت عائشہ کے تعلقات کو کیا ہوا ۔ یہ تو ابھی تھوڑی عمر کی ہے ۔ آپ ﷺ کا حق بنتا ہے کہ آپ اس سے درگزر فرمائیں ۔ آپ ﷺ نے ان کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ ان کو ہونٹوں کے کناروں سے پکڑ کر جھڑکتے ہوئے کہا کہ کیا تو نے نہیں کہا تھا کہ خدیجہ کے سوا روئے زمین میں کوئی عورت ہی نہیں ؟

ایک مرتبہ حضرت عائشہ نے کہا کہ آپ ﷺ اس بوڑھی کو کیوں یاد کرتے ہیں جس کے ہونٹوں کے کنارے سرخ تھے ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس سے بہتر بیویاں آپ کو عطا فرمائی ہیں ۔ حضور ﷺ نے یہ کہتے ہوئے ان کو چپ کرا دیا ۔ اللہ کی قسم ! اللہ نے مجھے اس سے بہتر کوئی بیوی نہیں عطا کی ۔ جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا وہ مجھ پر ایمان لائی ۔ جب لوگوں نے مجھے محروم کرنے کی کوشش کی تو اس نے اپنے مال کے ساتھ میرے ساتھ ہمدردی کی ۔ اسی نیک بخت کے بطن سے مجھے اولاد عطا کی گئی ۔ جبکہ دوسری ازواج سے اولاد عطا نہ کی گئی ۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے میں نے عرض کیا حضور آج سارا دن کہاں رہے ہیں ؟ آپ ﷺ نے فرمایا ام سلمہؓ کے پاس تھا ۔ میں نے عرض کی ام سلمہ سے کیا لینا ؟ (یہ سن کر) حضور ﷺ مسکرا دیئے پھر میں نے عرض کیا حضور ﷺ مجھے بتائیں کہ اگر آپ دو چراگاہوں میں تشریف لے جائیں ایک چراگاہ ہری بھری ہوئی ہو اور دوسری جو ہے وہ چری جا چکی ہو ۔ آپ کس کو پسند کریں گے ؟ آپ نے فرمایا جو کہ ابھی تک چری نہ گئی ہو ۔ اس پر میں نے عرض کیا میں آپ کی دیگر ازواج کی طرح نہیں ہوں ۔ ان میں سے ہر ایک پہلے سے شادی شدہ تھی ۔ یہ

سن کر حضور ﷺ نے تبسم فرمایا۔

ازواج مطہرات آپ ﷺ کے ساتھ مزاح کیا کرتی تھی ۔حضور ﷺ ان کی خوشی میں شریک ہوتے۔

ابو یعلی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے۔فرماتی ہیں میں نے حضور ﷺ کے لئے حریرہ تیار کیا۔ میں نے حضرت سودہ سے کہا کھالو! حضور ﷺ میرے اور ان کے درمیان بیٹھے تھے۔حضرت سودہ نے انکار کیا۔ میں نے کہا اسے کھاؤ ورنہ میں اسے تمہارے چہرے پر مل دوں گی۔انہوں نے پھر انکار کیا میں نے حریرے میں ہاتھ ڈال کر ان کے چہرے پر مل دیا۔ یہ دیکھ کر حضور ﷺ مسکرا دیئے۔ پھر حضور ﷺ نے ان کے لئے اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا تم بھی اس کے چہرے پر مل دو۔(ساتھ ساتھ) حضور ﷺ مسکرا رہے تھے۔

ایک روایت میں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے بدلہ لینے کے لئے اپنا گھٹنہ جھکا دیا۔انہوں نے برتن سے حریرہ لیا اور میرے چہرے پر مل دیا۔حضور ﷺ یہ دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

۵۔تربیت نبوی ﷺ کا پانچواں اعجاز آفرین پہلو ملاحظہ کیجئے ۔کہ حضور ﷺ اپنی ازواج مطہرات کو اپنی سیرت کے سانچے میں ڈھال لیا۔کسی شعبہ زندگی میں وہ آپ کو اپنا طریقہ بدلنے پر مجبور نہ کرسکیں۔ بلکہ خود ان کو ہی اپنے رویے سے دستبردار ہونا پڑا۔ "واقعہ تخییر" اس پر بڑا گواہ ہے۔

حضور ﷺ کا مزاج گرامی دنیا سے اعراض اور آخرت کی طلب ہے۔جب ازواج مطہرات نے بادگاہ رسالت میں اخراجات میں اضافے کا مطالبہ کیا۔تو آپ ﷺ نے انہیں اخروی اجر سے بھرپور طرز زندگی یا طلاق کے درمیان اختیار دیا۔معاملہ ان کے سپرد کردیا یہ حد درجے کا عدل بہترین احتیاط کا مظاہرہ ہے۔

امام احمد نے حضرت جابر سے روایت ذکر کی ہے۔

حضور ﷺ اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف فرما تھے۔لوگ دروازے پر کھڑے ہو کر اجازت طلب کر رہے تھے۔اتنے میں ابوبکر حاضر ہوئے اور اذن باریابی طلب کیا لیکن آپ کو اجازت نہ ملی۔ پھر حضرت عمر حاضر ہوئے اجازت طلب کی لیکن ان کو بھی اجازت نہ ملی۔تھوڑی دیر بعد ان دونوں اصحاب کو اجازت مل گئی۔اندر حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضور ﷺ تشریف فرما ہیں۔آپ کی ازواج آپ کے اردگرد ہیں سرکار ﷺ خاموش ہیں۔حضرت عمر نے کہا کہ میں آپ ﷺ سے کوئی ایسی بات کروں جس سے آپ ہنس دیں گے۔آپ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر زید کی بیٹی (زوجہ عمر) مجھ سے نفقے کا سوال کرے تو میں اسے گردن سے دبوچ لوں اس سے حضور اتنا ہنسے کہ آپ کی

داڑھیں نظر آنے لگیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ تو میرے پاس نفقے کے لئے بیٹھی ہیں۔اس پر حضرت ابو بکر اپنی بیٹی عائشہ اور حضرت عمر اپنی بیٹی حضرت حفصہ کو مارنے کے لئے اٹھے اور کہنے لگے تم حضور ﷺ سے ایسی چیز کیوں مانگتی ہو جو آپ ﷺ کے پاس نہیں۔آپ نے ان کو منع فرمایا۔تب ازواج مطہرات نے ان کو کہا کہ بخدا ہم آج کے بعد حضور ﷺ سے کسی ایسی چیز کا مطالبہ نہیں گی۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ''اختیار'' نازل فرمایا: حضور ﷺ نے حضرت عائشہ سے ابتدا کی اور فرمایا میں تم کو ایک بات بتا رہا ہوں میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کئے بغیر کوئی فیصلہ نہ کرو۔پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

''اے نبی مکرم! آپ فرمادیجئے۔اپنی بیبیوں کو کہ اگر تم دنیوی زندگی اور اسکی آرائش (وآسائش) کی خواہاں ہو تو آؤ تمہیں مال ومتاع دے دوں۔اور پھر تمہیں رخصت کردوں بڑی خوبصورتی کے ساتھ۔اگر تم چاہتی ہو اللہ کو اور اس کے رسول کو اور آخرت کو تو بے شک اللہ نے تیار کر رکھا ہے ان کے لئے جو تم میں سے نیکوکار ہیں اجر عظیم''۔(الاحزاب)

حضرت عائشہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ کے بارے میں میں اپنے والدین سے مشورہ کروں۔میں تو اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔اور آپ سے گزارش ہے کہ باقی ازواج میں کسی کو بھی میرے اس اختیار کے بارے میں نہ بتائیں۔حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے سخت مزاج بنا کر نہیں بھیجا بلکہ مجھے آسانیاں تقسیم کرنے والا معلم بنا کر بھیجا ہے تیرے اختیار کے بارے میں جو بھی زوجہ مطہرہ مجھ سے پوچھے گی میں اسے آگاہ کردوں گا۔

امام احمد نے ابن عباس سے انہوں نے حضرت عمر سے یہ حدیث روایت کی ہے۔(حضرت عمر نے عرض کیا) یا رسول اللہ ﷺ آپ نے دیکھا ہوگا۔کہ (مکہ میں) ہم عورتوں پر غالب تھے لیکن جب ہم مدینہ شریف آئے تو دیکھا کہ ایک ایسا گروہ بھی ہے کہ جن کی عورتیں ان پر غالب ہیں۔یہ رویہ دیکھ کر ہماری عورتوں نے بھی ان کی نقل کرنی شروع کردی ہے۔ایک دن میں اپنی بیوی کو سخت ناراض ہوا۔میری بیوی نے میری باتوں کا جواب دینا شروع کر دیا جس کو میں نے اور زیادہ ناپسند کیا۔تو اس نے کہا تمہیں یہ بات ناپسند ہے کہ میں تمہاری باتوں کا جواب دے رہی ہوں، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج بھی ایسا کرتی ہیں اور ان میں سے کوئی ایک صبح سے رات تک آپ کو چھوڑے رکھتی ہے میں

نے کہا جس نے بھی ایسا کیا وہ ناکام و نامراد ہو جائے گی۔ کیا اس کو اس بات کی پرواہ نہیں۔ کہ حضور کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر آ جائے۔ اور ہلاکت اس کا مقدر بن جائے۔ یہ سن کر حضور ﷺ مسکرا دیئے اتنے میں حضرت حفصہ آ گئیں۔ میں نے ان کو کہا کہ اگر تمہاری پڑوسن (حضرت عائشہ) حضور ﷺ کی بارگاہ میں زیادہ عزیز پسندیدہ ہیں (اور کچھ باتیں کر لیتی ہیں) تو تم کو دھوکہ نہیں ہونا چاہئے۔ (کیونکہ وہ حضور کی سب سے زیادہ پسندیدہ بیوی اور یار غار حضرت صدیق اکبر کی صاجزادی ہیں) یہ سن کر حضور پھر مسکرا دیئے۔

پھر حضرت عمر نے کچھ باتیں عرض کیں سرکار کا دل خوش ہوا تو آپ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ کیا آپ خوش ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ میں بیٹھ گیا میں نے سارے گھر میں دیکھنا شروع کر دیا۔ تین چمڑوں کے سوا کوئی بھی ایسی چیز نہ تھی کہ جس پر نگاہ ٹک سکے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو خوشحالی عطا فرمائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل فارس اور اہل روم کو وسعت عطا فرما رکھی ہے۔ حالانکہ وہ اللہ کی عبادت بھی نہیں کرتے حضور ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے۔

حضور ﷺ نے فرمایا اے ابن خطاب! تم کس شک میں پڑ گئے ہو؟

وہ ایسے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی نعمتیں دے دی ہیں۔ (اب آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں)

میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے لئے بخشش کی دعا فرمایئے۔

حضور ﷺ نے ازواج مطہرات پر سخت غصہ کی وجہ سے قسم کھا رکھی تھی کہ ایک مہینہ ان کے پاس نہیں جائیں گے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ سے محبت بھری ناراضی کا اظہار فرمایا۔

اس ضمن میں جتنی مثالیں بھی ہم نے ذکر کی ہیں ان سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور ﷺ ایک مثالی شوہر ہیں۔ اور ہر معاملہ میں آپ اعلیٰ نمونہ ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج کی تعداد کیا ہے؟ اور آپ ان تمام ازواج کے حقوق پورے فرماتے ہیں اور اپنی ذات سے ان کو اتنا حصہ عطا فرماتے ہیں۔ حالانکہ آپ نے اتنی بھاری بھر کم تھکا دٹیں برداشت کی ہیں جو کسی اور کے بس کی بات نہیں۔ عبادت الٰہی، حکومت، دشمنوں سے جنگ اور اس کے بعد انتظامی مصروفیات انسان کو گھریلو ذمہ داریوں سے غافل کر دیتی ہیں۔ لیکن بارگاہ رسالت میں یہ کمال بدرجہ اتم موجود ہے کہ ایک فرض کی ادائیگی کسی دوسری ذمہ داری کو متاثر نہیں کر سکتی اور یہی نبوت و رسالت کی نشانی ہے۔

اس بحث کے آخر میں حضرت عقاد فرماتے ہیں۔

مجھ سے ایک مستشرق نے کہا کہ نو بیویوں کا ہونا یہ جنسی میلان کی کثرت کی دلیل ہے۔

میں نے کہا کہ اس طرح تم حضرت عیسیٰ کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ جنسی میلان سے خالی تھے کیونکہ انہوں نے بالکل شادی کی ہی نہیں ۔عورت کو چاہنا اور اس کی ضرورت محسوس کرنا یہ کسی عظیم انسان کے لئے عیب نہیں۔

ذکور و اناث کی فطرت میں یہ خصلت وافر مقدار میں موجود ہے نر اور مادہ کی ملاقات یہ وہ جذبہ ہے جو ہر زندہ چیز کو عطا کیا گیا ہے۔

کیا آپ کو نہیں معلوم کہ ایک خاص قسم کی مچھلی کا نر اپنے خاص موسم میں نمکین پانیوں کو چیرتے ہوئے خوشگوار میٹھے پانی میں آتا ہے۔تاکہ اس کی نسل کا سلسلہ باقی رہے اس کے بعد وہ الٹے پاؤں پلٹ جاتا ہے۔

پرندے اپنا گھونسلہ بناتے ہیں اور بڑی مسافت کے بعد اپنے وطن لوٹ آتے ہیں۔پھول کھلتا ہے تاکہ پرندے اور شہد کی مکھیاں اس کا بیج مادہ تک پہنچا دیں۔

اگر دونوں جنسوں کے درمیان یہ محبت نہ ہوتی تو زندگی کی راہیں مسدود ہو جاتیں۔اگر یہ میلان عین فطرت نہیں؟ تو پھر کوئی چیز بھی فطرت کے مطابق نہیں۔

پس عورت کی چاہت میں کوئی عیب نہیں۔بلاشبہ یہ عین فطرت ہے۔

یہ محبت اس وقت معیوب ہو جاتی ہے جب اپنی حدود سے بڑھ جائے۔اور انسان کو اس کے فرائض سے غافل کر دے۔اور اس کا مقصد صرف ہوس بن کر رہ جائے۔اس وقت یہ فطرت سلیمہ کو بگاڑ کر رکھ دیتی ہے۔جس طرح کہ ظلم جہاں بھی ہو معیوب ہوتا ہے۔

پس جو شخص یہ جانتا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں کیا کیا کام سر انجام دیئے ہیں۔پھر وہ اس وہم باطل میں مبتلا ہو جائے کہ عورت نے آپ کو کسی بڑے یا چھوٹے کام کی تکمیل سے روکا ہے؟ (یہ سراسر زعم باطل ہے)

معماران تاریخ میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس نے میدان دعوت و ارشاد میں حضور سے بڑھ کر کوئی نمونہ قائم کیا ہو؟ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ کارنامے ایک ایسے شخص کے ہیں جسے خواتین نے اپنی جانب مشغول رکھا۔عورت نے کس کام میں آپ کو مشغول رکھا ہے؟

کون ہے جس کی زندگی کی کاوشیں نبوت و رسالت کی کوششوں کے قریب پہنچ سکیں؟

اگر انسان کی عظمت اس میں بھی ہے کہ اپنی دعوت کو بھی پورا پورا وقت دے اور اپنی زوجہ کے حقوق بھی پورے کرے تو یہ عظمت بارگاہ رسالت میں بدرجہ کمال ہے۔اور یہ کمال انسان کے لئے خوبی ہے خامی نہیں۔پس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت وہ رسالت ہے جسے ان لوگوں نے قبول کیا جو (سعادت مند)

زندگی کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ وہ اس رسالت سے اعراض کے لئے پیدا نہیں کئے گئے تھے۔ اور نہ ان کو اس رسالت نے اپنی بارگاہ سے دھتکارا۔ (سرکش) لوگوں کا طریقہ اس شریعت مطہرہ کا مطلوبہ طریقہ نہیں۔

اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ حضور ﷺ نے دنیوی لذات کی جانب التفات فرمایا حالانکہ قریب تھا کہ آپ اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دے دیتے یا ان کو طلاق کا اختیار دے دیتے صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے ایسے خرچ کا مطالبہ کیا جو آپ کے پاس (بظاہر) نہیں تھا۔

محمد ﷺ کی ازواج مطہرات نفقہ اور زینت کی کمی کا شکوہ کر رہی ہیں۔ اگر حضور چاہتے تو ان پر نعمتوں کی برسات کر کے انہیں ریشم سونے اور پاکیزہ لذات والی اشیاء سے مالا مال کر دیتے۔

کیا یہ ایسے شخص کا کام ہوسکتا ہے جو لذات دنیا کا طلب گار ہو؟ کیا آپ مال غنیمت میں سے اپنے لئے اور اپنی ازواج کے لئے وافر حصہ نہیں رکھ سکتے تھے؟ ایسا کرنے سے کسی مومن کو اعتراض بھی نہ ہوتا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضور ﷺ کی مرضی اللہ کی مرضی ہے۔

(سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ) کس نے آپ کو پابند کیا ہے کہ آپ عورتوں کے پاس نہ جائیں؟ کثرت میلان کا اعتراض کیا جائے۔ کیا آپ کو اس بات کا پابند بنایا گیا ہے کہ آپ وہ کام کریں جو لوگوں کو پسند ہوں ایسا بالکل نہیں۔

کسی بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے کام نے آپ کو اپنے فرائض سے غافل نہ کیا۔ نہ ہی آپ کی زندگی کسی ایسے شخص کی زندگی ہے جس پر خواہش لذت غالب ہو۔ لہذا معترضین کا اعتراض بالکل باطل ہے۔ بلکہ حضور ﷺ اپنی حیات طیبہ میں کھانے پینے اور دیگر میلانات کے اعتبار سے ان تمام لذتوں پر حاوی اور غالب ہیں اور آپ مقررہ اخراجات میں اضافے کی اجازت نہیں عطا فرما رہے۔ حالانکہ یہ وہ مقدار ہے جس پر ایک عام مسلمان کو بھی قدرت حاصل تھی۔

یورپ کے مشہور مورخین نے اپنے وہم و باطل کی پیروی میں جو کچھ کہا ہے اصل صورت اس سے کہیں زیادہ عجیب اور خوبصورت ہے۔

وہ ذات کہ شاہانہ عیش و عشرت میسر ہونے کے باوجود فقراء کی طرح زندگی گزارے اس کے بارے میں کہ ان پر دنیاوی لذات کا غلبہ تھا؟

وہ ذات جس کے گرد ازواج مطہرات جمع ہو کر مطالبہ کرتی ہیں کہ آپ ہمیں زیب و زینت کا سامان مہیا کریں۔ تا کہ ہم آپ کے پاس بناؤ سنگھار کر کے آئیں۔ (حضور ﷺ ان کا یہ مطالبہ پورا نہیں فرماتے) کیا ایسا شخص دنیوی لذات کا طالب ہوسکتا ہے؟ کیا ایسی ہستی کو دنیوی لذات کا طالب کہا

جا سکتا ہے؟ جنہوں نے اپنی بیویوں کو خوش کرنے کیلئے ممکنہ وسعت وخوشحالی کی بجائے صبر وقناعت کی زندگی کو اپنائے رکھا۔

یہ وہ باتیں ہیں کہ جو یورپ اوران سے متاثر ہونے والے مصنفین کرتے چلے آرہے ہیں۔اگر اپنی تضحیک وتوہین کے لئے وہ ایسی باتیں کرتے ہیں تو بے شک وہ اس میں کامیاب ہو چکے ہیں (کیونکہ ہر شخص اپنی کم عقلی پر انہیں اپنی تضحیک کا نشانہ بناتا ہے)

اس سے بھی زیادہ حیرت ناک بات یہ ہے کہ جس ذات کے بارے میں ان کے فکر نے یہ ٹھوکریں کھائی ہیں۔وہ اپنی شادی سے پہلے اور اپنی شادی کے بعد کوئی چھپے ہوئے انسان نہ تھے۔کہ ان کے بارے میں ایسی بہکی بہکی باتیں کرکے ان باتوں کی سچائی کی امید رکھی جاسکے۔محمد کریم ﷺ اپنی دعوت دین سے پہلے بھی قریش اوراہل مکہ میں ایک مشہور ترین ذات تھے۔

بچپن سے لے کر بڑھاپے تک آپکی شہرت نمایاں ہے۔بھرپور جوانی کی عمر میں بھی کسی نے آپ کو لذات دنیا کی طلب کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

زمانہ جاہلیت جس میں ہر ناجائز کام حلال تھا۔اس دور میں بھی آپ ﷺ لہو لعب سے کنارہ کش رہے۔بلکہ اس زمانے میں بھی آپ ﷺ طہارت، امانت، سنجیدگی اور متانت میں مشہور تھے۔

بعد میں جب آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو آپ کے بدترین دشمنوں میں سے کسی ایک نے بھی آپ ﷺ پر کوئی ایک ایسا اعتراض نہیں کیا۔حالانکہ (اگر ایسا ہوتا) تو یہ بہت آسان کام تھا۔

کسی نے بھی یہ نہ کہا کہ دیکھو یہ وہی جوان ہے جسکے عورتوں کے بارے میں یہ خیالات تھے۔آج ہمیں پاکدامنی اور ترک شہوات کا درس دے رہا ہے۔حالانکہ آپ کے دشمنوں کی کمی نہ تھی۔اگر کوئی ایسی بات ہوتی تو ہر دشمن کی زبان سے جاری ہوجاتی۔

خدا ایسے کوڑھ مغز محققین کو غارت کرے جو رسول مکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی کی باریک ترین تفصیلات کو تو بھول گئے اور فقط یہی اعتراض ان کی زبانوں پہ ہے کہ آپ نے بیک وقت نو ازواج کو جمع کیوں فرمایا؟

انہیں یہ بھی یاد نہ رہا کہ حضور ﷺ جوانی میں ہی طہارت اور پاکدامنی میں مشہور تھے۔زمانہ جاہلیت میں جب ہر جوان خواہشات نفس کا رسیا تھا آپ نے کسی دنیوی لذات کی طرف نگاہ تک نہ اٹھائی۔

وہ یہ بات بھی بھول گئے کہ یہی نوجوان پچیس سال تک شادی سے بے نیاز رہا۔حالانکہ ایسے خوبصورت، حسیب، مقبول اور ہردلعزیز نوجوان کو رشتہ دینا ہر ایک کے لئے باعث فخر تھا۔

ان کو یہ بھی یاد نہ رہا کہ ایسی بھر پور نو جوانی میں آپ نے ایک چالیس سالہ بیوہ سے شادی کی ہے۔ اور اپنی عمر کی پچیس سے زاہد بہاریں اسی خاتون کے ساتھ گزار دی ہیں۔

کیا ان کو معلوم نہیں کہ آپ نے شادی کرتے وقت ظاہری حسن و جمال کو پیش نظر نہیں رکھا بلکہ قبائل کے ساتھ الفت ومحبت کا رشتہ جوڑنے کے لئے نکاح فرمائے۔

جس ہستی کے بارے میں یہ رائے ہے وہ تو جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے۔ انہوں نے تو اپنی ازواج مطہرات کو خوش کرنے کے لئے اپنی قناعت بھری زندگی کو ایک لمحہ بھی چھوڑنا گوارا نہ کیا۔

جس طرح آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کی تعداد تاریخ میں ثابت ہے اسی طرح یہ تمام تفصیلات بھی تاریخ میں ثابت ہیں۔ حیرت ہے کہ وہ لوگ باقی تفصیلات کو تو بھول گئے اور تعداد کو یاد رکھا۔

ان مورخین جفا پیشہ کو یہ ساری باتیں بھول گئیں۔ کیونکہ ان کی نگاہوں پر عیوب وانحراف اور افتراء وکذب کی پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو حقیقت کا رخ زیبا کا نظارہ بہتان تراشی سے کہیں زیادہ آسان ہے۔

کیا محمد کریم ﷺ جیسا شوہر تاریخ کی نظروں میں گزرا ہے؟ کیا ان جیسا کوئی باپ کسی نے دیکھا ہے؟

مسلم نے حضرت انس بن مالک سے یہ روایت نقل کی ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں۔

میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر اہل وعیال میں رحم کرنے والا شخص کوئی نہیں دیکھا۔

فرماتے ہیں۔ کہ حضور ﷺ کے معصوم فرزند حضرت ابراہیم مدینہ شریف کے بالائی محلہ میں ایک آہن گر خادمہ کے ہاں دودھ پیتے تھے۔ حضور ﷺ وہاں تشریف لے جاتے ہم بھی آپ کے ساتھ ہوتے آپ ﷺ اندر تشریف لے جاتے وہ گھر دھوئیں والا ہوتا۔ حضور ﷺ بچے کو اٹھا کر چومتے اور پھر گھر واپس تشریف لے آتے۔

ابو یعلی نے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

رایت الحسن والحسین رضی الله عنهما علی عاتقی النبی ﷺ فقلت نعم الفرس تحتکما فقال النبی ﷺ ونعم الفارسان هما۔

''میں نے حضرت حسن اور حضرت حسین کو نبی پاک ﷺ کے کندھوں پر دیکھا تو کہا تمہاری سواری کتنی بہترین ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا یہ دونوں سوار بھی بہترین ہیں''۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ حضرت حسن کو کندھوں پر اٹھا کر باہر تشریف لے آئے۔ کسی نے کہا کہ اے بچے کتنی بہترین سواری پر سوار ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ سوار بھی

بہترین ہے۔(ابن عساکر)

حضرت براء بن عاذب فرماتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔حضرات حسنین کریمین یا ان میں سے کوئی ایک شہزادہ آیا اور حضور ﷺ کی پشت مبارک پر چڑھ گیا سرکار ﷺ جب سجدے سے سر اٹھاتے تو ان دونوں کو یا ایک کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لیتے (تاکہ گر نہ جائیں) اور کہا تمہاری سواری کتنی بہترین ہے۔(طبرانی)

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔رسول کریم ﷺ ہاتھوں اور پاؤں کے بل چل رہے تھے۔حضرت حسن اور حضرت حسین آپ ﷺ کی پشت مبارک پر سوار تھے۔حضور ﷺ فرمارہے تھے تمہارا اونٹ بہترین اونٹ ہے اور تم دونوں بہترین سوار ہو۔(طبرانی)

حضرت جابر فرماتے ہیں۔ہم حضور ﷺ کے ساتھ تھے ہمیں کھانے کی دعوت دی گئی۔ہم جارہے تھے کہ راستے میں حضرت حسین بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔حضور ﷺ تیزی سے آگے بڑھے اور حضرت حسین کو پکڑنے کے لئے ہاتھ پھیلا دیئے۔امام پاک نے ادھر ادھر بھاگنا شروع کر دیا۔حضور ﷺ ان کے ساتھ دل لگی کر کے ان کو ہنسا رہے تھے۔پھر ان کو پکڑ لیا اپنا ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی پر اور دوسرا ان کے سر پر رکھ کر ان کو اپنے ساتھ چمٹا لیا۔اور ان کا بوسہ لے کر فرمایا:

الحسین منی وانا منه احب الله من احبه الحسن والحسین سبطان من الاسباط۔(طبرانی)

''حسین میری جان ہے اور میں حسین کی جان ہوں۔جس نے حسین سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی۔حسن اور حسین تمام نواسوں میں سے بہترین نواسے ہیں''۔

حضور ﷺ اپنی ہیبت اور جلالت کے باوجود اپنی اولاد سے اسی طرح پیار کرتے تھے۔آپ کا یہ رویہ فقط اپنی اولاد تک محدود نہ تھا۔

حضرت عبداللہ بن حارث فرماتے ہیں حضور ﷺ حضرت عبداللہ، حضرت عبید اللہ اور کثیر بن عباس کی تعریف کرتے اور فرماتے جو میرے پاس دوڑ کر پہلے آئے گا اسے انعام دیا جائے گا۔وہ دوڑے ہوئے آتے آتے ہی کوئی پشت مبارک پر چڑھ جاتا تو کوئی سینہ اقدس کے ساتھ چمٹ جاتا۔حضور ﷺ ان کو چومتے اور گلے سے لگا لیتے۔(احمد)

حضرت عبداللہ بن جعفر فرماتے ہیں حضور ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اہل بیت کے بچوں کو ساتھ بٹھا لیتے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ سفر سے واپس تشریف لائے مجھے آپ ﷺ کے پاس لایا گیا۔آپ

ﷺ نے مجھے اپنے آگے بٹھالیا۔ پھر حسن یا حسین کو لایا گیا آپ نے ان کو اپنے پیچھے بٹھالیا۔ اس طرح ہم تین افراد (ایک سواری پر) مدینہ شریف میں داخل ہوئے۔ (ابن عساکر)

حضرت عبداللہ بن جعفر سے ہی روایت ہے فرماتے ہیں میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ کہ حضور ﷺ وہاں سے گزرے آپ نے مجھے اور حضرت عباس کے ایک بیٹے کو سواری پر بٹھالیا۔ اس طرح ہم تین سوار ہو گئے۔ (ابن عساکر)

آپ سے ہی یہ روایت ہے فرماتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ مجھے (عبداللہ بن جعفر) قثم اور عبداللہ بن عباس کو دیکھتے کہ ہم بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں تو حضور ﷺ فرماتے اسے میری طرف اٹھا کر لاؤ اور مجھے اپنے آگے بٹھا لیتے۔ پھر دوسرے بچے کو اپنے پیچھے بٹھا لیتے۔ حضرت عباس کو قثم کے بجائے عبیداللہ سے زیادہ محبت تھی۔ لیکن آپ ﷺ اس سلسلہ میں اپنے چچا کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ قثم کو سوار کر لیتے تھے۔ اور عبیداللہ کو چھوڑ دیتے تھے۔ عبداللہ بن جعفر فرماتے ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے میرے سر پر تین دفعہ ہاتھ پھیرا اور فرمایا اے اللہ! جعفر کو بہترین اولاد عطا فرما۔

یہ محبت اور مہربانی صرف بچوں سے نہیں تھی بلکہ بچیوں کے لئے بھی اس طرح کے جذبات تھے۔

حضرت ابوقتادہ فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ اپنے گھر سے باہر تشریف لائے۔ آپ کی نواسی عمامہ آپ کے کندھے پر تھی۔ آپ نے نماز پڑھی جب رکوع جاتے تو بچی کو نیچے بٹھا دیتے۔ جب اوپر اٹھتے تو بچی کو بھی اٹھا لیتے۔ (بخاری شریف)

حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن کا بوسہ لیا تو اقرع بن حابس نے کہا میرے دس بیٹے ہیں میں نے آج تک کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ حضور ﷺ نے ان کو فرمایا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہ کرے جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔ (طبرانی)

حضرت انس فرماتے ہیں حضور ﷺ سجدہ فرماتے تو حضرت حسن اور حضرت حسین آپ کی پشت مبارک پر چڑھ جاتے سرکار سجدے کو لمبا کر دیتے اگر کہا جاتا یا نبی اللہ! آپ نے سجدے کو لمبا کر دیا تو آپ فرماتے میرا بیٹا میری پشت پر بیٹھ گیا تھا۔ لہٰذا میں نے جلدی کرنا مناسب نہ سمجھا۔

وہ معاشرہ جس میں بچیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ وہ لوگ بچیوں کی موت کو باعث فخر تصور کرتے تھے۔ ان کے معاشرے میں لڑکی کی کوئی وقعت نہ تھی۔ قرآن کریم نے ان کے رویے کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ

اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (النحل)

''اور جب اطلاع دیجاتی ہے ان میں سے کسی کو بیٹی (کی پیدائش) کی تو (غم سے) اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ (رنج واندوہ) سے بھر جاتا ہے چھپتا پھرتا ہے لوگوں (کی نظروں) سے اس بری چیز کے باعث جو دی گئی ہے اسے (اب یہ سوچتا ہے کہ) کیا اس بچی کو اپنے پاس رکھے ذلت کے ساتھ یا گاڑ دے اسے مٹی میں آہ! کتنا برا ہے۔ وہ فیصلہ جو وہ کرتے ہیں''۔

حضور ﷺ بھی ایسے معاشرہ میں پیدا ہوئے تھے لیکن بچیوں کے ساتھ آپ کی شفقت و مہربانی آپ جان چکے ہیں کیا یہ اخلاق کریمانہ اس معاشرے کی عطا تھے یا یہ تربیت ربانی تھی جس کا انتظام اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا تھا۔ بلاشبہ یہ تربیت تربیت الٰہی تھی۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ میں نے سیدہ فاطمہ سے بڑھ کر کسی کو بھی حضور ﷺ کے مشابہ نہیں دیکھا کلام میں (انداز) گفتگو میں اور بیٹھنے میں۔

حضور ﷺ جب دیکھتے کہ آپ آ گئی ہیں حضور ان کو مرحبا کہتے پھر کھڑے ہو جاتے ان کو چومتے اور ان کا ہاتھ پکڑ لیتے اور ان کو اس جگہ بٹھاتے جہاں خود بیٹھے ہوتے اور حضرت فاطمہ کو جب علم ہوتا کہ حضور ﷺ تشریف لائے ہیں۔ آپ خوش آمدید کہتیں۔ پھر کھڑے ہو کر استقبال کرتیں اور آپ کا بوسہ لیتیں۔ حضور ﷺ کے مرض وصال میں حضرت فاطمہ حاضر ہوئیں سرکار ﷺ نے انکو خوش آمدید کہا ان سے سرگوشی کی جس سے آپ رو پڑیں پھر آپ ﷺ نے ان سے سرگوشی کی جس سے آپ ہنس پڑیں۔

جب حضرت عائشہ نے راز کے بارے میں پوچھا تو سیدہ نے بتانے سے انکار کر دیا جب سرکار ﷺ کا وصال ہو گیا تو آپ نے فرمایا مجھے حضور ﷺ نے بتایا تھا کہ میرے وصال کا وقت قریب آ گیا ہے۔ جس سے میں رو پڑی دوسری مرتبہ فرمایا کہ میرے خاندان میں سے سب سے پہلے تم میرے پاس پہنچو گی۔ اس بات نے مجھ کو خوش کر دیا

حضور ﷺ کے وصال کے چھ ماہ بعد سیدہ بھی انتقال فرما گئیں۔ (بخاری شریف)

جمیع بن عمر تیمی فرماتے ہیں میں اپنی پھوپھی کے ہمراہ حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے پوچھا حضور ﷺ کو کونسی عورت سب سے زیادہ پیاری تھی۔ آپ نے فرمایا حضرت فاطمہ عرض کیا گیا مردوں میں سے حضرت عائشہ نے فرمایا فاطمہ کے شوہر حضرت علی۔ جہاں تک مجھے علم ہے وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والے اور راتوں کو عبادت کے لئے بہت زیادہ قیام کرنے والے ہیں۔

(ترمذی حدیث نمبر ۱۸۰۷)

مسور بن مخرمہ فرماتے ہیں حضرت فاطمہ کی زندگی میں حضرت علی نے ابوجہل کی بیٹی کو پیغام نکاح دیا۔ سیدہ فاطمہ سرکار کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا آپ کی قوم کے لوگ سمجھتے ہیں کہ شاید آپ بچیوں کے سلسلے میں ناراض نہیں ہوتے۔ اس لئے علی ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کا سوچ رہے ہیں۔ حضور ﷺ کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

اما بعد! ابوالعاص بن ربیع کے ساتھ اپنی بچی کی شادی کی تھی اس نے سچ کر دکھایا بیشک فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے ناگوار ہے وہ مجھے بھی ناگوار ہے۔ اللہ کی قسم! اللہ کے رسول اور اللہ کے دشمن کی بیٹی اکھٹی نہیں ہوسکتیں۔ پس علی نے پیغام نکاح ترک کر دیا۔

دوسری روایت میں ہے۔ راوی فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا ہشام بن مغیرہ کی اولاد نے مجھ سے اجازت طلب کی وہ اپنی لڑکی کا نکاح علی سے کرنا چاہتے ہیں میں اجازت نہیں دے رہا۔ میں اجازت نہیں دے رہا۔ میں اجازت نہیں دے رہا۔ مگر یہ کہ ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے دے اور ان کی بیٹی سے نکاح کرلے۔ کیونکہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو چیز اس کو کھٹکتی ہے مجھے بھی کھٹکتی ہے۔ جو چیز اسے تکلیف دیتی ہے مجھے بھی تکلیف دیتی ہے۔ اسے نسائی کے سوا اصحاب صحاح نے روایت کیا ہے۔

بیٹیوں کے ساتھ حسن سلوک کا یہ بے مثال نمونہ فقط بارگاہ رسالت میں اپنے عروج پر ہے۔ سیدہ فاطمہ کے ساتھ حضور ﷺ کی شفقت اور محبت باقی صاجزادیوں سے بڑھ کر تھی۔

ابوۃ (باپ ہونا) اور نبوت دونوں کامل طور پر ایک ذات میں جمع ہیں۔

اس ضمن میں محبت و ہمدردی کے باوجود جو چیز اخلاق نبوت پر دلالت کر رہی ہے وہ یہ کہ سرکار یہ چاہتے تھے کہ ان کی صاجزادی عام لوگوں کی طرح تو سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کرے۔ زندگی کی یہی چھاپ حضور ﷺ اپنے لئے اور اپنے گھر والوں کے لئے پسند فرماتے تھے تا کہ ان کو دنیا و آخرت سے غافل نہ کردے۔ یہاں تک کہ ان کے نفس اللہ اور روز آخرت کے لئے مطیع ہو جائیں۔

حضرت عائشہ کی گواہی پڑھ چکے ہیں کہ سرکار ﷺ کو حضرت فاطمہ سب سے زیادہ پیاری تھیں۔

آیئے یہ روایت بھی ملاحظہ کیجئے۔

بیہقی نے دلائل میں حضرت علی سے روایت بیان کی ہے حضرت فاطمہ کے لئے سرکار کی بارگاہ میں پیغام آئے۔ مجھے میری لونڈی نے کہا تمہیں معلوم نہیں پیغام آرہے ہیں تم بھی سرکار کی خدمت میں عرض کرو کہ سیدہ کا رشتہ تم کو مل جائے۔

پس تمہیں کو کون سی چیز مانع ہے حضور کی بارگاہ میں جانے سے۔ جاؤ! تا کہ سرکار ﷺ تمہارا نکاح

فرمادیں۔ میں نے کہا میرے پاس ہے کیا جس سے شادی کروں۔ اس نے کہا کہ تم اگر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ تو حضور ﷺ تمہاری شادی کر دیں گے۔ بخدا وہ مجھے امید دلاتی رہی یہاں تک کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ جب میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا مجھے چپ سی لگ گئی۔ سرکار ﷺ کی جلالت اور ہیبت کی وجہ سے میرے لئے بولنا ممکن نہ رہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی کیوں آئے ہو؟ کیا تم کو کوئی حاجت پیش ہے؟ میں خاموش رہا۔ حضور ﷺ نے فرمایا شاید تم فاطمہ کے رشتہ کے لئے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس حق مہر کے لئے کوئی چیز ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بخدا کچھ بھی نہیں۔

سرکار ﷺ نے فرمایا تمہاری زرہ کہاں ہے؟ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں علی کی جان ہے وہ حطیمی (تلوار کو توڑ دینے والی ہے) زرہ اس کی قیمت بمشکل چار درہم تھی میں نے کہا وہ تو میرے پاس ہے۔

سرکار ﷺ نے فرمایا میں نے فاطمہ کا نکاح تم سے کر دیا ہے وہ زرہ بھیج دو یہی بنت رسول کا حق مہر ہے۔

نسائی نے حضرت ثوبان سے یہ روایت نقل کی ہے۔ حضرت فاطمہ نے اپنے گلے سے سونے کا ایک ہار اتارا اور فرمایا: یہ ہار مجھے علی نے تحفہ دیا ہے۔ اتنے میں سرکار ﷺ بھی پہنچ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اے فاطمہ! کیا تم کو یہ بات پسند ہے کہ لوگ کہیں رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے ہاتھ میں آگ کا ہار ہے۔ یہ کہہ کر سرکار ﷺ باہر تشریف لے گئے۔ بیٹی کے ہاں بیٹھے نہیں۔ حضرت فاطمہ نے ہار کو فوراً بازار بھیج کر بیچ دیا۔ اس کی قیمت سے غلام خرید کر آزاد کر دیا۔ سرکار ﷺ کو ساری بات عرض کر دی گئی آپ نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے کہ جس نے فاطمہ کو آگ سے نجات عطا فرمائی۔

بخاری اور مسلم کی روایت ہے حضرت علی نے ابن اعبد سے فرمایا کیا میں اپنی اور فاطمہ کی بات نہ سناؤں۔ میں نے عرض کیا ضرور۔ آپ نے فرمایا فاطمہ نے چکی چلائی ہے یہاں تک کہ ان کے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے ہیں۔ مشک اٹھا اٹھا کر ان کی گردن پر نشان پڑ گئے ہیں۔ گھر میں جھاڑو دیا جس سے ان کے کپڑے میلے رہنے لگے۔ ہانڈی پکانے کی وجہ سے ان کا لباس مٹیالا ہو جاتا۔

حضور ﷺ کی بارگاہ میں کچھ غلام لائے گئے میں نے کہا کہ آپ جا کر اپنے ابا سے ایک خادم کا سوال کریں۔ آپ سرکار ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں لیکن اس وقت کچھ لوگ حضور ﷺ کے پاس موجود تھے۔ آپ واپس لوٹ گئیں دوسرے دن سرکار ہمارے گھر تشریف لائے۔ فرمایا: (اے فاطمہ!) آپ کو کس چیز کی ضرورت ہے؟ آپ خاموش رہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں

بیان کرتا ہوں۔چکی چلا چلا کر ان کے ہاتھوں میں اور مشک اٹھا اٹھا کر ان کی گردن میں نشان پڑ گئے ہیں۔جب آپ کے پاس غلام آئے تو میں نے ان کو کہا جاؤ کہ سرکار ﷺ کی بارگاہ سے ایک غلام کو لے آؤ تا کہ ان کو اس سخت مشقت سے سہولت ہو جائے۔سرکار ﷺ نے فرمایا اے فاطمہ! تقویٰ اختیار کرو اپنے رب کے فرائض ادا کیا کرو۔اپنے گھر کا کام اپنے ہاتھ سے کیا کرو۔جب تم اپنے بستر پر سونے لگو تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ کر سویا کرو یہ سو کلمے تمہارے لئے خادم کے حصول سے بہتر ہیں۔

سیدہ نے فرمایا میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے راضی ہوں۔آپ نے پھر کبھی خادم نہ لیا۔

حضور ﷺ نمونہ کمال ہیں بحیثیت شوہر بحیثیت باپ اور یہ نمونہ کمال آپ کے عدل و انصاف، آپ کی رحمت و مہربانی، آپکے حسن سلوک، حسن سیاست اور طریقہ استقامت میں اپنی انتہاء کو پہنچا ہوا ہے۔اپنی اولاد اور ازواج مطہرات کو اپنی سنت کی راہ پر گامزن کرنے میں بھی آپ اپنی مثال آپ ہیں۔

یہ تمام شواہد اس بات کا ثبوت ہیں کہ حضور ﷺ کی ذات پاک ہی انسانیت کے لئے اعلیٰ نمونہ ہے۔

والمربی الاول

بہترین معلم بہترین مربی

اپنے بنیادی فرائض کو حضور ﷺ نے یوں بیان فرمایا ہے۔

انما بعثت معلما ۔

بیشک میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔قرآن کریم نے فریضہ رسالت کو اس طرح واضح کیا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ (الجمعہ:2)

’’وہی (اللہ) جس نے مبعوث فرمایا امیوں میں ایک رسول انہی میں سے جو پڑھ کر سناتا ہے انہیں اس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے ان (کے دلوں) کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب و حکمت‘‘۔

اس آیت میں تعلیم و تربیت کو فریضہ رسالت قرار دیا گیا ہے۔کتاب و حکمت کی تعلیم اور ان تعلیمات کے مطابق نفس کی تربیت۔حضور ﷺ کی حیات مبارکہ کا بیشتر حصہ اسی فریضہ کی تکمیل میں بسر ہوا۔کیونکہ خیر و برکت کے تمام سرچشمے اسی سے پھوٹتے ہیں اور سیاسی، اجتماعی، اقتصادی، عسکری اور اخلاقی زندگی کی اصلاح بھی اسی کی مرہون منت ہے۔فرد ہو یا معاشرہ علم سب کی ترقی کے لئے

ضروری ہے۔

پس وہ قوم جو بغیر علم کے راہ سلوک پر چلتی ہے اور بغیر تربیت کے ہر شخص اپنے فرائض جاننے کی کوشش کرتا ہے وہ قوم لاقانونیت کا شکار ہو جاتی ہے۔ جس کے تمام تصرفات نظم وضبط سے خالی ہوتے ہیں۔ ہر فرد کی چال دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ ان کی تمام عادات باہم متصادم ہوتی ہیں۔ ان حالات میں نہ فرد ترقی کر سکتا ہے نہ معاشرہ۔

تاریخ محمدی کا نمایاں اعجاز ہی یہ ہے کہ آپ نے ایک نئی امت کی تشکیل کا آغاز فرمایا۔ جو کہ فکری، اخلاقی، روحانی، تشریعی، دستوری اور لسانی ضوابط کی علمبردار ہو۔ پس اس امت کے افراد مکمل طور پر ظاہری اور باطنی لحاظ سے تبدیل ہو گئے۔ پھر اس امت کے مقاصد واضح کر کے ہر فرد کی ذمہ داری بھی بتا دی اور ان کو اعمال میں آزادی عطا کر دی۔ ان کو فرائض کی بجا آوری کی تربیت دی گئی۔ تمام راستے کھول کر بیان کر دیئے اور ان کو اپنے رب کی جانب گامزن کر دیا۔ سرکار ﷺ کے بعد بھی مسلمان اسی راہ پر چلتے رہے بدلے نہیں بھٹکے نہیں۔ جب بھی کہیں کسی قوم کے قدم ڈگمگائے تو اس نے تعلیمات رسالت اور تربیت محمدی ﷺ کی پناہ لی تو وہ پھر سے منصب قیادت تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔

(۲)

مربی کا کمال اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کس حد تک انسان کے نفس اور عقل کو ادنی سے اعلی درجات کی جانب لے جانے میں کامیاب ہوتا ہے۔

تربیت حاصل کرنے والوں کے دائرہ کار کی وسعت اور انکی وسعت کے باوجود کامیاب تربیت مربی کے کمال کا اظہار کرتی ہے۔

مزید یہ کہ تعلیم وتربیت انسانیت کے لئے کس حد تک ضروری ہے زمانے ختم ہو جائیں لیکن اس کی اہمیت باقی رہے۔ ہر دور کا انسان اس تعلیم وتربیت کا محتاج رہے۔

دوست، دشمن، مومن اور کافر سب یہ تسلیم کرتے ہیں کہ تاریخ بشر میں محمد ﷺ کی تربیت کا کوئی جواب نہیں۔

یہاں تک کہ ''میور'' کو بھی یہ کہنا پڑا محمد ﷺ کے ظہور کے وقت اصلاح معاشرہ کا عمل از حد دشوار تھا۔ لیکن آپ کے وصال کے وقت اصلاح عمل میں جو کامیابیاں وقوع پذیر ہو چکی تھیں ان کی نظیر نہیں ملتی۔

دائرہ معارف برطانیہ کی رائے ملاحظہ ہو۔

محمد ﷺ نے ایسی کامیابی حاصل کی ہے جو کسی زمانے میں کسی نبی یا کسی مصلح کو نصیب نہیں ہوئی۔

بوز ورتھ سمتھ سمت کہتا ہے کہ:

ان محمد ا بلا نزاع اعظم المصلحین علی الاطلاق۔

''بے شک محمد عربی ﷺ کلی طور پر مصلح اعظم ہیں''۔

نبیل کا بیان ہے۔

بشری تاریخ میں ہر دینی دعوت نے اپنے اثرات چھوڑے ہیں۔تمام انبیاء اور داعیان اصلاح نے اپنے زمانے اور اپنی قوم پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔لیکن تاریخ بشر میں اسلام کے سوا کوئی ایسا دین نہیں جو اتنی تیزی سے پھیلا ہوا ہو۔اور اپنے اثرات سے زمانے کو بدل دیا ہو۔

تاریخ دعوت میں محمد کریم ﷺ کی طرح کوئی ایسا داعی بھی نہیں جو اپنی قوم اور زمانے کا مالک اور آقا ہو۔بلا شبہ انہوں نے ایک قوم کی تشکیل کی۔

انہوں نے روئے زمین پر عبادت الٰہی کو ممکن بنایا۔طہارت وفضیلت کے پیغام کو عام کرنے کے لئے زمین کو فتح کیا۔مومنین کے مابین اجتماعی عدل ومساوات کو پختہ بنیادوں پر استوار کیا۔نظم ونسق طاعت وعزت کی جڑوں کو مضبوط کیا (لطف کی بات یہ ہے کہ) سارا نظام لاقانونیت سے پاک ہے۔

یہ ان محققین کا اعتراف ہے جو محمد ﷺ پر ایمان نہیں لائے۔موروثی صلیبی بغض نے ان کو اندھا کر رکھا تھا۔حقانیت کی شہادت تو دے رہے ہیں لیکن ایمان پھر بھی نصیب نہیں ہے۔

ہمیں ان کی گواہی سے کوئی سروکار نہیں۔ہر طرف بکھری ہوئی واقعاتی شہادتیں ہمارے سامنے ہیں۔تربیت ورسالت کے آثار ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں۔

حضور ﷺ پر ایمان لانے والے خوش بختوں کی تعداد دسیوں ہزار ہے۔ان میں سے کچھ وہ سعادت مند ہیں جو سارا عرصہ بعثت حضور ﷺ کی معیت میں رہے۔کچھ ایسے ہیں جنہوں نے ایک نظر زیارت کی اور کلام سنا۔اگر آپ اصحاب رسول کی زندگیوں کا جائزہ لیں تو بارگاہ رسالت میں حاضری سے پہلے اور بعد میں ان کی حالت کیا تھی۔پہلی زندگی کے اعمال اور تصرفات اور بعد کی زندگی کی سرگرمیاں پہلی زندگی کے اہداف اور بعد کے اہداف۔

اللہ تعالیٰ کائنات اور انسان کے بارے میں ان کے پہلے اور بعد کے نظریات میں فرق کیا ہے۔

آپ اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ ان کی زندگی میں بہت بڑی تبدیلیاں آئی ہیں۔رحمت عالم ﷺ نے ان کو بدل ڈالا۔ان کو پستیوں سے نکال کر بینظیر بلندیوں پر فائز کیا۔مثلاً حضرت عمر کی شخصیت کو ہی لے لیجئے۔آپ زمانہ جاہلیت میں فکر وطبیعت کے لحاظ سے بالکل محدود ادراک والے تھے۔جنگی زندگی کا بنیادی مقصد ہی شراب، کھیل کود اور دوستوں کے ساتھ بہادری کے کارناموں کا اظہار

تھا۔ اگر حضور ﷺ نہ تشریف لاتے تو عمر کی زندگی یوں ہی گزر جاتی اور کسی کو ان کا خیال بھی نہ آتا۔

لیکن جب عمر نے محمد عربی ﷺ کے دست مبارک سے جام ایمان نوش کیا تو عمر ایک بے مثال اور مضبوط مصلح بن گئے۔ یہی نہیں بلکہ ایک عظیم حکمران اور رحیم ومحتاط ہونے کے ساتھ ساتھ عدل و انصاف کی پہچان بن گئے۔ وہ صاحب فراست، سچے ادراک والے اور وسیع سوچ والے بن گئے۔ وہ ساری کائنات کی بات سننے والے اور ساری کائنات کو دیکھنے والے ہو گئے۔

اگر آغوش رسالت میں آ کر علم وحکمت اور تربیت کی خیرات نہ لیتے تو وہ کسی شمار کے نہ ہوتے۔

عبداللہ بن مسعود اونٹوں کا ایک عام چرواہا قریش میں جسکی کوئی وقعت نہ تھی۔ جسے اس کے آقا اور مخدوم کے سوا کوئی جانتا نہیں تھا۔ یہ چھوٹے قد والا دبلا پتلا کمزور پنڈلیوں والا شخص بارگاہ نبوت میں تربیت پانے کے بعد کیا بن گیا۔ یہی شخص فقہ اسلامی کے مدرسہ کا موسس اکبر بن گیا۔ وہ فقہ اسلامی جس کے خوشہ چین امام ابوحنیفہ ہیں جن کے بارے میں حضرت عمر کا فرمان ہے اے کوفہ والو! میں نے اپنی ذات پر تم کو ترجیح دے کر عبداللہ بن مسعود تمہیں کو دیا ہے۔

بے شک آپ جب بھی کسی صحابی کی زندگی کا جائزہ لیں کہ سرکار کی بارگاہ میں پہنچنے سے پہلے وہ کیا تھا اور بعد میں کیا بن گیا۔ آپ اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے۔ کہ اس کی تمام طاقتیں اور قوتیں بدل چکی ہیں۔ اس کی تمام صلاحیتیں راہ راست پر گامزن ہیں۔ جسمانی، عقلی، نفسانی، روحانی، وجدانی، معنوی اور اخلاقی قوتیں یہ تمام طاقتیں اپنے صحیح طریقے اور سیدھے راستے پر رواں دواں ہیں۔ یہاں تک کہ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ کسی صحابی کی کوئی صلاحیت بے کار صرف ہو رہی ہے یا وہ غیر صالح عمل کر رہا ہے۔

مختلف صلاحیتوں کے بارے میں سرکار ﷺ کے ارشادات۔

ان الله يحب العبد المحترف .

''بے شک اللہ تعالیٰ ہنرمند بندے کو پسند کرتا ہے''۔

اذا تبايعتم بالعينة ورضيتم بالزرع وتبعتم اذناب البقر وتركتم جهادكم سلط الله عليكم ذلا لا ينزعه حتى تعودوا الى دينكم .

''جب تم بیع عینہ کرو گے تو مزراعت پر خوش ہو جاؤ گے۔ بیلوں کی دم پکڑ کر پیچھے چلو گے۔ (ہل چلاؤ گے) اور اپنا جہاد ترک کر دو گے۔ اللہ تعالیٰ تم پر ایسی ذلت مسلط کر دے گا کہ جو تم سے دور نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ تم اپنے دین کی طرف لوٹ آؤ''۔

جنسی طاقت! تزوجوا الولود الودود .

بچے جننے والی محبت کرنے والی عورتوں سے شادی کیا کرو۔

جسمانی طاقت !**المومن القوی خیر واحب الی اللہ من المومن الضعیف ۔**

طاقتور مومن اللہ کی بارگاہ میں کمزور مومن سے بہتر اور پسندیدہ ہے

حسن انتظام !اپنے گھروں کو صاف ستھرا رکھا کرو۔اپنا لباس صاف کیا کرو تا کہ لوگوں کی نگاہوں میں تمہاری قدر ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فطری اور مصنوعی فحاشی کو پسند نہیں فرماتا۔

فکر وعلم کی طاقت !**طلب العلم فریضۃ تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ۔**

علم حاصل کرنا فرض ہے۔ایک گھڑی کا تفکر عبادت سے بہتر ہے۔

حضور ﷺ نے انسان کے اندر موجود تمام طاقتوں کو ان کے صحیح راستہ پر گامزن فرمایا صحابہ کرام کی زندگیوں میں ان طاقتوں کے استعمال کے عجیب مظاہرے رونما ہوئے۔ کچھ لوگ عابد وزاہد بنے۔ کچھ بہادر وجنگجو اور مجاہد بنے۔ کچھ رحمت کے مجسمے اور عدل وانصاف کے پیکر بنے۔ کچھ سیاسی حکمران اور کچھ حکماء ومربی بنے۔ ہر شخص اپنی ذات میں پوری امت تھا پوری قوم کی قیادت آسان کام نہیں۔ان میں سے جس کو بھی جو قیادت سونپی گئی کبھی اس قیادت میں ناکام نہ ہوا۔

اگر تم یہ جاننا چاہتے ہو کہ حضور ﷺ نے بشریت کو کس قدر عظمت عطا فرمائی ہے تو ان مثالوں کو پڑھ کر دیکھ لو۔

نسائی نے حضرت عائشہ سے روایت ذکر کی ہے۔ایک لڑکی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا میرے باپ نے میری شادی اپنے بھتیجے سے کر دی ہے۔تا کہ اس کی کمینگی کو میری وجہ سے ختم کر دے۔ حالانکہ میں ایسا پسند نہیں کرتی ۔حضور ﷺ نے اس کے باپ کو بلا بھیجا جب وہ آیا تو حضور ﷺ نے اس کی لڑکی کو اختیار دے دیا۔اس لڑکی نے کہا جو کچھ میرے باپ نے کیا ہے میں اسے قائم رکھوں گی۔ میں عورتوں کو یہ بات بتانا چاہتی تھی کہ باپ کو ایسا کرنے کا اختیار نہیں۔

عورت کو کس طرح معلوم ہو گیا کہ اس کے حقوق کیا ہیں؟

وہ دوسری عورتوں کو ان حقوق سے کس طرح آگاہ کر رہی ہے۔۔جب اس کا حق چھینا گیا تو وہ اس قابل ہو گئی کہ اپنا شکوہ درج کرا سکے۔اسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کون اس کی بات سنے گا اور کون اس کا حق اسے عطا کرے گا۔اگر رسول کریم ﷺ کی تربیت نہ ہوتی تو امت کو یہ حقوق قطعاً حاصل نہ ہوتے۔

مسلم کے سوا صحاح خمسہ نے مغیث اور بریرہ کی محبت کا عجیب واقعہ ذکر کیا ہے۔ یہ دونوں لونڈی اور غلام میاں بیوی تھے۔آزادی کی وجہ سے ان کا نکاح ختم ہو گیا۔ بریرہ کو مغیث سے جتنی نفرت تھی اتنی ہی مغیث کو بریرہ سے محبت تھی۔

ابن عباس فرماتے ہیں۔ بریرہ کا شوہر غلام تھا جسے مغیث کہتے تھے۔گویا کہ میں اسے اب بھی دیکھ

رہا ہوں۔ بریرہ کے پیچھے بھاگ رہا ہے اور اس کے آنسو داڑھی پر گر رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے حضرت عباس کو فرمایا آپ کو بریرہ کی مغیث سے نفرت اور مغیث کی بریرہ سے محبت کی وجہ سے حیرت نہیں ہوتی۔

حضور ﷺ نے اسے فرمایا کاش تم واپس چلی جاؤ۔ اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے حکم دے رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں میں سفارش کر رہا ہوں۔ بریرہ نے کہا پھر مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

تعلیم و تربیت کے جس معیار پر یہ باندی پہنچ چکی ہے کیا کہیں اور بھی کوئی ایسی مثال ہے ہر شخص کو اپنے حقوق و فرائض کا علم ہے۔ ان کے حصول کے لئے ہر شخص جھگڑ رہا ہے اور اپنے موقف پر قائم ہے۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی فرماتے ہیں۔ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ سات آٹھ یا نو افراد۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم اللہ کے رسول کی بیعت نہیں کرو گے۔ آپ نے یہ جملہ تین بار دہرایا۔ ہم نے آگے بڑھ کر بیعت کر لی۔ پھر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ کس چیز کی بیعت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور شرک نہ کرو۔ پانچوں نمازیں ادا کرو۔ اور یہ کہ لوگوں سے سوال نہ کرو۔ صحابی فرماتے ہیں میں نے اپنے ان دوستوں کو دیکھا کہ اگر کسی کا کوڑا بھی گر جاتا تو دوسرے سے سوال نہ کرتے۔

اسے رویانی، ابن جریر اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔

طبرانی نے کبیر میں ابوامامہ سے روایت ذکر کی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کون ہے جو بیعت کے لئے تیار ہے۔ حضور ﷺ کے غلام حضرت ثوبان نے عرض کیا ہم حاضر ہیں۔ سرکار ﷺ نے فرمایا اس بات پر کہ کسی سے کوئی چیز نہ مانگو گے۔ حضرت ثوبان نے عرض کی پھر اس شخص کو کیا ملے گا؟ سرکار ﷺ نے فرمایا جنت۔ اس پر حضرت ثوبان نے بیعت کر لی۔

ابوامامہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ثوبان کو مکہ میں دیکھا لوگوں کے اجتماع میں کبھی کبھی ان کے ہاتھ سے کوڑا گر جاتا ہے کبھی کسی شخص کے کندھے پر گرتا وہ اٹھا کر آپ کو پیش کرتا لیکن آپ خود اتر کر کوڑا اٹھاتے (اس سے نہیں لیتے تھے)

عبدالرزاق نے سعید بن مسیب سے روایت ذکر کی ہے۔ حضور ﷺ نے غزوہ حنین کے موقع پر حکیم بن حزام کو کچھ مال عطا فرمایا۔ انہوں نے اس مال کو تھوڑا سمجھا۔ حضور ﷺ نے اور زیادہ عطا فرمایا۔ انہوں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ آپ کا کونسا عطیہ بہتر ہے۔ سرکار ﷺ نے فرمایا: پہلا پھر فرمایا اے حکیم بن حزام یہ مال سرسبز اور میٹھا ہوتا ہے۔ جو اس کو فراخدلی سے لیتا اور اچھے طریقے سے

کھاتا ہے اسے برکت عطا کی جاتی ہے۔اور جو شخص بددلی سے لیتا ہے اور برے طریقے سے خرچ کرتا ہے اسے برکت نہیں عطا کی جاتی ہے۔ایسا لگتا ہے کہ وہ کھاتا ہے لیکن سیر نہیں ہوتا۔اوپر والا ہاتھ (دینے والا) نیچے والے ہاتھ (لینے والے) سے بہتر ہے۔حکیم نے پوچھا اور آپ سے بھی یارسول اللہ ﷺ سرکار ﷺ فرمایا ہاں مجھ سے بھی۔حکیم نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔آج کے بعد کسی سے کوئی چیز نہیں لوں گا۔راوی کا بیان ہے اس کے بعد حضرت حکیم نے سرکاری اور غیر سرکاری کوئی چیز کسی سے بھی قبول نہ کی۔

حضرت عمر فرماتے ہیں یا اللہ میں تمہیں حکیم بن حزام پر گواہ بنا رہا ہوں کہ میں اسے اس کے حصے کا مال دے رہا ہوں۔لیکن وہ انکار کر رہا ہے۔اس پر حضرت حکیم فرماتے بخدا میں آپ سے یا کسی اور سے کوئی چیز نہیں لوں گا۔

یہ روایت کنز العمال ج ۳ صفحہ ۳۲۲ پر بھی اسی طرح ہے۔

ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیلی کی مثالیں آپ نے ملاحظہ کی ہوں گی۔عزت نفس کا وہ معیار جس کا کوئی ثانی نہیں۔استقلال سے بھرپور تربیت جس میں غیر پر بھروسہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔

امام مالک نے عطا بن یسار سے روایت ذکر کی ہے۔

رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اس کے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے۔سرکار نے اس کی طرف اشارہ کیا گویا کہ حضور ﷺ کی مراد تھی کہ وہ اپنے بال درست کروالے۔اس نے ایسا ہی کیا پھر واپس آیا۔سرکار ﷺ نے فرمایا کیا شیطان کی طرح پراگندہ مو آنے سے یہ بہتر نہیں؟

امام مالک اور نسائی نے ابو قتادہ سے روایت بیان کی ہے۔ابو قتادہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے بال لمبے لمبے ہیں کیا میں ان میں کنگھی کرلیا کروں؟ سرکار ﷺ نے فرمایا ہاں ان کو سنوارا بھی کرو۔

حضور ﷺ نے بالوں کی تکریم (سنوارنے) کا حکم دیا تھا اس وجہ سے حضرت ابو قتادہ کبھی کبھی دن میں دو مرتبہ بالوں میں تیل لگایا کرتے تھے۔

تربیت نبوی کا یہ بے مثال نمونہ کہ ہر وہ چیز جس کا تعلق انسان کے ظاہری یا باطنی اصلاح سے ہے۔خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی حضور ﷺ نے اسے ضرور بیان فرمایا۔

ابوداؤد فرماتے ہیں حضور ﷺ نے عاصی،عزیز،تمسلۃ،شیطان،حکم،غراب،حباب اور شہاب کے ناموں کو بدل دیا۔

شہاب کا نام ہشام رکھا حرب کا نام سلم رکھا المضطجع کا نام المنبعث رکھا۔ایک زمین جس کا نام عفرہ

تھا اس کا نام حضرہ رکھا۔

شعب الضلالہ (گمراہی کی گھاٹی) کا نام شعب الھدی (ہدایت کی گھاٹی) رکھا۔ بنی زنیہ کا نام بنی رشدہ رکھا بنی مغویہ کا نام بنی رشدر کھا۔

یہ خوبصورت تبدیلیاں ملاحظہ کیجئے۔ جن میں ایک منظم تربیت بھی ہے اور فریضہ رسالت کے اظہار کی وجہ سے یہ تربیت اپنے عروج کی حدوں کو چھو رہی ہے۔

طبرانی نے کبیر میں مکبر ن مکیر بن معروف سے انہوں نے علقمہ سے انہوں نے رسول کریم ﷺ سے یہ حدیث پاک سنی حضور ﷺ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ جو اپنے پڑوسیوں کو سکھاتے نہیں۔ انکو علم نہیں پڑھاتے ان کو نصیحت نہیں کرتے نہ ان کو نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ اور نہ انہیں برائی سے منع کرتے ہیں اور ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو اپنے پڑوسیوں سے علم حاصل نہیں کرتے نہ ان سے سیکھتے ہیں نہ ان سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ بخدایا تو لوگ اپنے پڑوسیوں کو پڑھائیں گے، سکھائیں گے ان کو نصیحت کریں گے انہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے اور لوگ اپنے پڑوسیوں سے علم حاصل کریں گے۔ سیکھیں گئے اور نصیحت حاصل کریں گے۔ یا میں ان کے لئے سزا میں جلدی کروں گا۔

اس کے بعد آپ ﷺ ایک مقام پر اترے اور فرمایا میرے قریب یہ لوگ کون ہیں؟ بتایا گیا یہ اشعریین ہیں۔ یہ خود تو اصحاب فقہ ہیں۔ لیکن ان کے پڑوسی سخت دل، بدو پانیوں پر رہنے والے اور ان پڑھ ہیں۔

یہ بات اشعریین تک پہنچ گئی۔ وہ حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ایک قوم کا ذکر بھلائی سے کیا اور ہمیں اچھائی سے یاد نہ کیا۔ ہم میں کون سی بری بات ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا تمام لوگ اپنے پڑوسیوں کو پڑھائیں گے نصیحت کریں گے انہیں نیکی کا حکم اور برائی سے منع کریں گے اور تمام لوگ اپنے پڑوسیوں سے علم حاصل کریں گے۔ اور ان سے نصیحت حاصل کریں گے۔ اور ان سے دین سیکھیں گے۔

یا پھر میں دنیا میں ہی ان کی سزا کا مطالبہ کروں گا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم دوسروں کو نصیحت کریں۔ حضور ﷺ نے اپنا پہلا قول دہرایا انہوں نے پھر وہی عرض کی۔ سرکار نے پھر وہی جواب دیا۔ انہوں نے عرض کی سرکار ﷺ ہمیں ایک سال کی مہلت دیں۔ آپ ﷺ نے ان کو ایک سال کی مہلت دی۔ تا کہ اپنے پڑوسیوں کو دین سکھائیں علم پڑھائیں اور ان کو نصیحت کریں۔ پھر حضور ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ۝ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ۝ (المائدہ)

''لعنت کئے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل سے داؤد کی زبان پر اور عیسی بن مریم کی زبان پر یہ بوجہ اس کے وہ نافرمانی کیا کرتے اور زیادتیاں کیا کرتے تھے۔ نہیں منع کیا کرتے تھے ایک دوسرے کو اس برائی سے جو وہ کرتے تھے''۔

اس سے بڑھ کر اور کون سی تربیت ہوسکتی ہے جو پڑھے اور ان پڑھ پر پڑھنا پڑھانا فرض کر رہی ہے تا کہ امت مسلمہ ترقی کرے اس سے پہلے دنیا میں کوئی ایسی نص موجود نہیں۔ جو تعلیم کو ایک لابدی اور لازمی فرض قرار دے۔ اس کتاب کے تیسرے رسالے میں جب آپ اسلام کے تعلیمی نظام کا مطالعہ کریں گے۔ تو شاید آپ پر دہشت طاری ہو جائے کیونکہ اس میں انسان کی تمام روحانی اور مادی حاجات کا حل موجود ہے۔

شیخین نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔

حضرت انس فرماتے ہیں۔ ہم حضور ﷺ کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھے تھے۔ ایک بدو نے مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ صحابہ نے کہا رک جاؤ رک جاؤ۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس کے لئے بول میں رکاوٹ نہ ڈالو۔ صحابہ خاموش ہو گئے۔ یہاں تک کہ اس نے پیشاب کیا پھر حضور ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا یہ مسجدیں پیشاب اور گندگی کے لئے نہیں بنائی گئیں۔ یہ مساجد تو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور قرآن کریم کی تلاوت کے لئے بنائی گئی ہیں۔ پھر ایک آدمی کو حضور ﷺ نے حکم دیا وہ پانی کا ایک ڈول لے کر آیا اور اس پیشاب پر بہا دیا۔

یہ مثال ہم نے اس لئے ذکر کی ہے کہ اس زمانے میں عربوں کے نزدیک تہذیبی روایات کا حال کیا تھا۔ کیونکہ کوئی انسان بھی اپنی عبادت گاہ میں پیشاب نہیں کرتا۔ لیکن بدو ایسا کر گزرا اور حضور ﷺ کا یہ رویہ ایک مربی کا رویہ تھا جس کی ذمہ داری یہ تھی کہ نقص ختم کر کے کمال پیدا کیا جائے۔

ایک شاہسوار نے جب مسلمانوں کو منظم صفوں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگا۔

عمر نے میرا جگر پھونک ڈالا ہے۔ ان (عربوں) کو اس قدر مکارم اخلاق سکھا دیئے۔ درحقیقت حضرت عمر نے اپنے علم و فضل کے باوجود یہ تربیت نہیں کی تھی۔ بلکہ عمر کو بھی اور تمام عربوں کو بھی محمد عربی ﷺ نے یہ انداز سکھائے تھے۔

تربیت نبوی کا دائرہ (کسی ایک شہر تک) محدود نہ تھا بلکہ پورا جزیرہ عرب اس تربیت سے فیض یاب ہوا۔ آپ ﷺ کسی قبیلہ کے اسلام قبول کرنے کو ہی کافی نہیں سمجھتے تھے۔ جب تک کہ اس قبیلے کا

وفد آپ کی بارگاہ میں حاضر نہ ہوتا۔ وہ وفد مدینہ شریف میں آپ کے پاس کئی دن گزارتا۔ اس عرصہ میں آپ ان کو اپنی توجہات سے نوازتے یا اپنی اقتداء کا شرف عطا فرماتے یا کسی صحابی کو ان کی تعلیم کے لئے مقرر فرماتے اس طرح وہ وفد ایک نئے سانچے میں ڈھل جاتا۔ یہاں تک کہ وہ جب جانے کے لئے اجازت طلب کرتے تو آپ انہیں میں سے ان پر اپنا نائب مقرر فرماتے اور عمل تربیت جاری رکھنے کا حکم فرماتے۔

مزید برآں یہ کہ آپ اپنے صحابہ کو انفرادی اور اجتماعی طور پر بھیجتے تاکہ وہ لوگوں کو تعلیم و تربیت سے آراستہ کریں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دس سال بھی نہ گزرنے پائے کہ جزیرہ عرب دین اسلام کا گہوارہ بن گیا۔ ان کے افکار بدل گئے۔ وہی لوگ جو کہ صبح کے وقت کھجوروں کی عبادت کرتے تھے شام کو وہی کھا لیتے۔ اب اعلیٰ فکری اقدار کے مالک بن گئے۔

قرآن کریم اس عظیم تربیت کا بہترین ذریعہ تھا۔ وہ لوگ قرآن کریم یاد کرتے اسے سمجھتے اپنی زندگیاں اس کے مطابق ڈھال کر اس کی بتائی ہوئی راہ پر چلتے۔

معجزات قرآنیہ کی بحث میں آپ دیکھیں گے کس طرح قرآن ان کی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی تھا۔

قرآن نے کھلے عام ان کے نفوس و عقول کو فتح کر لیا۔ اور کسی ترک کرنے والی اور کسی اپنانے والی چیز کو مخفی نہ چھوڑا۔ کوئی سوال بلا جواب نہ رہا۔ ہر منکر کی دلیل کو قرآن نے باطل کر دیا۔ اسلام اور اہل اسلام کے بارے میں کوئی شبہ ایسا نہ تھا جسے قرآن نے ختم نہ کیا ہو۔ زندگی کے ہر شعبے میں قرآن نے حق کو واضح کر دیا۔

حضور ﷺ کو سب سے زیادہ فکر ہی یہ تھی کہ تمام لوگ قرآن کو یاد کریں سمجھیں اور اس کے مطابق زندگی گزاریں۔ کیونکہ جس قدر قرآن ان پر حاوی ہوگا اسی قدر ان کے نفوس اور افکار ترقی کریں گے۔ زندگی کے راستے ان پر کھلتے جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے قرآن کو فضیلت کا معیار قرار دیا اور فرمایا:

خیر کم من تعلم القرآن وعلمه۔

تم میں سے بہتر وہ ہے جو خود قرآن کا علم حاصل کرے اور دوسروں کو قرآن کا علم عطا کرے۔ آپ امیر بنانے کے لئے اس کو پسند فرماتے جو حفظ و فہم اور عمل بالقرآن میں دوسروں پر غالب ہوتا۔ آپ نے اپنے صحابہ کی تربیت بھی اسی نہج پر فرمائی۔

حضور ﷺ کے بعد خلفاء راشدین کی خلافت بھی ان کی انہی کاوشوں کا نتیجہ تھی۔ وہ قرآن کریم

کی تعلیم میں حد درجہ حریص تھے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر نے ایک لشکر کو روانہ کرتے ہوئے فرمایا تم ایک ایسے قریہ کے لوگوں کے پاس جا رہے ہو وہ (بروقت) اس طرح قرآن پڑھتے ہیں جس طرح شہد کی مکھیاں بروقت بھنبھناتی ہیں۔ احادیث پڑھ کر ان کو قرآن سے نہ روک دینا۔ قرآن کو عمدہ طریق سے پڑھو، روایت کو کم کرو۔ قدم بڑھاؤ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔

تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ قرآن ہر زبان پر جاری ہو گیا۔ بہت سے لوگوں نے حفظ مکمل کر لیا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کی برکت سے مسلمانوں نے عقیدہ، عبادت، سیاست، حکومت، اخلاق، شریعت، صلح و جنگ اور ہر علم و عمل کے میدان میں بے مثال ترقی کی۔

بہت کم وقت میں ایک امی (ان پڑھ) قوم طرز فکر میں فن حرب وضرب میں اور میدان تہذیب وثقافت میں اس مقام پر پہنچ گئی کہ کوئی اس کے مقابلے کا سوچ نہیں سکتا۔ یہ سارا فیضان رسالت تھا۔ کسی اور کا اس میں کوئی حصہ نہیں تاریخ بشر میں یہ واقعہ پہلی دفعہ ظہور پذیر ہوا۔ انسانیت نے دیکھا کہ ایک ایسی قوم کہ جس کے ہاں حق کو طاقت مستحکم کر رہی ہے۔ جہاں زہد کی معیت میں شجاعت اور عبادت حکمت کی ہمرکاب ہے۔ ایسی قوم جس کی نظیر دنیا نے دیکھی نہیں۔

کیا یہ بات باعث حیرت نہیں کہ جن لوگوں کی تربیت رسول اکرم ﷺ نے کی تھی۔ انہوں نے جو علاقے بھی فتح کئے وہاں کے لوگ بخوشی اسلام میں داخل ہو گئے۔ وہ اس نئے دین کے لئے اتنے مخلص ہو گئے کہ انہوں نے اسلام پر اپنی روحیں اپنے مال اور اولاد تک نثار کر ڈالے حالانکہ اسلام نے ان کو اپنے پہلے دین پر قائم رہنے کی آزادی عطا کی تھی۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوا کہ صحابہ جیسے لوگ اور اسلام جیسا دین لانا محال ہے۔

اب ہم تین ایسے واقعات ذکر کرتے ہیں جن سے صحابہ کرام کی فکری پختگی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یہ بھی تربیت محمدی ﷺ کا اعجاز ہے کہ عرب کے ان بادیہ نشینوں نے اس وقت کی تمام ثقافتوں کے نمائندوں سے بے جھجک ملاقاتیں کیں۔

پہلا واقعہ

۱۔ (حاکم مصر) مقوقس نے حضور ﷺ کے قاصد حضرت حاطب بن ابی بلتعہ سے کہا اگر حضور ﷺ نبی ہیں تو پھر اپنے مخالفین کے لئے اللہ سے بددعا کیوں نہیں مانگتے تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دے جنہوں نے حضور کو اپنے شہر سے نکل جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ حضرت حاطب نے جواب دیا۔ حضرت عیسیٰ کو کس نے روکا تھا کہ جب قوم نے ان کو قتل کرنے کے لئے پکڑ لیا تھا کہ وہ قوم کی

ہلاکت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے (یہ جواب سن کر) مقوقس نے کہا:

أحسنت أنت حکیم جاء من عند حکیم۔

''بہت خوب ایک عقلمند انسان عقلمند کی بارگاہ سے آیا ہے''۔

۲۔ بحرین (موجودہ کویت) کے امیر منذر بن ساوی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد حضرت علاء الحضرمی نے فرمایا:

اے منذر! تو دنیا میں عظیم عقل والا ہے۔ پس اپنی عقل کو آخرت کے حوالے سے گھٹیا نہ بنا۔ مجوسیوں کا دین بہت برا ہے۔ جس میں عربوں کے لئے کوئی عزت اور اہل کتاب کا علم شامل نہیں۔ وہ ان عورتوں سے نکاح کرتے ہیں جن سے نکاح کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ ایسی چیزیں کھاتے ہیں جن کے کھانے سے گھن آتی ہے۔ دنیا میں آگ کی عبادت کرتے ہیں قیامت کا دن آگ ہی انہیں کھا ڈالے گی۔ خوب سوچ لو! تو ایسا شخص ہے جو عقل ورائے سے خالی نہیں۔

کیا یہ بات مناسب نہیں کہ جو شخص دنیا میں جھوٹ نہ بولتا ہو آخرت کے بارے میں اسے سچا نہ سمجھا جائے۔ اور جو خیانت سے پاک ہو اس پر ایمان نہ لایا جائے۔ جو وعدہ خلافی نہ کرتا ہو اس پر اعتماد نہ کیا جائے۔ (اے منذر) یہ وہ امی نبی ہے جس کے بارے میں کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا کہ کاش جو اس نے حکم دیا ہے اس سے منع کیا ہوتا یا جس سے اس نے منع کیا ہے اس کا حکم دیا ہوتا یا کاش کہ اس نے اپنی عفو میں اضافہ کیا ہوتا یا سزا دینے میں کچھ کمی کی ہوتی۔ کیونکہ ان کا ہر عمل اہل عقل وخرد کی امنگوں کے عین مطابق ہے۔ (یہ سن کر) منذر نے اسلام قبول کر لیا۔

۳۔ جب سعد بن ابی وقاص کے وفد کو کسریٰ کی جانب سے دعوت اسلام کے لئے روانہ کیا گیا۔ وفد نے کسریٰ کے دربار میں حاضری کے لئے اجازت طلب کی۔ انہیں باریاب ہونے کی اجازت دی گئی۔ لوگ ان کی شکلیں دیکھنے کے لئے گھروں سے باہر آنے لگے۔ ان کی چادریں ان کے کندھوں پر تھیں۔ کوڑے ہاتھوں میں، نعل پاؤں میں، کمزور گھوڑوں پر سوار جن کے کھر زمین پر پڑ رہے تھے۔ لوگ ان کو دیکھ کر سخت حیران ہو رہے تھے کہ یہ لوگ کس طرح لشکروں کی کثرت کے باوجود ان کو شکست دیتے ہیں۔ جب وہ یزدگرد کے دربار میں گئے۔ یزدگرد نے ان کو اپنے سامنے بٹھالیا۔ وہ بڑا متکبر اور بے ادب تھا۔ پھر اس نے ان کے لباس کے اسماء پوچھنے شروع کر دیئے۔ چادروں جوتوں اور کوڑوں کے نام کیا ہیں۔

جب بھی یہ لوگ اس سے کوئی بات کرتے وہ فال پکڑتا اللہ تعالیٰ نے اس کی فال اسی پر لوٹا دی۔ اس نے کہا تم کونسی چیز یہاں لائے ہو۔ کیا تمہارا گمان ہے کہ ہماری مصروفیات کی وجہ سے تم ہمارے

اوپر چڑھ آؤ گے۔ اس پر حضرت نعمان بن مقرن نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم فرمایا اور ہماری طرف اپنا رسول مبعوث فرمایا جو ہمیں خیر کی طرف رہنمائی کرتا اور بھلائی کا حکم دیتا ہے۔ ہمیں برائی سے آگاہ کرتا ہے اور اس سے منع کرتا ہے۔ اس نے ہمارے ساتھ دنیا اور آخرت کی بھلائی کا وعدہ کیا ہے۔ اگر ہم اس کی دعوت کو قبول کر لیں۔

پس اس وجہ سے ہر قبیلے میں دو گروہ بن گئے ایک گروہ رسول مکرم ﷺ کے قریب ہو گیا۔ دوسرا ان سے دور۔ ان کے دین میں خاص لوگ داخل ہو گئے۔ یہ سلسلہ کچھ عرصہ تک یونہی رہا۔ پھر انہیں حکم دیا گیا کہ اپنے عرب مخالفین کی جانب اٹھیں۔ حضور ﷺ نے ان کے ساتھ جنگ کی جن کی وجہ سے دو قسم کے لوگ آپ کے ساتھ ہو گئے۔ کچھ اپنی خوشی سے کچھ مجبوری سے۔ **فعرفنا جمیعا**: ہم سب نے جان لیا کہ جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں وہ ہمارے پہلے عداوت اور تنگدستی سے بھرپور طریقے سے بہتر ہے۔

حضور ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اپنے ساتھ ملحقہ اقوام سے ابتداء کریں اور ان کو حق و انصاف کی طرف بلائیں۔ پس ہم تم کو دین اسلام کی طرف بلا رہے ہیں۔ جس نے ہر حسین چیز کا حسن اور ہر قبیح چیز کی برائی واضح کر دی ہے۔ اگر تم انکار کرو گے تو تم کو جنگ کے لئے تیار ہونا پڑے گا۔

اگر تم ہمارا دین قبول کر لو گے تو ہم تمہارے درمیان کتاب اللہ کو حکم بنا دیں گے۔ ہم لوٹ جائیں گے۔ تم جانو اور اور تمہارا ملک ہم (بصورت دیگر) اگر تم جزیہ دو گے تو ہم قبول کر لیں گے۔ ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔

اس کے بعد یزدگرد نے گفتگو شروع کی اور کہا:

روئے زمین پر کوئی قوم تم سے بد بخت، گھٹیا اور قلیل ہو میرے علم میں نہیں۔ اس سے پہلے ہم قریبی نواحی حکمرانوں کو تم پر مقرر کرتے تھے تاکہ تمہارے لئے وہی کافی ہوں۔ اور اہل فارس میں سے کوئی بھی آپ کے ساتھ جنگ نہ کرے۔ اور تمہیں ان کے مقابل ہونے کی خواہش نہ ہو۔ اگر تمہاری تعداد کچھ زیادہ ہو گئی ہے تو ہماری جانب سے دھوکہ نہ کھاؤ۔ اگر مشقت نے تم کو تھکا دیا ہے تو ہم تمہارے لئے خوراک کا انتظام کر دیتے ہیں۔ تمہاری عزت کرتے ہوئے تمہیں لباس عطا کرتے ہیں اور کوئی ایسا حکمران مقرر کرتے ہیں جو تم سے نرمی کا برتاؤ کرنے والا ہو۔ سب خاموش تھے۔

مغیرہ بن شعبہ کھڑے ہوئے اور فرمایا اے بادشاہ! یہ تمام لوگ عرب کے سردار اور سربرآوردہ لوگ ہیں یہ ایسے شرفاء ہیں جو شرفاء کا لحاظ کرتے ہیں۔ بیشک اشراف ہی اشراف کی عزت کرتے ہیں۔ اشراف ہی اشراف کے حقوق کا خیال کرتے ہیں۔ اور وہ چیز جو انہوں نے ترک کی تیرے لئے جمع نہیں کی تو نے ہم کو ایک ایسی صفت سے منسوب کیا ہے جس کا تمہیں علم نہیں۔

رہا یہ کہ تم نے کہا ہم بدحال تھے۔ سو اس میں کوئی شک نہیں ہماری بدحالی اپنی انتہاء تک پہنچ چکی تھی۔ لیکن ہماری بھوک عام لوگوں سے مختلف تھی۔ ہم لوگ گبریلے کیڑے مکوڑے، بچھو اور سانپ تک کھا جایا کرتے تھے۔ ان چیزوں کو ہم اپنی خوراک سمجھتے تھے۔ زمین کی پشت ہی ہماری رہائش گاہ تھی۔ اونٹوں اور بھیڑوں کے بال کاٹ کر ہم لباس بنایا کرتے تھے۔ ایک دوسرے کو قتل کرنا ایک دوسرے سے بغض رکھنا ہی ہمارا دین تھا۔ ہم نہیں پسند کرتے تھے کہ ہماری بچیاں ہمارا رزق کھائیں اس لئے انہیں زندہ درگور کر دیتے تھے۔ کچھ عرصہ پہلے تک ہمارا یہی حال تھا۔ (لیکن اب اللہ تعالیٰ نے ہم پر کرم فرمایا ہے اور) ایک ایسا شخص مبعوث فرمایا ہے جس کے نسب، شخصیت اور گھرانے کو ہم (اچھی طرح) جانتے ہیں۔ اس کا گھرانہ ہمارے گھروں سے بہتر ہے۔ ان کا خاندان ہمارے خاندان سے اس کی زمین ہماری زمین سے اس کا قبیلہ ہمارے قبیلے سے بہتر ہے۔ وہ بذات خود ہم سے زیادہ سچا اور حلم والا تھا۔ اس نے ہمیں ایک کام کی دعوت دی لیکن کسی نے اس کی بات کو قبول نہ کیا۔ اس کا پہلا دوست اس کے بعد اس کا نائب ہوگا۔ اس نے بھی بات کی اور ہم نے بھی۔ اس نے سچ کہا اور ہم نے جھوٹ بولا اس نے اضافہ کیا ہم نے کمی کی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں اس کی تصدیق اور اتباع کا جذبہ ڈال دیا۔ پس وہ ہمارے اور رب کے درمیان واسطہ بن گیا۔ پس جو کچھ وہ ہم کو فرمائے وہی اللہ کا فرمان ہے اور جو حکم دیں وہی اللہ کا حکم ہے۔

خلاصہ پیش کرتا ہوں جو مختلف کتب میں باختلاف الفاظ منقول ہیں اس کے بعد ان اعتراضات کا ذکر کروں گا جو جدید اور قدیم معتزلیوں نے وارد کئے ہیں بعد ازاں اللہ کی توفیق سے اہل سنت کے موقف کو بیان کروں گا۔

یثرب کے یہودیوں کو روز اول ہی سے جو بلاوجہ عداوت اور حسد حضور ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ تھا اس کی تفصیلات آپ ﷺ کئی مقامات پر پڑھ چکے ہیں۔ جیسے جیسے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کی شان کو بلند کرتا فتوحات کے دروازے کھلتے جاتے ہیں۔ ایسے ایسے ان کی عداوت کے شعلے بھڑکتے جاتے ۷ ھ جب حدیبیہ سے حضور ﷺ بخیریت واپس تشریف لائے تو خیبر کے یہودیوں کا ایک وفد مدینہ کے ایک مشہور جادوگر لبید بن اعصم کے ہاں آیا۔ بعض مورخین نے اسے یہودی کہا ہے۔ لیکن درحقیقت انصار کے ایک قبیلہ بنو زریق کا ایک فرد تھا ممکن ہے اس نے یہودی مذہب اختیار کر لیا ہو اس لئے اسے یہودی کہا گیا ہو خیبر کے وفد نے آکر اس کے سامنے اپنی بپتا بیان کی اور کہا کہ مکہ کے قریشی نے یہاں آکر ہماری عزت خاک میں ملا دی ہے ہم نے سیاسی طور پر ان کو ناکام بنانے کی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ سازشیں کی ہیں۔ منصوبے بنائے، مشرک قبائل کو ان کے خلاف بھڑکایا، لیکن ناکام

رہے اس کے علاوہ ہمارے ہاں جتنے جادوگر تھے انہوں نے بڑے جتن کیئے بڑی زور آزمائی کی لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ ہمارے اس علاقے میں تمہارے سحر کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ ہر طرف سے مایوس ہو کر ہم تیرے پاس آئے ہیں اگر تو ہماری مدد کرے تو یہ مشکل آسان ہو سکتی ہے انہوں نے اس کی خدمت میں بھاری نذرانہ بھی پیش کیا چنانچہ اس نے حامی بھر لی۔

ایک یہودی لڑکا حضور ﷺ کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ کسی طرح ورغلا کر اس سے حضور ﷺ کی کنگھی کا ایک ٹکڑا اور چند موئے مبارک حاصل کر لئے۔ اس نے اور اس کے بیٹوں نے جو اس فن میں اپنے باپ سے بھی دو قدم آگے تھے۔ جادو کیا اور ان چیزوں کو تر کھجوروں کے خوشے کے غلاف میں رکھ کر بنی زریق کے ایک کنویں کی تہہ میں ایک بھاری پتھر کے نیچے دبا دیا اس کنویں کا نام ''ذروان یا ذی اروان'' بتایا جاتا ہے۔ بعض نے کہا اس کا نام ''بئر اریس'' بھی لکھا ہے۔

چھ ماہ گزرنے کے بعد معمولی معمولی اثر ظاہر ہونے لگا آخری چالیس دن زیادہ تکلیف کے دن تھے ان میں بھی آخری تین دن تکلیف اپنی نہایت کو پہنچ گئی اس جادو سے حضور ﷺ کو کس قسم کی تکلیف محسوس ہوتی تھی اس کے بارے میں بھی تصریحات موجود ہیں۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

کان النبی ﷺ یذوب و لا یدری ما وجھه۔

''یعنی حضور ﷺ کی طبیعت گھٹنے لگی نقاہٹ بڑھنے لگی لیکن بظاہر اس کی کوئی وجہ معلوم نہ ہوتی''۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں

حتی یخیل الیه انه فعل الشیء ولم یکن فعله۔ (روح المعانی)

''یعنی ایسا کام جو نہ کیا ہوتا اس کے بارے میں حضور ﷺ کو خیال ہوتا کہ کر لیا گیا ہے''۔

حضور ﷺ نے ہمیں فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اللہ وحدہ لا شریک ہوں۔ جب کچھ نہ تھا میں اس وقت بھی تھا۔ میرے سوا ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ میں نے ہی ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ ہر چیز میری طرف لوٹ آئے گی۔ میری رحمت نے تمہاری دستگیری فرمائی کہ میں نے یہ رسول تمہارے پاس بھیجا۔ تاکہ میں تمہیں اس راہ سے آگاہ کروں جو تمہیں موت کے بعد میرے عذاب سے نجات عطا کرے۔ پھر میں تمہیں اپنے گھر دارالسلام (جنت) میں جگہ عطا فرماؤں۔ پس ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ رسول حق ہے اور حق کی طرف سے آیا ہے۔ اسی کا فرمان ہے کہ (اے میرے غلامو!) جس نے بھی اس دین کے معاملے میں تمہاری پیروی کی اسے وہی ملے گا جو (اجر) تمہیں ملے گا اس پر وہی فرائض ہیں جو تم پر فرض ہیں پس جو انکار کرے اس پر جزیہ پیش کرو (اگر وہ قبول کرے) تو اس کی حفاظت اس

طرح کرو جس طرح تم اپنی حفاظت کرتے ہو اور جو اس سے بھی انکار کرے اس کے ساتھ جنگ کرو (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) میں تمہارا حاکم ہوں پس تم میں سے جو (میری راہ میں) قتل ہو گیا میں اسے اپنی جنت عطا کروں گا اور جو بچ گیا اسے اپنی مدد سے سرفراز کروں گا۔ پس (اے یزدگرد) چاہے تو ہمارا محکوم بن کر جزیہ دینا پسند کرے۔ چاہے تو جنگ کرے یا پھر اسلام قبول کر لے سلامتی پا جائے گا۔

یزدگرد نے کہا کیا تو میرے سامنے ایسی باتیں کر رہا ہے آپ نے فرمایا جس نے میرے ساتھ گفتگو کی ہے میں بھی اسی کے ساتھ یہ باتیں کر رہا ہوں اگر گفتگو کسی اور نے کی ہے تو پھر میں نے یہ باتیں تم سے نہیں کیں۔

امت مسلمہ کی جو تربیت اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی ہے اس کا ایک پہلو ہم نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ **فصل الثمرات** اور **المبحث الثالث** میں تعلیم و تربیت نبوی کا طریقہ وضاحت سے بیان کیا جائے گا۔

دین و دنیا میں جو بھی انسان کو ضروریات پیش آسکتی ہیں۔ نبوت کے نظام تعلیم و تربیت نے ان تمام کو بیان کر دیا۔ اس نظام کی حفاظت نے امت مسلمہ کو میدان ثقافت میں اعلی مقام عطا فرمایا۔ اہل مغرب نے انہی اصولوں کو اپنا کر ترقی کی اور ہم انہی اصولوں کو گنوا کر ذلیل ہو گئے۔

میرا خیال ہے کہ جو کچھ ہم نے اب تک بیان کیا ہے یہ اس بات کے ثبوت لئے کافی ہے کہ کائنات میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا مربی پہلے نہ آیا ہے نہ بعد میں آئے گا۔ محدود مادی وسائل کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک امی قوم کی بے مثال تربیت فرمائی۔

تاریخ عالم سے پوچھئے کیا کسی مربی یا قائد نے اتنی محدود مدت میں اتنے محدود وسائل کے ساتھ کسی ایسی قوم کی تربیت کی ہو اور اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت 100 واں حصہ کامیابی نصیب ہوئی ہو۔ نہیں بخدا نہیں۔

آخر میں ہم اس حقیقت کو واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اگر کسی کو تربیت کے حوالے سے کوئی مشابہت ہے بھی تو وہ جزوی مشابہت ہے کیونکہ سرکار نے تو نفس انسانی کو صحیح راہ پر لگایا ہے۔ اگر کسی دوسرے نے کچھ کیا ہے۔ تو نفس کی کسی جزوی خرابی کو دور کیا ہے۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح پہاڑ میں سے ذرہ۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نفس کی اتھاہ گہرائیوں میں چھپی ہوئی خرابیوں کو دور کیا ہے۔

دراصل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا مربی کامل تاریخ نے دیکھا ہی نہیں ہمارا یہ بیان کہ آپ مربی اول اور مربیان عالم کے قائد ہیں اس کا مطلب قطعاً یہ نہیں کہ آپ کے سوا ہم دوسروں کو بھی مربی سمجھتے ہیں۔ یہ تو محض بات سمجھانے کیلئے (دوسروں کو) صفت تربیت سے موصوف کیا ہے۔

نفس انسانی میں بہت سی پیچیدگیاں اور خواہشات پائی جاتی ہیں نفس مال کو پسند کرتا ہے نفس چاہتا ہے کہ ہر چیز کا مالک بن جائے۔اس مقصد کیلئے قریب ترین راستے کو پسند کرتا ہے۔حسن و جمال سے لطف اٹھاتا۔شراب اور دیگر لذات سے محظوظ ہونا نفس کی خواہشات میں شامل ہے۔

بعض نفوس خون بہا کر اپنی پیاس بجھانے کے خواہش مند ہوتے ہیں یہ نفوس اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے تمام ممکنہ طریقے اختیار کرتے ہیں۔نفس غلبہ اور حکومت، برداری اور دوسروں پر بلندی پسند کرتا ہے۔

دوسروں کے حقوق سلب کرنے اور ان پر ڈاکہ ڈالنے سے بھی نفس باز نہیں آتا۔نظم وضبط کی بجائے نفس لاقانونیت پسند کرتا ہے ہر پابندی اور ضابطے سے فرار نفس کی اولین خواہش ہے۔نفس زندگی سے پیار کرتا ہے۔موت سے بھاگتا ہے اگر چہ موت بعض اوقات ناگزیر ہوتی ہے جس طرح میدان جنگ میں موت اکثر اوقات یقینی ہوتی ہے۔تمام حالات میں نفس یہ چاہتا ہے کہ اس کے حقوق پورے کئے جائیں اور فرائض کے وقت بھاگ جاتا ہے۔نفس کی چند ایک خواہشات کو ہم نے بیان کیا ہے۔

ہر نفس کی خواہش پوری ہو جائے یہ محال ہے کیونکہ ہر انسان رئیس بننا پسند کرتا ہے کیا یہ ممکن ہے تمام انسان رؤسا بن جائیں خوبصورت دوشیزہ کا شوہر بننا ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے لیکن کیا یہ ممکن ہے۔کہ ایک ہی حسینہ سب کی زوجہ ہو۔لہذا ہر نفس کے لئے کچھ حدود و قیود وضع کی گئی ہیں جنہیں آداب اخلاق، قوانین اور عادات کا نام دیا گیا ہے۔انہیں قوانین کے مطابق نفس کی تربیت کی جاتی ہے۔

ہم دیکھتے ہے کہ بعض تربیت کنندگان تربیت کے ایک پہلو میں تو کامیاب ہو جاتے ہیں لیکن دوسرے پہلو میں ناکام ہو جاتے ہیں۔مثلاً کوئی قائد اپنی قوم میں قربانی دینے کا جذبہ تو بیدار کر دیتا ہے۔کوئی نظم وضبط کا عادی بنانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔کوئی فرائض کی ادائیگی کا خوگر بنا دیتا ہے کوئی عمل کا پابند بنا دیتا ہے۔لیکن ان کے مقابلے میں وہ نفس کے دوسرے پہلوؤں کو فراموش کر دیتا ہے۔

کبھی یوں ہوتا ہے کہ نفس کے اندر تبدیلی بے موقع ہوتی ہے۔مثلاً جہاں اطاعت کی ضرورت نہیں ہوتی وہاں اطاعت کا جذبہ بیدار کر دیا جاتا ہے جہاں قربانی کی ضرورت نہیں ہوتی ہے وہاں قربانی کا جذبہ بیدار کر دیا جاتا ہے۔

لیکن تربیت نبوی ﷺ کا یہ امتیازی اعجاز ہے کہ ہر تبدیلی اپنے اپنے اصل مقام پر ہے۔کوئی جذبہ بے محل نہیں جذبہ قربانی اپنے اصل مقام پر اصل صورت میں ہے۔جذبہ سرفروشی اپنے محل میں ہے نظم وضبط اسی جگہ پر ہے جہاں اسکی ضرورت ہے جہاں اطاعت بھلی لگتی ہے وہیں اطاعت ہے۔لطف و لذت کا حصول اپنی حد سے آگے نہیں جاتا۔انداز ملکیت میں تجاوز نہیں۔عبادت اپنے مقام پر لوگوں

کے ساتھ حسن معاملہ اپنی مناسب جگہ پر۔ کوئی جذبہ کسی دوسرے جذبے سے متصادم نہیں کوئی معاملہ فراموش نہیں کیا گیا۔ نفس کے استعمال کا طریقہ نہ قبیح ہے نہ قابل تنقید۔

(پیکر حسن وخوبی) محمد کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کما حقہ نفس انسانی کے مربی ہیں۔ آپ کے علاوہ دوسروں کو جس قدر آپ کی تربیت سے حصہ ملا ہے اسی قدر وہ مربی ہیں۔

پہلا سربراہ مملکت سیاسی اور عسکری قائد

ہم نے سیاسی اور عسکری عمل کو ایک فقرے میں ملا کر بیان کیا ہے اسی وجہ سے کہ عسکری عمل سیاسی عمل پر فضیلت بھی رکھتا ہے ان دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ گہرا رابطہ ہے۔ جس میں جدائی ممکن نہیں جن حالات میں جنگ ناگزیر ہوتی ہے ان میں عسکری صلاحیت (کی ضرورت) اپنے عروج پر ہوتی ہے۔ جنگی حالات میں سیاست کو اپنے قابو میں رکھنا بھی لازمی امر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے سیاسی اور عسکری قائد ہیں آپ مسلمانوں کو تائید الٰہی (کی وادیوں) میں لے کر چلے یہاں تک کہ کئی مرتبہ آپ نے ارضی حکومت کی کنجیاں مسلمانوں کو عطا فرمائیں۔

اب بھی مسلمان اگر بارگاہ رسالت میں زانوئے تلمذ تہہ کرلے تو انہیں کھویا ہوا مقام حاصل ہوسکتا ہے۔

عسکری اور سیاسی عمل اگرچہ ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہے لیکن اسکے باوجود ان پر علیحدہ علیحدہ گفتگو کی ضرورت ہے اس لئے اس بحث میں ہم اس گفتگو کو دو حصوں میں تقسیم کررہے ہیں۔

پہلی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطور سیاسی قائد۔

دوسری قسم! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطور عسکری قائد۔

تاکہ زمانے کو معلوم ہوجائے کہ سرکار کی قیادت کی جس عظیم چوٹی پر فائز ہیں وہاں تک کوئی اور نہ پہنچ سکا۔ یہ وہی امی رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ تاکہ پتہ چلے کہ یہ ساری تربیت از اول تا آخر تربیت ربانی ہے۔

رسالت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطور اعلیٰ سیاسی قیادت

سیاسی کامیابی درج ذیل امور پر منحصر ہے۔

(ا) قائد کو اپنی دعوت پر پورا غلبہ اور اسکی حقانیت پر پختہ وثوق ہو۔ نیز اسے اپنی دعوت کی کامیابی کا پورا پورا یقین ہو قائد کی تمام حرکات اپنی دعوت کے اصولوں سے مربوط ہو، دعوت اور عمل میں تناقض نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ قائد کے عمل کا تناقض دشمنوں کے لئے اس کے خلاف ایک موثر ہتھیار بن جائے۔

(۲) یہ قائد اپنی دعوت کو مسلسل جاری رکھے۔

(۳) اس دعوت پر لبیک کہنے والے نئے لوگوں کی تربیت تنظیم اور انہیں رواں دواں رکھنے کی صلاحیت قائد کے اندر موجود ہو۔

(۴) قائد تحریک اور اراکین تحریک کے درمیان مکمل اعتماد ہو۔

(۵) قائد کو اپنے پیروکاروں کی صلاحیت کا علم ہو۔ نیز یہ کہ قائد اپنے پیروکاروں کی عقلی اور جسمانی قوتوں سے فائدہ اٹھا سکے۔ اور ان کو صحیح مقام پر صرف کر سکے۔

(۶) معمولی طاقت صرف کر کے قائد روزمرہ پیش آنے والے مسائل حل کر سکے۔

(۷) قیادت دور اندیش اور تمام واقعات پر حاوی ہو۔ محکم انداز میں اپنے سیاسی طور طریقے استعمال کر سکے۔

(۸) یہ کہ قائد کس حد تک نصرت (الٰہی) حاصل کر سکتا ہے اور اس سے کس قدر استفادہ کر سکتا ہے۔ اپنی دعوت کی بنیادوں کو کس حد تک (نصرت الٰہی) کے ہم آہنگ کر سکتا ہے۔

(۹) قائد کے بس میں ہو کہ وہ اپنی مملکت کو مضبوط قدروں پر مستحکم کر سکے اور لمبے عرصے کے لئے اسے ترقی کی راہ پر گامزن کرے اور اسے ناقابل تسخیر بنائے۔

محمد عربی ﷺ کے سوا تاریخ میں کوئی ایسی ہستی نظر نہیں آتی جس میں یہ تمام امور بدرجہ اتم موجود ہوں حالانکہ سرکار ﷺ کا یہ کمال آپکے لاتعداد کمالات کا ایک حصہ ہے آپ ﷺ کے کمالات کو آپ کے خالق کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

آپ ﷺ کے کمالات آپ ﷺ کی کامیابیاں راہ حق میں آپ کے قدموں کی استقامت اور غلبہ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے توفیقات، یہ ساری چیزیں اس بات کی دلیل ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں جنکی تربیت خود رب العالمین نے کی ہے۔ اللہ نے خوب آپ ﷺ کی تربیت کی اور نگہبانی کا سائبان آپ ﷺ کی ذات پر تان دیا۔

اب ہم انہی اصولوں کی روشنی میں رسول کریم ﷺ کی عملی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں اور یہ جائزہ ایک مختصر اشارہ ہے تفصیل نہیں۔

اپنی دعوت پر عملی اور نظریاتی غلبہ اور دعوت کی کامیابی پر پختہ یقین

جب انسان اپنی دعوت پر چھا جائے اسے اپنی دعوت اور اسکے (اچھے) انجام پر بھروسہ ہو اور وہ دعوت کے تمام مضمونات کو اچھی طرح جانتا ہو دعوت کی ابتداء و انتہاء اسکے مقدمات اور نتائج سے پوری

طرح واقف ہو۔اسکے کسی جزء سے اعراض نہ کرے بلکہ ہر دوسرا قدم پہلے قدم کی تکمیل کرے اور نئے اقدام میں معاون ہو۔تو ایسی ذات فقط محمد کریم ﷺ کی ذات پاک ہے۔حضور ﷺ پر یہ بات بالکل روشن تھی کہ آپ کی دعوت کو کامیاب کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔وہی انسانیت کا حقیقی حاکم ہے اللہ کے سوا کوئی بھی حقیقی حاکم نہیں۔نیز اللہ کے سوا کسی اور کی طاقت اور حاکمیت کے آگے جھکنا شرک ہے۔انسان میں یہ بنیادی تبدیلی لانا ضروری تھا کہ بعض بعض کی حاکمیت کے آگے جھکنا چھوڑ کر وحدہ لا شریک کے حضور جھک جائیں وہ قوم جو اس اصول کو اس کے تمام تقاضوں سمیت اپنالے گی حیات بشری کی (کامیابی) کی تمام چابیاں اس کے حوالے کردی جائیں گی اس قوم کو قیادت نصیب ہوگی۔ اس بنیاد پر تحریک کورواں رکھنے کی صورت میں بشر کی زندگی میں باقی تمام چیزیں ثانوی ہوجائیں گی۔ اس کا منظر بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں دیکھئے۔

ابن اسحاق نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔اشراف قریش عتبہ،شیبہ پسران ربیعہ ابوجہل بن ہشام،امیہ بن خلف اور ابوسفیان بن حرب سردار قریش ابو طالب کے پاس آئے کہنے لگے اے ابوطالب !تمہاری جوعزت ہمارے دلوں میں ہے تم جانتے ہو۔اب تمہاری زندگی کے آخری دن ہیں تمہیں یہ بھی علم ہے کہ تمہارے بھتیجے اور ہمارے درمیان کیا نزاع ہے۔اسے بلاؤ تا کہ کچھ لو اور کچھ دو کے اصول پر عمل کر کے ہم اسے کچھ نہ کہیں اور وہ ہمیں کچھ نہ کہے۔ابوطالب نے حضور ﷺ کو بلا بھیجا حضور ﷺ تشریف لائے تو آپ نے کہا اے میرے بھتیجے !یہ تیری قوم کے معززین ہیں یہ کچھ لو اور کچھ دو کے مطابق تم سے معاملہ کرنا چاہتے ہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا تم مجھے ایک کلمہ (کی ضمانت) دے دو سارے عرب کے مالک اور عجم کے حکمران بن جاؤ گے۔ابوجہل نے فوراً کہا ہاں تمہارے باپ کی قسم دس کلمے کہو آپ ﷺ نے فرمایا کہہ دو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اللہ کے علاوہ جن کی عبادت کرتے ہو اس کو چھوڑ دو (یہ سن کر) وہ ہاتھوں پر ہاتھ مارنے لگے۔

بنی عامر بن صعصعہ کو جو دعوت حضور ﷺ نے دی تھی اس کے ضمن میں ابن اسحاق نے زہری سے یوں روایت کی ہے۔

بحیرہ بن فراس نے حضور ﷺ سے کہا اگر ہم آپ کی اتباع کریں پھر اللہ تعالیٰ آپ کو فتح عطا فرما دے تو کیا آپ ﷺ کے بعد حکومت ہمیں ملے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا!یہ معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے جسے چاہے عطا کرے۔اس نے کہا ہم آپ کے لئے اپنی گردنیں کٹوائیں اور حکومت کسی اور کو ملے ہمیں اس دعوت کی ضرورت نہیں۔

حضرت عدی بن حاتم فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھا ایک شخص نے فاقہ کی

شکایت کی پھر ایک اور شخص آیا اس نے ڈاکوؤں کی شکایت کی حضور ﷺ نے مجھے فرمایا اے عدی کیا تو نے '' حیرہ '' میں نے عرض کی دیکھا نہیں البتہ سنا ہے۔ سرکار نے فرمایا اگر تیری زندگی نے وفا کی تو تو دیکھے گا کہ ایک عورت حیرہ سے چلی ہے مکہ پہنچ کر بیت اللہ شریف کا طواف کیا ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے اسے کسی کا خوف نہیں ہوگا۔

پھر فرمایا اگر تیری عمر دراز ہوئی تو تم (لوگ) کسریٰ فتح کرو گے۔ میں نے عرض کیا کسریٰ بن ہرمز؟ فرمایا ہاں کسریٰ بن ہرمز، عدی فرماتے ہیں میں نے خود دیکھا کہ عورت حیرہ سے آئی اور اس نے کعبہ شریف کا طواف کیا ہے جس لشکر نے کسریٰ بن ہرمز کو فتح کیا اس میں میں بھی شامل تھا۔

مشرکین نے کئی مرتبہ سرکار سے یہ مطالبہ کیا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی مجلس میں بیٹھیں تو ان کمزور مسلمانوں کو اپنی مجلس سے اٹھا دیں۔ ہر مرتبہ قرآن نازل ہوتا حضور ﷺ ایسا کرنے سے انکار فرمادیتے اسی سلسلے میں ایک حدیث پاک ہے۔ جسے ابونعیم نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے۔

قریش کے سردار رسول ﷺ کی مجلس کے قریب سے گزرے اس وقت حضور ﷺ کے پاس حضرت صہیب، حضرت بلال، حضرت خباب اور حضرت عمار اور ان جیسے کچھ اور کمزور مسلمان بیٹھے تھے۔ سرداران قریش نے کہا! اپنی قوم کے بجائے اتنے غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر خوش ہو؟ کیا ہم ان (غریبوں) کی پیروی کریں؟ کیا انہی لوگوں پر اللہ نے انعام کیا ہے؟ انہیں اپنی مجلس سے اٹھا دیجئے اگر آپ انہیں اٹھا دیں تو شاید ہم تمہاری اتباع کرلیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا!

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۵۱﴾ (الانعام)

'' اور ڈرایئے اس (قرآن) سے انہیں جو ڈرتے ہوں اس سے کہ اٹھایا جائے گا انہیں ان کے رب کی طرف اس حالت میں کہ نہیں ہوگا ان کے لئے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ کوئی سفارشی (انہیں ڈرایئے) تاکہ یہ (کامل) پرہیزگار ہو جائیں''۔

ان مثالوں سے آپ دیکھ سکیں گے کہ نبی پاک ﷺ کو اپنی دعوت پر کس قدر عبور، اعتماد اور اسکی کامیابی کا یقین تھا۔ آپ ﷺ کا موقف اپنی دعوت کے عین مطابق تھا۔ دعوت کا طریقہ آپ ﷺ کے سامنے بالکل واضح اور اس کا (اچھا) انجام بالکل نگاہوں کے سامنے تھا۔ ابتدا و انتہا میں آپ ﷺ کا موقف ایک جیسا رہا۔ بلکہ آنے والا ہر اقدام پہلے اقدام کی تکمیل کرنے والا تھا۔ اور ہر شرعی عمل اپنے ماقبل کے اتمام کا باعث تھا یہاں تک کہ اللہ کی (طرف سے آنے والی) شریعت مکمل ہو گئی یہ اتمام و اکمال کبھی نہ ہو سکتا اگر محمد ﷺ اللہ کے رسول نہ ہوتے۔ یہ اسلامی عمل کے لئے بنیادی

ضرورت ہے۔اس بات کا معلوم ہونا ہر جاننے والے کے لئے کافی ہے کہ لوگ اسلامی عمل کو ایسا مثالی عمل سمجھتے ہیں جو کسی انسان کے بس کی بات نہیں لیکن ہم جانتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اسی اسلام کے مطابق لوگوں کو ڈھالا اور آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں کوئی ایک موقف بھی ایسا نہیں جو آپ ﷺ کی دعوت کی نصوص اور مبادیات سے ٹکراتا ہو جبکہ ہر سیاسی رہنما اسی تناقض کی وجہ سے پریشان رہتا ہے۔یا تو اس کے عمل کی ابتدا و انتہا میں موافقت نہیں ہوتی یا اس کا دعوی عمل سے مختلف ہوتا ہے۔یا اس کے داخلی اور خارجی معاملات آپس میں میل نہیں کھاتے۔

لیکن قیادت محمدی ﷺ میں یہ یکسانیت اپنے پورے کمال پر نظر آتی ہے۔اور امت مسلمہ کے حکام میں سے فقط حضور ﷺ کے چاروں خلفاء ہی اسلامی قیادت کا حق ادا کر سکے ہیں۔تیسرے خلیفہ راشد کے خلاف بغاوت ہوئی اور انہیں ظلما شہید کر دیا گیا۔چوتھے خلیفہ راشد کے خلاف خروج ہوا اور انکے سیاسی دشمن کو ان پر فتح حاصل ہوئی۔لیکن رسول اللہ ﷺ نے اسلام کے مطابق لوگوں پر حکومت کی۔اور اسلام کو لوگوں کے مبلغ فکر (معیار) تک نہیں اتارا بلکہ لوگوں کو اسلام کے معیار کی طرف بلند کیا۔ایک ہی طریقہ اور یکساں نظم و نسق فکر و عمل کی یکسانیت دعوت کی ابتداء سے لیکر رحمت عالم ﷺ کے وصال تک برقرار رہی۔

حضور ﷺ کا اپنی دعوت کی تبلیغ کو مسلسل جاری رکھنا

جدید سیاسی تحریکوں کے قائدین کے لئے دو بنیادی چیزیں بہت ضروری ہیں۔

(۱) تبلیغی عمل کے جاری رہنے پر حریص ہونا۔

(۲) مد مقابل کے موقف پر حکیمانہ نگاہ رکھنا۔

کوئی بھی دعوت جس کی تبلیغ کے جاری رہنے کی ضمانت نہ دی جا سکے پہلے وہ جامد ہو جاتی ہے۔پھر سمٹ کر موت کا شکار ہو جاتی ہے ہر وہ دعوت جس میں مد مقابل کے ساتھ مناسب موقف اختیار نہ کیا جائے وہ زوال کا شکار ہو جاتی ہے۔مثالیں ملاحظہ کیجئے۔

جب ہندوؤں نے انگریزوں سے اپنے وطن کی آزادی کا پروگرام بنایا تو انہوں نے عدم تشدد کا طریقہ اپنایا یعنی مخالف کے ظلم کا مقابلہ ظلم سے نہیں بلکہ صبر سے کیا جائے۔یہاں تک کہ مخالف خود ہی سوچنے پر مجبور ہو جائے اور ظلم سے باز آجائے۔اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ایسی تحریک اور اس کا قائد رائے عامہ کی حمایت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے بالخصوص جب وہ خود حق پر ہو۔یہی وجہ ہے کہ ہندو بالآخر کامیاب ہو گئے اور انہیں بہت کم قربانیاں دینا پڑیں۔اگر وہ اس کے برعکس چلتے تو اس

وقت برطانوی قوت کے سامنے ڈٹ جانا ان کے بس میں نہ تھا اس طرح انہیں نقصان بھی ہوتا اور ناکامی بھی۔

لیکن حضور ﷺ کے طریق عمل میں یہ دونوں چیزیں بدرجہ احسن موجود ہیں پورا جزیرہ عرب آپ ﷺ کے خلاف جمع ہو گیا۔ آپ ﷺ کو شدید دشمنی کا سامنا کرنا پڑا ان تمام مشکلات کے باوجود تبلیغ کا عمل ایک لمحے کے لئے منقطع نہ ہوا۔

حضور ﷺ نے قبائل کو دعوت دی۔ توحید کے بعد اس دعوت کا اہم ہدف اپنی حمایت اس کے استمرار اور ادائیگی پر اصرار تھا۔ مشرکین کے مقابل آپ نے تیرہ سال کا عرصہ گزار دیا۔ لیکن عمل تبلیغ میں انقطاع نہ آیا۔ یہی چیز آپ ﷺ کی کامیابی پر بہترین گواہ ہے۔

رہا دوسرا موقف سو وہ بھی آپ کے سامنے ہے۔ حضور ﷺ مکہ میں دشمن کے مقابلے میں خود صبر کر رہے ہیں اور اپنے غلاموں کو صبر کا حکم دے رہے ہیں۔ اگر آپ ﷺ ایسا نہ کرتے اور تو آپ ﷺ کے پیروکار جانی نقصان اٹھاتے اور اس وجہ سے پیچیدگی میں الجھ کر رہ جاتے اور تبلیغ کا عمل جاری رکھنا ممکن نہ رہتا۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے بہت سے دلوں کو جیت لیا۔

مدینہ شریف میں آمد کے بعد بھی آپ ﷺ معاہدوں کے ذریعے اپنے موقف کی تجدید کرتے رہے ہیں۔ کسی کے ساتھ حالات امن کا معاہدہ کسی کے ساتھ دفاعی معاہدہ۔ لیکن ان تمام سرگرمیوں کا تبلیغی عمل پر ذرا بھی منفی اثر نہ ہوا۔

اگر اس کامیابی کی مقدار آپ جاننا چاہتے ہیں تو اس موازنہ کا جائزہ لیں کہ انیسویں صدی میں اٹھنے والی اشتراکیت کی تحریک اپنے قائد کے پہلے بیان کے ستر سال بعد عوامی حمایت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی لیکن دعوت اسلامیہ کو حضور ﷺ نے فقط تیرہ سال کی مختصر مدت میں عوام تک پہنچا دیا۔ لہذا ہم بصد اطمینان یہ کہہ سکتے ہیں کہ کوئی بھی سیاسی تحریک اس طرح کامیاب نہیں ہوئی جس طرح رسالت مآب ﷺ کی دعوت۔ لیکن اگر اس میں تائید الٰہی شامل نہ ہوتی تو معاملہ بہت کٹھن ہو جاتا۔

تربیت، تنظیم اور نگہبانی کے لحاظ سے حضور ﷺ کا اپنے پیروکاروں پر غلبہ

کارکنوں کی سیاسی تربیت کے حوالے سے ایک قائد کو ان مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

(۱) کارکنوں کی محض ریا اور نمائش کے لئے نہیں ہونا چاہئے ایسا نہ ہو کہ ریا کار قائد سے خود کارکن یا نمائشی کارکنوں سے عوام متنفر نہ ہو جائیں۔

لیکن اگر یہ تربیت ایک زندہ تربیت ہو جو ریا سے پاک اور سراسر خلوص پر مبنی ہو تو لوگ اسے قبول کرتے ہیں کیونکہ دعوت کو تسلیم کرنے سے پہلے داعی کی اپنی ذات کو تسلیم کیا جاتا ہے۔

(۲) کسی تحریک میں لوگ شامل تو ہوں لیکن اس تحریک کا منشور اپنے کارکنوں کے دل نہ جیت سکے اور وہ کارکن عضو معطل کی طرح ہو جائیں جو نہ کسی کو فائدہ اور نہ کسی کو نقصان پہنچا سکیں۔ ایسی صورت میں تحریک کی ساری ذمہ داری فقط قائد کے کندھوں پر آ پڑتی ہے اور اسے تنہا سارے فرائض ادا کرنا پڑتے ہیں۔ لیکن اگر کارکن اپنے فرائض کا احساس کرے تو گویا ہر شخص اپنی ذات میں پوری تنظیم سمیٹے ہوئے ہوتا ہے۔

(۳) اگر کارکن یہ محسوس کریں کہ ان کا خیال نہیں رکھا جا رہا یا انہیں بھلا دیا گیا ہے یا انہیں مناسب مقام نہیں دیا جا رہا ہے یا انہیں مناسب فرائض نہیں سونپے جا رہے تو اس صورت میں بھی کارکنوں پر منفی اثر پڑتا ہے۔

ان تینوں امور کا خیال رکھنا بھی بہت ضروری ہے تاکہ کاروان دعوت رواں دواں رہے کہیں فتور اور انقطاع نہ پیدا ہو۔

بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ان امور کی رعایت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔

داعی کامل و اکمل کی دعوت بھی روح پرور اور جانفزا ہے۔ نہ دعوت کی دلکشی میں کوئی کمی ہے اور نہ دعوت دینے والے کے خلوص میں کوئی کمی ہے۔ اس دعوت نے اپنے کارکنوں کے دل موہ لئے اور ہر شخص اس دعوت کا بذات خود داعی بن گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیروکاروں کی صلاحیتوں کو بھی خوب پہچانا۔ ہر کارے را مردے باشد ہر مردے را کارے کے مصداق جو کام جس کو دیا اسے ہی سج گیا اور جو کام جس کو سجتا تھا اسے ہی دیا اسی وجہ سے یہ دعوت ایک زندہ دعوت ہے۔ آیئے امثلہ دیکھتے ہیں۔

ابن اسحاق نے حضرت ام سلمہ سے روایت ذکر کی ہے۔ فرماتی ہیں جب مسلمانوں پر مکہ مکرمہ کی سرزمین تنگ کر دی گئی انہیں تکالیف پہنچائیں گئیں آزمائش میں مبتلا کیا گیا اور ان کے دین میں فتنہ انگیزی کی گئی۔ حضور ﷺ کے لئے اس وقت ان تکالیف کا دور کرنا (بظاہر) ممکن نہ تھا۔ اور آپ ﷺ اپنے چچا کی وجہ سے محفوظ تھے۔ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا! حبشہ میں ایک بادشاہ ہے اس کے ملک میں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا تم اسکے ملک میں چلے جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے خلاصی کی کوئی سبیل پیدا فرما دے۔

حضور ﷺ نے دو مرتبہ اپنے صحابہ کو حبشہ جانے کا حکم دیا ایک مرتبہ نبوت کے پانچویں سال دوسری

مرتبہ نبوت کے ساتویں سال جب مسلمان سخت آزمائش کے مرحلہ میں تھے یعنی مقاطعہ کا مرحلہ۔

اور جب حضور ﷺ نے مدینہ شریف کی طرف ہجرت کی تو تمام صحابہ کو مدینہ جانے کا حکم دیا خود اس وقت تک مکہ میں رہے جب تک اہل عذر کے سوا باقی سارے مدینہ شریف نہ پہنچ گئے۔

امام احمد نے شداد بن عبداللہ سے انہوں نے ابوامامہ سے روایت ذکر کی ہے۔ ابوامامہ نے عمرو بن عبسہ سے کہا آپ کس وجہ سے کہتے ہیں کہ میں اسلام کا چوتھا حصہ ہوں۔ انہوں نے کہا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ گمراہ تھے لیکن میں بتوں کو کچھ بھی نہیں سمجھتا تھا۔ پھر میں نے ایک آدمی کو سنا جو مکہ کے حالات بیان کرتا تھا۔ میں اپنی سواری پر سوار ہو کر مکہ پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا انداز دھیما ہے اور آپ کی قوم (قریش) بڑے شوخ ہو چکے ہیں میں نرمی اور محبت سے آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا آپ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ کا نبی ہوں میں نے کہا اللہ کا نبی کیا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کا بھیجا ہوا۔ میں نے عرض کیا کیا اللہ نے آپ ﷺ کو (ہماری طرف) بھیجا ہے؟ سرکار نے فرمایا: ہاں! میں نے عرض کی کس چیز کے ساتھ اللہ نے آپ ﷺ کو رسول بنایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! یہ کہ اللہ تعالیٰ کو ایک مانا جائے شرک نہ کیا جائے بت توڑ دیئے جائیں اور صلہ رحمی کی جائے۔

میں نے پوچھا اس دین میں آپ کے ساتھ کون سے لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا! آزاد اور غلام یا غلام اور آزاد (فرمایا) اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ ابوبکر بن قحافہ اور ان کے غلام بلال رضی اللہ عنہم تھے۔

میں نے عرض کی حضور میں بھی آپ ﷺ کی غلامی میں آنا چاہتا ہوں حضور ﷺ نے فرمایا اس وقت تم ایسا نہیں کر سکتے اپنے گھر چلے جاؤ۔ جب تم سنو کہ مجھے فتح نصیب ہوگئی ہے تو میرے پاس آجانا میں واپس چلا آیا لیکن اسلام قبول کر لیا۔

اسکے بعد حضور ﷺ نے مدینہ شریف کی طرف ہجرت فرمائی۔ میں حالات کی ٹوہ میں لگا رہا یہاں تک کہ یثرب سے ایک قافلہ آیا میں نے ان سے پوچھا یہ جو کی تمہارے پاس آیا ہے یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ آپ کی قوم آپ کو قتل کرنا چاہتی تھی لیکن وہ ایسا نہ کر سکے۔

عمرو بن عبسہ فرماتے ہیں میں اپنی سواری پر سوار ہو کر مدینہ شریف پہنچا آپ ﷺ کے دروازے پر حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے پہچانا؟ آپ ﷺ نے فرمایا! ہاں تم وہی ہو جو مکہ میں میرے پاس آئے تھے۔ میں نے عرض کیا بالکل اسی طرح ہے۔

یہ تینوں مثالیں واضح کرتی ہیں کہ حضور ﷺ کتنی باریکی سے اپنے غلاموں کے خدوخال محفوظ

رکھتے تھے۔انہیں بھولتے نہیں تھے بلکہ اپنی نگہبانی کا سائبان ان پہ کھلا رکھتے اورانہیں مناسب اوقات پر حاضر ہونے کی نصیحت فرماتے۔ تین اور مثالیں ملاحظہ کیجئے۔

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے۔حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں بخدا میں بھوک کی وجہ سے خاک نشیں ہو چکا تھا۔شدت گرسنگی سے تنگ آ کر میں نے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لئے تھے۔ایک دن میں گزرگاہ پر بیٹھ گیا۔حضرت ابو بکر گزرے میں نے ان سے ایک آیت کے بارے میں سوال کیا۔میرا مقصد تھا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ گھر لے چلیں (اور کچھ کھلائیں) لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا پھر حضرت عمر گزرے ان سے بھی میں نے وہی سوال کیا اور سوال سے میرا مقصد بھی وہی تھا لیکن انہوں نے بھی کچھ نہ کیا۔

تھوڑی دیر بعد حضرت ابو القاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے چہرے اور دل میں جو کچھ چھپا تھا اسے جان لیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! ابو ہریرہ۔میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! میرے ساتھ آؤ۔میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہولیا (کاشانہ اقدس پہنچ کر) میں نے اجازت طلب کی اذن باریابی ملنے پر میں نے دودھ کا ایک پیالہ دیکھا سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کہاں سے آیا ہے؟ گھر والوں نے عرض کیا فلاں یا آل فلاں نے ہدیہ بھیجا ہے۔سرکار نے فرمایا أبا هِرٍ! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور اصحاب صفہ کو میرے پاس بلالاؤ۔

اصحاب صفہ اسلام کے مہمان تھے۔جن کا گھر بار نہیں تھا جب سرکار کی بارگاہ میں ہدیہ پیش کیا جاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی اس سے لیتے اور اصحاب صفہ کو بھی دیتے اور اگر صدقہ پیش کیا جاتا تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سارا ان کو عطا فرمادیتے۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں مجھے پریشانی ہوئی میرا خیال تھا کہ یہ پیالہ پی کر باقی دن رات اس سے طاقت حاصل کروں گا اب میں چونکہ پیغام لے کر جارہاہوں لازمی طور پر مجھے ہی تقسیم کرنا پڑے گا۔میرے لئے اس دودھ سے کچھ بھی نہیں بچے گا۔لیکن اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے بغیر چارہ بھی نہیں میں اصحاب صفہ کو بلالایا وہ آئے اجازت لیکر اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے سرکار نے فرمایا ابا هر! پیالہ پکڑو اور ان کو پلاؤ۔میں نے پیالہ ہاتھ میں لیا اور دودھ پلانا شروع کردیا ہر شخص پیالہ لیتا خوب سیر ہو کر پیتا پھر واپس کردیتا آخر تک اسی طرح ہوتا رہا پھر میں نے پیالہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کردیا سرکار نے دست مبارک سے پکڑ لیا پھر سر مبارک اٹھایا میری طرف دیکھا اور مسکراپڑے فرمایا: اباهر! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اب ہم دونوں

باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضور! آپ ﷺ نے سچ فرمایا! سرکار نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور دودھ پی لو میں نے دودھ پی لیا سرکار نے فرمایا پھر پیو۔ میں نے پھر پی لیا۔ سرکار بار بار فرماتے رہے پیو یہاں تک کہ میں نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اب میرے اندر گنجائش نہیں رہی سرکار ﷺ نے فرمایا! پیالہ مجھے دے دو میں نے پیالہ پیش کر دیا ہمارے بچے ہوئے دودھ کو سرکار نے نوش فرمایا۔

اس حدیث پاک کو بخاری نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام احمد نے ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث روایت کی ہے۔

حضرت ربیعہ فرماتے ہیں! میں حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا آپ ﷺ نے فرمایا اے ربیعہ کیا تم شادی نہیں کرو گے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں شادی کرنا بھی نہیں چاہتا میرے پاس عورت کے ٹھہرانے کی جگہ بھی نہیں اور یہ بھی نہیں چاہتا کہ کسی بھی وجہ سے میری توجہ آپ ﷺ کی جانب سے کم ہو جائے۔ سرکار خاموش ہو گئے۔

(کچھ عرصہ بعد) سرکار نے فرمایا ربیعہ شادی نہیں کرو گے۔ فقلت ما ارید أن اتزوّج ما عندی ما یقیم المرأة وما أحب أن یشغلنی عنک شیء فاعرض عنی۔ (ترجمہ اوپر گزر چکا ہے)

پھر میں نے دل میں کہا کہ بخدا حضور ﷺ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں کہ کونسی چیز میری دنیا اور آخرت کے لئے زیادہ مناسب ہے۔ بخدا اگر آپ ﷺ نے پھر ایسا فرمایا تو میں عرض کر دوں گا حضور جو آپ چاہتے ہیں کریں۔ سرکار نے پھر مجھ سے پوچھا میں نے عرض کیا سرکار جو آپ چاہتے ہیں مجھے حکم دیجئے۔

سرکار نے فرمایا! انصار کے فلاں محلے میں جاؤ ان کے حضور ﷺ سے پرانے نیاز مندانہ تعلقات تھے۔

انہیں کہنا کہ حضور ﷺ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے حضور ﷺ فرمارہے ہیں کہ میرا نکاح فلاں عورت سے کر دو۔ صحابی فرماتے ہیں میں ان کے پاس گیا انہیں کہا مجھے حضور ﷺ نے تمہارے پاس بھیجا ہے میری شادی فلانہ سے کر دو۔ انہوں نے کہا سرکار کا حکم سر آنکھوں پر اور سرکار کے بھیجے ہوئے کو خوش آمدید، بخدا حضور ﷺ کا قاصد کامیاب واپس جائے گا۔

ان لوگوں نے میری شادی کر دی میرے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آئے اور کوئی دلیل نہ طلب کی۔ میں سرکار کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن پریشان تھا میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں ایک

معزز قوم کے پاس گیا تھا انہوں نے میرے ساتھ بڑی نرمی کی، میری شادی کر دی ہے دلیل بھی نہیں طلب کی۔(اب) میرے پاس ''مہر'' نہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: اے بریدہ اسلمی! اس کے لئے کھجور کی گٹھلی برابر سونا اکٹھا کرو، انہوں نے سونا مجھے دیا سونا لیکر میں سرکار ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا حضور ﷺ نے فرمایا یہ لے جاؤ اور انہیں کہو یہ اس عورت کا ''مہر'' ہے۔ میں نے جا کر انہیں کہا یہ اس عورت کا مہر ہے انہوں نے قبول کر لیا اور کہا یہ بہت ہے بہت پاکیزہ ہے۔ میں پھر پریشان ہو کر سرکار کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ان سے اچھے لوگ میں نے نہیں دیکھے جو کچھ میں نے انہیں دیا وہ اس پر خوش ہو گئے اور کہا کثیر طیبؒ لیکن میرے پاس ولیمے کے لئے کوئی چیز نہیں سرکار نے پھر بریدہ کو فرمایا اس کے لئے بکری مہیا کرو انہوں نے مجھے موٹا تازہ مینڈھا دیا سرکار نے فرمایا جاؤ! حضرت عائشہ کے پاس اور انہیں کہو کھانے والا (بڑا) برتن بھیج دیں میں نے حضور ﷺ کا حکم انہیں سنا دیا انہوں نے فرمایا اس مکتل (برتن) میں شاید ہی سات صاع جو ہوں اس کے علاوہ کچھ نہیں یہ لے جاؤ۔ میں وہ برتن لے کر سرکار کی خدمت میں آ گیا اور حضرت عائشہ کی بات بھی عرض کر دی سرکار نے فرمایا یہ دونوں چیزیں لے جاؤ۔ انہیں کہو کہ اس کی روٹیاں بنائیں اور مینڈھے کا سالن تیار کریں روٹیاں ہم نہیں ختم ہونے دیں گے سالن تم پورا کر دینا۔

بنی اسلم کے کچھ لوگوں کے ساتھ ملکر میں نے بکرا ذبح کر کے پکایا۔ اس طرح روٹی اور سالن تیار ہو گیا میں نے ولیمہ کیا اور سرکار کو دعوت دی۔

امام احمد نے ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے ابو برزہ فرماتے ہے ''جبیب'' ایک ایسا شخص تھا جو عورتوں کے پاس آتا اور ان سے ہنسی مذاق کرتا میں نے اپنی بیوی سے کہہ رکھا تھا تمہارے پاس جبیب نہیں آنا چاہیئے۔ اگر وہ آیا تو تمہارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کروں گا۔

راوی کا بیان ہے انصار کے ہاں اگر کوئی (عورت) غیر شادی شدہ ہوتی تو اس وقت تک اس کی شادی نہ کرتے جب تک یہ معلوم نہ ہو جاتا کہ (اپنے کسی غلام کے لئے) حضور ﷺ کو اس کی ضرورت ہے یا نہیں۔ حضور ﷺ نے ایک انصاری صحابی سے فرمایا مجھے اپنی بیٹی کا رشتہ دے دو اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ بہت خوب میرے لئے اس سے بڑھ کر نعمت اور سعادت کیا ہو سکتی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا میں اپنے لئے نہیں مانگ رہا اس نے عرض کی حضور ﷺ پھر کس لئے مانگ رہے ہیں۔ سرکار نے فرمایا! جبیب کے لئے صحابی نے عرض کیا مجھے اس کی ماں سے مشورہ کرنے کا موقع دیا جائے صحابی نے اپنی زوجہ سے کہا حضور ﷺ تیری بیٹی کا رشتہ مانگ رہے ہیں عورت نے

کہا "نعم و نعمۃ عین "صحابی نے کہا اپنے لئے نہیں بلکہ جبیب کے لئے اس نے کہا جبیب کے لئے اونہوں جبیب اونہوں جبیب نہیں ہم ایسا نہیں کر سکتے جب صحابی نے سرکار کو اپنی بیوی کے فیصلے سے آگاہ کرنے کا ارادہ کرلیا اور اٹھنے لگا۔لڑکی نے کہا کس نے رشتہ مانگا ہے اسکی ماں نے اسے بتایا لڑکی نے کہا کیا تم رسول اللہ ﷺ کی سفارش ٹھکرانا چاہتے ہو میرا رشتہ دے دو (اللہ) مجھے ضائع نہیں ہونے دے گا۔

لڑکی کا باپ سرکار ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ جس طرح فرمائیں ہم تیار ہیں۔سرکار نے اس لڑکی کی شادی جبیب سے کردی۔

ایک مرتبہ جب حضور ﷺ ایک جنگ کیلئے تشریف لے گئے واپسی پر آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی ساتھی ایسا تو نہیں جو پیچھے رہ گیا ہو۔صحابہ نے عرض کیا نہیں سرکار ﷺ نے فرمایا لیکن جبیب تو نہیں ہے اسے تلاش کرو۔صحابہ نے تلاش کے بعد دیکھا کے اس کے آس پاس کفار کی سات لاشیں پڑی ہیں جنہیں اس نے قتل کیا پھر کفار نے اسے شہید کردیا۔سرکار نے دو یا تین مرتبہ فرمایا! ھذا منی وانا منہ یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔رحمت عالم نے اسے اپنی کلائیوں پر اٹھالیا پھر قبر کھودی گئی جبیب کی چارپائی محبوب ﷺ کی کلائیاں تھی۔انہیں قبر میں رکھا گیا انکے غسل کا ذکر نہیں آیا۔

حضرت ثابت فرماتے ہیں انصار میں آپ سے بڑھ کر خرچ کرنے والا کوئی غیر شادی شدہ شخص نہیں تھا۔

اپنے غلاموں کی ضروریات اور احساسات کا اس سے بڑھ کر تحفظ کسی قائد اور رہنما کے بس میں نہیں۔

☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆

سیاسی مفکرین کے نزدیک قائد اور اسکے پیروکاروں میں اعتماد انتہائی اہم ہے یہی وجہ ہے کہ جمہوری نظام میں یہ حکم موجود ہے کہ حکومت اس وقت تک باقی رہے گی جب تک اسے اپنی جماعت کے اراکین کی حمایت حاصل ہو۔

ایک قدیم چینی رہنما ''کونفوشیوس'' کا کہنا ہے کہ حکومت کو چاہیئے کہ وہ اپنی جماعت کا بھرپور اعتماد اور حمایت حاصل کرے اس کے لئے حکومت کو چاہئے عوام کو اپنی طاقت اور خورد و نوش کی اشیاء مہیا کرے یہ تینوں چیزیں مہیا نہ کر سکے تو پھر کھانے پینے کی اشیاء مہیا کرنے کی ذمہ داری سے بھی معذرت کرلے اور اگر یہ دونوں (کھانا، پینا) مہیا نہ کرسکے تو وہ قوت وحمایت اور اعتماد سے محرومی کے لئے تیار ہو جائے۔

یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ جب تک لوگوں کو اپنی حکومت پر اعتماد ہو اور عوام اپنی حکومت کے

ساتھ تعاون کرنے والے ہوں تو وہ ہر قسم کے نقص کو پورا کر سکتے ہیں لیکن اگر اعتماد بحال نہ رہے تو ہر شے ختم ہو جاتی ہے اور یہ تاریخی تجربہ ہے کہ ایسی قوم قوت وحمایت سے محروم ہو جاتی ہے کیونکہ اعتماد کا فقدان سیاسی عمل کو شل کر دیتا ہے۔امت کی حرکت کو مار دیتا ہے۔اسکی معنوی روح کو کمزور کر کے معیشت کو مار کر قوم کو گرا دیتا ہے۔

ان حقائق کی بناء پر ایک سیاسی قائد کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ قوم اپنے رہنما پر اعتماد بھی کرتی ہو اور اس سے محبت بھی۔ کیونکہ جب یہ دو چیزیں حاصل ہوں تو یہ تمام خرابیوں کو دور کر سکتی ہیں۔

اب ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تاریخ عالم میں کوئی ایک بھی ایسی مثال نہیں کہ کسی قائد کو اتنا اعتماد حاصل ہو جتنا اعتماد حضور ﷺ کی ذات گرامی پر آپ کے غلاموں کو تھا رحمت عالم ﷺ کی قیادت پر صحابہ کو جو اعتماد تھا اس کو جاننے کے لئے بعض باریک مشکل اور سخت حالات میں صحابہ کا مؤقف دیکھنا کافی ہے۔

یوم عقبہ ثانیہ میں جب حضور ﷺ اور انصار کے دوسرے وفد کے درمیان ملاقات مکمل ہوئی عباس بن عبادہ نے کہا!

اے گروہ خزرج! کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ کس بات پر تم اس شخص کی بیعت کر رہے ہو؟ انصار نے کہا ہاں ابن عبادہ نے کہا تم ہر سرخ وسیاہ کے ساتھ جنگ کے لئے بیعت کر رہے ہو۔اگر تمہارا خیال ہو کہ جب ہمارے اموال اور اشراف ہلاک ہو گئے تو ہم انہیں (دشمن کے) حوالے کر دیں گے۔بخدا اگر تم نے ایسا کیا تو دنیا اور آخرت میں تمہاری رسوائی ہو گی۔اور اگر تمہارا ارادہ یہ ہے کہ خواہ ہمارے مال لٹ جائیں ہمارے اشراف کٹ جائیں تب بھی ہم ان سے وفا کریں گے بخدا یہ دنیا اور آخرت میں بھلائی ہی بھلائی ہے۔

انصار نے کہا ہم مال جان قربان کر کے بھی ان کے ساتھ رہیں گے۔

ابو الھیثم بن التیھان نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے اردگرد کے قبائل کے ساتھ کچھ عہد کر رکھے ہیں۔(آپ کی وجہ سے) وہ عہد ہمیں توڑنے پڑیں۔ایسا نہ ہو کہ آپ اپنی قوم کی طرف واپس چلے جائیں۔اور ہم معاہدے توڑ کر لوگوں کی دشمنی مول لیں (اور کوئی فائدہ بھی نہ ہو آپ کی سنگت نصیب ہو نہ قبائل کی دوستی)

ابو الھیثم کی بات سن کر حضور ﷺ مسکرائے اور فرمایا الدم الدم الھدم الھدم آپ نے فرمایا میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے ہو جس سے تمہاری جنگ ہو گی میں بھی اس سے جنگ کروں گا اور جس سے تمہاری صلح ہو گی میری بھی اس سے صلح ہو گی۔

پھر ابو الھیثم نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! یہ اللہ کے رسول ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ سچے

ہیں۔ اس وقت یہ حرم شریف میں اللہ کی پناہ اور اپنی قوم اور قبیلے میں ہیں۔ خوب یاد رکھو! اگر تم نے انہیں وہاں سے بلا لیا تو سارا عرب تمہارے مقابلے میں نکل آئے گا۔ اگر تم اللہ کی راہ میں جان مال اور اولاد قربان کر سکتے ہو تو انہیں اپنی سرزمین پر آنے کی دعوت دینا کیونکہ یہ اللہ کے سچے رسول ہیں اور اگر تمہیں ناکامی کا خطرہ ہے تو ابھی سے محتاط ہو جاؤ اس وقت انصار نے کہا ہمیں اللہ اور رسول ﷺ کے لئے سب کچھ قبول ہے۔ جو کچھ ہمارے پاس ہے جو کچھ ہمیں عطا کیا گیا ہے۔ جس کا آپ ہمیں حکم دیں گے یا رسول اللہ ﷺ ہم وہ چیزیں آپ پر قربان کر دیں گے۔ ابو الھیثم درمیان سے ہٹو تا کہ ہم حضور ﷺ کی بیعت کر سکیں ابو الھیثم نے کہا سب سے پہلے میں خود بیعت کروں گا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت عقبہ والی حدیث نقل کی ہے۔

انصار نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم کس بات پر آپ کی بیعت کریں سرکار نے فرمایا سستی اور چستی ہر حال میں سمع وطاعت اور غربت وخوشحالی ہر حال میں خرچ کرنے پر امر بالمعروف نہی عن المنکر اور یہ کہ تمہارا بولنا اللہ کے لئے ہو اور اللہ کی راہ میں ملامت کرنے والے کی ملامت کا تمہیں خوف نہ ہو۔ اور اس بات پر بیعت کرو کہ جب میں تمہارے پاس آؤں تو تم میری مدد کرو گے کہ ہر اس چیز سے میرا دفاع کرو گے جس سے تم اپنی جانوں کی، اپنی ازواج کی اور اپنی اولاد کی حفاظت کرتے ہو۔ اس کے بدلے میں تمہارے لئے جنت ہوگی ہم آپ کی جانب اٹھے ہی تھے کہ اسعد بن زراہ جو ہم میں سے کم عمر تھے انہوں نے حضور ﷺ کا دست مبارک پکڑ لیا اور فرمایا اے اہل یثرب! ذرا سوچ کر ہم نے حضور ﷺ کی جانب جاتے ہوئے اپنے اونٹوں کے جگر اس لئے پگھلائے ہیں کہ ہم جانتے ہیں یہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ آج ان کو اپنے ہاں لے آنا پورے عرب کے دشمنی کے مترادف ہے۔ تلواریں تمہیں اور تمہارے اشراف کو کاٹ دیں گے۔ اگر تم ان حالات میں صبر کر سکتے ہو تو ان کا دامن تھام لو۔ اجر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ اور اگر اس راہ میں قدم رکھتے ہوئے تم نے سوچنا ہے تو ابھی سے واضح بتا دو۔ وہ اللہ کی بارگاہ میں تمہارا عذر پیش کر دیں گے انصار نے کہا۔

سعد ہماری طرف سے بیعت کر لو بخدا ہم یہ بیعت نہیں چھوڑ سکتے اور ہم کبھی بھی اس بیعت کو نہیں توڑیں گے۔

ان نصوص سے انسان بآسانی یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ صحابہ کرام کو حضور ﷺ کی ذات پر کتنا اعتماد تھا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ اس بیعت کے نتیجے میں کتنے خوفناک اثرات ظاہر ہو سکتے ہیں۔

معرکہ بدر میں حضور ﷺ نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا! جنگ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ مقداد بن عمرو نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ (اگر جنگ کی نوبت آئی تو) ہم آپ کو اس طرح

جواب نہیں دے گے جس طرح حضرت موسیٰ کی قوم نے موسی علیہ السلام کو کہا تھا اِذْھَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَا اِنَّا ھٰھُنَا قَاعِدُوْن۔ جاؤ! تم اور تمہارا رب دونوں جنگ کرو ہم (تو) یہاں بیٹھے ہیں۔

اس کے بعد کچھ لوگوں نے اپنی اپنی آراء پیش کیں آخر میں حضرت سعد بن عبادہ نے فرمایا شاید حضور ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی رائے کا اظہار کریں میری جان کے مالک کی قسم اگر آپ ہمیں سمندروں میں چھلانگ لگانے کا حکم دیں تو ہم سمندر میں کود جائیں۔ اور آپ ہمیں فرمائیں کہ ہم برک الغماد تک چلتے چلتے اپنے جگر پگھلا ڈالیں تو ہم ایسا بھی کر گزریں گے۔

حضرت سعد بن معاذ نے عرض کیا بخدا شاید آپ ہماری رائے چاہتے ہیں سرکار نے فرمایا ہاں حضرت سعد نے عرض کیا ہم آپ پر ایمان لائے آپ کی تصدیق کی اور گواہی دی کہ جو کچھ آپ لیکر آئے ہیں وہ حق ہے آپ کی غیر مشروط اطاعت پر پختہ عہد کئے۔ یا رسول اللہ ﷺ جو آپ کا ارادہ ہے کیجئے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اگر ہمارے راستے میں سمندر آ جائے آپ اس میں چلے جائیں ہم میں سے کوئی شخص پیچھے نہیں ہٹے گا۔ آپ ہمیں لیکر دشمن کے ساتھ جنگ کریں ہم اس بات کو ناپسند نہیں کرتے۔ جنگ میں صبر کرنا ملاقات میں سچائی کی علامت ہے آپ اللہ کا نام لے کر چلیں اللہ تعالیٰ یقیناً آپ کو وہ (نتائج) دکھائے گا جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔

رحمت عالم ﷺ کی ساری حیات طیبہ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ گزری قدم قدم پر اسی لازوال اعتماد کے نقوش رقم ہیں صحابہ کے قلبی اعتماد کا اندازہ انہی واقعات سے بآسانی لگایا جا سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ کی شخصیت دلکشی، قوت اور نفاذ سے بھرپور تھی جو بھی آپ کے قریب آتا محبت کی گرمی میں پگھلے بغیر نہ رہ سکتا۔ ہمارے اس قول کو حضرت زید بن حارثہ کا واقعہ مزید پختہ کر رہا ہے۔

زید کا باپ اور چچا حضور ﷺ کی بارگاہ میں آئے تاکہ زید کو خرید کر اپنے گھر لے جائیں جہاں وہ آزاد زندگی بسر کر سکے لیکن زید اپنے گھر سے دور غلامی کی حالت میں محمد کریم ﷺ کی صحبت میں رہنے کو ترجیح دے رہے ہیں حضور ﷺ سے جدائی گوارا نہیں جبکہ اپنے گھر والوں کی ملاقات اور آزادی سے دستبرداری گوارا ہے۔ حضرت زید اس وقت بچے نہیں بلکہ پختہ فکر جوان تھے۔ ایسی حالت میں گھر والوں سے جدائی کا مظاہرہ کرنا بڑا عجیب ہے۔ یہ واقعہ اعلان نبوت سے پہلے کا ہے حضور ﷺ نے ان کے اس عمل کا بدلہ اس طرح دیا کہ انہیں آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا۔

اس سلسلے میں انہی روایات پر اکتفا کرنا مناسب ہے۔ سیرت رسول پاک اور حیات صحابہ کرام تمام کی تمام اس بات پر گواہ ہے کہ حضور ﷺ کو اپنے غلاموں کی طرف سے جو اعتماد حاصل تھا تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆

کارکنوں کی صلاحیتوں کی پہچان اور ان سے فائدہ اٹھانے کی قائدانہ صلاحیت

قیادت کی عبقریت کا اظہار اس وقت ہوتا ہے۔ جب قائد مردم شناس اور ہر ایک صلاحیت کے صحیح مصرف سے واقف ہو۔ نیز یہ کہ قائد اپنے متبعین سے مشورہ طلب کر کے ان کی عقول سے فائدہ اٹھانے اور ان سے صحیح رائے طلب کر سکے۔

ان خوبیوں میں بھی حضور ﷺ بشریت کے لئے اعلیٰ نمونہ ہیں سیاست کے میدان میں ''شوریٰ'' ایک ایسا عمل ہے جس میں صحیح رائے کے حصول کے لئے اراکین کی عقلی طاقتوں کو اکٹھا کیا جاتا ہے ہر فرد اپنی بنیادی ذمہ داری کا اقرار کرتا ہے ہر فرد تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس طرح ہر شخص پوری قوت کے ساتھ اپنے مقصد کو پالیتا ہے۔ جماعت کی روح اور فرد کی صلاحیت دونوں کو ارتقاء نصیب ہوتا ہے اور ہر فرد اپنی قوم کے معاملات میں دلچسپی لیتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے باہمی معاملات کو ''شوریٰ'' کا پابند بنایا ہے۔ تاکہ ہر فرد کو احساس ذمہ داری ہو اور کوئی فرد اپنے آپ کو بیکار نہ سمجھیں۔

حضور ﷺ کی مبارک زندگی بحیثیت قائد آپ کی شوریٰ سے محبت اور شوریٰ کے لئے حرص، شوریٰ کے دائرہ میں وسعت کے لئے آپ کی کاوشیں اور بالآخر (شوریٰ کے ذریعے) ایک مخلصانہ رائے کا حصول (قائدانہ زندگی کے ایک اہم پہلو کا عملی مظاہرہ ہے)

غزوہ بدر سے پہلے آپ نے لوگوں سے مشورہ طلب کیا مہاجرین نے آپ کو مشورہ دیا لیکن آپ نے اس پر اکتفاء نہ کیا۔ پھر مشورہ طلب کیا اوس، خزرج نے مشورہ دیا اور بالآخر جنگ کرنے پر اتفاق ہوا اور ہر شخص کے دل سے تردد ختم ہو گیا یوم بدر جب آپ نے ایک جگہ قیام فرمایا تو حضرت حباب بن منذر نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا اللہ تعالیٰ نے یہاں ٹھہرنے کا حکم دیا ہے جس سے آگے پیچھے جانے کی اجازت نہیں یا یہ آپ کی رائے ہے یا جنگی چال ہے؟

سرکار ﷺ نے فرمایا یہ رائے اور جنگی چال ہے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہاں نہ رکیے پانی کے قریب تشریف لے جائیں وہاں لشکر کو ٹھہرائیں کیونکہ کنوؤں کا پانی نیچے ہو جاتا ہے۔ ہم

ان کے گرد حوض بنا کر پانی سے بھر لیں گے اس کے بعد جنگ کریں گے ہمارے پاس پانی ہوگا جبکہ دشمن پانی سے محروم ہوگا۔ اس پر سرکار ﷺ نے فرمایا آپ نے بڑی اچھی رائے دی ہے۔ اور انکی رائے پر عمل بھی کیا۔

جنگ احد سے پہلے آپ نے لوگوں سے مشورہ طلب کیا تھا اور اکثریت کی رائے پر عمل فرمایا غزوہ خندق کے موقع پر حضرت سلمان فارسی کی رائے پر عمل کیا اور حدیبیہ کے موقع پر ام المومنین حضرت ام سلمہ نے مشورہ دیا تو سرکار نے اس پر عمل فرمایا۔

رسول اکرم ﷺ کی قیادت متکبر قیادت نہیں جسے کسی عام مسلمان کی رائے پر عمل کرنا ناگوار ہو فقط یہ بات کہ رائے صحیح وسلیم ہو۔ باصلاحیت قیادت شوری کے رواج کو فروغ دیتی ہے تا کہ کوئی رائے باقی نہ رہ جائے بالخصوص ان معاملات میں جن میں کسی چیز کی ادائیگی لازم آ رہی ہو۔

غزوہ حنین کے بعد بنی ہوازن مسلمان ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے عرض کرنے لگے یارسول اللہ ﷺ ہمارے قیدی اور مویشی واپس کر دیے جائیں۔

سرکار ﷺ نے انہیں فرمایا میرے ساتھ جو لوگ تم دیکھ رہے ہو، مجھے سچی بات سب سے اچھی لگتی ہے (سچ سچ بتاؤ) کیا تمہیں اپنے اموال پسند ہیں یا عورتیں اور بچے؟ انہوں نے عرض کیا خاندان (عورتوں اور بچوں) کے برابر تو کوئی چیز بھی نہیں ہوسکتی سرکار کھڑے ہو گئے اللہ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا یہ (بنی ہوازن) تمہارے بھائی ہیں یہ لوگ توبہ کر کے آگئے ہیں میں نے مناسب سمجھا ہے کہ ان کے قیدی انہیں واپس کر دوں پس جو شخص اپنی خوشی سے ایسا کرنا چاہے وہ ضرور ایسا کرے اور جو شخص یہ چاہتا ہے کہ ہم اس کے حق کے بدلے میں اسے عطا کریں تو ہم اس کے بدلے جو بھی مال فئے ملا اس میں اسے عطا کر دیں گے۔

لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم بخوشی قیدیوں کو آزاد کرتے ہیں سرکار نے فرمایا کیا معلوم کہ تم میں سے کس نے اجازت دی ہے اور کس نے نہیں دی اپنے اپنے نمائندے چن کر بھیجو جو آ کر بتائیں کہ تم نے یہ کام اپنی خوشی سے کیا ہے۔

یہی شوری ہے جس میں مسلمان اپنا حق استعمال کر رہا ہے۔ مسلمانوں نے یہ طرز عمل اپنے نبی ﷺ سے حاصل کیا اور اس کے اجراء کو بہت اچھا سمجھا یہاں تک کہ حضرت عمر کبھی کبھی اپنی زوجہ سے مشورہ لیتے اگر وہ اچھا ہوتا تو اس پر عمل کرتے۔ رہی مردم شناسی اور جوہر قابل کو تلاش کرنا اور اس سے وہی کام لینا جو وہ کر سکتا ہے۔ اس خوبی میں کوئی رہنما بھی حضور ﷺ کی گرد راہ تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔

حضور ﷺ کے مبارک وقت میں صحابہ کرام حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو وزیرین (دو وزیر)

کہتے تھے حضور ﷺ ان کے ساتھ مسلمانوں کے معاملات کے بارے میں مشورہ کیا کرتے تھے۔
جب سرکار بیمار ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق کو حکم دیا مسلمانوں کو نماز پڑھائیں حضور ﷺ کے بعد صحابہ نے انہی کو خلیفہ بنالیا اس کے بعد حضرت عمر کو خلیفہ پسند کرلیا گیا سارا زمانہ جانتا تھا کہ ان دو ہستیوں نے منصب خلافت کو کس خوبی سے نبھایا۔ کیا اب بھی کسی کو شک ہوسکتا ہے کہ حضور ﷺ کی توجہ ان دو شخصیتوں پر کیوں زیادہ تھی۔ یہ دو ہستیاں بطور مثال ذکر کی گئی ہیں ورنہ جس صحابی کو بھی حضور ﷺ نے جس مقصد کے لئے پسند فرمایا وہ اسی کے لئے موزوں تھا۔

عمرو بن عاص، خالد بن ولید اپنے اسلام کے بارے میں بتاتے ہوئے کہتے ہیں۔ بخدا جب سے ہم نے اسلام قبول کیا ہے حضور ﷺ نے ہمیں اپنے دوستوں میں بہت اچھا مقام عطا فرمایا ہر شخص ان دو عظیم انسانوں کے آثار سے ہی ان کے مقامات کے اندازہ کرسکتا ہے جب وفد بنی تمیم سرکار ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے کہا۔

اے محمد ﷺ! ہم آپ کے سامنے اپنی قابل فخر باتیں کہنے کے لئے آئے ہیں ہمارے شاعر اور خطیب کو بولنے دیجئے۔ سرکار ﷺ نے فرمایا اجازت ہے عطارد بن حاجب نے اظہار فخر کیا۔ حضور رحمت عالم ﷺ نے ثابت بن قیس خزرجی کو فرمایا آپ اس کا جواب دیں۔ بنی تمیم کا شاعر پھر اٹھا (فخریہ قصیدہ پڑھا) سرور کونین ﷺ نے حسان بن ثابت کو جواب دینے کے لئے کہا خطیب بارگاہ رسالت اور شاعر دربار رسالت بنی تمیم کے خطیب اور شاعر پر غالب آگئے ہر کام کے لئے افراد ہوتے ہیں سرکار اس فراست میں سب سے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں کہ کس کو کیا کام سپرد کیا جائے۔

ہمارے موقف کی تائید نعیم بن مسعود کے واقعہ سے بھی ہو رہی ہے۔ نعیم بن مسعود ہر اس قبیلے کے ساتھ تھا جس کی مسلمانوں کے ساتھ عداوت تھی بالخصوص جنگ احزاب کے موقع پر۔

جنگ کے دنوں میں نعیم نے اسلام قبول کرلیا مسلمان بنوقریظہ کے یہود اور مشرکین مکہ سے برسر پیکار تھے اگر قریظہ کی جانب توجہ کرتے تو دفاع ممکن نہ تھا۔ ان لحات میں حضور ﷺ نے نعیم کو فرمایا تم اپنے اسلام کا اعلان نہ کرو دشمن کی صفوں میں جس قدر انتشار ممکن ہو پیدا کرو۔

سرکار نے فرمایا تم ہمارے درمیان (ایک ایسے شخص ہو جس نے اسلام کا اعلان نہیں کیا) تم دشمن میں تفریق ڈال سکتے ہو تو ضرور ایسا کرو کیونکہ یہ چیز جنگ میں جائز ہے۔

حضرت نعیم واپس چلے گئے ان کی کارکردگی اس بات کی شہادت ہے کہ سرکار کا انتخاب حد درجہ مناسب تھا۔

حضرت نعیم بنوقریظہ کے پرانے دوست تھے آپ ان کے پاس گئے اور فرمایا تمہارے اور میرے

درمیان محبت کا جو تعلق ہے تم اسے جانتے ہو۔

بنو قریظہ نے کہا تو نے سچ کہا ہے ہمیں تم پر کوئی شبہ نہیں آپ نے فرمایا قریش اور بنو عطفان تمہارے جیسے نہیں ہیں۔ یہ شہر تمہارا ہے تمہارے مال، جان اور قبیلے اسی شہر میں ہیں تم ان سے جدا نہیں ہو سکتے۔ قریش اور بنو غطفان محمد ﷺ اور ان کے صحابہ کے ساتھ جنگ کے لئے آئے ہیں۔ اور تم انہیں مسلمانوں پر غالب کردو گے ان کے شہر اور ان کے اموال، اولاد دوسرے شہر میں ہیں اگر انہیں کامیابی کے آثار نظر آئے تو وہ کامیابی حاصل کرلیں گے وگرنہ اپنے وطن واپس لوٹ جائیں گے۔ پھر تمہیں اس شخص کا اکیلے مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اگر وہ تمہیں چھوڑ کر چلے گئے تو تمہارے اندر محمد ﷺ کا سامنا کرنے کی طاقت نہیں۔ پس جب تک وہ لوگ اپنے معزز سردار تمہارے پاس بطور رہن نہ رکھیں اس وقت تک تم ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے ساتھ جنگ نہ کرو۔ یہود نے کہا آپ نے بڑا اچھا مشورہ دیا ہے۔

پھر نعیم قریش کے پاس آئے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں سے کہا تمہارے ساتھ مجھے جو محبت ہے اور محمد کے ساتھ جو دوری ہے اس سے تم خوب واقف ہو مجھے ایک ایسا راز معلوم ہوا ہے جو تم تک پہنچانا مجھ پر لازم ہے یہ محض تمہاری خیر خواہی کے لئے ہے پس تم یہ راز فاش نہ کرنا۔ قریش نے کہا ہم وعدہ کرتے ہیں۔

حضرت نعیم نے کہا کہ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہود نے جو معاہدہ محمد ﷺ کے ساتھ کیا تھا اس کو توڑنے پر انہیں ندامت ہے انہوں نے حضور ﷺ کی طرف پیغام بھیجا ہے کہ ہمیں اپنے کئے پر ندامت ہے۔ اگر ہم قریش اور غطفان کے سردار آپ کے حوالے کردیں کہ آپ انہیں قتل کردیں۔ تو کیا اس طرح آپ ﷺ ہمارے (یہود کے) ساتھ تعلقات بحال کر سکتے ہیں؟ اس کے بعد جو ان میں سے بچ جائیں گے ہم (یہودی) ان کو ہلاک کردیں گے۔

ان کے جواب میں حضور ﷺ نے رضامندی کا پیغام بھیجا ہے۔

لہٰذا اگر یہود تمہیں کہیں کہ اپنے اشراف ہمارے پاس بطور رہن رکھو خبردار ایک آدمی بھی ان کے حوالے نہ کرنا۔

پھر نعیم اپنی قوم بنی عطفان کے پاس آئے اور کہا اے غطفانیو! تم میری اصل ہو میرا قبیلہ ہو اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھے پیارے ہو میرا خیال ہے کہ تمہیں میرے خلوص پر کوئی شک نہیں قوم نے کہا تو نے سچ کہا ہے آپ نے کہا پھر میرا یہ راز فاش نہ کرنا انہوں نے کہا بالکل صحیح ہے۔

پھر ان سے وہی باتیں کی جو قریش سے کی تھیں اور انہیں بھی اسی چیز سے محتاط کیا جس سے قریش کو

خبر دار کیا تھا۔

خدا رسول کی مرضی سے ایسا ہوا کہ ہفتہ کی رات ابو سفیان نے عکرمہ بن ابو جہل اور غطفان کے کچھ سرداروں کو بنو قریظہ کے پاس بھیجا اور کہا کہ ہم خود اور ہمارے جانور ہلاک ہو رہے ہیں ہم اس جگہ زیادہ عرصہ نہیں ٹھہر سکتے۔ پس کل صبح جنگ کے لئے تیار ہو جائیں تا کہ ہم دونوں مل کر محمد ﷺ کے ساتھ جنگ کریں اور جھگڑا ختم ہو۔

یہود نے کہا کہ کل صبح ہفتہ کا دن ہے اس روز ہم کوئی کام نہیں کرتے دوسرا ہم میں سے بعض نے ایسا کام کیا ہے جس (عہد شکنی) کا انجام تم پر بھی مخفی نہیں۔

ہم مسلمانوں سے جنگ کرنے سے پہلے یہ یقین کرنا چاہتے ہیں کہ تم ہمیں تنہا چھوڑ کر نہیں چلے جاؤ گے۔ ہمیں تب اطمینان ہوگا جب تم اپنے چند معزز سردار بطور رہن ہمارے پاس رکھو گے۔ کیونکہ ہمیں خطرہ ہے کہ جب جنگ تمہیں کچل ڈالے گی تو تم اپنے وطن بھاگ جاؤ گے ہمیں محمد ﷺ کے مقابلے میں چھوڑ جاؤ گے اور ان سے مقابلہ ہمارے بس کی بات نہیں۔

جب وفد واپس گیا اور بنو قریظہ کی گفتگو انہیں سنائی تو قریش اور بنو غطفان نے کہا بخدا جو کچھ نعیم نے تمہیں بتایا تھا وہ حق ہے۔ انہوں نے کہا بنو قریظہ کو کہلا بھیجا ہم ایک آدمی بھی تمہارے حوالے نہیں کریں گے۔ اگر تم جنگ کرنا چاہتے ہو تو آؤ مل کر ان سے جنگ کریں یہ پیغام سن کر بنو قریظہ نے کہا جو کچھ نعیم نے تمہیں نے بتایا تھا وہ بالکل صحیح تھا۔ قریش اور بنو غطفان اگر کامیاب ہوں گے تو وہ مسرور ہوں گے وگر نہ اپنے وطن بھاگ جائیں گے اس طرح مسلمان ان کے اتحاد کو توڑنے میں کامیاب ہو گئے۔

پیش آمدہ مسائل کے حل کے لئے حضور ﷺ کا طریقہ کار

بہت ساری سیاسی تنظیمیں محض اس لئے دم توڑ دیتی ہیں کہ تنظیمی قیادت درپیش مسائل کے حل میں ناکام ہو جاتی ہے (نتیجہ) تنظیم یا تو ختم ہو جاتی ہے یا اس کے اراکین بکھر جاتے ہیں۔

اگر قیادت مسائل کے حل کی صلاحیت رکھتی ہے ہو تو تنظیم کی کامیابی یقینی ہو جاتی ہے۔

کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ بعض لیڈر غیر شرعی طریقوں سے مسائل کے حل کی کوشش کرتے ہیں وہ اپنے مخالفین کو کچلنے یا جیلوں میں بند کرنے کے لئے اپنے عوام کی قوت خرچ کرتے ہیں موجودہ دور میں اکثر یہی ہو رہا ہے۔

مگر تاریخ عالم اس مظاہرہ کی نظیر پیش نہیں کر سکے گی کہ غیر معمولی قوت ہونے کے باوجود مخالفین سے نرم ترین رویہ رکھا جائے۔

پوری دنیا میں کوئی ایسی قوم نہیں جس کے ہاں اتنے مسائل ہوں جتنے اہل عرب کے مسائل تھے ان کے ہاں یوں ہوتا کہ نفسیاتی مسائل بے پناہ مشکلات کا باعث بن جاتے ایک کلمہ جنگ کا باعث بن جاتا ہے کسی ایک شخص کی بے عزتی بہت ساری خرابیوں اور تباہیوں کا باعث بن جاتی ۔ان کی دوستی کا انداز متعصبانہ مہربانیاں ،اندھی عصبیت ،بے جا اظہار جرات ،سنگدلی سختی اور نظم وضبط سے محرومی ان تمام سے نبرد آزما ہونے کے لئے ایک ایسی قیادت کی ضرورت تھی جو غیر معمولی صلاحیت کی مالک ہو۔

رسول کریم ﷺ وہ عظیم قائد تھے جو اس تند خو قوم کی (پیدا کردہ) مشکلات کو باحسن انداز حل کر سکتے تھے امثلہ ذیل ملاحظہ ہوں۔

ا۔حجر اسود کی تنصیب

اعلان نبوت سے قبل کی بات ہے جب قریش نے کعبہ شریف کو منہدم کر کے نئے سرے سے تعمیر کا ارادہ کیا۔ابن اسحاق کی روایت ہے۔

قریش کے تمام قبائل نے کعبہ شریف کی تعمیر کے لئے پتھر اکٹھے کئے ہر قبیلے کا (ڈھیر) علیحدہ علیحدہ تھا اس کے بعد تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا جب تعمیر ''رکن'' تک پہنچی تو ان کے درمیان جھگڑا پیدا ہو گیا ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ تنہا وہی حجر اسود کو نصب کرے۔یہاں تک کہ نوبت قسموں اور وعدوں تک پہنچ گئی وہ جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔بنی عبد الدار نے خون سے بھرا ہوا ایک پیالہ سامنے رکھا پھر انہوں نے اور بنو عدی بن کعب بن لوی نے ایک ساتھ مرجانے کا عہد کیا انہوں نے اپنے ہاتھ خون سے بھرے ہوئے اس پیالے میں ڈبو کر یہ عہد کیا تھا۔اس عہد کو "**لعقه الدم**" کہتے ہیں۔اس حالت میں چار یا پانچ راتیں گزر گئیں۔پھر وہ مسجد میں جمع ہوئے باہمی مشورہ کیا۔

بعض اہل روایت کہتے ہیں کہ ابوامیہ بن مغیرہ جو کہ اس وقت قریش میں سے معمر ترین شخص تھا اس نے کہا اے خاندان قریش! جو شخص کل صبح اس مسجد میں سب سے پہلے داخل ہو اسے اپنے جھگڑے میں ثالث تسلیم کرلو۔اگلی صبح سب سے پہلے حضور ﷺ داخل ہوئے انہوں نے کہا **هذا الامين رضينا هذا محمد** یہ محمد ہیں جو امین ہیں ہم ان کے حَکَم بننے پر راضی ہیں جب سرکار ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے انہوں نے سارا قصہ آپ کو عرض کر دیا سرکار نے فرمایا میرے پاس ایک کپڑا لاؤ کپڑا پیش کیا گیا۔آپ ﷺ نے حجر اسود کپڑے میں رکھا اور فرمایا ہر قبیلہ اس چادر کا ایک ایک کونہ پکڑ لے پھر سب نے حجر اسود کو بلند کیا اور اس کی جگہ پر پہنچا دیا سرکار نے اپنے دست اقدس سے حجر اسود کو اس کی اصل جگہ پر نصب کر دیا پھر اس کے اوپر تعمیر کی گئی۔

۲۔ فتنہ اہل نفاق کا فوری حل

غزوہ بنی مصطلق سے واپسی پر مسلمان ایک کنویں پر اترے وہاں ایک ایسا حادثہ پیش آیا جس کی وجہ سے رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی نے مسلمانوں کی وحدت کو توڑنے کی کوشش کی۔ آیئے دیکھتے ہیں اس مشکل کو سرکار نے کس طرح حل فرمایا۔

ابن ہشام نے فرمایا رسول اللہ ﷺ ایک کنویں پر قیام فرما ہوئے۔ حضرت عمر کا ایک خادم تھا جو آپ کے گھوڑوں کی دیکھ بھال کرتا تھا اس کا نام جہجاہ بن مسعود غفاری تھا۔ جہجاہ اور سنان بن وبر جہنی کا پانی پر ٹکرا ہو گیا وہ دونوں لڑنے لگے جہنی نے کہا یا **معشر الانصار**۔ اے گروہ انصار! (میری مدد کرو) جہجاہ نے کہا یا **معشر المھاجرین** اے گروہ مہاجرین! (میری مدد کرو) اس واقعہ سے عبد اللہ بن ابی (منافق) بڑا رنجیدہ ہوا وہ اپنے گروہ میں بیٹھا تھا انہیں میں حضرت زید بن ارقم جو ابھی نوجوان تھے وہ بھی بیٹھے تھے۔ منافق نے کہا ان لوگوں نے ہمیں اپنے وطن میں ہی اجنبی بنا دیا ہے۔

ہم نے ان جلابی(1) کو اس لئے پالا تھا جس طرح کہ کہاوت ہے۔ سمن کلبک اپنے کتے کو موٹا کرتا کہ تمہیں کھا جائے بخدا جب ہم مدینہ شریف گئے۔ تو جو ہم میں سے معزز ہے وہ ذلیل ترین شخص کو نکال دے گا۔ پھر اپنے ساتھی منافقین کو کہنے لگا یہ سب کچھ تم نے خود اپنے ساتھ کیا ہے انہیں اپنے شہر میں پناہ دی ہے پھر اپنے مال ان میں تقسیم کر دیئے ہیں اگر اب بھی تم اپنا ہاتھ روک لو تو یہ کسی اور طرف چلے جائیں۔

یہ باتیں زید بن ارقم نے بھی سن لیں انہوں نے ساری بات سرکار ﷺ کی خدمت میں عرض کر دی حضور ﷺ اس وقت اپنے دشمن سے فارغ ہو چکے تھے۔ جب انہوں نے یہ باتیں بتائیں اس وقت حضرت عمر بن خطاب بھی سرکار کے پاس تھے آپ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ عباد بن بشر کو حکم دیجئے کہ وہ اس منافق کو قتل کر دیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: عمر اس طرح نہیں لوگ کہیں گے محمد ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے۔ بلکہ تم لوگوں میں کوچ کا اعلان کر دو لوگ چل پڑے حالانکہ وہ ایسا وقت نہیں تھا۔ جس میں سرکار پہلے سفر کرتے تھے۔

جب عبد اللہ بن ابی کو پتہ چلا کہ زید بن ارقم نے ساری بات بتا دی ہے وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قسمیں کھا کر کہنے لگا میں نے ایسا نہیں کیا۔

1۔ جلابیب قریش مشرکین مسلمان مہاجرین کو اس نام سے پکارتے تھے۔

حضور ﷺ کی بارگاہ میں اس وقت جو لوگ موجود تھے انہوں نے کہا شاید اس نوجوان (زید بن ارقم) کو غلطی لگی ہو یہ بات انہوں نے اس لئے کی تا کہ یہ معاملہ کسی طرح دب جائے کیونکہ ابن ابی اپنے گروہ میں بڑا معزز تھا سرکار جا رہے تھے راستے میں حضرت اسید بن حضیر مل گئے انہوں نے سلام عرض کیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ آج آپ نے ایسے وقت میں کوچ کیا ہے جس میں پہلے آپ کی عادت مبارکہ نہیں تھی ۔حضور ﷺ نے فرمایا! تمہارے ساتھی نے جو کچھ کہا ہے کیا تم نے نہیں سنا حضرت اسید نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کون سا ساتھی! سرکار نے فرمایا عبداللہ بن ابی بن سلول ،انہوں نے پوچھا حضور اس نے کیا کہا ہے سرکار نے فرمایا اس کا گمان ہے کہ جب ہم مدینہ جائیں گے تو معزز شخص ذلیل کو نکال دے گا۔حضرت اسید نے کہا بخدا یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ چاہیں تو اسے نکال سکتے ہیں اللہ کی قسم وہ ذلیل ہے اور آپ سارے جہاں میں معزز ترین ہیں۔

پھر حضرت اسید نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس کے ساتھ نرمی فرمائیں کیونکہ جب اللہ تعالیٰ آپ کو ہمارے پاس لے آیا اس وقت اسکی قوم اس کی تاج پوشی کی تیاریاں کر رہی تھی وہ سمجھتا ہے کہ آپ نے اس کی حکومت خراب کی ہے۔

پھر حضور ﷺ نے دو دن اور ایک رات چلتے رہنے کا حکم دیا اسکے بعد جب قافلے نے قیام کیا تو نہی وہ زمین پر اترے سب نیند کی آغوش میں چلے گئے ۔حضور ﷺ نے مسلسل چلتے رہنے کا حکم اس لئے دیا تھا تا کہ تھکاوٹ اور سفر کی وجہ سے رأس المنافقین والا واقعہ فراموش ہو جائے ۔اس کے بعد حضور ﷺ حجاز میں فویق النقیع نامی کنویں پر اترے۔

اسی وقت وہ سورت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کا ذکر کیا ہے جب یہ سورت نازل ہوئی سرکار نے زید بن ارقم کا کان پکڑ کر کہا یہ ہے وہ شخص جس کے کانوں کی اللہ تعالیٰ نے لاج رکھ لی ہے۔

جب یہ بات ابن ابی کے بیٹے عبداللہ کو معلوم ہوئی (عبداللہ سچے مسلمان تھے) آپ نے سرکار کی بارگاہ میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ میرے باپ کو نازیبا کلمات کی وجہ سے قتل کرنا چاہتے ہیں ۔اگر اس کا قتل ضروری ہے تو مجھے حکم فرمایئے میں ابھی اس کا سر قلم کر کے لے آتا ہوں ۔سارے خزرجی جانتے ہیں میں اپنے باپ کا سب سے زیادہ فرمانبردار تھا۔اگر آپ کسی دوسرے کو حکم دیں گے تو کہیں اپنے نفس کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں اپنے کافر باپ کے مسلمان قاتل کو قتل کر کے جہنم کا ایندھن نہ بن جاؤں۔

سرکار نے فرمایا نہیں بلکہ جب تک وہ ہمارے پاس ہے ہم اس کے ساتھ نرمی اور حسن سلوک کریں گے۔

اس کے بعد جب بھی کوئی واقعہ (اسکی طرف سے) پیش آتا اس کی قوم خود ہی اس کو برا بھلا کہتی و
لوگ اس کے ساتھ سختی کرتے۔ جب یہ بات سرکار کو معلوم ہوئی سرکار نے فرمایا اے عمر کیا خیال ہے
جس دن تم نے کہا تھا اگر میں اسے قتل کر دیتا تو لوگ ہماری طرف کیا گمان کرتے؟

حضرت عمر فرماتے ہیں۔

بخدا حضور ﷺ کا یہ رویہ میرے رویے سے زیادہ بابرکت ہے۔

ہجرت

جب حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ نے مدینہ شریف کیطرف ہجرت کی اس وقت بہت سے ایسے مسائل تھے جن کی فوری حل کی ضرورت تھی۔

(۱) مختلف قبائل کے افراد کو ایک دوسرے کے ساتھ مربوط کرنا۔

(۲) ایک ایسے مناسب شعبے کا قیام جس میں تمام لوگ پر امن طریقے سے رہ سکیں کیونکہ مدینہ شریف میں صرف مسلمان ہی نہ تھے بلکہ منافق اور یہودی بھی وہیں آباد تھے۔

(۳) اقتصادی مسائل کا حل کیونکہ مہاجرین اپنے گھر بار اور اولاد چھوڑ کر آئے تھے۔

مہاجرین کی آباد کاری آجکل کے جدید دور میں بھی انتہائی مشکل مسئلہ ہے۔

مزید برآں تجارتی منڈی پر یہودی قابض تھے اور تجارتی بازار بھی ایک ہی تھا۔ آیئے دیکھتے ہیں سرکار نے اس مشکل کو کیسے حل کیا۔

پہلے اور تیسرے مسئلہ کو سرکار ﷺ نے اس طرح حل فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر مواخات شروع فرمادی۔ ہر مہاجر کو کسی انصاری کا بھائی بنا دیا۔ یہ رشتہ اخوت اتنا گہرا ہو گیا کہ نسبی رشتے بھی ہیچ ہو گئے وہ ایک دوسرے کی وراثت میں حصہ دار بن گئے۔

حضور ﷺ نے کرم، سخاوت اور ایثار جیسی صفات اپنانے پر لوگوں کو برانگیختہ کیا۔ یہ وہ نفوس تھے کہ تاریخ ان سے اعلیٰ انسان پیش کرنے سے قاصر ہے۔

اقتصادی مشکلات کے حل کے لئے سرکار ﷺ نے مدینہ شریف میں الگ تجارتی بازار قائم فرمایا۔

سخاوت، کرم اور ایثار کی مثالیں

بیہقی نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے۔

مدینہ شریف میں حضور ﷺ کا پہلا خطبہ یہ تھا سرکار نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا۔

اے لوگو! اپنے لئے توشۂ آخرت تیار کرو۔ خوب یاد رکھو تم میں سے ہر ایک کو موت آئے گی۔ پھر وہ

اپنا ریوڑ چھوڑ دے گا کوئی اس کا چرواہا نہیں ہوگا۔

بعد ازاں اس کا رب اسے فرمائے گا اللہ اور بندے کے درمیان نہ کوئی ترجمان ہوگا نہ دربان (اللہ تعالیٰ فرمائے گا) کیا تیرے پاس میرا رسول نہیں آیا تھا؟ میں نے تمہیں مال نہیں عطا کیا تھا؟ اور تم پر اپنا فضل نہیں کیا تھا؟

پس تو نے اپنے لئے کیا چیز آگے بھیجی ہے۔ پس بندہ دائیں بائیں دیکھے گا اسے کوئی چیز نہیں نظر آئے گی پھر وہ سامنے دیکھے گا سامنے جہنم کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔

پس جو شخص اپنے آپ کو کھجور کا ایک ٹکڑا (اللہ کی راہ میں دے کر) آگ سے بچا سکتا ہے تو وہ ضرور ایسا کرے۔ جس کے پاس دینے کیلئے کچھ نہ ہو۔ تو وہ نرمی کا کلمہ کہہ کر (اپنے آپ کو بچالے) کیونکہ اچھی بات کے بدلے دس سے لیکر سات سو گنا تک اجر ملتا ہے۔ تم پر سلامتی ہو اور سلامتی ہو اللہ کے رسول پر۔

امام بخاری کی روایت ہے۔

جب مہاجرین مدینہ شریف پہنچے حضور ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ربیع کو بھائی بھائی بنا دیا۔ حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمٰن کو فرمایا انصار میں میرے پاس سب سے زیادہ مال و دولت ہے۔ میں اپنا آدھا مال تمہیں دے دیتا ہوں میری دو بیویاں ہیں اس میں سے جو تمہیں پسند ہے مجھے بتاؤ میں اسے طلاق دے دیتا ہوں عدت گزرنے کے بعد تم اس سے نکاح کر لینا۔

حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے اہل اور اموال میں برکت دے مجھے بازار کا راستہ بتا دو انہیں بنی قینقاع کے بازار کا راستہ بتایا گیا وہ وہاں سے لوٹے تو ان کے ساتھ پنیر اور گھی تھا۔

(انصار کا شوق و محبت اور ایثار اس قدر تھا کہ) جب مہاجرین کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا تو وہ آپس میں جھگڑتے تھے کہ اس مہاجر کو میں نے اپنے پاس رکھنا ہے یہاں تک کہ قرعہ اندازی کی نوبت آجاتی۔

خلوص و ایثار کی یہی روح تھی جو حضور ﷺ نے اپنے غلاموں میں پھونک کر انتہائی مشکل مسئلے کو حل فرما دیا۔

دوسری مشکل ایک ایسے معاشرے کا قیام جو سب کے لئے سازگار ہو۔ کیونکہ اس سے پہلے مدینہ شریف میں اوس اور خزرج آباد تھے جنکی آپس میں بہت پرانی دشمنی تھی تیسرا گروہ یہود کا تھا جو کچھ اوس کے ساتھ اور کچھ خزرج کے ساتھ تھے۔ انکی خواہش بھی یہی تھی کہ اوس و خزرج کے درمیان بے اتفاقی ہمیشہ رہے۔

پھر مہاجرین آئے وہ بھی مختلف قبائل سے تھے۔ حضور ﷺ نے اسلام میں سب سے پہلا سیاسی

وثیقہ لکھوایا جو دستوری حیثیت رکھتا تھا۔ اس پر سب نے رضا مندی کا اظہار کیا۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں۔

حضور ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان معاہدہ تحریر کروایا اس معاہدہ صلح میں یہود کو بھی شریک کیا انہیں ان کے دین اور اموال کی آزادی عطا فرمائی۔ کچھ شرائط ان کے ساتھ طے فرمائیں۔

معاہدے کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) یہ تحریری دستاویز ہے اللہ کے نبی محمد ﷺ کی قریش یثرب کے اہل ایمان اور ان لوگوں کے باب میں جو ان کے اتباع میں ان کے ساتھ شامل ہوں اور ان کے ہمراہ جنگ میں حصہ لیں۔

(۲) یہ (تمام گروہ) دنیا کے (دوسرے) لوگوں سے ممتاز و ممیز ایک علیحدہ (سیاسی) وحدت متصور ہوں گے۔

(۳) مہاجرین جو قریش میں سے ہیں علے حالہ دیتوں اور خون بہا وغیرہ کے معاملات میں اپنے قبیلہ کے طے شدہ رواج پر عمل کریں گے۔ اپنے قیدیوں کو مناسب فدیہ دے کر چھڑائیں گے اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کریں گے۔

(۴) اور بنو عوف بھی اپنی جگہوں پر رہیں گے اور خون بہا وغیرہ کا طریقہ ان میں حسب سابق قائم رہے گا۔ ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدیوں کو فدیہ دیکر چھڑائے گا۔

(۵) اور بنو حارث بھی اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور خون بہا کا طریقہ ان میں حسب دستور سابق رہے گا ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

(۶) اور بنو ساعدہ بھی اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور خون بہا کا طریقہ انہیں حسب دستور سابق رہے گا۔ ہر گروہ اپنے عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

(۷) اور بنو جشم اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور حسب سابق اپنے خون بہا مل کر ادا کریں گے اور ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

(۸) اور بنو نجار اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور حسب دستور سابق اپنا خون بہا مل کر ادا کریں گے اور ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

(۹) اور بنو عمرو بن عوف اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور خون بہا وغیرہ کا طریقہ ان میں حسب سابق قائم رہے گا ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

(۱۰) اور بنو النبیت اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور خون بہا حسب سابق مل کر ادا کریں گے ہر گروہ

عدل وانصاف کے تقاضوں کوملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کوفدیہ دے کر چھڑائے گا۔

(۱۱) بنوالاوس اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور خون بہاوغیرہ کا طریقہ ان میں حسب سابق قائم رہے گا ہر گروہ عدل وانصاف کے تقاضوں کوملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کوفدیہ دے کر چھڑائے گا۔

(۱۲)(ا) اور اہل ایمان اپنے کسی زیر بار قرض دار کو بے یار و مدد گار نہیں چھوڑیں گے۔ بلکہ قاعدہ کے مطابق فدیہ دیت اور تاوان ادا کرنے میں اس کی مدد کریں گے۔

(ب) اور کسی مومن کے آزاد کردہ غلام کو کوئی حلیف نہ بنائے گا۔

(۱۳) اور یہ کہ تمام تقوی شعار مومنین متحد ہو کر ہر اس شخص کی مخالفت کریں گے جو سرکشی کرے، ظلم، گناہ اور تعدی کے ہتھکنڈوں سے کام لے اور ایمان والوں کے درمیان فساد پھیلائے ایسے شخص کی مخالفت میں ایمان والوں کے ہاتھ ایک ساتھ اٹھیں گے اگر چہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

(۱۴) کوئی مومن کسی مومن کو کسی کافر کے عوض قتل نہیں کرے گا اور نہ مومن کے خلاف وہ کسی کافر کی مدد کرے گا۔

(۱۵) اور اللہ کا ذمہ (اور پناہ سب کے لئے یکساں) ایک ہے ادنی ترین مسلمان بھی کافر کو پناہ دے سکتا ہے۔ اہل ایمان دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں باہم بھائی بھائی اور مددگار و کارساز ہیں۔

(۱۶) یہودیوں میں سے جو بھی ہماری اتباع کرے گا۔ تو اسے مدد اور مساوات حاصل ہو گی اور ان یہود پر نہ تو ظلم ہو گا اور نہ ان کے خلاف کسی دشمن کی مدد کی جائے گی۔

(۱۷) تمام اہل ایمان کی صلح یکساں اور برابر کی حیثیت رکھتی ہے کوئی مومن قتال فی سبیل اللہ میں دوسرے مومن کو چھوڑ کر دشمن سے صلح نہیں کرے گا۔ اور اسے مسلمانوں کے درمیان عدل و مساوات کو ملحوظ رکھنا ہو گا۔

(۱۸) جو لشکر ہمارے ساتھ جہاد میں شریک ہو گا اس کے افراد آپس میں باری باری ایک دوسرے کی جانشینی کریں گے۔

(۱۹) اہل ایمان کفار سے انتقام لینے میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

(۲۰) تمام تقوئ شعار مسلمان اسلام کے احسن اور اقوام طریق پر ثابت قدم رہیں گے۔

(ب) اور مدینہ کا کوئی مشرک (غیر مسلم اقلیت) قریش کے کسی شخص کو مالی یا جانی کسی طرح کی پناہ نہ دے گا اور نہ مسلمانوں کے مقابلہ پر اس (قریشی) کی حمایت و مدد کرے گا۔

(۲۱) اور جو شخص ناحق کسی مومن کا خون کرے گا اسے مقتول کے عوض بطور قصاص قتل کیا جائے گا۔ الا یہ کہ اس مقتول کا ولی اس کے عوض خون بہا لینے پر رضامند ہو جائے اور تمام اہل ایمان قاتل کے خلاف

رہیں گے۔

(۲۲) کسی ایمان والے کے لئے جو اس دستور العمل کے مندرجات کی تعمیل کا اقرار کر چکا ہے اور اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے یہ ہرگز جائز نہ ہوگا کہ وہ کوئی نئی بات نکال کر فتنہ انگیزی کے ذمہ دار کی حمایت کرے یا اسے پناہ دے جو ایسے کسی (مجرم) کی حمایت ونصرت کرے گا یا اسے پناہ دے گا تو وہ قیامت کے دن اللہ کی لعنت اور اس کے غضب کا مستوجب ٹھہرے گا۔ اور جہاں اسکی نہ تو توبہ قبول کی جائے گی نہ (عذاب کے بدلہ) کوئی فدیہ لیا جائے گا۔

(۲۳) جب تم مسلمانوں میں سے کسی قسم کا تنازعہ ہوگا تو اسے اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

(۲۴) اور یہ کہ جب تک جنگ رہے یہودی اس وقت تک مومنین کے ساتھ مل کر معارف اٹھائیں گے۔

(۲۵) اور یہود بنی عوف اور ان کے اپنے خلفاء وموالی سب ملکر مسلمانوں کے ساتھ ایک جماعت (فریق) متصور ہوں گے یہودی اپنے دین پر (رہنے کے مجاز) ہوں گے اور مومن اپنے دین پر کاربند رہیں گے البتہ جس نے عہد شکنی یا ظلم کا ارتکاب کیا تو وہ محض اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو مصیبت میں ڈالے گا۔

(۲۶) اور بنی نجار کے یہودیوں کے لئے بھی وہی مراعات ہیں جو بنی عوف کے یہودیوں کے لئے ہیں۔

(۲۷) اور بنی حارث کے یہودیوں کے لئے بھی وہی کچھ ہے جو بنی عوف کے یہودیوں کے لئے ہے

(۲۸) اور بنی ساعدہ کے یہودیوں کے لئے بھی وہی کچھ ہے جو بنی عوف کے یہودیوں کیلئے ہے۔

(۲۹) بنی جشم کے یہودیوں کے لئے بھی وہی کچھ ہے جو بنی عوف کے یہود کیلئے ہے۔

(۳۰) بنی الاوس کے یہودیوں کے لئے بھی وہی کچھ ہے جو بنی عوف کے یہود کیلئے ہے۔

(۳۱) بنی ثعلبہ کے یہودیوں کے لئے بھی وہی کچھ ہے جو بنی عوف کیلئے ہے۔ البتہ جو ظلم اور عہد شکنی کا مرتکب ہو تو خود اسکی ذات اور اس کے گھرانے کے سوا کوئی دوسرا مصیبت میں نہیں پڑے گا۔

(۳۲) اور جفنہ (جو قبیلہ) ثعلبہ کی شاخ ہے اسے بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو حاصل ہیں۔

(۳۳) اور بنی الشطیبہ کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو یہود بن عوف کے لئے ہیں۔ اور ہر ایک پر اس دستور کی وفا شعاری لازم ہے نہ کہ عہد شکنی۔

(۳۴) اور ثعلبہ کے موالی کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کے لئے ہیں۔

(۳۵) اور یہودی قبائل کی ذیلی شاخوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کے ہیں۔

(۳۶) اور یہ کہ ان قبائل میں سے کوئی فرد حضرت محمد ﷺ کی اجازت کے بغیر نہیں نکلے گا۔

(ب) اور کسی مار یا زخم کا بدلہ لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی اور ان میں سے جو فرد یا جماعت قتل ناحق اور خونریزی کا ارتکاب کرے تو اس کا وبال اور ذمہ داری اسکی ذات اور اس کے اہل وعیال پر ہوگی۔ ورنہ ظلم ہوگا اور اللہ اس کے ساتھ ہے جو اس سے بری الذمہ ہے۔

(۳۷) اور یہودیوں پر ان کے مصارف کا بار ہوگا اور مسلمانوں پر ان کے مصارف کا۔

(ب) اور اس صحیفہ والوں کے خلاف جو بھی جنگ کرے تو تمام فریق (یہودی، مسلمان) ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ نیز خلوص کے ساتھ ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں گے اور ان کا شیوہ وفاداری ہوگا نہ کہ عہد شکنی اور مظلوم کی بہر حال مدد وحمایت کی جائے گی۔

(۳۸) اور یہ کہ جب تک جنگ رہے یہودی اس وقت تک مومنین کے ساتھ ملکر مصارف اٹھائیں گے۔

(۳۹) اور اس صحیفہ والوں کے لئے حدود یثرب (مدینہ) کا داخلی علاقہ (جوف) حرم کی حیثیت رکھے گا۔

(۴۰) پناہ گزیں، پناہ دہندہ کی مانند ہے نہ کوئی اس کو ضرر پہنچائے گا اور نہ وہ خود عہد شکنی کر کے گناہ گار بنے۔

(۴۱) اور کسی پناہ گاہ میں وہاں والوں کی اجازت کے بغیر کسی کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

(۴۲) اور اس صحیفہ کے ماننے والوں میں اگر کوئی نئی بات پیدا ہو (جس کا ذکر اس دستاویز میں نہیں) یا کوئی جھگڑا جس سے کسی نقصان اور فساد کا اندیشہ ہو تو اس متنازعہ فیہ امر میں فیصلہ کے لئے اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ اور اللہ کی تائید اس شخص کے ساتھ ہے جو اس صحیفہ کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ احتیاط اور وفا شعاری کے ساتھ تعمیل کرے۔

(۴۳) اور قریش (مکہ) اور اس کے حامیوں کو کوئی پناہ نہیں دی جائے گی۔

(۴۴) اور یثرب (مدینہ) پر جو بھی حملہ آور ہو تو اس کے مقابلہ میں یہ سب (یہودی اور مسلمان) ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

(۴۵) ان مسلمانوں میں جو اپنے حلیف کے ساتھ صلح کرنے کے لئے یہود کو دعوت دے تو یہود اس سے صلح کرلیں گے۔ اسی طرح اگر وہ (یہود) کسی ایسی صلح کی دعوت دیں تو مومنین بھی اس دعوت کو قبول کرلیں گے۔ الا یہ کہ کوئی دین ومذہب کے لئے جنگ کرے۔

(ب) اور تمام لوگ (فریق) اپنی اپنی جانب کے علاقہ کی مدافعت کے ذمہ دار ہوں گے۔

(۴۶) اور قبیلہ اوس کے یہود کہ خواہ موالی ہوں یا اصل وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس تحریر کے ماننے والوں کو ہوں گے اور وہ بھی اس صحیفہ والوں کے ساتھ خالص وفا شعاری کا برتاؤ کریں نیز قرارداد کی پابندی کی جائے گی نہ کہ عہد شکنی۔ ہر کام کرنے والا اپنے عمل کا ذمہ دار ہوگا۔ زیادتی کرنے والا اپنے نفس پر زیادتی کرے گا اور اللہ تعالی اس کے ساتھ ہے جو اس صحیفہ کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ

صداقت اور وفا شعاری کے ساتھ تعمیل کرے۔

(۴۷) یہ نوشتہ، کسی ظالم یا مجرم (کو اس کے جرم کے عواقب سے بچانے کے لئے) آڑے نہ آئے گا جو جنگ کے لئے نکلے (کسی اور جگہ نقل مکانی کرے) وہ بھی اور جو گھر (مدینہ) میں بیٹھا رہے (سکونت رکھے) وہ بھی امن کا حقدار ہوگا۔ اس پر کوئی مواخذہ نہیں البتہ اس سے صرف وہ لوگ مستثنیٰ ہوں گے جو ظلم یا جرم کے مرتکب ہوں گے اور جو اس نوشتہ کی وفا شعاری اور احتیاط سے تعمیل کرے گا۔ تو اللہ اور اسکے رسول محمد ﷺ بھی اس کے نگہبان اور خیر اندیش ہیں۔ ترجمہ: بحوالہ ضیاء النبی ﷺ، جلد سوم

بنو قریظہ

غزوۂ احزاب کے دوران بنو قریظہ نے حضور ﷺ کے ساتھ کئے ہوئے معاہدے کو توڑنے کا اعلان کر دیا۔ جنگ میں کود پڑے اسکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

جن لوگوں نے محمد عربی ﷺ کے ساتھ جنگ کے لئے دیگر قبائل کے ساتھ اتحاد کیا ان میں حی ابن اخطب یہودی بھی شامل ہے قبائل عرب نے متحد ہو کر مدینہ شریف کا محاصرہ کر لیا۔ حی ابن اخطب بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس آیا۔ تاکہ اسے بدعہدی کے لئے ہموار کر سکے حالانکہ ابھی تک کعب بن اسد حضور ﷺ کے ساتھ کئے ہوئے معاہدے پر قائم تھا۔ حی ابن اخطب کے لئے اس نے اپنے دروازے بند کر رکھے تھے۔ حی ابن اخطب نے جب کعب کا دروازہ کھٹکھٹایا کعب نے دروازہ کھولنے سے انکار کرتے ہوئے کہا تو بدبخت آدمی ہے اور میں نے محمد ﷺ سے معاہدہ کر رکھا ہے۔ ان کی جانب سے مکمل ایفاء اور صدق ہی صدق ہے لہٰذا میں ان کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ نہیں توڑوں گا۔ کچھ منت ساجت کے بعد کعب نے دروازہ کھول دیا۔ حی نے کہا (اے کعب) تجھ پر افسوس ہے میں تمہارے لئے زمانے بھر کی عزت اور (متحدہ قبائل کا) ٹھاٹیں مارتا ہوا سمندر لے کر آیا ہوں۔ کعب نے کہا وہ کیسے؟

حی نے کہا میں قریش کو اور قریش کے سرداروں کو لے کر آیا ہوں اور بنو غطفان اور اس کے سرداروں کو لے آیا ہوں وہ احد کے ایک جانب اتر چکے ہیں۔ انہوں نے میرے ساتھ پختہ وعدے کئے ہیں کہ جب تک محمد (فداہ روحی) اور ان کے ساتھیوں کا خاتمہ نہ ہو جائے ہم یہاں سے نہیں ٹلیں گے۔

کعب نے کہا اللہ کی قسم تم میرے پاس سارے زمانے کی ذلت اور ایک ایسا بادل لائے ہو جس میں پانی نہیں جو صرف گرجتا ہے اور چمکتا ہے (اندر سے خالی ہے) مجھے میرے حال پر چھوڑ دو! کیونکہ

محمد ﷺ کی جانب سے کوئی بھی معاہدہ شکنی والی بات نظر نہیں آئی۔

لیکن ابن اخطب ان لوگوں کے پیچھے پڑا رہا یہاں تک کہ انہیں معاہدہ توڑنے پر تیار کرلیا۔

بنوقریظہ نے دستاویز نکال کر پھاڑ دی۔ حضور ﷺ نے ان کے پرانے حلیف حضرت سعد بن معاذ کو حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ انہوں نے حضرت سعد کو بھی برا بھلا کہا حالانکہ آپ اپنے قبیلے بنو اوس کے سردار تھے۔ بڑی بے حیائی سے کہنے لگے کون رسول اللہ؟ ہمارے اور محمد ﷺ کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں۔

یہ ایک خطرناک اندرونی خیانت تھی اگر اس کے اثرات ظاہر ہو جاتے تو اسلام اور مسلمانوں کے خاتمے کے لئے یہی ایک غدر کافی تھا۔ کیونکہ اس طرح مسلمانوں کا دفاعی ہتھیار ''خندق'' بے اثر ہو جاتا اور مسلمان (العیاذ باللہ) مٹ جاتے۔

مشرکین کے بھاگ جانے کی وجہ سے غزوہ احزاب ختم ہو گیا۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے بنوقریظہ کو سبق سکھانے کے لئے مسلمانوں کو حکم دیا بنوقریظہ کی طرف چلیں حضور ﷺ نے ان کا محاصرہ فرمالیا یہاں تک کہ انہوں نے حضور ﷺ کا فیصلہ مان کر ہتھیار ڈال دیئے۔ وہ جانتے تھے کہ حضور ﷺ ان کے قتل کا فیصلہ فرمائیں گے صحابہ کو بھی علم تھا اور یہ فیصلہ بالکل حق تھا۔ جس کی تائید یہود کی کتاب تورات بھی کرتی ہے۔

سرکار کے فیصلے سے پہلے قبیلہ اوس نے حضور ﷺ کی خدمت میں التجا کی کہ جس طرح بنوخزرج کی سفارش پر بنونضیر کو معاف کر دیا گیا ہے ہماری سفارش پر بنوقریظہ کی جان بخشی کر دی جائے۔

اوس اور خزرج ہر معاملے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ لیکن یہ معاملہ جرم کی سزا کا تھا سرکار نے اوس کے سردار سعد بن معاذ کو حکم مقرر کیا یہ وہی حضرت سعد ہیں جن کے ساتھ بنوقریظہ نے بدتمیزی کی تھی۔

حضرت سعد نے وہی عادلانہ فیصلہ فرمایا جس کے وہ حق دار تھے۔ ان کی خیانت کی سزا قتل تھی۔
حضرت نے ان کے قتل کا فیصلہ سنایا یہ سن کر بنو اوس بھی خوش ہو گئے۔

ابن ہشام کا بیان ہے۔

بنوقریظہ حضور ﷺ کا فیصلہ ماننے کے لئے تیار ہو گئے۔ اب قبیلہ اوس کے لوگ سرکار کی خدمت میں عرض کرنے لگے یارسول اللہ ﷺ زمانہ جاہلیت میں یہ ہمارے دوست تھے۔ کل آپ نے ہمارے برادر قبیلہ بنوخزرج کی سفارش پر بنونضیر کو معاف کیا ہے۔

بنوقریظہ سے پہلے حضور ﷺ نے بنوقینقاع کا بھی محاصرہ فرمایا تھا وہ بھی خزرج کے حلیف

تھے۔عبداللہ بن ابی بن سلول (رئیس المنافقین) نے ان کی سفارش کی حضور ﷺ نے انہیں اسی کے حوالے کر دیا۔

اب جب اوس نے سفارش کی تو حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ ان کا فیصلہ تمہارے قبیلے کا کوئی شخص کر دے۔

انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔سرکار نے فرمایا حضرت سعد بن معاذ فیصلہ کریں گے۔

حضور ﷺ نے حضرت سعد کو بنی اسلم کی رفیدہ نامی خاتون کے خیمہ میں علاج معالجے کے لئے رکھا ہوا تھا وہ خیمہ مسجد نبوی ﷺ میں تھا۔

حضرت رفیدہ اللہ کی رضا کے لئے زخمیوں کا علاج کرتی تھیں۔حضرت سعد کو جنگ خندق میں تیر لگا تھا حضور ﷺ نے فرمایا کہ انہیں رفیدہ کے خیمے میں رکھو تا کہ میں آسانی سے اسکی عیادت کر سکوں۔

جب حضور نے انہیں حَکَم بنایا آپ کی قوم آپ کے پاس آئی چمڑے کا ایک تکیہ رکھ کر آپ کو گدھے پر سوار کیا حضرت سعد بڑے خوبصورت اور وجیہہ انسان تھے۔راستے میں آپ کی قوم کے لوگ کہتے رہے اے ابوعمر! (حضرت سعد کی کنیت) اپنے حلیفوں کے بارے میں نرمی کرنا کیونکہ حضور ﷺ نے اسی لئے تمہیں حَکَم مقرر کیا ہے۔

جب انہوں نے بار بار ایسا کہا تو حضرت سعد نے فرمایا اب سعد کے لئے ایسا وقت آ گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں اسے کسی ملامت گر کی ملامت کا کوئی خوف نہیں۔

جب حضرت سعد وہاں پہنچے حضور ﷺ نے فرمایا **قوموا الی سیّد کم** اپنے سردار کی تعظیم کے لئے اٹھو! مہاجرین نے یہ سمجھا کہ حضور ﷺ نے انصار کو یہ حکم دیا ہے۔بہر حال انصار کھڑے ہو گئے اور کہا اے ابوعمر! حضور ﷺ نے تمہیں تمہارے حلیفوں کے معاملے میں حَکَم بنایا ہے۔

حضرت سعد نے فرمایا جو فیصلہ میں کروں کیا تمہیں وہ تسلیم ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! حضرت سعد نے فرمایا اور جو اس طرف لوگ بیٹھے ہیں ان کو بھی؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں کیونکہ حضور ﷺ بھی اسی طرف تشریف فرما تھے۔حضرت سعد کی مراد یہ نہ تھی لیکن سرکار ﷺ نے فرمایا ہاں! حضرت سعد نے فرمایا میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے ان کا مال (مسلمانوں میں) تقسیم کر دیا جائے۔عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے۔

اس پر حضور ﷺ نے فرمایا!

اے سعد! تو نے ان کے بارے میں وہی فیصلہ کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر فیصلہ کیا ہوا تھا۔پھر حضور ﷺ نے ان کے فیصلے کو نافذ فرما دیا۔

غزوۂ احد

حضور ﷺ کے احکامات پر مکمل طور پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے معرکہ احد میں مسلمانوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ اس جنگ کا نتیجہ یہ نکلا۔

(۱) مسلمانوں کے حوصلے پست ہوگئے۔

(۲) عرب کے تمام قبائل مسلمانوں کیطرف للچانے لگے۔

(۳) مسلمانوں کی جنگی ہیبت ختم ہوگئی۔

(۴) تمام لوگ مسلمانوں کا فیصلہ (خاتمہ) کرنے کی سوچنے لگے۔

(۵) منافقین اور یہود پھر سے سرگرم ہوگئے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے طریقے تلاش کرنے لگے۔

(۶) جنگ احد کے بعد مشرکین نے سوچا اکٹھے ہوکر مسلمانوں کو جڑ سے ختم کردیں۔

ان تمام نتائج کی تلافی کے لئے حضور ﷺ نے کیا عملی اقدامات فرمائے؟

ابھی مسلمان مدینہ پہنچے ہی تھے کہ حضور نے فرمایا جنگ احد میں شریک ہونے والے مسلمان مشرکین سے جنگ کے لئے تیار ہوجائیں۔ حالانکہ مسلمان ابھی تھکے ہوئے تھے۔ پھر حضور ﷺ نے مشرکین کا پیچھا کیا جب اس ہجوم اور حملے کی آواز مشرکین نے سنی تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے حالانکہ ابھی وہ سوچ رہے تھے کہ مدینہ جاکر مسلمانوں کو مکمل طور پر ختم کردیں۔ اس موقع پر جنگ نہیں ہوئی۔

لیکن اس جرأت مندانہ اقدام کی وجہ سے احد کے نتائج کے آثار کچھ کچھ ختم ہوگئے کیونکہ معرکہ احد ہفتہ کے دن ہوا اور حضور ﷺ نے اتوار کے دن ان کا تعاقب فرمایا سرکار حمراء الاسد میں تین راتیں قیام پذیر رہے۔ پھر قرآن نازل ہوا جس میں مسلمانوں کے لئے تربیت و وعظ والی آیات نازل ہوئیں۔ جنہوں نے ہزیمت کے تمام اثرات دھوڈالے۔

☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆

رسول اللہ ﷺ کس طرح مشکلات حل فرمایا کرتے تھے؟ اسکی وضاحت کے لئے درج بالا پانچ قسم کی مثالیں ہم نے ذکر کی ہیں۔

ایک مشہور انگریزی ادیب برنارڈ شا کہتا ہے زمانہ محمد ﷺ کی شخصیت کا کس قدر محتاج ہے آپ وہ ہستی ہیں کہ مشکلات کو اشارے سے حل فرمادیتے تھے۔

یہ مثالیں ہم نے بطور نمونہ ذکر کی ہیں۔ اگر کتب حدیث مثلاً بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ، موطا امام مالک اور مسند امام احمد کا مطالعہ کیا جائے یا صحابہ کرام کی

زندگیوں، احوال پر مشتمل کتب پڑھی جائیں تو پتہ چلتا ہے کہ سرکار ﷺ کی روزمرہ زندگی میں بہت سارے اجتماعی اور انفرادی مسائل پیش آتے تھے۔ آپ ﷺ انہیں ایک لمحہ میں حل فرما دیا کرتے تھے۔ حالانکہ آپ ﷺ کے زیر فرمان ایک ایسی قوم تھی جسے اطاعت فرمان برداری کی ہوا بھی نہیں لگی تھی۔ آپ نے جتنے بھی مسائل اور مشکلات کو حل فرمایا فرمان حق کے عین مطابق عمل فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال نہ ہوتی تو ایسا کبھی نہ ہو سکتا۔

حضور ﷺ کی دوراندیشی اور سیاسی حکمت عملی

تصرفات رسول ﷺ کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص مطالعہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ آپ کے ہر عمل میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ مثلاً

کسریٰ نے یمن کے گورنر "باذان" کو حکم دیا کہ حضور ﷺ پر حملہ کر کے گرفتار کیا جائے اور پھر انہیں کسریٰ کے دربار میں حاضر کیا جائے۔

باذان نے دو آدمیوں کو بھیجا کہ جاؤ حضور ﷺ کو گرفتار کر کے لاؤ۔ باذان نے ایک شخص کو حکم دیا کہ تم اس نبی کے احوال پر نگاہ رکھنا اور مجھے آگاہ کرنا۔

جب وہ دونوں آدمی مدینہ پہنچے حضور ﷺ نے پندرہ دن انہیں اپنے پاس رکھا۔ پندرہویں دن کسریٰ قتل کر دیا گیا۔ سرکار ﷺ نے انہیں کسریٰ کے قتل سے آگاہ کیا ایک شخص کو ایک ڈبیہ دی جو سونے اور چاندی سے بھری ہوئی تھی۔ باذان کو ایک مکتوب لکھا جس میں درج تھا اگر وہ (باذان) ایمان لے آئے تو جو (علاقے) اس کے پاس ہیں اسی کے پاس رہیں گے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ باذان نے کسریٰ کی گورنری چھوڑ کر محمد ﷺ کی غلامی کا اعلان کر دیا۔

جب منافقین نے شعائر اسلام میں اشتباہ پیدا کرنے کی کوشش کی تا کہ اسلام کے مقابلے میں نئے اعمال کی بنیاد رکھیں۔ انہوں نے ایک نئی مسجد تعمیر کی تا کہ یہی مسجد ان کی سازشوں اور شرارتوں کا مرکز ہو۔ حضور ﷺ نے غزوۂ تبوک سے واپسی تک انہیں مہلت دیئے رکھی غزوہ تبوک سے واپسی پر آپ ﷺ نے شرارتوں کے اس مرکز کو جلا دیا پھر اسکی اینٹ سے اینٹ بجا دی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی سازشوں کو ناکام بنا دیا۔ اس نوع کی تمام مثالیں نبی کریم ﷺ کی حکمت و دانش اور سیاسی دور اندیشی پر دلالت کرتی ہیں۔ اگر چہ سرکار کی سیاسی مصروفیات دیگر مصروفیات سے جدا نہ تھیں۔ آپ ﷺ ہر قوم کو اس کے مزاج کے مطابق مخاطب فرماتے اور ہر انسان سے حق کے مطابق معاملہ فرماتے جس سے وہ خوش ہو جاتا۔

وفد بنی حارث بن کعب کے ساتھ انداز خطاب اس کی واضح مثال ہے دیگر وفود کے ساتھ آپ نے اس طرح خطاب نہ فرمایا کیونکہ اس قبیلہ کی ایک خاص وضع تھی۔

ابن ہشام فرماتے ہیں۔

خالد حضور ﷺ کے پاس آیا اس کے ساتھ بنی حارث بن کعب کا وفد تھا۔ قیس بن حصین ذی الحصۃ۔ یزید بن محجل، یزید بن عبد المدان، عبداللہ بن قراد الزیادی، شداد بن عبداللہ القنانی اور عمر بن عبداللہ الضبانی اس وفد میں شامل تھے۔

جب وہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں پہنچے آپ نے انہیں دیکھا تو فرمایا یہ کون لوگ ہیں یوں لگتا ہے جیسے یہ ہندی مرد ہیں۔ وہ سرکار کے پاس آئے سلام عرض کیا اور کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا انتم الذین اذا زجروا استقد موا۔ وہ خاموش رہے۔ حضور ﷺ نے تین بار ایسا فرمایا لیکن وہ خاموش رہے چوتھی بار جب آپ ﷺ نے فرمایا تو یزید بن عبد المدان نے عرض کی ہاں! یارسول اللہ ﷺ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر خالد نے مجھے نہ لکھ بھیجا ہوتا کہ تم مسلمان ہو چکے ہو اور تم نے اس کیساتھ جنگ نہیں کی تو میں تمہارے سر تمہارے قدموں میں پھینک دیتا یزید نے کہا ہم نے نہ آپ کی حمد کی ہے نہ خالد کی۔ بلکہ اللہ رب العزت کی حمد کی ہے۔ جس نے آپ کے ذریعے ہمیں ہدایت عطا کی ہے سرکار نے فرمایا تم نے سچ کہا ہے۔

سرکار ﷺ نے پوچھا کہ تم زمانہ جاہلیت میں اپنے دشمن پر کس طرح فتح یاب ہوتے تھے؟ انہوں نے عرض جو ہم سے لڑائی کرتا ہم اس کے مقابلے میں سارے متحد ہو جاتے آپس میں اختلاف نہ کرتے اسطرح ہم غالب آجاتے۔ لیکن ہم پہلے کسی کے ساتھ ظلم نہیں کرتے تھے۔

اس بحث میں اختصار ہمارے پیش نظر ہے اس لئے ایک مثال صلح حدیبیہ کی بیان کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔ جس سے ہمارے موقف کی وضاحت ہو جائے گی نیز اس صلح کے خوشگوار اثرات کا علم بھی ہو جائے گا۔

ابن ہشام فرماتے ہیں۔

حضور ﷺ نے عرب کے بعض قبائل کو اپنے ساتھ آنے کی دعوت دی تا کہ وہ آپ کے ساتھ چلیں کیونکہ آپ کو قریش کی جانب سے جنگ یا عمرہ میں رکاوٹ کا اندیشہ تھا۔ لیکن بدو قبائل نے سستی کی لہذا حضور ﷺ مہاجرین، انصار اور چند ایک بدوی قبائل کے ہمراہ چل پڑے سب نے ہدی کے جانور ساتھ لے لئے اور عمرہ کے احرام باندھ لئے تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ہمارا مقصد جنگ نہیں

ہم تو صرف بیت اللہ شریف کی زیارت اور تعظیم کیلئے جا رہے ہیں۔

حضور ﷺ عسفان کے مقام پر تھے بشر بن سفیان کعبی سے ملاقات ہوگئی۔اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قریش کو آپ کی روانگی کا علم ہوگیا ہے ان کے چھوٹے، بڑے، ادنی اور اعلی تمام ذی طوی کے مقام پر آکر بیٹھ گئے ہیں۔وہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہہ رہے ہیں کہ آپ کو کبھی مکہ میں نہیں آنے دیں گے۔

خالد بن ولید ان کے گھڑ سواروں میں ہے اور وہ انہیں کراع الغمیم تک لے کر آ پہنچا ہے یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا افسوس ہے قریش پر انہیں جنگوں نے کھوکھلا کر دیا ہے۔انہیں کیا تھا اگر میرے اور عرب قبائل کے درمیان حائل نہ ہوتے۔اگر عرب مجھ پر غالب آجاتے تو قریش کی خواہش پوری ہو جاتی اور اگر اللہ تعالیٰ مجھے فتح عطا فرماتا تو کھلے عام سارے اسلام میں داخل ہو جاتے اگر اسلام قبول نہ کرتے اور مجھ سے جنگ کرنا چاہتے تو بھی سارے (شکست خوردہ) قبائل کے ساتھ ملکر جنگ کر لیتے

قریش کیا خیال کرتے ہیں (کہ میں اپنے مقصد سے باز آجاؤں گا)؟ بخدا جس کام کے لئے اللہ نے مجھے مبعوث کیا ہے اس کے لئے جنگ کرتا رہوں گا یا تو اللہ تعالیٰ مجھے فتح عطا فرمائے گا یا میری جان بدن سے نکل جائے گی۔

پھر سرکار ﷺ نے فرمایا! کوئی شخص ہے جو ہمیں معروف راستے کے علاوہ کسی دوسرے راستے سے لے جائے۔(تاکہ قریش کیساتھ ملاقات نہ ہو) بنی اسلم کے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں یہ خدمت انجام دے سکتا ہوں وہ آپ ﷺ کو پر پیچ گھاٹیوں والے پتھریلے راستے کی طرف لے گیا۔یہ راستہ عبور کرنا بڑا مشکل ثابت ہوا۔جب یہ راستہ ختم ہوا نرم وہموار زمین آگئی حضور ﷺ نے فرمایا سب کہو" نستغفر اللہ ونتوب الیہ "ہم اللہ سے بخشش طلب کرتے ہیں۔اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں۔صحابہ نے ایسا ہی کیا سرکار ﷺ نے فرمایا: بخدا یہی خطہ ہے جو بنی اسرائیل پر پیش کیا گیا تھا اور انہوں نے ایسا کہنے سے انکار کر دیا تھا۔

حضور ﷺ نے فرمایا حمض کے پشت کی جانب سے دائیں طرف اس راستے پر چلو جو "ثنیہ المرار" تک تمہیں لے جائے جو مکہ کے نشیب میں ہے۔

مسلمانوں کا قافلہ اسی راستے چلتا ہوا پہنچ گیا۔جب قریش کے شہ سواروں نے قافلے کا گرد وغبار اڑتا دیکھا وہ تیزی سے قریش کی جانب لوٹ گئے۔جب حضور ﷺ ثنیۃ المرار پہنچے سرکار کی ناقہ بیٹھ گئی۔لوگوں نے کہا حضور ﷺ کی اونٹنی بیٹھ گئی ہے اٹھتی ہی نہیں۔سرکار ﷺ نے فرمایا! یہ تھکی نہیں بلکہ اسے اس ذات نے روک دیا ہے۔جس نے ہاتھیوں کو مکہ سے روک دیا تھا۔سرکار ﷺ نے فرمایا

آج قریش جس جگہ بھی مجھ سے صلہ رحمی کا سوال کریں میں انہیں عطا کرنے کے لئے تیار ہوں۔

نبی رحمت ﷺ نے صحابہ سے فرمایا! یہاں اتر کر ٹھہر جاؤ۔ عرض کیا گیا جس وادی میں ہم اتر رہے ہیں اس میں ذرا بھی پانی نہیں، حضور ﷺ نے اپنی ترکش سے ایک تیر نکالا ایک صحابی سے فرمایا کسی کنویں میں گاڑ دو۔ تیر گاڑنے کی دیر تھی کہ پانی جوش مار کر اوپر اٹھنے لگا۔ لوگوں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا۔

کچھ دیر بعد بدیل بن ورقا خزاعی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے ساتھ بنو خزاعہ کے کچھ اور لوگ بھی تھے۔ انہوں نے پوچھا آپ کس مقصد سے آئے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا میں جنگ کے لئے نہیں آیا بلکہ بیت اللہ شریف کی زیارت اور اسکی حرمت کی تعظیم کے لئے آیا ہوں پھر آپ ﷺ نے جو کچھ بشر بن سفیان کو کہا انہیں بھی وہی کہا۔

وہ لوگ قریش کے پاس گئے اور کہا تم خواہ مخواہ محمد ﷺ کے ساتھ جلد بازی کر رہے ہو وہ تو بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ وہ جنگ نہیں چاہتے۔ قریش نے ان پر تنقید کی انہیں ڈرپوک کہا کہنے لگے اگر چہ وہ جنگ کے لئے نہیں آئے پھر بھی ہم انہیں سختی کے ساتھ مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے۔ (تم) یہ بات کسی کے سامنے نہ کرنا۔

بنو خزاعہ رسول اللہ ﷺ کے راز دار تھے ان کے مسلمان اور کافر حضور ﷺ کے ساتھ مخلص تھے اور کوئی بات مکہ میں ہوئی حضور ﷺ سے چھپاتے نہیں تھے۔

اس کے بعد قریش نے مکرز بن حفص بن اخیف کو بھیجا۔ جب حضور ﷺ نے اسے آتے دیکھا حضور ﷺ نے فرمایا یہ شخص دھوکہ باز ہے سرکار کے پاس پہنچ کر اس نے گفتگو کی۔ حضور ﷺ نے اسے بھی وہی جواب دیا جو بدیل اور اس کے ساتھیوں کو دیا تھا۔ اس نے قریش کو واپس جا کر ساری بات کہہ دی۔

قریش نے پھر حلیس بن علقمہ کو بھیجا اس وقت وہ احابیش کا سردار تھا۔ جب حضور ﷺ نے اسے آتے دیکھا تو فرمایا یہ اس قوم میں سے ہے جو سفر سے واپسی پر تحفے کے شیدائی ہیں۔ قربانی کے جانور اس کے سامنے کر دو جب اس نے قلادے والے قربانی کے جانور دیکھے جو وادی میں چل رہے تھے۔

وہ وہاں سے ہی قریش کی طرف لوٹ گیا حضور ﷺ سے اس نے کوئی بات نہیں کی کیونکہ اس نے جو کچھ دیکھا تھا وہ اس کے لئے کافی تھا۔

جب اس نے قریش کو بتایا۔ قریش غضب ناک ہو گئے اور کہا بیٹھو تم ایک بدو ہو تمہیں ان باتوں کا کیا پتہ وہ بھی غصے ہو گیا اور کہا اے قریشیو! اللہ کی قسم ہم نے اس بات پر تمہارے ساتھ معاہدہ نہیں کیا

تھا۔ کہ بیت اللہ شریف کی زیارت کرنے والوں کو روکا جائے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں حلیس کی جان ہے یا تو تم محمد ﷺ کے سامنے سے ہٹ جاؤ یا پھر میں احابیش کو اکٹھا کر کے تم پر یکبارگی حملہ کر کے (تم پر) غلبہ پالوں گا۔ قریش نے اس کی منت کرتے ہوئے کہا ایسا نہ کرو رک جاؤ! یہاں تک کہ جو ہمارا مقصد ہے اس کو پالیں۔

اس کے بعد انہوں نے عروہ بن مسعود ثقفی کو بھیجا وہ آ کر حضور ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا اور کہا۔

اے محمد ﷺ! آپ نے طرح طرح کے لوگ اس لئے اکٹھے کئے ہیں کہ اپنی قوم پر چڑھائی کریں۔ قریش کے ساتھ بھی چھوٹے بڑے سارے ہیں۔ انہوں نے چیتوں کی کھالیں پہن رکھی ہیں وہ اللہ سے عہد کئے ہوئے ہیں کہ آپ کو زبردستی مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔۔

اللہ کی قسم! مجھے تو یوں لگتا ہے۔ کہ یہ لوگ جنگ کے موقع پر آپ کو چھوڑ جائیں گے۔ حضور ﷺ کے یار غار حضرت ابوبکر صدیق پاس بیٹھے تھے آپ نے فرمایا اے لات کے چمچے! چپ ہو جاؤ کیا ہم انہیں چھوڑ جائیں گے؟ عروہ نے کہا اے محمد ﷺ یہ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ابن ابی قحافہ ہیں اس نے کہا بخدا اگر ان کا مجھ پر احسان نہ ہوتا تو میں بھی جواب دیتا۔

دوران گفتگو اس کا ہاتھ حضور ﷺ کی داڑھی مبارک کو چھو جاتا۔ مغیرہ بن شعبہ حضور ﷺ کے سر مبارک کے پاس کھڑے تھے حضرت مغیرہ اس کے ہاتھ کو پیچھے جھٹک دیتے پھر آپ نے فرمایا حضور ﷺ کے چہرہ مبارک سے اپنا ہاتھ پیچھے ہٹالو ایسا نہ ہو کہ ہاتھ کاٹ دوں۔

عروہ نے کہا تم کتنے سخت مزاج ہو (یہ بات سن کر) حضور ﷺ مسکرا دیئے اس نے پوچھا یا محمد ﷺ یہ کون ہیں؟ سرکار نے فرمایا یہ تمہارا بھتیجا مغیرہ بن شعبہ ہے اس نے کہا کیا تماشا ہے ابھی کل ہی تو میں نے تمہاری طرف سے مال دے کے تمہیں چھڑایا ہے۔

حضور ﷺ نے اسے بھی بتایا کہ ہمارا ارادہ بیت اللہ شریف کی زیارت ہے۔ ہم جنگ نہیں چاہتے عروہ وہاں سے اٹھا اس نے وہ منظر دیکھ لیا تھا حضور ﷺ وضو فرماتے ہیں تو صحابہ وضو کا پانی نیچے نہیں گرنے دیتے صحابہ حضور ﷺ کا لعاب دہن نیچے نہیں گرنے دیتے کسی موئے مبارک کو زمین پر گرنے سے پہلے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں۔

عروہ نے کہا اے گروہ قریش میں کسریٰ کے دربار میں گیا ہوں قیصر اور نجاشی کے درباروں میں گیا ہوں۔

اللہ کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کو اپنی قوم میں (اتنا محترم) نہیں دیکھا جتنا محمد ﷺ کو ان کے صحابہ میں۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو حضور ﷺ کو کسی قیمت پر چھوڑنے کے لئے تیار نہیں آگے تمہاری مرضی۔

حضور ﷺ نے خراش بن امیہ خزاعی کو اپنے اونٹ پر سوار کر کے بھیجا تا کہ وہ قریش کے اشراف کو حضور ﷺ کے آنے کا مقصد بیان کریں قریش نے حضور ﷺ کے اونٹ (ثعلب) کی کونچیں کاٹ دیں قاصد کو قتل کرنا چاہا احابیش نے انہیں ایسا کرنے سے روکا تب وہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں پہنچے۔

پھر حضور ﷺ نے اسی مقصد کے لئے حضرت عمر کو بھیجنا چاہا انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے خاندان بنوعدی کا کوئی فرد وہاں نہیں۔ جو مجھے امان دے سکے۔ قریش اچھی طرح جانتے ہیں کہ مجھے ان سے کتنی عداوت ہے اس لئے ممکن ہے وہ مجھے قتل کر دیں۔

لیکن میں ایک ایسے شخص کے بارے میں آپ کو بتاتا ہوں جو مجھ سے زیادہ گراں ہے۔ حضرت عثمان بن عفان۔ حضور ﷺ نے انہیں بلایا اور فرمایا آپ جائیں ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو بتائیں ہم جنگ کرنے کے لئے نہیں آئے ہم تو فقط بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔

حضرت عثمان کو ان کا چچازاد بھائی ابان بن سعید مل گیا اس نے آپ کو امان دی اس طرح آپ نے بڑے اطمینان سے حضور ﷺ کا پیغام پہنچایا آپ سفیان اور دیگر سرداران قریش کے پاس پہنچے۔ انہیں پیغام پہنچایا انہوں نے کہا اگر آپ چاہتے ہیں تو کعبہ شریف کا طواف کر سکتے ہیں۔ حضرت عثمان نے فرمایا جب تک حضور ﷺ نہیں طواف کریں گے میں طواف نہیں کروں گا۔ قریش نے آپ کو کچھ دنوں کے لئے روک لیا ادھر حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ تک یہ اطلاع پہنچائی کہ حضرت عثمان قتل کر دیئے گئے ہیں۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں مجھے عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا ہم اس وقت تک یہاں سے نہیں ہٹیں گے جب تک (حضرت عثمان کا بدلہ لینے کے لئے) قریش سے جنگ نہیں کر لیں گے۔ حضور ﷺ نے صحابہ کو بیعت کے لئے پکارا۔ یہ بیعت بیعت رضوان تھی۔ ایک درخت کے سائے میں لی گئی۔ صحابہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے موت کی بیعت لی تھی۔

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں! حضور ﷺ نے اس بات کی بیعت لی تھی کہ کوئی شخص پیچھے نہیں ہٹے گا۔ اس بیعت میں جد بن قیس کے سوا کوئی بھی پیچھے نہ رہا میری نگاہیں اب بھی دیکھ رہی ہیں کہ وہ اپنی ڈاچی کی بغل کے ساتھ چمٹا ہوا چھپنے کی کوشش کر رہا ہے پھر سرکار ﷺ تک اطلاع پہنچی کہ قتل عثمان رضی اللہ عنہ والی خبر باطل ہے۔

آخر میں قریش نے سہیل بن عمرو کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں بھیجا اور کہا جاؤ محمد ﷺ کے ساتھ صلح کرو لیکن اس صلح میں اس سال عمرہ کی ادائیگی شامل نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ عرب میں مشہور ہو جائے محمد ﷺ زبردستی مکہ میں داخل ہوئے ہیں۔ جب حضور ﷺ نے سہیل کو آتے دیکھا تو فرمایا! اب

قریش صلح چاہتے ہیں۔اسی لئے اس شخص کو روانہ کیا ہے۔کافی لمبی گفتگو کے بعد صلح ہوگئی۔جب معاملہ تقریباً مکمل ہوگیا۔حضرت عمر حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہا اے ابوبکر کیا حضور ﷺ اللہ کے رسول نہیں۔انہوں نے کہا ضرور ہیں حضرت عمر نے کہا کیا ہم مسلمان نہیں؟ حضرت ابوبکر نے کہا ہاں ہم مسلمان ہیں حضرت عمر نے کہا کیا قریش مکہ مشرک نہیں۔حضرت ابوبکر نے کہا بالکل وہ مشرک ہیں۔

تب حضرت عمر نے کہا پھر کب تک ہم دین کے معاملے میں دبے رہیں گے؟

حضرت ابوبکر نے فرمایا اے عمر حضور ﷺ کی رکاب تھامے رکھو۔میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور ﷺ اللہ کے رسول ہیں حضرت عمر نے کہا کہ میں بھی گواہی دیتا ہوں حضور ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

پھر حضرت عمر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ اللہ کے رسول نہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں! میں اللہ کا رسول ہوں۔

پھر عرض کیا کیا ہم مسلمان نہیں؟ سرکار نے فرمایا ہاں ہیں۔

پھر عرض کیا کیا وہ لوگ کافر نہیں سرکار نے فرمایا وہ کافر ہیں۔حضرت عمر نے عرض کی پھر کب تک ہم دین کے معاملے میں دبے رہیں گے؟

حضور ﷺ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں میں اللہ کے حکم کی مخالفت نہیں کرسکتا میرا رب مجھے ضائع نہیں کرے گا۔

حضرت عمر فرمایا کرتے تھے (یہ کلمات جو میری زبان سے نکلے ان کی تلافی کے لئے) میں صدقہ کرتا رہا، روزے رکھتا رہا، نوافل پڑھتا رہا اور غلام آزاد کرتا رہا تا کہ جو لغزش مجھ سے اس دن سرزد ہوئی تھی وہ معاف کردی جائے یہاں تک کہ مجھے اللہ کی طرف سے بھلائی کی پختہ امید ہوگئی۔

بعدازاں سرکار نے حضرت علی کو بلایا اور فرمایا لکھو: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔سہیل نے کہا میں اسے نہیں جانتا باسمک اللھم۔لکھو سرکار نے فرمایا لکھو ھذا ما صالح علیہ محمد رسول اللہ سہیل نے کہا کہ اگر میں آپ کو رسول اللہ ﷺ تسلیم کرلوں تو پھر آپ کیساتھ جنگ کیسی؟ بلکہ آپ اپنا اور اپنے والد گرامی کا نام لکھوائیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا لکھو یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ اور سہیل بن عمرو نے صلح کی ہے انہوں نے اس بات پر صلح کی ہے کہ دونوں فریقوں کے درمیان دس سال تک جنگ نہیں ہوگی۔لوگ امن میں رہیں گے اور کوئی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھائے گا جو شخص اپنے ولی کی اجازت کے بغیر محمد رسول اللہ

کے پاس آئے گا آپ اسے واپس بھیج دیں گے۔اور اگر حضور ﷺ کے اصحاب میں سے کوئی آدمی قریش کے پاس آیا تو وہ واپس نہیں کریں گے۔

کوئی چوری اور خیانت نہیں کرے گا اور ہم ایک دوسرے کے راز فاش نہیں کریں گے۔

جس قبیلہ کی مرضی ہو وہ قریش کے ساتھ معاہدہ کرے (یہ سنتے ہی) بنوخزاعہ نے کہا ہم محمد ﷺ کے عہد میں ہیں۔بنو بکر نے کہا ہم قریش کے عہد میں ہیں۔(یہ بھی شرط تھی کہ) حضور ﷺ اس سال واپس تشریف لے جائیں اگلے سال آئیں اپنے صحابہ کے ہمراہ تین دن مکہ میں رہیں ہم تین دن کے لئے مکہ خالی کر دیں گے۔اور آپ کے پاس تلواروں کے بغیر کوئی ہتھیار نہ ہو اور وہ بھی نیاموں میں ہوں۔

ابھی حضور ﷺ اور سہیل بن عمرو معاہدہ تحریر کر رہے تھے کہ سہیل کا بیٹا ابو جندل کفار سے رہا ہو کر بیڑیاں گھسیٹتا ہوا سرکار کی خدمت میں پہنچ گیا۔اصحاب رسول ﷺ جب (گھروں سے) نکلے تھے انہیں حضور ﷺ کے مبارک خواب کی وجہ سے فتح میں کوئی شک نہیں تھا جب صلح اور واپسی کا معاملہ پیش آیا مسلمانوں کو بہت سخت دھچکا لگا قریب تھا کہ وہ (فرط غم سے) جاں بحق ہو جاتے۔

جب سہیل نے ابو جندل رضی اللہ عنہ کو دیکھا اس نے اٹھ کر اس کے چہرے پر مارا اور اس کا گریبان پکڑ لیا پھر کہا اے محمد ﷺ !اس کے آنے سے پہلے میرے اور آپ کے درمیان معاہدہ طے ہو چکا ہے آپ نے فرمایا ٹھیک ہے اس نے حضرت ابو جندل کو اسی طرح گریبان سے پکڑ کر قریش کی طرف لے جانے کے لئے گھسیٹنا شروع کر دیا ابو جندل نے بلند آواز سے چلانا شروع کر دیا اے گروہ اہل اسلام !کیا مجھے پھر مشرکین کے پاس لوٹا دیا جائے گا کہ وہ میرے دین کے بارے میں مجھے آزماتے رہیں؟اس سے مسلمانوں کا غم اور بڑھ گیا۔حضور ﷺ نے فرمایا اے ابو جندل !صبر کرو اللہ سے اجر کی امید رکھو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اور دوسرے کمزور مسلمانوں کے لئے ضرور نجات کا سامان پیدا فرمائے گا۔ہم نے قریش کے ساتھ صلح کا معاہدہ کیا ہے اس پر فریقین نے اللہ کی قسمیں کھائی ہیں ہم ان کے ساتھ بدعہدی نہیں کرنا چاہتے

حضرت عمر تیزی سے اٹھے اور ابو جندل کے ساتھ چلنے لگے آپ یہ کہہ رہے تھے کہ اے ابو جندل صبر کرو۔کیونکہ وہ لوگ مشرک ہیں ان کو قتل کرنا ایسے ہی ہے جیسے کتے کو قتل کرنا (یہ کہہ کر) آپ نے تلوار کا دستہ اس کے قریب کر دیا آپ کا خیال تھا کہ شاید ابو جندل تلوار لیکر سہیل کو قتل کر دے لیکن ابو جندل سے ایسا نہ ہو سکا۔

تکمیل صلح کے بعد معاہدہ تحریر ہو گیا فریقین کے چیدہ چیدہ افراد نے بطور گواہ دستخط کئے۔

حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، عبداللہ بن سہیل بن عمرو، سعد بن ابی وقاص، محمود بن مسلمہ، مکرز بن حفص (اس وقت یہ مشرک تھا) اور حضرت علی ابن ابی طالب نے دستخط کیے۔ آپ نے ہی صحیفہ صلح تحریر کیا تھا۔

صلح حدیبیہ کا قصہ آپ نے پڑھ لیا اب اس کی سیاسی اعتبار سے وقعت کا جائزہ بھی ملاحظہ ہو۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اس سے پہلے اسلام میں کوئی ایسی فتح نہیں۔ جو اتنی عظیم ہو اس سے پہلے آمنے سامنے جنگیں ہوئیں لیکن (حدیبیہ کے بعد) امن قائم ہو گیا۔ لوگ ایک دوسرے سے ملتے اسلام کے بارے میں گفتگو کرتے جس میں ذرا بھی عقل ہوتی اسلام کو قبول کر لیتا ان دو سالوں میں اتنے لوگ مسلمان ہوئے جتنے اس سے پہلے اب تک مسلمان ہو چکے تھے۔

ابن ہشام فرماتے ہیں زہری کے اس قول کی دلیل یہ ہے کہ حدیبیہ کے موقع پر حضور ﷺ کے ساتھ چودہ سو مسلمان تھے لیکن دو سال بعد فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ کے ساتھ دس ہزار مسلمان ساتھ تھے۔

خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ جیسے زعماء قریش بھی اسی عرصے میں مسلمان ہوئے۔

اس عمل کا نتیجہ یہ نکلا کہ قریش کا وہ دعویٰ کہ ہم بیت اللہ شریف کے خادم ہیں اور سارا عرب اس وجہ سے ہماری تعظیم کرتا ہے، ہم محمد ﷺ کے خلاف سارے عرب کو اکٹھا کر لیں گے جب حضور ﷺ نے عمرہ ادا کرنے کا اعلان کیا (تو قریش نے روک دیا) تو رائے عامہ کی اکثریت کی نگاہوں پر پڑے ہوئے پردے اٹھ گئے۔

اس کا دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ حضور ﷺ قریش کی جانب سے مطمئن ہو گئے اور یہود کی طرف توجہ فرمائی انہیں جزیرہ عرب کی سیاسی جنگی اور اقتصادی سرگرمیوں سے بے دخل کر دیا۔

نیز عرب کے بہت سارے قبائل نے تسلیم کر لیا کہ قریش از حد خود سر ہو گئے ہیں یہاں تک کہ احابیش (بدو عربوں کے گروہ) بھی محمد ﷺ کی حمایت میں لڑنے کے لئے تیار ہو گئے حالانکہ وہ مشرکین قریش کے حلیف تھے۔

مزید یہ فائدہ ہوا کہ قبائل عرب کو فریقین میں سے کسی کے ساتھ اتحاد کی اجازت مل گئی حالانکہ اس سے پہلے یہ آزادی نہ تھی۔ جس نے چاہا وہ حضور ﷺ کا حلیف بن گیا۔

لوگ کثرت سے اسلام کی طرف آنے لگے کہ لوگوں کی امیدیں مسلمانوں کے سوا باقی سب کی جانب سے ختم ہو گئیں انہیں یقین ہو گیا کہ نصرت، عزت اور غلبہ اسلام کو ہی حاصل ہو گا۔ اسلام اور اہل

اسلام کو ختم کرنے کی امیدیں دم توڑ گئیں۔

حضور ﷺ کو آفاق عالم پر اپنی امت کے غلبہ کے لئے فرصت کے لمحات مہیا ہو گئے۔ بڑے بڑے ملکوں کے سربراہوں کی جانب مکتوبات بھیج کر سرکار نے اپنی امت کو عالمی مہمات سمجھنے کا موقع عطا فرمایا کسریٰ، ہرقل، مقوقس اور نجاشی کو اسی عرصے میں خطوط ارسال کیے گئے۔

منافقین ہر وقت سازشوں میں کمر بستہ رہتے تھے۔ کبھی قریش کی پیٹھ تھپتھپاتے ان کی سرگرمیاں سرد ہو گئیں بت پرست عرب قبائل بکھر گئے۔

قرشی عصبیت دم توڑ گئی قریش پھر سے اپنی تجارت کی طرف متوجہ ہو گئے نیز اسلام کی طرف بھی ان کا میلان بڑھ گیا۔

مصالحت کا عرصہ پہلے سے مقرر شدہ تھا مسلمان اپنے حلیفوں سے بے روک ٹوک ملتے تھے۔ لہٰذا ان کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو گیا۔

فتح مکہ بھی صلح حدیبیہ کے ثمرات میں سے ہے۔ کیونکہ قریش نے حضور ﷺ کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ توڑ کر حضور ﷺ کے حلیفوں پر ظلم کیا تھا کیونکہ بنو خزاعہ حضور ﷺ کے حلیف تھے اس وجہ سے حضور نے قریش پر حملہ کر کے مکہ فتح کر لیا۔

اگر صلح حدیبیہ اور اس کے ثمرات نہ ہوتے تو کعبہ اور اصنام کعبہ کے دفاع کے لئے قریش اور سارے عرب کی ناک متورم ہو جاتی (یعنی مسلمانوں کا مقابلہ کرنا انتہائی مشکل ہو جاتا) لیکن صلح حدیبیہ کی وجہ سے قریش اور غیر قریش سب کی حمیت ختم ہو گئی۔ بلکہ مکہ مکرمہ اسی دن فتح ہو گیا تھا جس دن عمرہ قضاء کے لئے مسلمان اپنی پوری آن بان سے مکہ میں داخل ہوئے تھے۔ اور دیکھنے والوں کے دل دہل گئے یہ ایک ایسا سیاسی معرکہ تھا جسے محمد عربی ﷺ کے سوا اور کوئی نہیں سر کر سکتا تھا۔ کیونکہ وقتی طور پر صحابہ کرام بھی اداس نظر آتے تھے۔ دشمنان اسلام یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کس طرح تصرف کریں۔

حضرت عمر اور دیگر کبار صحابہ کرام بھی اس واقعہ سے ناخوش تھے لیکن بعد میں جب آثار فتح ظاہر ہوئے تو پتہ چلا کہ نگاہِ رسالتمآب ﷺ جس منظر یگانہ کو دیکھ رہی تھی وہاں دیگر قائدین کی رسائی ممکن نہ تھی۔

یہ بحث ختم کرنے سے پہلے یہ بھی یاد رہے کہ جس شرط کی وجہ سے مسلمان بھڑک اٹھے وہ یہ تھی کہ اگر قریش کا کوئی شخص حضور ﷺ کے پاس آ گیا تو حضور ﷺ اسے واپس کر دیں گے لیکن اگر کوئی مسلمان قریش کے پاس چلا گیا تو قریش اسے واپس نہیں کریں گے۔ لیکن نتیجہ کیا نکلا کہ قریش نے بذات خود بڑی منت سماجت کر کے اس شرط کو منسوخ کروایا۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

صلح حدیبیہ کے بعد ابوبصیر رضی اللہ عنہ بھاگ کر حضور ﷺ کے پاس آ گئے۔ قریش نے اپنے دو آدمی ان کے پیچھے حضور ﷺ کے پاس بھیجے انہوں نے کہا معاہدہ کے مطابق آپ ہمارا آدمی ہمارے حوالے کر دیں حضور ﷺ نے ابوبصیر کو ان کے حوالے کر دیا راستے میں ذوالحلیفہ کے مقام پر وہ کھجوریں کھانے کے لئے بیٹھے۔ ابوبصیر نے ان میں سے ایک کو کہا بخدا تمہاری یہ تلوار بڑی اچھی لگ رہی ہے اس نے کہا ہاں میں نے اسے کئی بار آزمایا ہے ابوبصیر نے کہا مجھے دکھاؤ تو سہی اس نے تلوار دکھانے کے لئے پیش کر دی ابوبصیر نے موقع پا کر اسکو قتل کر ڈالا جبکہ دوسرا بھاگ نکلا وہ دوڑتا ہوا مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوا سرکار نے اسے دیکھ کر فرمایا یہ ڈرا ہوا لگتا ہے وہ سرکار کے پاس پہنچا اور عرض کیا میرا ساتھی قتل ہو گیا ہے اور مجھے بھی قتل کر دیا جائے گا اتنے میں ابوبصیر بھی آ پہنچے انہوں نے کہا یا نبی اللہ آپ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے اب اللہ نے مجھے نجات عطا فرما دی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر ابوبصیر کو کچھ آدمی مل جائیں تو جنگ کی آگ خوب بھڑ کا سکتا ہے ابوبصیر کو اندیشہ تھا کہ شاید حضور ﷺ دوبارہ نہ مجھے ان کے حوالے کر دیں یہ محسوس کر کے ابوبصیر سیف البحر (کے مقام پر) چلے گئے اتنے میں ابوجندل رضی اللہ عنہ بھی ان سے جان چھڑا کر ابوبصیر کے پاس پہنچ گئے اب جو شخص بھی قریش میں سے اسلام قبول کرتا وہ سیف البحر کے مقام پر ان سے مل جاتا یہاں تک کہ ایک بہت بڑا گروہ تیار ہو گیا قریش کیلئے مشکل یہ بنی کہ ان کا جو بھی قافلہ شام کی طرف جاتا ابوبصیر اور ان کے ساتھی انہیں روک کر قتل کر دیتے اور مال پر قبضہ کر لیتے قریش نے نبی پاک ﷺ کی طرف وفد بھیجا کہ اللہ کے واسطے اس شرط کو منسوخ کر دیں ہمارا جو آدمی بھی آپ کے پاس پہنچ گیا ہم واپس نہیں مانگیں گے اس طرح جو سب سے ظالمانہ شرط تھی جس کی وجہ سے مسلمان پریشان تھے قریش نے خود بخود ختم کر دی۔

(اے محترم قاری) جب آپ نے حدیبیہ کے نتائج بھی دیکھ لیے اور یہ بھی دیکھ لیا کہ سارے صحابہ اس صلح سے ناخوش تھے یہاں تک کہ جب حضور ﷺ نے انہیں فرمایا کہ اپنی قربانیاں ذبح کر دیں حلق کرائیں اور احرام کھول دیں تو دلی صدمے کی وجہ سے کوئی ایک آدمی بھی ایسا کرنے لیے تیار نہ تھا حالانکہ سرکار نے تین مرتبہ حکم فرمایا جب تک حضور نے خود حلق اور قربانی نہ کی کسی نے بھی ایسا نہ کیا بعد میں ان کی طبیعتوں میں قرار آیا اور انہوں نے حکم پر عمل کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی نگاہ مبارک اس عظیم افق کو دیکھ رہی تھی اور آپ کی قیادت علم، ہدایت اور پختگی میں اللہ رب العزت کی طرف سے فیض یاب تھی۔

کامیابی کا حصول اور کامیابی کے بعد کا لائحہ عمل

اسلام کو اس جہان میں آئے ہوئے چودہ (۱۴۰۰) سو سال گزر چکے ہیں اب بھی دین اسلام ہر لحظہ پھیل رہا ہے حالانکہ دشمنانِ اسلام کی طرف سے کافرانہ تحریکوں کی بھی کوئی کمی نہیں ان دشمنوں میں اپنے بھی تھے اور پرائے بھی، منظم تھے اور غیر منظم بھی لیکن پھر بھی اسلام اسلام ہی رہا اس کی حرکت میں جمہود نہ آیا اہل اسلام پر دشمنوں کو غلبہ بھی حاصل رہا لیکن دین اسلام پھر بھی باقی ہے۔

حالانکہ کفار کو یہ طاقت بھی حاصل ہے اسلامی ممالک میں دشمنان اسلام کو غلبہ کے وسائل مہیا کرسکیں لیکن اسلام پھر بھی سر بلند ہے اور اس کا چیلنج نا قابل تسخیر اور غالب ہے۔

اس طویل ترین تاریخی عرصہ میں اسلام کئی ثقافتوں سے برسر پیکار ہوا اور غلبہ حاصل کیا۔ کئی ادیان اور کئی قوتیں سامنے آئیں اور مغلوب ہوگئیں۔

اس طویل تاریخی عرصہ میں کئی مملکتیں اسلام کے نام پر وجود میں آئیں اور کئی ایسی حکومتیں منظر عام سے غائب ہوگئیں جو بظاہر اسلام کے نام پر حکومت کر رہی تھیں لیکن اسلام کی چھاپ سب پر نمایاں رہی۔ ہر مرحلہ میں دین اسلام کے علمبردار ہی غالب رہے انکی تہذیب وثقافت اپنے زمانے کی بہترین ترقی یافتہ ثقافت رہی اگر کہیں کوئی خامی پیدا ہوئی تو وہ مسلمانوں کی کوتاہی اور سستی کی وجہ سے پیدا ہوئی اہل یورپ قرون وسطی میں پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں گرے پڑے تھے۔ حالانکہ مسلمانوں کا وہ سنہری دور تھا اور اس زمانے میں دونوں قومیں اپنے اپنے دین پر سختی سے کاربند تھیں اہل یورپ بھی اور مسلمان بھی۔ (عروج وزوال کے) راستوں کو کس نے جدا جدا کیا؟ دین اسلام نے اپنے ماننے والوں کو ترقی کی راہ میں گامزن کیا۔ باقی ادیان کے پیروکار تنزلی کی راہ پر چلتے رہے۔

دین اسلام آج بھی مشرق ومغرب میں فکر وسلوک کے اعتبار سے ہر تحریک پر غالب وکامران ہے۔ اگر مسلمان پیچھے رہ گئے ہیں تو یہ ان کی اپنی فکر کی خامی ہے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ جذبۂ جہاد نے ہی مسلمانوں کے دلوں میں ایک ایسی حرارت پیدا کی ہے جس کی وجہ سے وہ استعماری طاقتوں کے چنگل سے آزاد ہوئے ہیں۔

اس طرح اسلام ایک نسل سے دوسری نسل کے ذریعے زمانے عبور کرتے ہوئے یہاں تک پہنچا یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوا ہے کہ اسلام کی بنیاد حضور ﷺ نے تیرہ سال میں مضبوط کی ہے ہر عہد کو ساتھ لیکر اور اپنے اندر سمیٹ کر چلنا اسلام کا ہی کمال ہے۔

☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆

آج کے دور میں بے شمار فکری اور سیاسی تحریکیں موجود ہیں لیکن وہ حالات کیساتھ مطابقت کے جوہر سے خالی ہیں یا ان کی قیادتیں تمام وسائل کے باوجود انہیں عوام کے دلوں میں نہیں اتار سکیں۔ بسا اوقات اکثر تحریکیں دوران راہ ہی دم توڑ دیتی ہیں۔

لیکن زمانہ نبوت مصطفی ﷺ کی ابتدائی دس سال آپ کی دعوت کا ہر جزء ایک چلتا پھرتا نمونہ (مہیا کر رہا) تھا۔ مطابقت اور یکسانیت کا ایک معیار جس کی مثال لا ناممکن نہیں حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ کسی فکری سیاسی تحریک کے لئے دسیوں سال درکار ہوتے ہیں پھر بھی کبھی کسی تحریک کو قبولیت نصیب ہوتی ہے اور کسی کو نہیں۔

(اس نظریئے کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو) تو پتہ چلتا ہے کہ مصطفیٰ کریم ﷺ کی دعوت کوئی عام دعوت نہ تھی بلکہ یہ ایک امرِ خارق ہے جس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کا دست قدرت کرم فرما ہے۔

اس بات کے اظہار کے لئے کہ دین اسلام اللہ کا دین اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

اسلام کے بارے میں ہم نے بحث کو مختصر رکھا ہے۔ کیونکہ مبحث ثالث مکمل اسلام کے بارے میں ہے اب ہم رسول اللہ ﷺ کی بے مثال عسکری قیادت کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

بے مثال عسکری قائد (ﷺ)

حضور ﷺ کی عسکری شخصیت کے بارے میں گفتگو سے پہلے ہم بعض عسکری نمونے ذکر کرنا چاہتے ہیں تاکہ یہ امور اس بحث کے لئے مقدمہ کے قائم مقام ہو جائیں۔

ابن ہشام کا بیان ہے۔

(الف) حضرت انس بن مالک خیبر کے قلعوں کے بارے میں فرماتے ہیں ہم صبح کے وقت گئے اور خیبر والے اپنے اپنے کام کرنے کی جگہ آ چکے تھے۔

جب انہوں نے حضور ﷺ اور آپ کے لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے محمد ﷺ اور ان کا لشکر آ گیا ہے وہ پیچھے کی طرف بھاگ پڑے حضور ﷺ نے فرمایا!

اللہ اکبر خیبر اجڑ گیا جب ہم کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو جن کو ڈرایا جاتا ہے ان کی صبح بہت بری ہوتی ہے۔

حضور ﷺ جب مدینہ شریف سے نکلے تو ''جبل عصر'' پر چلتے رہے وہاں آپ کے لئے ایک مسجد بنائی گئی پھر صہباء (خیبر اور روحہ کے درمیان ایک گاؤں) کے راستے سے گزرے۔ پھر حضور ﷺ چلتے چلتے رجیع نامی ایک وادی میں اترے یہ جگہ بنو غطفان اور خیبر کے درمیان تھی آپ

نے یہاں اس لئے قیام فرمایا تا کہ بنو غطفان اہل خیبر کی مدد نہ کرسکیں ۔ جب غطفانیوں کو حضور ﷺ کے قیام کی خبر ملی انہوں نے بھی یہود کی امداد کے لئے اکٹھا ہونا شروع کردیا جب وہ ادھر آنے لگے انہیں یوں محسوس ہوا کہ ان کے پیچھے حملہ ہوگیا ہے یہ محسوس کر کے وہ فوراً واپس اپنے اہل وعیال میں چلے گئے اہل خیبر کو مسلمانوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا مسلمانوں نے ان کے تمام قلعے ایک ایک کر کے فتح کر لئے۔

اس واقعہ کو دیکھئے کہ حضور ﷺ کس قدر تیزی اور راز داری سے یہود کے صحنوں میں اترے یہود کو اپنی قوت مجتمع کرنے کا موقع ہی نہ دیا۔

وادیٔ رجیع میں اس لئے ڈیرہ لگایا تا کہ بنو غطفان کا رابطہ منقطع ہو جائے اور بنو غطفان یہودیوں کی مدد نہ کرسکیں وہ حکمت عملی بھی قابل غور ہے جس کی وجہ سے بنو غطفان راستے سے ہی واپس مڑ گئے۔

☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆

(ب) فتح مکہ کے بعد حضور ﷺ کو خبر پہنچی کہ ہوازن، ثقیف، نصر، سعد بن بکر اور بنی ہلال ان تمام قبائل نے حضور کے ساتھ جنگ کیلئے اپنے لشکر تیار کر رکھے ہیں۔

حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ کو صورتِ حالات جاننے کیلئے بھیجا، حضرت عبداللہ ان کے اندر مقیم رہے۔ حالات کا جائزہ لیا پتہ چلا کہ واقعی وہ حضور کے ساتھ جنگ کیلئے تیاریاں کررہے ہیں واپس آکر انہوں نے سرکار کی خدمت میں ساری بات عرض کردی۔

ابن ہشام کا بیان ہے۔

جب حضور ﷺ ہوازن کی طرف جانے لگے آپ سے عرض کیا گیا کہ صفوان بن امیہ کے پاس کچھ زرہیں اور جنگی سامان ہے۔ صفوان نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ حضور ﷺ نے اسے پیغام بھیجا کہ اپنے ہتھیار ہمیں ادھار دو تا کہ ہم دشمنوں کے ساتھ جنگ کرسکیں۔ صفوان نے پوچھا کیا آپ غصب کرنا چاہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ ہتھیار ادھار ہوں گے ہم واپسی کی ضمانت پر لیں گے۔

صفوان نے سو زرہیں اور ان کے متعلقہ ہتھیار پیش کردیئے۔ حضور ﷺ بارہ ہزار کا لشکر لیکر چلے جس میں دو ہزار سپاہی اہل مکہ سے تھے۔

مقدمہ کا امیر خالد بن ولید کو بنایا دو جاسوسی دستے بھی روانہ فرمائے۔

ابن ہشام نے حضرت عبداللہ کی روایت اس طرح بیان کی ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں جب ہم حنین کے سامنے آئے ہم تہامہ کی وادیوں میں سے ایک وادی میں اتر گئے ابھی صبح کا

اندھیرا باقی تھا۔ہم سے پہلے ہمارا دشمن اس وادی میں پہنچ چکا تھا وہ اپنی مکمل تیاری کر کے تنگ و تاریک گھاٹیوں میں چھپ گئے ۔ اس موقع پر خالد بن ولید جیسا عظیم عسکری جوان مرد بھی اپنی جاسوسی مہم میں کامیاب نہ ہو سکا۔ خالد مقدمہ لشکر کے ساتھ ایک تنگ جگہ چھپ گئے دشمن کے تیروں کے وجہ سے حضرت خالد بن ولید کے سوا باقی تمام بھاگ نکلے ۔ جب لشکر نے مقدمہ الجیش کو بھاگتے دیکھا تو وہ بھی بھاگ نکلے اس لشکر میں اہل مکہ کی بہت سی تعداد تھی جنگی تربیت ابھی تک نامکمل تھی نتیجہ یہ نکلا کہ چند ایک کے سوا رسول ﷺ کے پاس کوئی بھی نہ رہا۔

امام بخاری نے حضرت انس سے روایت ذکر کی ہے ۔غزوہ حنین کے موقع پر بنو ہوازن اور بنو غطفان وغیرہ اپنے مال مویشی اور خواتین کے ساتھ میدان جنگ میں آ نکلے ۔حضور ﷺ کے ساتھ دس ہزار کا لشکر تھا اس لشکر میں وہ لوگ بھی تھے جنہیں فتح مکہ کے موقع پر عفو عام سے نوازا گیا تھا۔ یہ لوگ جنگ سے پیچھے ہٹ گئے۔ حضور ﷺ اکیلے رہ گئے ۔ اس وقت آپ نے دو آوازیں دیں۔ دائیں طرف دیکھا اور فرمایا

معشر الانصار اے گروہ انصار (ادھر آؤ) انصار نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ خوش ہو جائیے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ بائیں طرف سرکار نے دیکھا اور فرمایا یا **معشر الانصار** ، انصار کے گروہ نے جواب دیا لبیک یا رسول اللہ **ابشر نحن معک**۔حضور ﷺ اپنے سفید خچر پر سوار تھے آپ خچر سے اترے اور فرمایا **انا عبداللہ و رسولہ** میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں۔

ابن ہشام حضرت عباس بن عبدالمطلب سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کے سفید خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھا۔

میں ایک مضبوط جسم والا بلند آواز شخص تھا جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کا طرز عمل دیکھا (تو فرمایا) اے لوگو! تم کہاں ہو؟ میں نے دیکھا لوگ پھر بھی واپس نہیں آ رہے حضور ﷺ نے فرمایا اے عباس بلند آواز سے پکارو! اے گروہ انصار اے درخت کے نیچے بیعت کرنے والو انصار لبیک لبیک کہتے ہوئے آواز کی طرف دوڑ پڑے ان کی عجلت کا یہ حال تھا کہ کوئی شخص اونٹ کی گردن پر اپنی زرہ پھینک دیتا اور کوئی تلوار اور ڈھال پھینک دیتا۔کوئی اونٹ کو چھوڑ دیتا (اس طرح تمام لوگ اکٹھے ہوتے گئے) یہاں تک کہ جب انکی تعداد سو کے قریب ہوگئی تو وہ دشمن کے سامنے جنگ کے لئے نکل آئے پہلے حضور ﷺ فرماتے رہے اے گروہ انصار ! پھر حضور ﷺ فرماتے رہے اے گروہ خزرج! یہ لوگ جنگ میں انتہائی ثابت قدم رہتے تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے قبیلہ بنی ہوازن میں ایک جھنڈے والا شخص تھا۔ جو بہت

غارت گر تھا حضرت علی ابن ابی طالب اور ایک انصاری شخص دونوں اس کی طرف چلے۔حضرت حیدر کرار نے جا کر اس کے اونٹ کو اس طرح تلوار ماری کہ اونٹ گر پڑا۔اور انصاری نے اس کافر کو اس طرح ضرب لگائی کہ اس کی پنڈلی پاؤں سمیت کٹ گئی اور وہ کجاوے سے گر کر مر گیا۔

غزوہ حنین میں ان واقعات میں غور وفکر کرو۔جنگی خبریں معلوم کرنے کے لئے جاسوسی دستے روانہ کرنا،حضرت خالد کو (مقدمہ الجیش کا) قائد مقرر کرنا جنگ کے لئے زرہیں اور ہتھیار ادھار لینا، ہزیمت کا ازالہ کرنا، سارے جنگی حکمت عملی کی بذات خود کمان کرنا،مشکل گھڑی میں کام آسکنے والے جواں مردوں کی پہچان۔

اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے ہم اس موقف کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں جو اعلیٰ عسکری اور سیاسی عبقریت کا آئینہ دار ہے۔

معرکۂ حنین ختم ہونے کے بعد حضور ﷺ نے طائف فتح کرنے کا ارادہ فرمایا حضور ﷺ طائف تشریف لے گئے اور اس کا محاصرہ کر لیا۔

اہل طائف جنگی دفاع کے تمام اصولوں سے اچھی طرح واقف تھے سارا شہر قلعہ بند ہو گیا ان کے پاس غلے کی کثرت تھی حضور ﷺ نے محسوس کیا کہ محاصرہ طویل ہو جائے گا۔آپ ﷺ نے نوفل بن معاویہ سے مشورہ لیا۔کہ ان کا محاصرہ کرنے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ لومڑی اپنے بل میں گھس چکی ہے اگر آپ باہر کھڑے رہیں گے تو اسے پکڑ لیں گے اور اگر آپ ہٹ جائیں گے تو لومڑی آپ کو کوئی نقصان نہیں دے سکے گی۔حضور ﷺ نے حضرت عمر کو فرمایا کوچ کا اعلان کر دیں۔

طائف کے محل وقوع پر نظر ڈالیں اس کے قرب و جوار میں ایسے قبائل ہیں جن کو ابھی ابھی شکست کے زخم لگے ہیں۔(اگر آپ محاصرہ جاری رکھتے تو ممکن تھا) کہ وہ شکست خوردہ لوگ اپنے دلی بغض کی وجہ سے اسلامی مملکت کیلئے خطرہ بن جاتے۔

اب اس اقدام کو بھی دیکھئے کہ نبی رحمت ﷺ نے کس طرح انہیں مشغول رکھا ان کے گرد گھیرا تنگ کر دیا۔یہاں تک کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

مالک بن عوف غزوہ حنین کے موقع پر حضور ﷺ کے مقابلے میں جنگجو قبائل کا قائد تھا۔جنگ کے بعد یہی مالک بھاگ کر ثقیف کے ہاں پناہ گزیں ہو گیا جب ہوازن کا وفد سرکار ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ نے ان سے مالک بن عوف کے بارے میں پوچھا انہوں نے عرض کیا وہ طائف میں بنو ثقیف کے ہاں ٹھہرا ہوا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا مالک کو بتادو کہ اگر وہ مسلمان ہو کر میرے پاس آجائے تو میں اس کے اہل وعیال اور مال واسباب بھی واپس کردوں گا اور مزید سو اونٹ بھی عطا کروں گا۔ مالک کو جب یہ خبر پہنچی تو اسے خطرہ لاحق ہوا کہ اگر بنو ثقیف کو اس معاملے کا علم ہو گیا تو وہ مجھے روک لیں گے۔ اس نے اپنی سواری تیار کی اور چل پڑا راستے میں ایک (تیز رفتار) گھوڑے کا انتظام کر کے جلدی جلدی سرکار کی بارگاہ میں پہنچ گیا حضور ﷺ اس وقت جعرانہ میں تھے یا مکہ میں۔ آپ نے اسے حسب وعدہ سب کچھ عطا فرمادیا مالک نے اسلام کو قبول کیا اور بہت اچھی طرح اسلام پر عمل کیا۔ رحمت عالم ﷺ نے اسے اپنی قوم کے مسلمانوں پر عامل بنادیا۔ ثمالہ، سلمہ اور فہم یہ تینوں اسکی قبائل کی قیادت میں تھے وہ ان کے ساتھ بنو ثقیف سے جنگ کرتا ان کا کوئی گروہ بھی نکلتا لوگ ان پر حملہ کر دیتے یہاں تک کہ ان کا گھر سے نکلنا مشکل ہو گیا۔

ابو محجن ثقفی کا بیان ہے دشمن ہم سے مرعوب رہتے تھے پھر یہ ہوا کہ مالک بن عوف بنی سلمہ کو لیکر ہمارے ساتھ جنگ کرنے آگیا اس نے عہد اور حرمت کا بھی لحاظ نہ رکھا۔ وہ لوگ ہمارے گھروں میں گھس آئے ہم بہت زیادہ رنجیدہ تھے۔

آپ نے ملاحظہ کیا کہ کس طرح حضور ﷺ نے بنو ثقیف کو سختی میں مبتلاء کئے رکھا حضور ﷺ اسی طرح ممکنہ خطرات سے نبرد آزما ہوا کرتے تھے (1)۔

سرور کائنات ﷺ نے اپنی عسکری ریاست کا آغاز ۳۱۴ مجاہدین سے کیا۔ تمام جزیرۂ عرب کی نگاہیں ان پر جمی تھیں۔ مشرکین عرب، یہودی اور عیسائی سب کے سب دشمن تھے۔ جزیرۂ عرب کے دو جانب ایران اور روم کے سلاطین کی حکومتیں تھیں اس محدود قوت کے ساتھ (توحید کی) بڑی دعوت کے لئے سرکار نے انہیں بھی اپنی جنگ کا ہدف بنایا۔ پورے جزیرہ عرب کو زیر نگیں کیا۔ اور اپنے غلاموں کو اہل روم اور اہل فارس سے جنگ کرنے کے قابل بنایا جو عسکری سفر خدا کے رسول نے شروع کیا تھا آپ کے خلفاء نے اس کو مکمل کر دکھایا حکومت فارس نے گھٹنے ٹیک دیئے اور ایشیاء وافریقہ سے رومی حکومت کو ہاتھ دھونے پڑے یہ سارا کام ۲۳ سال کی مختصر مدت میں انجام پذیر ہوا آپکے بعد کی فتوحات بھی آپ کی ہی ہیں کیونکہ وہ آپ کی ہی تربیت کا ثمر ہے۔

1۔ اس سے آگے مصنف نے نپولین بونا پارٹ کے بارے میں چند سطور لکھی ہیں جس میں سرکار دو عالم ﷺ کی عسکری بصیرت کا موازنہ نپولین سے کیا گیا ہے۔ بے شک مصنف نے اپنی رائے ذکر کی ہے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں غیرت عشق یہ گوارا نہیں کرتی کہ انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والسلام کے قائد اعظم ﷺ کی جنگی زندگی کا موازنہ نپولین جیسے شخص سے کیا جائے۔ ہم اس کے عسکری طریقہ کو حذف کر کے فخر انسانیت کی جنگی حکمت عملی بیان کر رہے ہیں۔ مترجم مختار احمد رومی۔

تاریخ عالم کے لئے یہی سب سے بڑا اور کھلا چیلنج ہے اس سے پہلے اور بعد میں نہ ایسا ہو سکا ہے نہ ہو سکے گا۔

محمد ہاشمی ﷺ کی مبارک زندگی کا یہ پہلو بھی دوسرے پہلوؤں کی طرح بے مثل ہے۔

رسول کریم ﷺ جنگ میں پہل نہیں کرتے تھے لیکن جب دشمن کے ارادے کا علم ہو جاتا پھر انہیں تیاری کی مہلت نہ دیتے تھے بلکہ خود ان کے سر پر پہنچ جاتے بسا اوقات صرف خبر ملنے پر ہی جنگ کے لئے تیار ہو جاتے۔ جس طرح کہ غزوہ تبوک میں ہوا گرمی کی شدت اور حالات کی سختی کی وجہ سے لوگ ہچکچا رہے تھے۔ لیکن آپ اپنے پروگرام سے ذرا بھی پیچھے نہ ہٹے تیز ترین جنگی تیاری، مسلمانوں کو مال اور مجاہدین کے اکٹھا کرنے میں سرکار نے ذرا بھی تاخیر نہ فرمائی۔ حضور ﷺ نے منافقین کے رد عمل کی بھی پرواہ نہ فرمائی جو لشکر محمدی کی شکست کی امید لگائے بیٹھے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔

حضور ﷺ ہر ممکنہ عسکری قوت اکٹھی فرماتے اور دشمن کے عزائم خاک میں ملا دیتے آپ اس بات میں وقت ضائع نہ کرتے کہ آپ کے اعداء کیا طریقہ اختیار کرتے ہیں آپ زمام حرکت (حملے میں پہل) دشمن پر چھوڑ دیتے اور یہی چیز ان کے لئے وبال بن جاتی جس طرح کہ غزوۂ خندق میں ہوا۔

معجزۂ ایمان سب سے بڑا ہتھیار ہے حضور ﷺ عربوں کے مقابلے میں عربی مجاہد لے جاتے قریشیوں کے مقابلے میں قریشی مجاہدین لے جاتے الغرض ہر قبیلے کے مقابلے میں اسی قبیلے کے مومن مجاہدین کو لے جاتے۔ قوتِ عشق و ایمان کی وجہ سے یہ لوگ اپنے جیسے جسمانی صلاحیت رکھنے والوں پر غالب آجاتے۔

(عام جنگی رواج کے مطابق) رسول اللہ ﷺ نے بھی قریش کی تجارتی رگ کو قابو کیا اور ان کے تجارتی قافلوں کے پیچھے اپنے قافلے روانہ فرمائے۔ (کیونکہ یہ بھی جنگ کا ایک انداز ہے جس سے دشمن کی قوت ٹوٹ جاتی ہے۔ مترجم: مختار احمد رومی)

یورپ کے بعض متعصب مصنفین اس طرح کے سرایا (سریہ کی جمع) کو ڈاکہ کہتے ہیں حالانکہ ماضی اور حال کے تمام زمانوں میں ایسا ہوتا رہا ہے، اور اب بھی ہو رہا ہے۔

دیگر عسکری قائدین بلا مقصد شہری آبادیوں پر حملہ کرتے ہیں۔ اور ان کا محاصرہ کرتے ہیں۔ لیکن حضور ﷺ نے فقط اس وقت کسی آبادی کا محاصرہ کیا جب ان کے جنگجوؤں پر غلبے کا امکان ہوتا۔ یا اس لئے کہ ایسی آبادیاں غدر کا باعث نہ بن جائیں۔ جس طرح بنو قینقاع اور بنو قریظہ کا محاصرہ۔

حضور ﷺ اپنی اصابت رائے کے باوجود جنگ اور دفاع کے مواقع پر اپنے اصحاب سے مشورہ

فرمایا کرتے تھے اوران کے مشورے قبول بھی کیا کرتے تھے۔ اسکی مثال ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں جنگ بدر کے موقع پر حضور ﷺ نے حضرت حباب بن منذر کی رائے کو قبول فرمایا تھا۔ غزوہ خندق کے موقع پر آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی کی رائے پر عمل فرمایا اور خندق کھودنے کا حکم دیا تاکہ دشمن مدینہ پاک میں نہ گھس آئے۔ حضرت سلمان کے مشورہ کو قبول کرنا یہ صالح قیادت کے اعمال میں سے ہے اور عظیم قائدین ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ حالانکہ ہمارا ایمان ہے کہ اگر حضرت سلمان فارسی اس وقت نہ موجود ہوتے تو حضور ﷺ خود ہی مشورہ ارشاد فرماتے۔ کیونکہ آپ ہر جنگ میں سرحدوں کے قیام اور پشت کی حفاظت کے سخت حامی تھے۔ کیونکہ جنگ احد میں آپ نے پہاڑ کو اپنی پشت کی جانب کیا اور جس درے سے دشمن کی آمد کا خطرہ تھا اس پر پچاس تیر اندازوں کو کھڑا کر دیا اور انہیں سختی سے حکم دیا کہ وہ یہیں کھڑے رہیں۔ پھر انہیں فرمایا!

تم ہماری پشت پناہی کرو کیونکہ ہمیں خطرہ ہے کہیں دشمن اس جانب سے نہ آجائے۔ اپنی جگہوں پر کھڑے رہنا یہاں سے ہٹنا نہیں اگر تم دیکھو کہ ہم نے دشمن کو شکست دے دی ہے تم پھر بھی اپنی جگہ پہ قائم رہنا اگر تم دیکھو کہ ہمیں قتل کیا جارہا ہے پھر بھی ہماری مدد کے لئے نہ آنا۔ تم پر لازم ہے کہ دشمن کے گھوڑ سواروں کو اپنے تیروں سے مارتے رہو کیونکہ جہاں تیر برس رہے ہوں وہاں گھوڑے آگے نہیں بڑھتے۔

جو ذات گرامی ایک پہاڑ پر اس طرح کے اقدامات سے غافل نہیں وہ مدینہ شریف کے دفاع میں ایسے اقدامات سے کیسے اعراض کر سکتے ہیں آپ کا یہ عمل فقط شوریٰ کے فروغ کے لئے تھا۔

جنگی حکمت عملی میں جاسوسی کی اہمیت مسلّم ہے اس میدان میں سرکار ﷺ کی فراست ضرب المثل تھی جب سرکار ﷺ نے دیکھا کہ صحابہ پانی لانے والے دو غلاموں کو مار رہے ہیں جو قریش کے بارے میں تو بتاتے تھے لیکن ابوسفیان کے بارے میں کچھ نہیں کہتے تھے سرکار نے اپنی سچی فراست سے جان لیا کہ یہ اتنا ہی بتا رہے ہیں جتنا انہیں علم ہے کوئی چیز چھپا نہیں رہے۔ حضور ﷺ نے ان سے لشکر کی تعداد کے بارے میں پوچھا ان دونوں نے لاعلمی کا اظہار کیا حضور ﷺ نے ان سے پوچھا قریش روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں اونٹوں کی تعداد سے سرکار نے لشکر کی تعداد کا اندازہ کرلیا آپ ﷺ جاسوسی کے معاملے میں اس جگہ کے قریب ترین رہنے والوں کی خدمات حاصل کرتے تھے۔ جنہیں ان معاملات کا علم یا تجربہ ہوتا تھا۔ پھر آپ عسکری مشاورت منعقد فرماتے اور اس فن میں جب کو بھی واقفیت ہوتی اس کی رائے سنتے۔

رسول اللہ ﷺ کا ردعوت کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے جب آپ کو یہ اطلاع ملتی کہ بعض افراد آپ کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ توڑنا چاہتے ہیں یا آپ کے ساتھ جنگ کے لئے قبائل ہانک کر

لا رہے ہیں یا آپ کے بارے میں اور اسلام کے بارے میں نازیبا گفتگو کر رہے ہیں، آپ انکی طرف ان لوگوں کو بھیجتے جو ان کے قلعوں میں ان کیساتھ جنگ کر سکے یا ان سے علیحدگی کی ضمانت دے سکے۔

بعض اہل مغرب نے اس پر طعنہ زنی کی ہے۔لیکن انہیں کیا معلوم کہ اسلام کس قسم کی جنگ کا تقاضا کرتا ہے۔

اسلامی جنگیں دعوت اسلام اور عقیدے کے لئے ہوتی ہیں اسلامی جنگیں اپنی غرض و غایت کے اعتبار سے کفر و شرک اور بت پرستی سے متصادم ہوتی ہیں جب لشکر آمنے سامنے ہوں تو ایک دوسرے کو پچھاڑنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔(اس سے آگے مصنف نے نپولین اور ہٹلر کی ناکامیوں کے اسباب بیان کئے ہیں ان کے بعد ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ان اسباب کو اپنایا ہی نہیں جسکی وجہ سے نپولین اور ہٹلر کو سختیوں کا سامنا کرنا پڑا اصل سطور کا ترجمہ ترک کرنے کی وجہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔سیرت کے بیان میں ذکر رسالتمآب ﷺ کا تسلسل منقطع کرنا اہل ذوق کیلئے بڑا گراں ہوتا ہے) غلامان مصطفیٰ علیه التحیة والثناء میں سے اک ادنی سپاہی بھی اپنی خوبیوں اور کمالات میں ہٹلر اور نپولین جیسے ہزاروں قائدین سے اعلیٰ وارفع ہے۔اہل ہوس اور اہل عشق کا موازنہ چہ معنی دارد؟(مترجم: مولانا مختار احمد رومی)

عسکری زندگی میں عظمت رسالت کی شہادت کے لئے یہی کافی ہے آپ ﷺ حد درجہ شجاع و بہادر ہونے کے باوجود بلا وجہ جنگ سے پرہیز فرماتے۔آپ کی یہ خوبی (آجکل کے) مصلحین کی طرح نہ تھی جنکی شجاعت پر مصنوعی تقدس غالب ہوتا ہے وہ لوگ لڑائی سے کتراتے ہیں کیونکہ لڑائی ان کے بس کی بات نہیں ہوتی۔

☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆

محمد کریم ﷺ اس وقت بھی جنگ میں سب سے آگے ہوتے تھے جب جنگ خوب بھڑک جاتی اور بڑے بڑے بہادروں کے پتے پانی ہو جاتے حضرت علی جو شاہ سواروں کے سرخیل ہیں آپ فرماتے ہیں۔جب جنگ کی بھٹی خوب گرم ہو جاتی ہم حضور ﷺ کے پاس آکر پناہ لیتے (اس وقت) حضور ﷺ سے زیادہ کوئی شخص بھی دشمن کے قریب نہیں ہوتا تھا۔اگر رحمت عالم ﷺ غزوہ حنین میں ثابت قدم نہ رہتے جس وقت بہت سے لوگ منہ پھیر چکے تھے آپ تیر اندازوں اور نیزہ بازوں کے سامنے اکیلے رہ گئے۔(اگر آپ ثابت قدم نہ رہتے تو) مسلمانوں کو ہزیمت سے دوچار ہونا پڑتا۔

رات کے وقت اکیلے مدینہ شریف کے (گرد خطرناک) حالات جاننے کے لئے آپ کا نکلنا حالانکہ دشمن نے دھمکی دی تھی یہ شجاعت کریمانہ تھی حالانکہ اس وقت حالات سے آگاہی حاصل کرنے

کی مہم سرانجام دینے والے آپ کے صحابہ کی کمی نہ تھی آپ اپنے گھر میں تشریف فرما رہتے اور صحابہ یہ خدمت سرانجام دیتے لیکن آپ نے خود یہ فریضہ انجام دیا نہ کسی دوسرے کے سپرد کیا اور نہ ہی آپ کو کوئی خوف دامن گیر ہوا۔

اسی طرح دیگر واقعات میں آپ کا بنفس نفیس شامل ہونا حالانکہ وہ ایسی مہمات تھیں جن سے آجکل کی قیادتیں مستثنیٰ ہیں۔ یہ شجاعت ہی ہے کہ جہاں عذر محمود کے باوجود آپ نے اس جگہ سے غیر حاضر رہنا پسند نہ فرمایا۔

جب قائد فن حرب سے خوب واقف ہو عمدہ قسم کی عسکری صلاحیتوں سے مالا مال ہو بزدلی اور خوف سے پاک ہو پھر بھی فقط اسی وقت جنگ کرے جب جنگ ناگریز ہو ایسا قائد ہی ہو سکتا ہے جسے تمام انبیاء و رسل کا قائد ہونے کا مقام حاصل ہے۔ عسکری قیادت کے حوالے سے یہ آپ کی رسالت کی بہترین شہادت ہے آپ ﷺ کی تمام صفات صفت رسالت کے تابع ہیں۔

☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆

حضور ﷺ کی عسکری زندگی کے بارے میں (عباس محمود) العقاد نے سیر حاصل بحث کی ہے ہمیں پختہ یقین ہے کہ ''عقاد'' نے نہ تو حضور کی عسکری زندگی کی تمام خوبیوں کا احاطہ کیا ہے اور نہ ہی ان کا ایسا کوئی ارادہ تھا کیونکہ سرکار کی کسی خوبی کا احاطہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ بلکہ عقاد نے تو ان خوبیوں کو ہلکا سا چھوا ہے لیکن حیات عسکری میں ایک خوبی ایسی ہے جو تمام خوبیوں پر بھاری ہے وہ خوبی رعب و ہیبت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے اور (آپ کے صدقے) آپ کے لشکر کو بھی عطا فرمائی ہے۔

اللہ کے پیارے حبیب نے اس حقیقت کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شهر۔ ایک مہینے کی مسافت تک کے رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔ (یعنی حضور کا دشمن مہینے کی مسافت پر بیٹھا آپ سے مرعوب ہو جاتا ہے)

فتح کے عوامل میں سے نصرت خداوندی سب سے اہم عامل ہے جس کے اسباب کو خود سرور کونین ﷺ نے اپنی مبارک زندگی میں مضبوط کیا اور آپ ﷺ کے بعد آپ کے صحابہ نے (اس عامل پر) پختہ یقین رکھا۔ یہی نصرت الٰہی تھی جس سے آپ کے دشمنوں کے دل دہل جایا کرتے تھے۔

اگر رسالت مآب ﷺ کی عسکری زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ کے جنگی اقدامات کا بنیادی ہدف یہ ہوتا کہ آپ اپنی ہیبت کو برقرار رکھیں بلکہ اسمیں اضافہ، پختگی اور اسکے دائرہ میں وسعت پیدا ہو بالآخر مسلمان اس حد تک پہنچ گئے کہ سب ان سے ڈرتے لیکن وہ کسی سے نہیں

ڈرتے تھے کوئی ریاست چھوٹی ہو یا بڑی کوئی قبیلہ، کوئی لشکر یا لشکر کی تعداد یا انکے ہتھیار مسلمان کسی کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے۔

غزوۂ موتہ کے موقع پر تین ہزار کا لشکر نتائج کی پرواہ کیئے بغیر دو لاکھ کے لشکر کے مقابلے میں نکل آیا۔

مدینہ شریف میں سکونت کے ابتدائی سالوں میں عسکری مصروفیات کو دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ نے کس طرح اپنی ہیبت کا اظہار فرمایا۔

ہجرت کے پہلے سال ماہ رمضان المبارک میں حضور رحمت عالم ﷺ نے حضرت حمزہ بن عبد المطلب کو تیس مجاہدین کے ساتھ ابو جہل کے قافلہ کو روکنے کے لئے بھیجا ابو جہل کے ساتھ تین سو قریشی تھے۔ لیکن مجدی بن عمرو الجھنی دونوں لشکروں کے درمیان آ گیا اسطرح جنگ نہ ہو سکی۔

اسی سال ماہِ شوال میں آپ نے عبیدہ بن الحارث کو ساٹھ مجاہدین کے ساتھ وادی رابغ بھیجا تاکہ ابوسفیان کے ساتھ ملاقات ہو جائے ابوسفیان کے ساتھ اس وقت سو مشرکین تھے دونوں طرف سے تیر اندازی ہوتی رہی لیکن جنگ کی نوبت نہ آئی۔

ذیقعدہ کے مہینے میں سرکار ﷺ نے قریش کے قافلے کا راستہ روکنے کے لیے حضرت سعد بن ابی وقاص کو بیس ساتھیوں سمیت بھیجا لیکن قریش کا قافلہ بچ نکلا۔

ماہِ صفر میں ہادیٔ انس و جان (ﷺ) بنفس نفیس ''ودان'' کے مقام پر تشریف لے گئے حضرت سعد بن عبادہ کو مدینہ میں اپنا نائب بنایا آپ قریش اور بنی ضمرہ کے ارادہ سے نکلے قریش تو نہ مل سکے لیکن بنی ضمرہ نے آپ کے ساتھ حلیف ہونے کا معاہدہ کر لیا۔

ماہِ ربیع الاول میں سرکار دو عالم ﷺ دو سو مہاجرین و انصار کے گروہ کو لے کر بواط کے مقام پر تشریف لے گئے یہاں بھی قریش کے ایک قافلے کو روکنا تھا جن کی تعداد سو تھی اور امیہ بن خلف جس کی قیادت کرر ہا تھا لیکن وہ قافلہ بھی نہ مل سکا۔

ماہِ جمادی الاول میں آپ بطن ینبع کے مقام پر تشریف لے گئے وہاں ایک ماہ قیام کیا جہاں بنو مدلج نے آپ کے ساتھ عقد صلح کر لیا۔

پھر کرز بن جابر الفہری نے مدینہ پر حملہ کیا اور ریوڑ بھگا کر لے گیا۔

حضور ﷺ اس کے تعاقب میں وادیٔ سفوان تک گئے جو بدر کے قریب ہے لیکن کرز بھاگ کر جا چکا تھا۔

اس غزوہ سے واپسی پر آپ ﷺ نے عبداللہ بن جحش کو اسی (۸۰) مہاجرین کے ساتھ بھیجا۔

ماہِ رمضان المبارک (۲ھ) غزوہ بدر پیش آیا یہ پہلا مسلح ٹکراؤ تھا جو مسلمانوں اور مشرکوں کے

درمیان ہوا یہ معرکہ انتہائی شدید تھا جس میں مشرکین کے مقتول کٹ کٹ کر گرتے رہے۔

اندازہ کیجیے ایک رمضان المبارک سے دوسرے رمضان المبارک تک کتنے معرکے پیش آئے ان سرایا میں یہ حکمتیں پوشیدہ تھیں۔

(۱) یہ ایک عملی تربیت تھی مسلمانوں کی جسمانی تیاری جو انہیں ہمہ وقت تیار، ہوشیار اور بیدار رکھے تاکہ فوری جنگ کی صلاحیت پروان چڑھ سکے۔

(۲) دشمنوں کو اس قوت کا احساس دلانا جس کے ساتھ انتظار کئے بغیر حملہ کیا جا سکتا ہے عہد شکنی یا شرارت کرنے والوں کے دلوں کو مرعوب کرنا۔

(۳) اس بات کا احساس دلانا کہ مرحلہ صبر گزر چکا ہے اب سختی کا جواب سختی سے دیا جائے گا مشرکین کو اپنی حد سے تجاوز نہ کرنا چاہیے۔

معرکہ بدران تمام اغراض کے لیے ضرب کاری ثابت ہوا اس سے پہلے سرایا بدر کا مقدمہ بن گئے۔

مدینہ شریف میں دس سالہ قیام کے دوران غزوات و سرایا کی تعداد دہائیوں تک پہنچ جاتی ہے اور یہ تمام کے تمام غزوات و سرایا پائیدار، تدبیر اور کامگار تھے۔

قریش کے مقابلے میں جنگ ہو یا یہود کی سرکوبی، روم و ایران کی حدود پر قبائل عرب کے خلاف لشکر کشی ہو یا سلطنت روم کے ساتھ آویزش سرکار نے اپنی مبارک زندگی میں ہی فتح کے دروازے کھول دیئے تھے جب تک اسلام کی چنگاری مسلمانوں کے دلوں میں بھڑکتی رہی کسی رکاوٹ نے بھی ان کا راستہ نہ روکا۔

نظم و ضبط کے جس مقام پر سالار اعظم و اکمل (ﷺ) نے اپنے غلاموں کو پہنچایا عسکری تاریخ میں کسی اور قائد کے ہاں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی سب جانتے ہیں کہ جنگ میں نظم و ضبط ہی سب کچھ ہوتا ہے کسی سپہ سالار کی غیر معمولی صلاحیتوں کا علم بھی نظم و ضبط سے ہی ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ قیادت کی قابلیت کا (۸۰ فیصد) اس بات پر منحصر ہے کہ مشکل گھڑی میں افواج کتنی جلدی تیار ہو سکتی ہیں۔

حضور ﷺ اپنے صحابہ میں نظم و ضبط پیدا کرنے کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں حالانکہ عرب معاشرہ تند خو اور سرکش تھا جسے اطاعت و انقیاد کی ہوا تک نہ لگی تھی ایسی قوم میں ایسے احساسات پیدا کرنا معجزۂ رسالت ہے یہاں تک کہ حضور ﷺ کی مبارک زندگی کے آخری سالوں میں نظم و ضبط کے جذبات کا یہ عالم تھا کہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے تین آدمیوں کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا ان سے اپنے تعلقات ختم کر دو جب تک اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول نہ فرمائی کسی نے ان تینوں سے بات تک نہ کی۔

کسی بھی چھوٹے اور بڑے معاملے میں رحمت عالم ﷺ جیسی عظیم قیادت کا کوئی ثانی نہیں فتح مکہ کے دن ابوسفیان اس راستے پر کھڑا تھا جہاں سے لشکر اسلام کے منظم دستے گزر رہے تھے یہ دیکھ کر ابوسفیان کی ساری امیدیں دم توڑ گئیں (وہ اس نتیجے پر پہنچ گیا کہ پیغمبر اسلام کا مقابلہ کرنا ہمارے بس میں نہیں) رسول اکرم ﷺ اہل روم سے جنگ کرنے کے لیے تبوک پہنچے اور ان کی سلطنت کے قرب وجوار میں رہنے والے قبائل سے معاہدے کیے یہ بھی مستقبل میں آنے والے اسلامی لشکروں کے استقبال کی تمہید تھی۔

عسکری اقدامات کے نتائج ہی وہ ترازو ہے جن سے کسی عمل کی وقعت کا پتہ چلتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ میزانِ عالم میں کوئی ایسا عمل نہیں جو اپنی قدر و وقعت میں حضور ﷺ کے عمل کے برابر ہو سکے کیونکہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے بعد جتنے معرکے پیش آئے ان میں بھی غزوات رسالت کی جھلک نظر آتی ہے۔

اور مسلمانوں کو جتنی بھی فتوحات نصیب ہوئیں ان کے پیچھے وہی روح کارفرما تھی جسے رسول پاک نے مردہ دلوں میں پھونکا تھا انشاء اللہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ یہ امت اپنے آقا ﷺ کی تعلیمات اپنا کر ایک بار پھر اسی فتح و نصرت کی حق دار بن جائے گی۔

اس کتاب کے تیسرے حصے میں ہم انشاء اللہ تعلیماتِ رسالت کو بڑے مفصل طریقے سے ذکر کریں گے اس بحث میں ہم نے فقط صفاتِ رسالت ذکر کی ہیں تعلیمات ذکر نہیں کیں جن حدود کو فخر موجودات نے حیات بشری کے لیے متعین کیا ان کو بھی ہم نے نہیں بیان کیا ہم نے فقط اس کمال کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے جو (صفات رسالت کے ضمن میں) سرکار کو حاصل تھا آپ ان تمام صفات کی اعلیٰ چوٹیوں پر فائز تھے جن تک پہنچنا کسی بشر کے لیے ممکن نہیں۔

آپ ﷺ وہ فرد یگانہ ہیں جو بشریت کے لیے ہر کار خیر میں اعلیٰ نمونہ ہیں۔

تیسرے حصے میں آپ پڑھیں گے کہ جب تک بشریت نے سرکار کی پیروی اور تعلیمات پر عمل نہیں کیا بشریت کو سیدھی راہ نہیں نصیب ہوئی اور وہ حدود جنہیں حضور رحمت عالم نے بشریت کے لیے متعین کیا ہے وہ ہر اعتبار سے ارفع و اعلیٰ ہیں جس نے بھی تعلیمات رسالت اور اتباع رسالت سے انحراف کیا وہ بلاشبہ ناکام و نامراد ہوا۔

حضور ﷺ نے بشریت کو وحی الٰہی کے ذریعے حق کا سیدھا راستہ دکھایا جس نے بھی اس راہ کو چھوڑ کر ہدایت کے حصول کی کوشش کی (ذلت اور) گمراہی اس کا مقدر بنی۔

اس فصل میں ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں۔

☆ بے شک رسول اللہ ﷺ صادق ہیں اور یہی صداقت آپ کی رسالت کی شہادت ہے۔

☆ بے شک رسول اللہ ﷺ اپنی دعوت کے نفاذ میں امین ہیں اور یہی امانت آپ کی رسالت کی شہادت ہے۔

☆ بے شک رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا اور یہی آپ کی رسالت کی دلیل ہے۔

☆ بے شک رحمتِ عالم ﷺ ساری کائنات سے زیادہ عقل و دانش والے ہیں اور یہی آپ کی رسالت کی دلیل ہے۔

☆ بے شک حضور ﷺ بہترین مربی اور بہترین معلم ہیں اور یہی آپ کی رسالت کی دلیل ہے۔

☆ بے شک حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء تمام مخلوقات میں سے بہترین باپ، بہترین شوہر، سب سے زیادہ اخلاق والے اور بہترین قائد ہیں یہ ساری صفات آپ کی رسالت کی گواہ ہیں۔

میرے آقا ﷺ کی ساری صفات آپ کی رسالت کی گواہ ہیں۔

ہوا و ہوس اور ضلالت و نامرادی میں بھٹکنے والے کہاں کھوئے ہوئے ہیں (اے مخاطب اگر ان کے پیچھے چلو گے) تو وہ لوگ تجھے ہاویہ (دوزخ) میں لے جائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کی صفات ہی رسالت کی گواہ نہیں بلکہ رسالتِ مصطفیٰ ﷺ پر وہ روشن دلیلیں موجود ہیں جنہیں اندھوں کے سوا سارے دیکھ سکتے ہیں۔

آیئے اب کتاب کا دوسرا حصہ شروع کرتے ہیں تا کہ محمد عربی ﷺ کی رسالت پر جامع دلائل کا مشاہدہ ہو سکے

☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات

اس فصل میں ہم دو بحثیں اور ان کے بعد نتیجہ ذکر کریں گے۔

پہلی بحث: قرآن معجزہ ہے پانچ اعتبار سے اس پر بحث کریں گے ہر پہلو سے یہ بات ثابت ہوگی کہ بے شک قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

دوسری بحث: قرآن پاک کے علاوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر معجزات جن کی نو (۹) قسمیں ہوں گی ہر ایک قسم اس بات کی گواہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔

تعقیب: معجزہ اور دیگر امور خارقہ میں فرق کیا ہے؟۔

ہمیں امید ہے کہ اس فصل کے اختتام سے پہلے قلوب واذہان ایقان وایمان کی برودت سے ٹھنڈے ہو جائیں گے اور ہر شخص یہ پکار اٹھے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں اور یہ طریق محمدی ہی جامع راستہ ہے جس پر چلنا ہی انسان کو زیبا ہے۔

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ (النحل:9)

اور اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ راہ راست کو دلائل سے واضح کرنا اور ان میں غلط راہیں بھی ہیں۔

فصل اول

معجزۂ قرآنیہ

نبی رحمت ﷺ کا فرمان ہے:

مامن بنی الّاواُوتیَ من الآیات مامثله آمن علیه البشر وانّما کان الذی اوتیتهُ وحیاً اوحیَ الیَّ فانا ارجو ان اکون اکثر هم تابعًا یوم القیامة۔

''ہر نبی کو ایسی نشانیاں عطا کی گئی جن پر لوگ ایمان لائے میرے اوپر وحی نازل کی گئی ہے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکار سب (نبیوں) سے زیادہ ہوں گے''۔

تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات، ان پر اترنے والی وحی کی سچائی پر گواہ ہیں اسی وحی کو انہوں نے انسانیت تک پہنچایا۔

لیکن اللہ کے محبوب محمد ﷺ پر اترنے والی وحی ہی آپ کی صداقت کی دلیل ہے پس وحی بذات خود اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے اور وحی بذات خود معجزہ ہے یہی وجہ ہے کہ جب مشرکین معجزہ طلب کرتے تو وہ یہ بات بھول جاتے کہ معجزہ تو ان کے سامنے ہے۔

وَ قَالُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ اَوَ لَمْ یَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰی لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝ (العنکبوت)

''اور انہوں نے کہا کیوں نہ اتاری گئیں ان پر نشانیاں ان کے رب کی طرف سے آپ فرمائیے نشانیاں تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ اور میں تو صرف صاف صاف ڈرانے والا ہوں کیا انہیں کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر اتاری ہے کتاب جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے بے شک اس میں رحمت اور نصیحت ہے مومنوں کے لئے''۔ (جمال القرآن)

جب قرآن اللہ تعالیٰ کی حفاظت کی وجہ سے باقی ہے تو معجزہ بھی باقی رہے گا جسے محسوس کیا جاسکتا ہے ہر انسان کے لئے اس معجزے کی معرفت اور اس پر یقین ممکن ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (الحجر)

''بیشک ہم ہی نے اتارا ہے اس ذکر (قرآن مجید) کو اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں''۔

بَلۡ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيۡ صُدُوۡرِ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ ؕ وَ مَا يَجۡحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۴۹﴾ (العنکبوت)

''بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں جو انکے سینوں میں محفوظ ہیں جنہیں علم دیا گیا۔ اور ظالموں کے بغیر ہماری آیتوں کا کوئی انکار نہیں کر سکتا''۔

اس قرآن کو تم جہاں سے بھی پڑھو گے یہ تمہیں اللہ کی ذات تک لے جائے گا بشرطیکہ تم اسے علم کے ساتھ پڑھو اور حق کی سچی طلب تمہارے پیش نظر ہو۔ علوم قرآن میں سے کسی علم کا ماہر (جب قرآن پاک کو پڑھے گا تو) قرآن میں سے حق کو پالے گا۔ (وہ حق) جو بشر ہونے سے کہیں بلند ہے۔

وَ يَرَى الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ الَّذِيۡۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ هُوَ الۡحَـقَّ ۙ وَ يَهۡدِيۡۤ اِلٰى صِرَاطِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِ ﴿۶﴾ (سبا)

''اور جانتے ہیں وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے آپ کے رب کی طرف سے وہی (عین) حق ہے اور عزت والے، سب خوبیوں کے سراہے (خدا) کا راستہ دکھاتا ہے''۔

پس وہ شخص جو لغت کا عالم ہے اور لغت کے اسرار و رموز سے آگاہ ہے وہ دیکھ لے گا کہ لغت قرآن بشر کا بیان نہیں۔ اور جو شخص اسلوب تعبیر، علم بیان اور علم بلاغت کو جاننے والا ہے۔ وہ دیکھ لے گا کہ قرآن کا اسلوب اور بیان و بلاغت بشریت سے کہیں بڑھ کر ہے۔

جو شخص ماضی کی تاریخ سے آگاہ ہے خواہ وہ نزول قرآن سے پہلے کی ہے یا بعد کی۔ وہ جان لے گا کہ قرآن کا منبع بشریت نہیں۔

کائنات کے قوانین و واقعات کا عالم اس نتیجے پر پہنچ جائے گا کہ قرآن بشر کا کلام نہیں کیونکہ اس میں وہ علام بھی ہیں جو نزول قرآن کے وقت معروف نہ تھے۔ جو شخص نفس، اسکی فطرت اور ان چیزوں کو جانتا ہے جو نفس کے لئے مفید یا مضر ہیں۔ وہ جان لے گا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

معاشرتی اور جنائی اور اقتصادی علوم کا ماہر، اخلاق، تربیت اور راہ سلوک کو جاننے والے کے لئے آئینۂ قرآن میں اپنے خالق کی ذات کو دیکھنا ممکن ہے۔

قوموں کی تہذیب اور عمرانیات سے واقفیت رکھنے والا اور ان عوامل پر نگاہ رکھنے والا جن سے قومیں بنتی اور بگڑتی ہیں۔ اس کے لئے ممکن ہے۔ کہ وہ دیکھ سکے۔ کہ قرآن مجید کا مصدر ذات رب العالمین ہے۔

تورات، زبور اور انجیل جیسی آسمانی کتب کا عالم جان لے گا کہ قرآن کا مصدر محمد عربی ﷺ کی

ذات نہیں کیونکہ سابقہ شریعتوں کے پیروکاروں کے مابین قرآن جو فیصلے سناتا ہے۔ وہ ان کی کتب کے مطابق ہیں حالانکہ حضور ﷺ نے کسی سے کوئی کتاب نہ سنی ہے نہ پڑھی ہے۔

عالم بھی دیکھ سکتا ہے۔ طالب حق بھی دیکھ سکتا ہے۔ لیکن متکبر، حاسد، طالب دنیا، ظالم، اندھے دل والا اور اندھی آنکھ والا (یہ لوگ) نہیں دیکھ سکتے کیونکہ یہ دیدار کے قابل ہی نہیں۔

(۱) سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ

(الاعراف:146)

(۲) وَ اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَکَ وَ بَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۝ وَّ جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَکِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا

(الاسراء)

(۳) وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ۝ (العنکبوت)

(۱) میں پھیر دوں گا اپنی نشانیوں سے ان لوگوں (کی توجہ) کو جو غرور کرتے پھرتے ہیں زمین میں ناحق۔

(۲) اور (اے محبوب) جب آپ پڑھتے ہیں قرآن کو تو ہم (حائل) کر دیتے ہیں آپکے درمیان اور انکے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک پوشیدہ پردہ جو آنکھوں سے نہاں ہوتا ہے اور ہم ڈال دیتے ہیں ان کے دلوں پر پردہ تاکہ وہ اسے سمجھ نہ سکیں اور انکے کانوں میں گرانی (پیدا کر دیتے ہیں)

(۳) اور ظالموں کے بغیر ہماری آیتوں کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

اس طرح کے لوگ جو بظاہر انکار کرتے ہیں لیکن دل میں یقین ہونے کے باوجود غرور و تکبر کی وجہ سے اقرار نہیں کرتے۔ انہیں قائل کرنے کی کوشش کرنا بے سود ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک حجت اور عدم حجت (دلیل کا ہونا نہ ہونا) برابر ہے۔

وَ جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَیْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا (النمل:14)

''اور انہوں نے انکار کر دیا انکا حالانکہ یقین کر لیا تھا ان کی صداقت کا ان کے دلوں نے (ان کا انکار) محض ظلم اور تکبر کے باعث تھا''۔

کیونکہ ایسے شخص کے انکار کا سبب عدم حجت نہیں بلکہ انکار کا سبب تو اس کے اپنے اندر ہے اور وہ لوگ جن سے رسول اللہ ﷺ اور اللہ کے تمام رسولوں علیہم السلام نے تکلیفیں اٹھائیں ان کا تعلق اسی سرکش گروہ سے ہے۔

یہ وہ لوگ نہیں ہیں جو حق کو تلاش کرتے ہیں اور جب حق واضح ہو جاتا ہے تو اسے پہچان کر قبول کر لیتے ہیں اور اسے سینے سے لگا لیتے ہیں۔

فَاِنَّهُمْ لَا یُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ (الانعام)

"تو وہ نہیں جھٹلاتے آپ کو بلکہ یہ ظالم (دراصل) اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں"۔

اس سلسلہ میں اس واقعہ سے تمہاری تسلی ہو جائے گی۔

ولید بن مغیرہ اخنس بن شریق کے پاس آیا اور پوچھا جو کچھ تو نے محمد ﷺ سے سنا ہے اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اخنس نے کہا میں کیا کہوں؟ آل عبدالمطلب نے کہا حجابہ (1) ہمارے پاس ہے، ہم نے کہا ٹھیک ہے انہوں نے کہا سدانۃ (2) ہمارے پاس ہے ہم نے کہا ٹھیک ہے۔ انہوں نے کہا سقایۃ (3) ہمارے پاس ہے، ہم نے کہا ٹھیک ہے۔

اب وہ کہتے ہیں ایک نبی بھی ہم میں سے ہے جس پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اللہ کی قسم میں تو کبھی بھی ایمان نہیں لے آؤں گا۔

ایسے لوگوں کی جماعت قرآن پر ایمان نہیں لائی۔ ان کے پاس عذر بھی نہیں اور کوئی دلیل بھی نہیں۔ ان کے پاس عذر کہاں سے آئے۔ حالانکہ معجزہ کا چیلنج ان کے کانوں کو کھٹکھٹا رہا ہے۔ اور وہ خاموش بیٹھے ہیں۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ (ہود:13)

"آپ فرمایئے (اگر ایسا ہے) تو تم بھی لے آؤ دس سورتیں اس جیسی گھڑی ہوئی"۔

تم بھی قرآن کی سورتوں جیسی سورتیں گھڑ کر کے لے آؤ لیکن وہ ایسا نہ کر سکے یہاں تک کہ مسیلمہ جیسا شخص جس نے نبوت کا (جھوٹا) دعوی کیا تھا۔ وہ بھی قرآن کے مقابلے میں کچھ نہ کہہ سکا بلکہ اس کو اقرار کرنا پڑا کہ قرآن آسمانی وحی ہے۔ اس نے کچھ کلام گھڑنے کی کوشش کی لیکن وحی کے چیلنج کا جواب نہ دے سکا

وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ (البقرۃ:23)

"اور اگر تمہیں شک ہو اس میں جو ہم نے نازل کیا اپنے (برگزیدہ) بندے پر تو لے آؤ ایک سورت اس جیسی اور بلا لو اپنے حمایتیوں کو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو پھر اگر ایسا نہ کر

1۔ حجابہ: کعبہ شریف کی دربانی 2۔ سدانۃ: کعبہ شریف کی خدمت 3۔ سقایۃ: حاجیوں کو پانی پلانا

سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے تو ڈرو اس آگ سے''۔

قرآن نے انہیں للکارا کہ ایسا کر دکھاؤ ساتھ ہی قرآن نے فرمایا کہ تم سے ایسا نہیں ہو سکے گا اور واقعی ان سے یہ کام نہ ہو سکا کیا یہ بات عجیب نہیں تعجب کی بات ہے چیلنج قبول کرنا اور مقابلہ کرنا تو ان کی عادت تھی لیکن قرآن کے مقابلے میں وہ کچھ بھی نہ کر سکے حیرت کی بات ہے وہ زبان و بیان کے ماہر تھے لیکن اب بیان کے آگے مبہوت ہو گئے ہیں۔

عجیب بات ہے دعوت اسلام کو ختم کرنے کے لئے انہوں نے سارے جتن کئے لیکن زبان و بیان کے باب میں چپ سادھ لی۔

تعجب ہے ان کے ماہرین کلام و بیان اور ملک سخن کے تاجور تو مسلمان ہو گئے جس طرح کہ حسان بن ثابت، خنساء، بجیر، کعب، حطیہ اور لبید تو مسلمان ہو گئے۔

یہی حضرات لغت کے ماہر اور دقیقہ شناس تھے۔ ان میں سے بعض کی زبان تلوار سے بھی زیادہ تیز تھی۔ اس کے باوجود قرآن کے سامنے سکوت اور تسلیم کے سوا ان سے کچھ نہ ہو سکا۔

کیا یہ عجب بات نہیں کہ جب عکاظ کے بازار میں حسان بن ثابت نے شعر کہے تو خنساء نے اسے کہا تو نے آٹھ مقامات پر غلطی کی ہے۔ شعر درج ذیل ہیں۔

لنا الجفنات الغر يلمعن في الضحى　　واسيافنا يقطرن من نجدة دما

ولدنا بني العنقاء وابني محرق　　فاكرم بنا خالا واكرم بنا ابنما

ہمارے پاس بڑی بڑی دیگیں ہیں جن کی پیشانیاں روشن ہیں اور چاشت کے وقت ان کے ماتھے چمکتے ہیں۔

حسان بن ثابت نے پوچھا کیسے غلطیاں کی ہیں؟ خنساء نے کہا کہ تو نے جفنات کہا حالانکہ ان کا اطلاق دس سے لے کم پر ہوتا ہے اگر تم جفان کہتے تو یہ کثرت پر دلالت کرتا۔

تو نے لفظ غرا استعمال کیا ہے حالانکہ غرّہ پیشانی میں سفیدی کے لئے استعمال ہوتا ہے اگر تم لفظ بیض استعمال کرتے تو اس میں زیادہ وسعت ہوتی تو نے یلمعن کہا ہے حالانکہ یہ اس چمک کے لئے آتا ہے جو کبھی ظاہر ہوتی ہے اور کبھی چھپ جاتی ہے اگر تم اس کی جگہ یشرقن کہتے تو زیادہ اچھا ہوتا کیونکہ اشراق میں لمعان کی نسبت دوام پایا جاتا ہے۔ تو نے لفظ ضحیٰ استعمال کیا ہے اگر عشیہ کہتے تو زیادہ مناسب تھا کیونکہ رات کے وقت زیادہ مہمان آتے ہیں تو نے اسیافنا کہا ہے حالانکہ سیف اسیاف دس سے کم کے لئے آتا ہے۔ اگر اسیاف کی جگہ سیوف کہتے تو یہ کثرت پر دلالت کرتا تو نے یقطرن کہا ہے جو قتل کی قلت پر دلالت کرتا ہے۔ اگر یجرین کہتے تو خون کے بہنے کی وجہ سے کثرت قتل پر دلالت کرتا۔

تو نے دما کا لفظ بولا ہے اگر الدماء کہتے تو یہ کثرت پر دلالت کرتا۔ تو نے اپنی اولاد پر فخر کیا ہے جن کی تم اولاد ہو ان پر فخر کرنا زیادہ مناسب تھا۔

یہ وہ شاعرہ ہے جو فن تنقید کی ماہرہ ہے جس نے اپنے بھائی صخر کی موت پر رونے کی حد کر دی تھی اسلام کی خاطر اس کے چار بیٹے ایک ہی معرکہ میں شہید ہوئے لیکن اسکا ایک آنسو تک نہ نکلا بلکہ اللہ کا شکر ادا کیا کیونکہ وہ قرآن پاک پر ایمان لا چکی تھی اور قرآن نے اس کے دل کی دنیا ہی بدل ڈالی ہے۔

عرب کے مسلمانوں اور کافروں نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ جس قرآن کی تلاوت وہ سنتے ہیں یہ کسی بشر کا کلام نہیں آیئے دیکھتے ہیں۔

حضرت ابوبکر عرب کے انساب، لغات اور اشعار کے ماہر تھے ایک مرتبہ بنی حنیفہ کے کچھ لوگ آپ کے پاس آئے آپ نے فرمایا مسیلمہ کذاب کے کلام کے بارے میں تمہیں کچھ معلوم ہے انہوں نے کچھ کلام سنایا آپ نے فرمایا خدا کی پناہ یہ رب کا کلام نہیں ہوسکتا یہ شخص تمہیں کہاں لے جانا چاہتا ہے ؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس بات سے پتہ چلا کہ آپ کے نزدیک قرآن اللہ کا کلام ہے۔

(ب) ولید بن مغیرہ مخزومی نبی پاک ﷺ کی خدمت میں آیا سرکار نے اسے قرآن پڑھ کر سنایا جس سے ولید کی حالت بدل گئی جب یہ بات ابوجہل کو معلوم ہوئی وہ ولید کے پاس آیا اور کہنے لگا اے میرے چچا تمہاری قوم کا ارادہ ہے تیرے لئے بہت سا مال جمع کریں تاکہ تو (مال کے لالچ کے وجہ سے) محمد ﷺ کے پاس نہ جائے اور ان کے کلام کی طرف توجہ نہ دے ولید نے کہا قریش جانتے ہیں کہ میرے پاس سب سے زیادہ مال ہے۔

ابوجہل نے کہا پھر کوئی ایسی بات کرو جس سے تمہاری قوم کو پتہ چل جائے کہ تم محمد ﷺ سے بیزار ہو۔ ولید نے کہا کیا کہوں؟ بخدا میں تم سے زیادہ شعر سے واقف ہوں۔ رجز، قصیدہ اور جنوں کے اشعار جانتا ہوں۔ اللہ کی قسم جو وہ کلام سناتے ہیں وہ کلام ان جیسا نہیں بے شک محمد ﷺ میں اترنے والے کلام میں مٹھاس ہے اس میں تازگی ہے اس کا بالائی حصہ پھل والا ہے اور اس کا تنا کثیر شاخوں والا ہے بے شک یہ کلام غالب آئے گا۔ مغلوب نہیں ہوگا۔ اور راہ میں حائل ہونی والی ہر چیز کو کچل کر رکھ دیگا۔

ابوجہل نے کہا اس تبصرے پر تمہاری قوم خوش نہیں ہوگی ولید نے کہا پھر مجھے کچھ سوچنے کی مہلت دو طویل سوچ بچار کے بعد اس نے کہا یہ (کلام) جادو ہے جو اپنا اثر دکھاتا ہے۔

حج کا زمانہ تھا سارے قریش اکٹھے بیٹھے تھے ولید نے انہیں کہا وفود عرب (حج کے لئے) آنے والے ہیں محمد ﷺ کے بارے میں کوئی ایک متفقہ رائے قائم کرلو تاکہ تم ایک دوسرے کو جھٹلاتے نہ رہو۔

قریش نے کہا ہم کہیں گے محمد (فداہ امی وابی) کاہن ہے۔ ولید نے کہا نہیں بخدا وہ کاہن نہیں نہ اس کے کلام میں کاہنوں جیسی گنگناہٹ ہے نہ سجع ہے۔

قریش نے کہا ہم کہیں گے وہ مجنون ہے۔

ولید نے کہا وہ مجنون بھی نہیں ان کے اعضا میں نہ از خود کپکپاہٹ ہوتی ہے اور نہ وسوسہ پایا جاتا ہے۔

قریش نے کہا ہم کہیں گے وہ شاعر ہے۔

ولید نے کہا نہیں وہ شاعر بھی نہیں کیونکہ ہم شعر کو جانتے ہیں۔ رجز کیا ہوتا ہے ھزج، قریض، مبسوط اور مقبوض سب اصناف شعر سے ہم واقف ہیں ان کا کلام کسی صنف کے تحت بھی نہیں آتا۔

قریش نے کہا پھر بتاؤ کیا کہیں؟

ولید نے کہا ان میں سے جو بھی تم نے کہا وہ سچ نہیں ہوگا۔ اگر کہنا ہی ہے تو ساحر (جادوگر) کہو کیونکہ یہ قریب ترین لفظ ہے کہو کہ وہ اپنے جادو کی وجہ سے باپ، بیٹے، بھائی، مرد اور عورت اور قبائل کے درمیان جدائی ڈال دیتا ہے۔ یہ طے کر کے وہ مختلف راستوں پر بیٹھ کر لوگوں کو آگاہ کرتے۔

کفار کا یہ احساس قرآن پاک کے منجانب اللہ ہونے کی علامت ہے وحی نے خود ہی انہیں للکارا ہے اس وقت سے لے کر اب تک ان کا عجز بتا رہا ہے کہ کسی کافر کے پاس کوئی دلیل اور عذر باقی نہیں۔

کچھ لوگ پاکیزہ فطرت ہوتے ہیں نور کی پہلی کرن پڑتے ہی ان کی فطرت جگمگا اٹھتی ہے اور کچھ لوگوں کی فطرت میں پیچیدگی اور وہم ہوتا ہے۔ خواہ یہ پیچیدگی اور وہم موروثی ہو یا غلط سوچ کی وجہ سے ہو۔

ایسے لوگوں سے ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ فیصلہ کرنے سے پہلے کسی چیز کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرو جب اس شے کا علم ہو جائے تو اس پر بحث کرو پھر وہ لوگ دیکھیں گے کہ نشانیاں بالکل واضح اور معجزات مکمل طور پر پختہ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی مبارک زندگی اعلان نبوت سے پہلے اور بعد نزول قرآن سے پہلے اور بعد کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو انسان اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ قرآن وحی الٰہی اور حضور اللہ کے نبی ہیں۔

ایک ایسا شخص جس نے چالیس سالہ زندگی میں کوئی ایسی بات نہیں کی جو دین سے متعلق ہو۔ نہ کہیں پڑھا نہ کچھ لکھا۔ نہ علم حاصل کیا نہ کسی قسم کی کتاب کا مطالعہ کیا پھر گھرانہ بھی وہ ہے جو پڑھا لکھا نہیں لیکن ایسا شریف گھرانہ جو نبوت اور رسالت کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں رکھتا یعنی ایسے نتائج سے پہلے تمہید کوئی نہیں۔ لیکن پھر بھی (جب قرآن اترتا ہے تو) قرآن کی تلاوت کی جارہی ہے دین قائم کیا جارہا ہے۔ اور اس قرآن کے اسرار سے مفاہیم بدلے جارہے ہیں۔ وہ قرآن جس نے

مشرکین کو للکارا تو وہ خاموش ہو گئے قرآن نے اسی چیز کو نبوت کی دلیل کے طور پر ذکر کیا ہے جس کے بعد شکوک ختم ہو جاتے ہیں۔

وَ مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ۝۴۸ (العنکبوت)

''اور نہ آپ پڑھ سکتے تھے اس سے پہلے کوئی کتاب اور نہ ہی اسے لکھ سکتے تھے اپنے دائیں ہاتھ سے (اگر آپ لکھ پڑھ سکتے) تو ضرور شک کرتے اہل باطل''۔

وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ۝۱۰۳ (النحل)

''اور ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ انہیں تو یہ قرآن ایک انسان سکھاتا ہے۔ حالانکہ اس شخص کی زبان جس کی طرف سے یہ تعلیم قرآن کی نسبت کرتے ہیں عجمی ہے اور یہ قرآن فصیح و بلیغ عربی زبان میں ہے''۔

وَ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَ لِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَ لِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۝۱۰۵

''اور اسی طرح ہم طرح طرح سے بیان کرتے ہیں (توحید) کی دلیلوں کو تاکہ بول اٹھیں یہ لوگ کہ آپ نے خوب پڑھ سنایا ہے تاکہ ہم واضح کر دیں اس کو اس قوم کے لئے جو علم رکھتی ہے''۔ (الانعام)

قرآن کو سمجھنے والا سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہ قرآن جہالت کی پیداوار ہے بلکہ یہ قرآن تو علم کا احاطہ کئے ہوئے ہے معجزہ میں یہی راز ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب کافروں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی شخص سے علم حاصل کیا ہے حالانکہ تاریخ گواہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کے پاس کچھ نہیں پڑھا سارا زمانہ جانتا ہے قرآن سارے کا سارا علم اور حکمت ہے پتہ چلا کہ قرآن وحی کی پیداوار ہے یہاں دو پہلوؤں سے اسکی تاکید ضروری ہے۔

(۱) کافروں کا بھی اس بات پر یقین ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب تک اعلیٰ علم نہ ہو اس وقت تک ایسا کلام ممکن نہیں۔ معنی وحی بھی ان کی سمجھ میں اس لئے نہیں آتا کیونکہ آپ نے کسی کے پاس پڑھا نہیں اور جب یہ ثابت ہو جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ کسی کے پاس پڑھا ہے نہ کسی سے کوئی علم سیکھا ہے تو ان کے پاس اس کتاب کو وحی کی طرف منسوب کئے بغیر کوئی چارہ نہیں رہتا ہر شخص جانتا ہے کہ آپ نے کسی شخص کے پاس کچھ نہیں پڑھا کیونکہ مکہ میں اس وقت صرف دو ہی عالم تھے ایک ورقہ بن نوفل اور دوسرے حداد، حداد کا تعلق عجم سے تھا۔ اس دور کی عمومی اور دینی ثقافت کا یہ حال تھا کہ دینی

کتب فقط دینی پیشواؤں کے پاس ہوتی تھیں مترجم کتب کا تصور تک نہ تھا نیز ان میں سے کسی کے پاس بھی حصول علم کے لئے رسول اللہ کی حاضری ثابت نہیں خواہ وہ ورقہ بن نوفل ہو یا حداد عجمی۔ تمام نصوص اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالی نے ہی اپنے بندے کو علم سکھایا ہے۔

(۲) نبوت کا دارو مدار صدق پر ہے لوگوں نے آپ کی پیروی اس لئے کی کہ آپ صادق ہیں۔ آپ ﷺ کے پاس بیٹھنے والے اگر ذرہ بھر بھی مشکوک چیز دیکھتے تو آپ کا انکار کر دیتے اور اس مشکوک چیز کا خوب ڈھنڈورا پیٹتے آپ جانتے ہیں کہ وہ کیسا معاشرہ تھا۔

جب قرآن نے واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ حضور ﷺ نے کسی شخص سے کچھ نہیں پڑھا اور آپ کے ارد گرد رہنے والے لوگ آپ کے بچپن، جوانی اور بڑھاپے سے اچھی طرح واقف تھے اگر وحی کے علاوہ آپ کی دیگر معلومات ہوتیں تو وہ لوگ ضرور شک کرتے اور اگر قرآن حضور علیہ السلام کی طرف سے ہوتا تو قرآن کا اتنا انکار نہ کیا جاتا جتنا اس وقت کیا گیا تھا۔

جب تاریخ اور واقعاتِ حال کی شہادت نے یہ ثابت کر دیا کہ قرآن کی تعلیم بشریت کی جانب سے نہیں تو اب وحی کو تسلیم کر لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

(ب) اگر انسان قرآن پاک کو انتہائی گہری نظر اور احتیاط سے پڑھے اور اس کی علم وحکمت والی آنکھ بھی کھلی ہو۔ تو انسان یقیناً اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ قرآن وحی الٰہی ہے۔ اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ ان آثار کو دیکھنے کے بعد آپ بھی ہمارے ساتھ اتفاق کریں گے۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں۔ نزول قرآن کے وقت آپ کے قریب سے شہد کی مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ کی آواز آتی تھی۔

ایک دن آپ پر وحی اتری آپ کچھ دیر ٹھہرے رہے جب آثار وحی ختم ہوئے آپ نے پڑھا۔

''قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ'' بے شک مومن فلاح پا گئے۔ آپ نے دس آیات کی تلاوت فرمائی اور فرمایا جس نے ان دس آیات کو قائم رکھا جنت میں جائے گا۔ پھر آپ نے قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھائے اور اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا۔ اے اللہ! ہمیں زیادہ عطا فرما کمی نہ فرما ہمیں عزت عطا فرما ذلت سے بچا ہمیں اپنی عطا سے محروم نہ فرما ہمیں ترجیح عطا فرما ہمارے اوپر کسی کو ترجیح نہ دے۔

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ پر نزول وحی ہو رہا ہوتا ہم میں سے کوئی بھی آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھا یہاں تک کہ وحی کا نزول ختم ہوتا۔

(ایک اور روایت کے) الفاظ ہیں جب حضور ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہوتی تھی آپ پر کپکپی

طاری ہو جاتی تھی ایک روایت میں ہے آپ پر سخت لمحات آ جاتے رخ انور کی رنگت بدل جاتی آنکھیں بند ہو جاتیں۔اور کبھی سرکار کے منہ مبارک سے ایسی آواز نکلتی جس طرح اونٹ کے بچے کے منہ سے نکلتی ہے۔(مسلم شریف)

حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں۔

جب حضور ﷺ پر کوئی سخت سورت نازل ہوتی آپ پر اس سورت کی سختی اور شدت کے مطابق کرب طاری ہو جاتا اور جب کوئی نرم سورت نازل ہوتی تو اس کی نرمی کے مطابق شدت میں کمی آ جاتی

بخاری شریف میں حضرت عائشہ کی روایت میں ہے۔جب نزول وحی ختم ہوتا سخت سردی کے دنوں میں بھی آپ ﷺ کی پیشانی مبارک سے پسینے کے قطرے ٹپک رہے ہوتے تھے اس حالت سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن وحی ربانی ہے اور اس کے نزول کے وقت یہ کیفیت ہوتی ہے وگرنہ عام حالات میں اس کیفیت کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔

کیونکہ عام حالات میں (سرد دنوں میں) پسینہ نہیں آتا کبھی کبھی سورتوں کا نزول طویل ہو جاتا تھا جس طرح سورۃ الانعام یا کبھی کبھی کسی تاریک ترین اور نازک ترین مسئلہ کے بارے میں وحی اترتی جس طرح کہ وراثت کے احکام۔یہ کیفیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قرآن پاک ذات مصطفیٰ علیہ السلام کی پیداوار نہیں۔

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم)

''نہیں ہے یہ مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے''۔

اسی طرح اگر انسان نص قرآنی کو غور سے پڑھے تو ایک ہی نتیجہ سامنے آتا ہے کہ یہ نص کسی بشر کا کلام نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔

کلام ربانی ہمارے پاس ہے،ہم اس کے کچھ خصائص اور معانی پیش کرتے ہیں پتہ چل جائے گا کہ یہ کلام اپنے خالق کی ذات پر سب سے زیادہ دلالت کرنے والا کلام ہے اور یہ کلام طالب حق کی تسلی کے لئے کافی ہے۔

درج ذیل طریقے سے ہماری پیشکش زیادہ مؤثر ہوگی خود صاحب قرآن (محمد عربی ﷺ) قرآن کے سب سے بڑے عالم ہیں قرآن کے خصائص و وجوہ اعجاز کا بیان بھی ذات رسالت کو ہی زیبا ہے۔

قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے بہت سی آیات ایسی نظر آتی ہیں جو قرآن پاک کی صفات اور خصوصیات کی وضاحت کرتی ہیں اگر ہم ان آیات میں غور و فکر کریں تو بہت عمدہ طریقے سے خصائص قرآن مجید سمجھ سکتے ہیں بڑی سہولت سے ان معانی کا احاطہ کیا جا سکتا ہے انشاء اللہ ہم ہر خاصیت کے

ساتھ اس کی دلیل پیش کریں گے تاکہ مذبذب دل مطمئن ہو جائیں اور مومنین کے دل غیر متزلزل علم سے مسرور ہو جائیں۔

وَّ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۝ (الحج)

''نیز اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ جان لیں وہ لوگ جنہیں علم بخشا گیا ہے کہ کتاب حق ہے آپ کے رب کی طرف سے تاکہ ایمان لے آئیں اس کے ساتھ اور جھک جائیں اس (کی سچائی) کے آگے ان کے دل۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ ہدایت دینے والا ہے ایمان والوں کو راہ راست کی طرف''۔

(۱) بعض لوگ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے سمجھتے ہیں کہ قرآنی سورتوں کے درمیان ربط نہیں اور آیات کا بھی آپس میں تعلق نہیں اگرچہ بعض آیات میں یہ تعلق ہوتا ہے لیکن بحیثیت مجموعی اس اسلوب کا فقدان ہے۔

جس طرح کسی ایک سورت کے بارے میں ان کا خیال ہے لگ بھگ سارے قرآن کے بارے میں بھی ان کی یہی رائے ہے کہ سورت کا سورت کے ساتھ اور ساری سورتوں کا آپس میں کوئی ربط نہیں

یہ خیال بہت بڑی جہالت کا نتیجہ اور نظر وفکر کی خامی کی پیداوار ہے قرآن ایسا نہیں ہر سورت کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ترتیب رکھی ہے اور ساری سورتیں اللہ تعالیٰ نے مرتب فرمائی ہیں۔

رسول مکرم ﷺ کو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم دیا جاتا کہ یہ آیات فلاں سورت میں رکھی جائیں اور یہ سورت قرآن پاک میں فلاں جگہ رکھی جائے۔

ہر سورت میں آیات کی ترتیب اور سارے قرآن میں سورتوں کی ترتیب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ''علیٌ حکیمٌ'' ہے اور اس نے اپنی کتاب کی تعریف بھی انہی الفاظ کے ساتھ کی ہے۔

وَ اِنَّهٗ فِيْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ۝ (الزخرف)

''اور بے شک یہ قرآن ہمارے لوح محفوظ میں ثبت ہے اونچی شان والا حکمت سے لبریز''۔

غیر اللہ کا کوئی کلام بھی کلام اللہ سے زیادہ منظم ومرتب نہیں۔

نمونے کے طور پر دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

ایک نمونہ قرآنی سورتوں کے درمیان ربط کا۔ اور دوسرا نمونہ سورتوں کا باہم تعلق۔

پہلی مثال

قرآن کریم کی سورۃ ''ق'' کی ابتداء اس طرح ہو رہی ہے۔

قٓ ۚ وَ الْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۞ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۞ ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۞ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَ عِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۞ (ق)

''قاف، قسم ہے قرآن مجید کی (کہ میرا سچا رسول ہے) مگر یہ (نادان) حیران ہیں اس بات پر کہ آیا ہے ان کے پاس ڈرانے والا ان میں سے تو کہنے لگے کفار کہ یہ تو بڑی عجیب وغریب بات ہے۔ (وہ کہتے ہیں) کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے (تو پھر زندہ کئے جائیں گے) یہ واپسی تو (عقل) سے بعید ہے ہم خوب جانتے ہیں جو زمین ان کے جسموں سے گھٹاتی ہے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے''۔ (جمال القرآن از پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

پہلی آیت میں سورت کی ابتداء ایک مقدمہ سے ہو رہی ہے۔ اس کے بعد حرف ''بل'' آ رہا ہے پھر کافروں کی بات کی جا رہی ہے موت کے بعد اٹھنے اور اس سے ڈرانے والے کی آمد پر کفار کے تعجب کی بات ہو رہی ہے پھر یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ اس بات کو ناممکن خیال کرتے ہیں اس کے بعد ان کا رد کیا جا رہا ہے کہ اگرچہ وہ مٹی ہو جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ مٹی نے ان کے جسم سے کیا کیا کھایا ہے جب اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے تو انہیں دوسری مرتبہ پیدا کرنے میں کیا مشکل رہ جاتی ہے۔

پھر ایک تسلی بخش اختصار کے ساتھ سورۃ کا مقطع ذکر کیا۔ کافروں پر اشکال وارد کرتے ہوئے۔ اسی مقطع پر انتہا کی تا کہ نئے مقطع سے ابتداء کی جائے۔ اس کی ابتداء میں بھی حرف "بل" ذکر کیا۔ جس طرح پہلے حرف ''بل'' ذکر کیا تھا۔ اس میں بھی کفار کے بارے میں کلام فرمایا۔ اور پہلے مقطع کیطرح ان پر بھی رد فرمایا۔

بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۞ (ق)

''بلکہ انہوں نے جھٹلایا (دین) حق کو جب وہ ان کے پاس آیا پس (اس وجہ سے) وہ بڑی الجھن میں پھنس گئے ہیں''۔ (جمال القرآن از پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

کفار کا نقطہ نظر وحی نے اس طرح بیان کیا ہے انہیں رسول (پاک) نے خطرے سے آگاہ فرمایا جو روز حشر پیش آنے والا تھا۔ پھر اس پر رد فرمایا۔

أَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا إِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَ زَيَّنّٰهَا وَ مَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝ وَ الْأَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ أَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَ أَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝ تَبْصِرَةً وَّ ذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝ وَ نَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَأَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّ حَبَّ الْحَصِيْدِ ۝ وَ النَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَ أَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ۝ (ق)

''کیا انہوں نے نہیں دیکھا آسمانوں کی طرف جو ان کے اوپر ہے ہم نے اسے کس طرح بنایا ہے اور اسے کیسے آراستہ کیا ہے اور اس میں کوئی شگاف نہیں اور زمین کو ہم نے پھیلا دیا اور جما دیئے اس پر بڑے بڑے پہاڑ اور اگادی ہیں اس میں ہر قسم کی رونق افزاء چیزیں یہ آثار (قدرت) بصیرت افروز اور یاد دہانی ہیں ہر اس بندے کے لئے جو اپنے رب کی طرف مائل ہے اور ہم نے اتارا آسمان سے برکت والا پانی پس ہم نے اگائے اس سے باغات اور اناج جس کا کھیت کاٹا جاتا ہے اور کھجور کے لمبے لمبے درخت جنکے گچھے (پھل سے) گندھے ہوتے ہیں۔ بندوں کی روزی کے لئے اور ہم نے زندہ کر دیا اس پانی سے مردہ شہر یونہی (روز محشر ان کا) نکلنا ہوگا''۔

(جمال القرآن از پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یہ رد کا پہلا جز ہے۔ اس میں اس بات کا بیان ہے۔ کہ کفار نے قرآن میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور اسکی قدرت سے اعراض کیا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں باران رحمت سے بنجر زمینوں کی آباد کاری کا منظر دکھایا ہے۔ جس طرح بارش سے نباتات زمین سے نکل آتی ہیں۔ اسی طرح انسانوں کا خروج بھی ہوگا۔

ان کی روگردانی کے بعد دو کلموں کے ساتھ ان پر ایسا رد کیا جا رہا ہے جس کے آگے چارۂ لب کشائی نہیں یہ سب کچھ ان لوگوں کے لئے ہے۔ جو موت کے بعد حیات کو ناممکن خیال کرتے ہیں اور جنہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو جھٹلایا۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ أَصْحٰبُ الرَّسِّ وَ ثَمُوْدُ ۝ وَ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ وَ إِخْوَانُ لُوْطٍ ۝ وَّ أَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ وَ قَوْمُ تُبَّعٍ ۭ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ۝ أَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ (ق)

''حق کو جھٹلایا تھا ان (اہل مکہ) سے پہلے قوم نوح، اہل رس اور ثمود اور (جھٹلایا تھا) عاد، فرعون، اور قوم لوط نے نیز ان کے باشندوں اور قوم تبع نے ان سب نے جھٹلایا تھا

رسولوں کو پس پورا ہو گیا (ہمارا) عذاب کا وعدہ تو کیا ہم تھک گئے ہیں پہلی مرتبہ مخلوق کو پیدا کر کے''۔

اس مقطع کی ابتداء میں بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ کے الفاظ آئے ہیں پہلے رد اور اس کے تتمہ کو ہم نے دیکھ لیا۔ اب قرآن اشارہ کرتے ہوئے فرما رہا ہے جس طرح انہوں نے تکذیب کی ہے ان سے پہلے بھی لوگوں نے ایسا ہی کیا تھا۔

تکذیب کرنے والوں کی خواہش ہمیں بتا کر (ہمیں کہا جا رہا ہے کہ ہم) ان کی اس حرکت تکذیب پر حیرت اور تعجب کا اظہار کریں اَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ کہہ کر ان پر حجت قائم کی جارہی ہے کہ جب انسان کو پہلی مرتبہ بھی اللہ نے ہی پیدا فرمایا ہے اس تخلیق نے اسے عاجز بھی نہیں کیا اور تھکا یا بھی نہیں کیا وہ تمہیں دوسرے مرتبہ پیدا کرنے سے عاجز آ جائے گا۔

مقطع ثالث کی ابتداء کے لئے مقطع ثانی ختم کیا جا رہا ہے اور مقطع ثالث کی ابتداء بھی حرف ''بل'' سے کی جارہی ہے اس میں نفس مضمون بیان کیا جا رہا ہے۔

بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ١٥ (ق)

''بلکہ یہ کفار از سر نو پیدا ہونے کے بارے میں شک میں ہیں''۔

کافروں کو دوسری مرتبہ پیدا ہونے میں شک ہے۔

اس کا رد دو مرحلوں میں آ رہا ہے۔ ہر مرحلے کی ابتداء میں ''ولقد'' آ رہا ہے جس طرح کہ مقطع اول میں جواب کی ابتداء میں ''قد'' آیا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۖ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ
حَبْلِ الْوَرِيْدِ ١٦ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ١٧ مَا
يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ١٨ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۖ
ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ١٩ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ۖ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ٢٠ وَ
جَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ٢١ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا
فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ٢٢ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا
لَدَيَّ عَتِيْدٌ ٢٣ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ٢٤ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ
مُّرِيْبٍ ٢٥ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ٢٦ قَالَ
قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ٢٧ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ

وَ قَدْ قَدَّمْتُ اِلَیْکُمْ بِالْوَعِیْدِ۝ مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَ مَآ اَنَا بِظَلَّامٍ
لِّلْعَبِیْدِ۝ یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَ تَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ۝ وَ
اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ غَیْرَ بَعِیْدٍ۝ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِیْظٍ۝
مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبِۣ۝ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ
یَوْمُ الْخُلُوْدِ۝ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ فِیْهَا وَ لَدَیْنَا مَزِیْدٌ۝ وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ
مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِی الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِیْصٍ۝ اِنَّ فِیْ
ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِیْدٌ۝ (ق)

"اور بلاشبہ ہم نے ہی انسان کو پیدا فرمایا اور ہم خوب جانتے ہیں اس کا نفس جو وسوسے ڈالتا ہے اور ہم اس سے شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں جب (اس کے اعمال کو) لے لیتے ہیں دو لینے والے (ان میں سے) ایک دائیں جانب اور (دوسرا) بائیں جانب بیٹھا ہوتا ہے وہ نہیں نکالتا اپنی زبان سے کوئی بات مگر اس کے پاس ایک نگہبان (لکھنے کے لئے) تیار ہوتا ہے۔ اور آ پہنچی موت کی بے ہوشی سچ مچ (اے نادان) یہ ہے وہ جس سے تو دور بھاگا کرتا تھا۔ اور صور پھونکا جائے گا۔ یہی وعید کا دن ہوگا اور حاضر ہوگا ہر شخص اس طرح کہ اس کے ہمراہ ایک (اسے) ہانکنے والا اور ایک گواہ ہوگا۔ تو (عمر بھر) غافل رہا اس دن سے پس ہم نے اٹھا دیا تیری آنکھوں سے تیرا پردہ سو تیری بینائی آج بڑی تیز ہے۔ اور کہے گا اس کا (عمر بھر کا) ساتھی یہ اعمالنامہ جو میرے پاس تھا بالکل تیار ہے جہنم میں جھونک دو ہر کافر سرکش کو جو سختی سے روکنے والا تھا نیکی سے حد سے بڑھنے والا شک کرنے والا تھا۔ یہ وہ مرحلہ ہے جس میں انسان کی پیدائش کا ذکر ہے۔ اسی مرحلہ میں ان کے شکوک پر رد کیا جا رہا ہے اس مرحلے میں ان چیزوں کا بیان ہے ہر ایک دل میں جو کچھ کھٹکتا ہے اس کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے انسان پر فرشتے نگران ہیں انسان کو موت کی یاد دلائی جا رہی ہے کافروں کے لئے دردناک ٹھکانہ ہے مومنین کے لئے چمکدار (خوشگوار) ٹھکانہ ہے اور یہ مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کیطرف سے وعدہ ہے۔ اس اعلان کے ساتھ اس مرحلے کا خاتمہ کیا جا رہا ہے کہ ہر انسان کے سینے میں دل ہے اور وہ انسان جو یکسوئی سے اس (بیان) میں غور و فکر کرتا ہے اس کی نصیحت کے لئے یہی بیان کافی ہے"۔

ان کی تردید کا دوسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے سورت ختم ہونے پر اس مرحلے کا اختتام ہوتا ہے۔

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ۖۗ وَّ مَا مَسَّنَا مِنْ

لُغُوْبٍ ﴿۳۸﴾ فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ
قَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾ وَ مِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ وَ اسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ
الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِیْبٍ ﴿۴۱﴾ یَّوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ یَوْمُ
الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْیٖ وَ نُمِیْتُ وَ اِلَیْنَا الْمَصِیْرُ ﴿۴۳﴾ یَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ
عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَیْنَا یَسِیْرٌ ﴿۴۴﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ وَ مَاۤ اَنْتَ
عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ ﴿۴۵﴾ (ق)

''اور ہم نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں اور ہمیں تھکن نے چھوا تک نہیں پس آپ صبر فرمائیے ان کی (دل دکھانے والی) باتوں پر اور پاکی بیان کیجئے اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے۔ اور رات کے وقت بھی اس کی پاکی بیان کیجئے اور نمازوں کے بعد بھی اور کان کھول کر سنو اس دن کے بارے میں جب پکارنے والا قریب سے پکارے گا جس دن سنیں کے سب لوگ ایک گرجدار آواز بالیقین۔ وہی دن (قبروں سے) نکلنے کا دن ہوگا۔ بیشک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری طرف ہی (سب نے) لوٹنا ہے۔ جس روز زمین پھٹ جائے گی ان کے اوپر سے جلدی سے نکل پڑیں گے یہی حشر ہے یہ ہمارے لئے بالکل آسان ہے ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں پس آپ نصیحت کرتے رہئے اس قرآن سے ہر اس شخص کو جو (میرے) عذاب سے ڈرتا ہے''۔ (جمال القرآن از پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یہاں بیان کیا جارہا ہے کہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان تمام کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور اس نے ان تمام کو ایک مختصر مدت میں پیدا فرمایا ہے اسے کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی اس کلام میں شک کرے والوں پر تسلی بخش رد ہے (نیز یہ کہ) ربّ العالمین انسان کو دوسری مرتبہ پیدا کرنے سے عاجز نہیں۔ کیا اس میں کسی انسان کو شک ہوسکتا ہے؟

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو ان کی باتوں پر صبر کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ (وہ باتیں یہ ہیں)

پہلے مقطع میں ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ ﴿۳﴾۔

دوسرے مقطع میں بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ

تیسرے مقطع میں بَلْ هُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ﴿۱۵﴾

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کو عبادت کا حکم دے رہا ہے اور حضور ﷺ کو یہ یقین دلایا جارہا ہے کہ قیامت کا دن ضرور آئے گا ان (منکرین) کو ضرور اٹھایا جائے گا جو کچھ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔

حضور ﷺ کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ انہیں نصیحت فرماتے رہیں۔

سورت کے آخر میں نبی پاک ﷺ کے لئے خطاب ہے آپ کو بتایا جارہا ہے کہ آپ کا موقف کیا ہونا چاہئے۔

یہ سورت جو ہم نے پیش کی ہے۔اس میں نظم ونسق، ترتیب اور یگانگت بدرجہ اکمل پائی جارہی ہے جب انسان ہٹ دھرم ہو جائے یا روگردانی کرے اور کہے کہ کسی سورت کی آیات میں کوئی ربط نہیں تو یہ اس کی کورذوقی اور عدم بصیرت کی علامات ہیں۔قرآن کا تو کچھ نہیں بگڑتا۔

دوسری مثال

سورۂ واقعہ

قیامت کے ذکر سے اس سورت کا آغاز ہو رہا ہے۔

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ (1) لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ (2) خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ (3)
إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا (4) وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا (5) فَكَانَتْ هَبَاءً
مُّنبَثًّا (6) وَكُنتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً (7) فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحَابُ
الْمَيْمَنَةِ (8) وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ (9) وَالسَّابِقُونَ
السَّابِقُونَ (10) أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ (11) فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ (12) ثُلَّةٌ مِّنَ
الْأَوَّلِينَ (13) وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ (14) عَلَىٰ سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ (15) مُّتَّكِئِينَ عَلَيْهَا
مُتَقَابِلِينَ (16) يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ (17) بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقَ وَ
كَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ (18) لَّا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنزِفُونَ (19) وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا
يَتَخَيَّرُونَ (20) وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ (21) وَحُورٌ عِينٌ (22) كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ
الْمَكْنُونِ (23) جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (24) لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا (25)
إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا (26) وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ (27) فِي سِدْرٍ
مَّخْضُودٍ (28) وَطَلْحٍ مَّنضُودٍ (29) وَظِلٍّ مَّمْدُودٍ (30) وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ (31) وَفَاكِهَةٍ
كَثِيرَةٍ (32) لَّا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ (33) وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ (34) إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ

اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿۳۷﴾ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۳۸﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۰﴾ (واقعہ)

''جب قیامت برپا ہو جائیگی نہیں ہو گا جب یہ برپا ہو گی (اسے) کوئی جھٹلانے والا۔ کسی کو پست کرنے والی کسی کو بلند کرنے والی جب زمین تھرتھر کانپے گی اور ٹوٹ ٹوٹ کر پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے پھر غبار بن کر بکھر جائیں گے اور تم لوگ تین گروہوں میں بانٹ دیئے جاؤ گے پس (ایک گروہ) دائیں ہاتھ والا ہو گا کیا شان ہوگی دائیں ہاتھ والوں کی اور (دوسرا گروہ) بائیں ہاتھ والوں کا ہو گا کیا (خستہ) حال ہو گا بائیں ہاتھ والوں کا اور (تیسرا گروہ ہر کار خیر میں) آگے رہنے والوں کا وہ (اس روز بھی) آگے آگے ہوں گے وہی مقرب بارگاہ ہیں عیش و سرور کے باغوں میں۔ ایک بڑی جماعت پہلوں سے اور قلیل تعداد پچھلوں سے ان پلنگوں سے جو سونے کی تاروں سے بنے ہوں گے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے ان پر آمنے سامنے گردش کرتے ہوں گے ان کے اردگرد نوخیز لڑکے جو ہمیشہ ایک جیسے رہیں گے۔ (ہاتھوں میں) پیالے آفتابے اور شراب طہور سے چھلکتے جام لئے ہوں گے۔ نہ سر درد محسوس کریں گے اس سے اور نہ مدہوش ہوں گے اور میوے بھی (پیش کریں گے) جو وہ جنتی پسند کریں گے اور پرندوں کا گوشت بھی جس کی وہ رغبت کریں گے اور حوریں خوبصورت آنکھوں والیاں (سچے) موتیوں کی مانند جو چھپا رکھے ہوں۔ یہ اجر ہو گا ان نیکیوں کا جو وہ کرتے رہے تھے نہ سنیں گے وہاں لغو باتیں اور نہ گناہ والی باتیں پس ہر طرف سے سلام ہی سلام کی آواز آئے گی۔ اور دائیں ہاتھ والے کیا شان ہوگی دائیں ہاتھ والوں کی بے خار بیریوں میں اور کیلے کے گچھوں میں اور لمبے لمبے سایوں میں۔ اور پانی کی آبشاروں میں اور پھلوں کی بہتات میں۔ نہ وہ ختم ہوں گے اور نہ ان سے روکا جائے گا اور بستر بچھے ہوں گے اونچے اونچے پلنگوں پر۔ ہم نے پیدا کیا ان کی بیویوں کو حیرت انگیز طریقہ سے پس ہم نے بنا دیا انہیں کنواریاں۔ (دل و جان سے) پیار کرنے والیاں، ہم عمر (یہ سب نعمتیں) اصحاب یمین کے لئے ہوں گی ایک بڑی جماعت اگلوں سے اور ایک بڑی جماعت پچھلوں سے ہوگی''۔

اس کے بعد جن کو بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا ان کے لئے جو کچھ تیار کیا گیا ہے وہ بیان کیا جارہا ہے۔

وَ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿۴۱﴾ فِيْ سَمُوْمٍ وَّ حَمِيْمٍ ﴿۴۲﴾ وَّ ظِلٍّ مِّنْ

يَحْمُوْمٍ ۝ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ۝ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ۝ وَ كَانُوْا
يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ۝ وَ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اَئِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ
عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَ
الْاٰخِرِيْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا
الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝ فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا
الْبُطُوْنَ ۝ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۝ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۝ هٰذَا
نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ (واقعہ)

''اور بائیں ہاتھ والے کیسی خستہ حالت ہوگی بائیں ہاتھ والوں کی۔(یہ بدنصیب) جھلستی لو اور کھولتے ہوئے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں ہوں گے نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ آرام دہ۔ بے شک یہ لوگ پہلے بڑے خوشحال تھے اور وہ اصرار کیا کرتے تھے بڑے بھاری گناہ پر اور کہا کرتے تھے کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں بن جائیں گے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا کو بھی (یہ ناممکن ہے) آپ فرمادیجئے بے شک اگلوں کو بھی اور پچھلوں کو بھی سب کو جمع کیا جائے گا۔ ایک مقررہ وقت پر ایک جانے ہوئے دن میں پھر تمہیں اے گمراہ ہونے والو! اے جھٹلانے والو! حکما کھانا پڑے گا زقوم کے درخت سے۔ پس تم بھرو گے اس سے (اپنے) پیٹوں کو پھر پینا پڑے گا اس پر کھولتا پانی۔ اس طرح پیو گے جیسے پیاس کا مارا اونٹ پیتا ہے یہ ان کی ضیافت ہوگی قیامت کے دن''۔ (جمال القرآن از پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

قطعہ اول کی ابتداء اس آیت سے ہو رہی ہے۔

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ۝

''(آج غور کرو) ہم نے ہی تم کو پیدا کیا پس تم قیامت کی تصدیق کیوں نہیں کرتے''۔

یہاں اللہ تعالیٰ انسان کو مخاطب کر کے فرما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس (انسان) کو پیدا فرمایا ہے اور اللہ مطالبہ کر رہا ہے کہ انسان سچ سے کام لے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ روز آخرت کی تصدیق کے بارے میں فرما رہا ہے۔ کیونکہ سابقہ گفتگو ہے ہی قیامت کے بارے میں۔

اس کے بعد نیا قطعہ شروع ہوتا ہے جس میں تصدیق پر قائل کرنے کیلئے انسان کے ساتھ مناقشہ کیا جا رہا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اس قطعے کی چار قسمیں ہیں ہر ایک قسم ''افرایتم'' کے کلمہ سے شروع ہو رہی

ہے۔ ہر قسم انسان کو ایمان باللہ کی طرف اور اس تصدیق کی طرف متوجہ کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ تاکہ اس کے بعد انسان کو روز قیامت پر ایمان نصیب ہو۔

اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿۵۸﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ نَحْنُ
قَدَّرْنَا بَیْنَكُمُ الْمَوْتَ وَ مَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ ﴿۶۰﴾ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَ
نُنْشِئَكُمْ فِیْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَ لَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْ لَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾
اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَوْ نَشَآءُ
لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾
اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ
الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْ لَا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ اَفَرَءَیْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ
تُوْرُوْنَ ﴿۷۱﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ﴿۷۲﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا
تَذْكِرَةً وَّ مَتَاعًا لِّلْمُقْوِیْنَ ﴿۷۳﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ ﴿۷۴﴾ (واقعہ)

"بھلا دیکھو تو جو منی تم ٹپکاتے ہو۔ (اور سچ سچ بتاؤ) کیا تم اس کو (انسان بنا کر) پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں ہم ہی نے مقرر کی تمہارے درمیان موت اور (اس سے) عاجز نہیں۔ کہ تمہاری جگہ تم جیسے اور لوگ پیدا کر دیں اور تم کو ایسی صورت میں پیدا کر دیں جس کو تم نہیں جانتے اور تمہیں اچھی طرح علم ہے اپنی پہلی پیدائش کا تم (اس میں) کیوں غور و خوض نہیں کرتے اور کیا تم نے (غور سے) دیکھا ہے جو تم بولتے ہو (سچ سچ بتاؤ) کیا تم اس کو اگاتے ہو یا ہم ہی اس کو اگانے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اس کو چورہ چورہ بنا دیں۔ پھر تم کف افسوس ملتے رہ جاؤ (ہائے) ہم تو قرضوں کے بوجھ تلے دب کے رہ گئے۔ بلکہ ہم تو ہیں ہی بڑے بدنصیب کیا تم نے (غور سے) دیکھا پانی جو تم پیتے ہو۔ (سچ سچ بتاؤ) کیا تم نے اس کو بادل سے اتارا ہے یا ہم ہی اتارنے والے ہیں اگر ہم چاہتے تو اس کو کھاری بنا دیتے پھر تم کیوں شکر ادا نہیں کرتے کیا تم نے (غور سے) دیکھا ہے آگ کو جو تم سلگاتے ہو (سچ سچ بتاؤ) کیا تم نے اس کے درخت پیدا کیا ہے یا ہم ہی پیدا کرنے والے ہیں ہم نے ہی بنایا ہے اس کو نصیحت اور فائدہ مند مسافروں کے لئے تو (اے حبیب) تسبیح کیجئے اپنے رب عظیم کے نام کی"۔

(جمال القرآن از پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ)

قطعہ ختم ہو گیا اور یہ بات ثابت ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق عظیم ہے اس حقیقت کے ثابت

ہو جانے سے انسان کے پاس سوائے تصدیق کے اور کوئی چارہ ہی نہیں رہتا۔

سورت کا آخری قطعہ یوں شروع ہوتا ہے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۝ وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۝ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ۝ وَ تَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ۝ (واقعہ)

''پس میں قسم کھاتا ہوں ان جگہوں کی جہاں ستارے ڈوبتے ہیں اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے۔ بے شک یہ قرآن ہے بڑی عزت والا۔ ایک کتاب میں جو محفوظ ہے اس کو نہیں چھوتے مگر وہی جو پاک ہیں یہ اتارا گیا ہے رب العالمین کی طرف سے کیا تم اس قرآن کے بارے میں کوتاہی کرتے ہو (اور اسکی بے پایاں برکتوں سے) تم نے اپنا یہی نصیب لیا ہے کہ تم اس کو جھٹلاتے رہو گے''۔

سب سے پہلے تو یہ ثابت ہو رہا ہے۔ کہ جن چیزوں کی قرآن نے خبر دی ہے ان کی تکذیب کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور یہ کہ تکذیب کرنا نافرمانی ہے۔ موت ضرور آئے گی تم میں سے کوئی بھی موت کو نہیں ٹال سکتا۔

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۝ وَ اَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ۝ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۝ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ فَرَوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ ۙ وَّ جَنَّتُ نَعِيْمٍ ۝ وَ اَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ وَ اَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ۝ وَّ تَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝

''پس تم کیوں لوٹا نہیں دیتے جب روح حلق تک پہنچ جاتی ہے اور تم اس وقت (پاس بیٹھے) دیکھ رہے ہوتے ہو اور ہم اس وقت بھی تم سے زیادہ (مرنے والے کے) قریب ہوتے ہیں البتہ تم دیکھ نہیں سکتے پس اگر تم کسی کے پابند حکم نہیں تو پھر کیوں نہیں لوٹا دیتے مرنے والے کی روح کو) اگر تم سچے ہو۔ پس وہ (مرنے والا) اگر اللہ کے مقرب بندوں سے ہوگا تو اس کے لئے راحت خوشبودار غذائیں اور سرور والی جنت ہوگی۔ اور اگر وہ اصحاب یمین (کے گروہ) سے ہوگا تو (اسے کہا جائے گا) تمہیں سلام ہو اصحاب یمین

کیطرف سے اور اگر (وہ مرنے والا) جھٹلانے والے گمراہوں سے ہوگا تو اس کی مہمانی کھولتے پانی سے ہوگی۔ اور داخل ہونا پڑے گا اسے بھڑکتے دوزخ میں۔ بیشک (جو بیان ہوا) یہ یقیناً حق ہے۔ پس (اے حبیب!) پاکی بیان کیجئے اپنے رب کے نام کی جو بڑی عظمت والا ہے''۔ (واقعہ)

اس طرح ساری سورت ختم ہو رہی ہے جس کے اول و آخر میں مکمل ربط ہے اور ہر جز کا دوسرے جز کے ساتھ ایک منظم و مرتب تعلق ہے لیکن عقل کے اندھوں کو کب نظر آتا ہے۔

تیسری مثال

سورۃ الانبیاء

یہ سورۃ مبارکہ ایک مقدمہ اور سات قطعات پر مشتمل ہے۔ پہلے قطعہ کی ابتداء میں حرف ''ما'' اور باقی چھ قطعات کی ابتداء میں ''وما'' آرہا ہے۔ حرف ''واؤ'' کے ذریعے عطف ہو رہا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ قطعات اور مقدمہ آپس میں کس قدر مربوط ہیں جنکی وجہ سے ساری ''سورۃ'' منظم و مرتب ہے۔

سورت کی ابتداء اس آیت مبارک سے ہو رہی ہے۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝ (الانبیاء)

''قریب آگیا ہے لوگوں کے لئے ان کے (اعمال کے) حساب کا وقت اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں''۔

اس کے بعد پہلا قطعہ ہے۔

مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۗ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۗ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؗ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۢ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝ (الانبیاء)

''نہیں آتی انکے پاس کوئی تازہ نصیحت ان کے رب کی طرف سے مگر یہ کہ وہ سنتے ہیں اسے اس حال میں کہ وہ (لہو) لعب میں (مگن) ہوتے ہیں غافل ہوتے ہیں ان کے دل اور (آپ کے خلاف) سرگوشیاں کرتے ہیں ظالم (وہ کہتے ہیں) کیا ہے یہ مگر ایک

بشر تمہاری مانند۔ تو کیا تم پیروی کرنے لگے ہو جادو کی حالانکہ تم دیکھ رہے ہو۔ (کہ یہ تمہاری طرح بشر ہے) نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرا رب جانتا ہے جو بات کہی جاتی ہے آسمان اور زمین میں۔ اور وہی ہر بات سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔ وہ کہتے ہیں بلکہ یہ پریشان خواب ہیں (نہیں) بلکہ اس نے خود گھڑا ہے اسے (نہیں) بلکہ وہ شاعر ہے۔ (اگر وہ سچا نبی ہے) تو لے آئے ہمارے پاس کوئی نشانی جس طرح بھیجے گئے تھے پہلے انبیاء نہیں ایمان لائی ان سے پہلے کوئی بستی جسے ہم نے تباہ کیا تھا۔ تو کیا اب یہ لوگ ایمان لے آئیں گے''۔

پہلا قطعہ بیان کر رہا ہے کہ لوگ وحی کو غفلت کی نظر سے دیکھتے ہیں اس سے منہ موڑ لیتے ہیں اور صاحب وحی کو عام بشر اور جادوگر کہتے ہیں اور وحی کو محض تخیلات اور اوہام تصور کرتے ہیں اور یہ کہ وحی خود ساختہ ہے۔ اور رسول ایک عام انسان ہے جس کے پاس عقل نہیں۔ وہ لوگ دلیل کے طور پر کسی نشانی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

اس قطعہ میں اللہ تعالیٰ کے علم کی طرف متوجہ کیا جارہا ہے اور یہ بھی بتایا جارہا ہے کہ (اس طرح کے اعتراضات) ہر دور کے انسان کی فطرت ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۝ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ۝ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ۝ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۝ۧ وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ۝ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ۝ۭ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ۝ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ۝ (الانبیاء)

''اور نہیں رسول بنا کر بھیجا ہم نے (اے حبیب) آپ سے پہلے مگر مردوں کو ہم نے وحی بھیجی ان کی طرف پس (اے منکرو) پوچھو اہل علم سے اگر تم (خود حقیقت حال کو) نہیں جانتے اور نہیں بنائے ہم نے ان انبیاء کے ایسے جسم کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ ہی وہ اس دنیا میں ہمیشہ رہنے والے تھے پھر ہم نے سچا کر دکھایا انہیں جو وعدہ ہم نے ان سے کیا تھا پس ہم نے نجات دی اور ان لوگوں کو جن کو ہم نے بچانا چاہا اور ہم نے ہلاک کر دیا

حد سے بڑھنے والوں کو بیشک ہم نے اتاری تمہاری طرف ایک کتاب جس میں تمہارے لئے نصیحت ہے کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔اور کتنی بستیاں ہم نے برباد کر دیں۔(کیونکہ)وہ ظالم تھیں اور ہم نے پیدا فرمادی۔ان کی بربادی کے بعد ایک دوسری قوم (پس جب انہوں نے محسوس کیا ہمارا عذاب تو فوراً انہوں نے وہاں سے بھاگنا شروع کر دیا۔اب مت بھاگو ان آسائشوں کی طرف جو تمہیں دی گئیں تھیں اور (لوٹو) اپنے مکانوں کی طرف تاکہ تم سے باز پرس کی جائے۔کہنے لگے وائے شومئی قسمت! ہم ہی ظالم تھے۔پس وہ یونہی شور و پکار کرتے رہے۔یہاں تک کہ ہم نے انہیں کٹے ہوئے کھیت (اور) بجھے ہوئے انگارے کی طرح کر دیا''۔

یہ قطعہ، قطعہ اول میں کئے گئے اعتراضات اور اس میں بیان کئے گئے حقائق کی تاکید پر مشتمل ہے۔اس قطعہ میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ صحیح ہے کہ رسول بھی بشر ہے۔لیکن ہمارے رسول ﷺ کی خاصیت یہ ہے ان کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ہر وہ قوم جس کی طرف رسول مبعوث کیا گیا اس بات سے واقف ہے۔رسولان گرامی قدر اگرچہ بشر ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکی مدد کی جاتی ہے۔دشمنوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ انہیں خاص تائید سے نوازتا ہے۔باقی تمام وحیوں کیطرح یہ قرآن بھی وحی ہے۔پس چاہئے کہ لوگ اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں اور انہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ جن بستیوں نے وحی کو قبول نہیں کیا تھا انہیں تباہ و برباد کر دیا گیا تھا۔

دونوں قطعوں کا اختتام دیکھئے۔

(۱) مَآ اٰمَنَتۡ قَبۡلَهُمۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ اَهۡلَكۡنٰهَا ۚ اَفَهُمۡ يُؤۡمِنُوۡنَ ۞

(۲) وَكَمۡ قَصَمۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ كَانَتۡ ظَالِمَةً وَّاَنۡشَاۡنَا بَعۡدَهَا قَوۡمًا اٰخَرِيۡنَ ۞

یہاں تک کہ حَتّٰى جَعَلۡنٰهُمۡ حَصِيۡدًا خٰمِدِيۡنَ ۞

تیسرا قطعہ

وَمَا خَلَقۡنَا السَّمَآءَ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَا لٰعِبِيۡنَ ۞ لَوۡ اَرَدۡنَاۤ اَنۡ نَّـتَّخِذَ لَهۡوًا لَّاتَّخَذۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّاۤ ۖ اِنۡ كُنَّا فٰعِلِيۡنَ ۞ بَلۡ نَقۡذِفُ بِالۡحَـقِّ عَلَى الۡبَاطِلِ فَيَدۡمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَلَـكُمُ الۡوَيۡلُ مِمَّا تَصِفُوۡنَ ۞ وَلَهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَمَنۡ عِنۡدَهٗ لَا يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسۡتَحۡسِرُوۡنَ ۞ يُسَبِّحُوۡنَ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفۡتُرُوۡنَ ۞ اَمِ اتَّخَذُوۡۤا اٰلِهَةً مِّنَ الۡاَرۡضِ هُمۡ

يُنْشِرُوْنَ ۝ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ
الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْئَلُوْنَ ۝ اَمِ اتَّخَذُوْا
مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَ ذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ
بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ (الانبیاء)

''اور نہیں پیدا فرمایا ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، دل لگی کرتے ہوئے۔ اگر ہمیں یہی منظور ہوتا کہ ہم (اس کائنات کو) کھیل تماشہ بنائیں تو ہم بنالیتے اسے خود بخود (ہمیں کون روک سکتا تھا) مگر ہم ایسا کرنے والے نہیں ہیں بلکہ ہم تو چوٹ لگاتے ہیں حق سے باطل پر پس وہ اسے کچل دیتا ہے اور وہ یکایک ناپید ہو جاتا ہے اور (اے باطل پرستو!) تمہارے لئے ہلاکت ہے ان (نازیبا) باتوں کے باعث جو تم بیان کرتے ہو اور اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو (فرشتے) اسکے نزدیک ہیں وہ ذرا سرکشی نہیں کرتے اسکی عبادت سے اور نہ ہی وہ تھکتے ہیں۔ اور وہ (اس کی) پاکی بیان کرتے رہتے ہیں رات، دن اور وہ اکتاتے نہیں۔ کیا بنالئے ہیں انہوں نے خدا (اہل) زمین سے جو مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں۔ اگر ہوتے زمین و آسمان میں کوئی اور خدا سوائے اللہ تعالیٰ کے تو یہ دونوں برباد ہو جاتے۔ پس پاک ہے اللہ تعالیٰ جو عرش کا رب ہے ان تمام نازیبا باتوں سے جو وہ کرتے ہیں۔ نہیں پرسش کی جاسکتی اس کام کے متعلق جو وہ کرتا ہے اور ان (تمام سے) باز پرس ہوگی کیا انہوں نے بنالئے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود۔ (اے حبیب!) آپ انہیں فرمایئے پیش کرو اپنی دلیل۔ یہ قرآن جو نصیحت ہے میرے ساتھ والوں کے لئے اور دوسری کتب جو نصیحت ہیں میرے پیشرؤوں کے لئے (سب موجود ہیں ان کا کوئی حوالہ دو) بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر حق کو نہیں جانتے۔ اس لئے وہ (اس سے) منہ پھیرے ہوئے ہیں''۔

پہلے اور دوسرے قطعہ میں کفار کی حالت بیان کی گئی ہے کہ وہ وحی سے روگردانی کرنے والے ہیں غافل اور لہو ولعب کے شیدائی اور نامناسب طرز فکر رکھنے والے ہیں یہ سب چیزیں جلال رب العزت اور اس کے حقوق سے عدم معرفت، غلط افکار، مضحکہ خیز بے بنیاد تصورات کی پیداوار ہیں۔

یہ قطعہ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ پر ختم ہو رہا ہے۔ اس کا اپنے ماقبل قطعات اور مقدمہ سے بڑا واضح ربط ہے۔

تیسرا قطعہ بھی انہی معانی کو مزید پختہ کر رہا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا جلال، شرک کا بطلان بیان کیا

جارہا ہے۔تا کہ زندگی میں انسان کا موقف واضح اور صحیح ہو۔کیونکہ چوتھا قطعہ وحدانیت الٰہی کی تاکید کے لئے آرہا ہے اور بیان کیا جارہا ہے کہ یہی وہ دعویٰ ہے جو رسول لیکر آیا ہے۔اس بات کا بھی بیان ہے کہ کون سا درس ہے جو انسان کو اس حقیقت تک پہنچاتا ہے کہ اس کائنات کا خالق اللہ واحد ہے۔

اس کے بعد چوتھا قطعہ ہے۔

وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا
فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾ وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ لَا
يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا
خَلْفَهُمْ وَ لَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَ هُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَ مَنْ
يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ
﴿۲۹﴾ اَوَ لَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَ
جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ جَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ
اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۪ وَ جَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَ جَعَلْنَا السَّمَآءَ
سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّ هُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ
وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾ (الانبیاء)

''اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول مگر یہ کہ ہم نے وحی بھیجی اس کی طرف کہ بلاشبہ نہیں ہے کوئی خدا بجز میرے پس میری عبادت کیا کرو۔وہ کہتے ہیں بنالیا ہے رحمٰن نے (اپنے لئے) بیٹا سبحان اللہ! (یہ کیونکر ہوسکتا ہے) بلکہ وہ تو (اسکے) معزز بندے ہیں۔نہیں سبقت کرتے اس سے بات کرنے میں اور وہ اسی کے حکم پر کاربند ہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے گزر چکا ہے اور وہ شفاعت نہیں کریں گے مگر اس کے لئے جسے وہ پسند فرمائے اور وہ اس کی بے نیازی کے باعث اس کے خوف سے ڈر رہے ہیں۔اور جو ان میں سے یہ کہے کہ میں خدا ہوں اللہ تعالیٰ کے سوا تو اسے ہم سزا دیں گے جہنم کی۔یونہی ہم سزا دیا کرتے ہیں ظالموں کو کیا کبھی غور نہیں کیا۔کفر وانکار کرنے والوں نے کہ آسمان اور زمین آپس میں ملے ہوئے تھے۔پھر ہم نے الگ الگ کردیا انہیں۔اور ہم نے پیدا فرمائی پانی سے ہر زندہ چیز۔کیا وہ اب بھی ایمان نہیں لاتے۔اور ہم نے بنادیئے زمین میں بڑے بڑے پہاڑ تاکہ زمین لرزتی نہ رہے انکے ساتھ۔اور بنادیں ہم نے ان پہاڑوں میں کشادہ راہیں تاکہ وہ (اپنی منزل مقصود کا)

راستہ پاسکیں۔ اور ہم نے بنایا آسمان کو ایک چھت جو (شکست وریخت) سے محفوظ ہے۔ اور وہ لوگ (اب بھی) اسکی نشانیوں سے روگردانی کیے ہوئے ہیں۔ اور وہی ہے جس نے پیدا فرمایا لیل ونہار کو اور مہر وماہ کو سب (اپنے اپنے) مدار میں تیر رہے ہیں''۔

اس کے بعد اس سورت کا سب سے بڑا قطعہ آرہا ہے۔ اس قطعہ کا شروع سے آخر تک معانی اور طرز خطاب کے اعتبار سے پوری سورت کے ساتھ مکمل ربط ہے دوسرے قطعات کی طرح اس کے شروع میں بھی ''وما'' آرہا ہے۔ جس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کیا گیا ہے۔

مثلاً دوسرے قطعہ میں ہے۔

وَمَآ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا

چوتھے قطعہ کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے۔

وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ

پانچواں قطعہ جسکی اب بات کررہے ہیں اسکی ابتداء اس طرح ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ

اس قطع کی آیات کے تسلسل کے اعتبار سے اسکے معانی دیکھیے پھر ہم ان کا ماقبل سے ربط بیان کریں گے۔

پہلی آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ تمام انسانیت کی طرح محمد ﷺ بھی موت کا ذائقہ چکھیں گے جب آپ اس دنیا سے چلے جائیں گے تو پھر آپ کے دشمن بھی یہاں ہمیشہ نہیں رہیں گے۔ آپ کی ساری حیات طیبہ میں کوئی پریشانی اور مصیبت نہیں۔ سب نے اللہ کی بارگاہ میں جانا ہے۔ (اب خود ہی بتاؤ) موت سے حضور ﷺ کو ڈرنا چاہیے یا آپ کے دشمنوں کو۔

قرآن فرمارہا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ﴿٣٤﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿٣٥﴾ (الانبیاء)

''اور نہیں مقدر کیا ہم نے کسی انسان کے لئے جو آپ سے پہلے گزرا (اس دنیا میں) ہمیشہ رہنا تو اگر آپ انتقال فرماجائیں گے تو کیا یہ لوگ (یہاں) ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے اور ہم خوب آزماتے ہیں تمہیں برے اور اچھے حالات سے دوچار کر کے اور آخر کار تم سب کو ہماری طرف ہی لوٹ آنا ہے''۔

اس کے بعد اسی قطعہ میں کفار کا موقف۔ بیان کیا جارہا ہے کہ جب وہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے

ہیں تو آپ سے کیا کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جوان کے لئے وعید فرمائی اس کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ عذاب کب آئے گا۔

وَ اِذَا رَاٰكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ یَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِیْ یَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَ هُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ سَاُورِیْكُمْ اٰیٰتِیْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾ وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۳۸﴾ لَوْ یَعْلَمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا حِیْنَ لَا یَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَ لَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾ بَلْ تَاْتِیْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ رَدَّهَا وَ لَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ﴿۴۰﴾ (الانبیاء)

''اور جب دیکھتے ہیں آپ کو وہ جنہوں نے کفر اختیار کیا تو آپ سے تمسخر کرنے لگتے ہیں (کہتے ہیں) کیا یہی وہ صاحب ہیں جو (برائی سے) ذکر کیا کرتے ہیں تمہارے خداؤں کا حالانکہ وہ (کفار) رحمٰن کے ذکر سے خود (یکسر) انکاری ہیں انسان کی سرشت میں ہی جلد بازی ہے۔ میں عنقریب تمہیں (خود ہی) اپنی نشانیاں دکھاؤں گا۔ سو تم مجھ سے جلدی کا مطالبہ نہ کرو۔ اور وہ کہتے ہیں کب پورا ہوگا (یہ قیامت کا) وعدہ؟ (بتاؤ نا) اگر تم سچے ہو۔ کاش جانتے کفار (اس وقت کو) جب وہ نہ روک سکیں گے اپنے چہروں سے آگ (کے شعلوں کو) اور نہ اپنی پشتوں سے اور نہ انکی مدد کی جائے گی۔ بلکہ وہ آئے گی ان کے پاس ناگہاں سو انہیں بدحواس کر دے گی پھر وہ نہ اسے رد کر سکیں گے اور نہ انہیں مزید دی جائے گی''۔

اسی قطعہ میں ہے کہ اے میرے رسول ﷺ! اگر آپ سے یہ لوگ استہزا کرتے ہیں تو (پریشان نہ ہوں) آپ سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی ان کی اقوام نے ایسا ہی کیا تھا۔

وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾ (الانبیاء)

''اور بیشک مذاق اڑایا گیا ان رسولوں کا بھی جو آپ سے پہلے تشریف لائے تھے پس نازل ہوا ان لوگوں پر جو تمسخر کیا کرتے تھے ان میں سے وہ عذاب جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے''۔

اس کے بعد حضور ﷺ کو دو حکم دیئے جا رہے ہیں ہر ایک کے شروع میں کلمہ ''قل'' ہے۔

''آپ پوچھئے (اے منکرو!) کون ہے جو تمہاری نگہبانی کر سکتا ہے تمہاری رات بھر اور

دن بھر خدائے رحمٰن سے (اگر وہ تمہیں عذاب دینا چاہے) مگر (ان سے کیا پوچھنا) یہ تو اپنے رب کے ذکر سے ہی روگرداں ہیں۔ کیا ان کے اور خدا ہیں جو نہیں بچا سکتے ہیں انہیں (عذاب سے) ہمارے سوا وہ جھوٹے معبود خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے اور نہ انہیں ہماری تائید میسر ہوگی۔ بلکہ ہم نے انہیں (عیش و آرام کا) سامان دیا انہیں اور انکے آباؤ اجداد کو حتی کہ (اسی عیش و آرام میں) ان پر لمبا عرصہ گزر گیا (اور وہ) سرکش ہو گئے کیا وہ ملاحظہ نہیں کر رہے کہ ہم زمین (کی وسعتوں) کو گھٹاتے چلے جا رہے ہیں۔ اسکی (چاروں) سمتوں سے کیا وہ (ہماری تقدیر پر) غالب آ سکتے ہیں''۔

صاف ظاہر ہے یہ ان کے طرز فکر پر رد کیا جا رہا ہے۔ اور یہ وضاحت کی جا رہی ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح پہچان جاتے تو ان کا مؤقف اس طرح نہ ہوتا۔

''میں تمہیں ڈراتا ہوں صرف وحی سے اور نہیں سنا کرتے بہرے پکارنے کو جب انہیں (عذاب الٰہی سے) ڈرایا جاتا ہے''۔

اس جگہ بھی ان پر رد کیا جا رہا ہے کہ محمد ﷺ اپنے پاس سے کچھ نہیں کہتے اگر تم نہیں سن رہے ہو تو تمہارا اپنا قصور ہے۔ تمہارا استہزاء مناسب نہیں بلکہ تم خود قابل مذمت ہو۔

اور اگر صرف چھو جائے انہیں ایک جھونکا تیرے رب کے عذاب کا تو (سارا نشہ ہرن ہو جائے) یوں کہنے لگے صد حیف بیشک ہم ہی ظالم تھے۔ اور ہم رکھ دیں گے صحیح تولنے والے ترازو قیامت کے دن پس ظلم نہ کیا جائے گا کسی پر ذرا بھر اور اگر (کسی) کا کوئی (عمل) رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا تو ہم اسے بھی لا حاضر کریں گے اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے۔

اس کے بعد یہ قطعہ ہمیں مختلف انبیاء علیہم السلام کے قصوں سے آگاہ کر رہا ہے۔ ہر نبی کے قصہ میں سامان عبرت بھی ہے۔ اور اس کا سورت کے موضوع سے مکمل ربط بھی ہے۔ یہ تمام قصے ایک ایک کر کے بیان کرنے سے پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ ہر قصے کی سورت کے ساتھ مکمل مناسبت ہے۔ اس قطعہ میں بھی سابقہ قطعات کی طرح وحی اور رسالت کے بارے میں کفار کا مؤقف اور اس کا بطلان بیان کیا گیا ہے۔ آیئے قصص انبیاء پڑھنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

اور یقیناً ہم نے عطا فرمایا موسیٰ علیہ السلام کو فرقان اور روشنی اور ذکر پرہیزگاروں کے لئے جو ڈرتے رہتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے۔ جو ڈرتے رہتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے نیز وہ قیامت سے بھی ترساں رہتے ہیں۔

اور یہ قرآن نصیحت ہے بڑی بابرکت ہم نے (ہی) اسے اتارا ہے۔ تو کیا تم اسکو ماننے سے انکار

کرتے ہو۔

اس سورت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ذکر کا بیان ہے۔

مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ

سارا قصہ اس بات کی طرف اشارہ کررہا ہے کہ جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے اسکی مثل حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون پر نازل کی گئی ہے۔ لہٰذا اسکے انکار کی گنجائش نہیں۔

پتہ چل رہا ہے کہ یہ قصہ قطعہ اول کے ساتھ پوری طرح مربوط ہے۔ گویا کہ اسی کی مثال ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَ
قَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا
عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا
بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ
اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ
اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا
سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ
لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلْ
فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ
فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا
هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا
يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوْا
حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا
عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا
اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ۭ وَيَعْقُوْبَ
نَافِلَةً ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ
اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۗءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا
عٰبِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ
الْخَبٰۗىِٕثَ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ۭ اِنَّهٗ مِنَ

الصّٰلِحِيْنَ۝ وَ نُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ۝ وَ نَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ۝ (الانبیاء)

''اور یقیناً ہم نے مرحمت فرمائی تھی ابراہیم کو انکی دانائی اس سے پہلے اور ہم ان کو خوب جانتے تھے۔ یاد کرو جب آپ نے کہا اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہ یہ کیا مورتیاں ہیں کہ جن کی پوجا پاٹ پر تم جمے بیٹھے ہو۔ وہ بولے پایا ہم نے اپنے باپ (دادوں) کو کہ وہ انکے پجاری تھے۔ آپ نے فرمایا بلاشبہ مبتلا رہے تم بھی اور تمہارے باپ دادا بھی کھلی ہوئی گمراہی میں۔ انہوں نے پوچھا کیا تم ہمارے پاس کوئی سچی بات لے کر آئے ہو یا (صرف) دل لگی کر رہے ہو۔ آپ نے فرمایا (دل لگی نہیں کر رہا) بلکہ تمہارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ جس نے ان سب کو پیدا فرمایا ہے۔ اور میں اس (صداقت) پر گواہی دینے والوں میں سے ہوں۔ اور بخدا میں بندوبست کروں گا تمہارے بتوں کا جب تم چلے جاؤ گے پیٹھ پھیرتے ہوئے۔ پس آپ نے انہیں ریزہ ریزہ کر ڈالا مگر ان کے بڑے بت کو کچھ نہ کہا تا کہ وہ لوگ (اس افتاد کے بارے میں) اس کی طرف رجوع کریں۔ وہ بولے کس نے یہ حال کیا ہے ہمارے بتوں کا بے شک وہ ظالموں میں سے ہے۔ (چند آدمیوں نے کہا) ہم نے ایک نوجوان کو سنا ہے کہ وہ ان کا ذکر (برائی سے) کیا کرتا ہے اسے ابراہیم کہا جاتا ہے۔ کہنے لگے تو پھر (پکڑ لاؤ) اسے سب لوگوں کے روبرو شاید وہ اس کے متعلق کوئی شہادت دیں۔ (ابراہیم پکڑ کر لائے گئے تو) لوگوں نے پوچھا اے ابراہیم! کیا تو نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟ فرمایا بلکہ ان کے بڑے نے یہ حرکت کی ہوگی سو ان سے پوچھو اگر یہ گفتگو کی سکت رکھتے ہوں (لاجواب ہوکر) اپنے دلوں میں غور کرنے لگے پھر بولے بلاشبہ تم ہی زیاں کار ستم کار ہو۔ پھر وہ اندھے ہوکر (اپنی سابقہ گمراہی کی طرف) پلٹ گئے اور کہنے لگے تم خوب جانتے ہو کہ یہ بولتے نہیں۔ آپ نے فرمایا (نادانو) کیا تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان (بے بس بتوں) کی جو نہ تمہیں کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ تمہیں ضرر پہنچا سکتے ہو۔ تف ہے تم پر نیز ان بتوں پر جن کو تم پوجتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے؟ (سب یک زباں ہوکر) بولے جلا ڈالو اسکو اور مدد کرو اپنے خداؤں کی اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو۔ (جب آپکو آتشکدہ میں پھینکا گیا تو) ہم نے حکم دیا اے آگ!

ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی کا باعث بن جا ابراہیم کے لئے ۔انہوں نے تو ابراہیم کو گزند پہنچانے کا ارادہ کیا لیکن ہم نے انکو ناکام بنا دیا۔اور ہم نے نجات دی آپ کو اور لوط کو اس سرزمین کی طرف (ہجرت کا حکم دیا) جسے ہم نے بابرکت بنایا تھا تمام جہان والوں کیلئے۔ اور ہم نے انہیں عطا فرمایا انہیں اسحٰق (جیسا فرزند) اور یعقوب (جیسا) پوتا اور سب کو ہم نے صالح بنا دیا۔اور ہم نے بنا دیا انہیں پیشوا (لوگوں کے لئے) وہ راہ دکھاتے تھے ہمارے حکم سے اور ہم نے وحی بھیجی ان کی طرف کہ وہ نیک کام کریں اور نماز ادا کریں اور زکوۃ دیا کریں اور وہ سب ہمارے عبادت گزار تھے اور لوط کو ہم نے حکومت اور علم عطا فرمایا اور نجات دی اس گاؤں سے جس کے باشندے بہت رذیل کام کیا کرتے تھے بے شک وہ لوگ بڑے نابکار (اور) نافرمان تھے۔اور ہم نے اسے داخل کر لیا اپنے (حریم) رحمت میں بیشک وہ نیکوکاروں میں سے تھا۔اور یاد کرو نوحؑ کو جب انہوں نے (ہمیں) پکارا پیش ازیں تو ہم نے قبول فرمایا انکی دعا کو اور بچایا انہیں اور انکے گھر والوں کو سخت مصیبت سے۔اور ہم نے انکی حمایت کی اس قوم کے مقابلہ میں جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا۔بیشک وہ بڑے نابکار لوگ تھے پس ہم نے غرق کر دیا ان سب کو"۔

حضرت ابراہیم ،حضرت لوط حضرت نوح علیہم السلام کے قصوں کا قطعہ ثانی کے ساتھ خصوصی تعلق ہے۔کیونکہ قصص اس قطعے کے معانی کو مزید پختہ کر رہے ہیں۔

"فانجیناھم" اس جگہ بھی آیا تھا اور تینوں انبیاء علیہم السلام کے قصوں میں بھی آ رہا ہے۔

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا
لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿٧٨﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۫ وَّسَخَّرْنَا مَعَ
دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿٧٩﴾ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ
لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً
تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿٨١﴾ وَ
مِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ
حٰفِظِيْنَ ﴿٨٢﴾ وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ
الرّٰحِمِيْنَ ﴿٨٣﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ
رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿٨٤﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ
كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٦﴾ وَذَا

النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ
اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۚ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ
مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا
تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۚ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَ
اَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ
رَهَبًا ۭ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۝ وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ
رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ڮ وَّ
اَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ۝ (الانبیاء)

''اور یاد کرو داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو جب وہ فیصلہ کر رہے تھے ایک کھیتی کے جھگڑے کا جب رات کے وقت چھوٹ گئیں اس میں ایک قوم کی بکریاں۔ اور ہم انکے فیصلے کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ سو ہم نے سمجھا دیا وہ معاملہ سلیمان کو اور ان سب کو ہم نے بخشا تھا علم اور حکم۔ اور ہم نے فرمانبردار بنا دیا داؤد کا پہاڑوں اور پرندوں کو وہ سب ان کے ساتھ ملکر تسبیح کہا کرتے، اور یہ شان ہم دینے والے تھے۔ اور ہم نے سکھا دیا انہیں زرہ بنانے کا ہنر تمہارے فائدہ کے لئے تاکہ وہ زرہ بچائے تمہیں تمہاری زد سے تو کیا تم (اس احسان کا) شکریہ ادا کرنے والے ہو۔ اور ہم نے سلیمان کے لئے تند و تیز ہوا کو فرمانبردار بنا دیا چلتی تھی وہ ہوا ان کے حکم سے اس سرزمین کی طرف جسے ہم نے بابرکت بنا دیا تھا۔ اور ہم ہر چیز کو جاننے والے تھے۔ اور ہم نے مسخر کر دیئے شیطانوں میں سے جو (سمندروں میں) غوطہ زنی کرتے ان کے لئے اور کیا کرتے طرح طرح کے اور کام۔ اور ہم ہی ان کے نگہبان تھے۔ اور یاد کرو ایوب کو جب پکارا انہوں نے اپنے رب کو کہ مجھے پہنچی ہے سخت تکلیف اور تو ارحم الراحمین ہے (میرے حال زار پر بھی رحم فرما) تو ہم نے قبول فرمالی اس کی فریاد اور ہم نے دور فرمادی جو تکلیف انہیں پہنچ رہی تھی اور ہم نے عطا کئے اسے اس کے گھر والے نیز اتنے اور ان کے ساتھ اپنی رحمت خاص سے اور یہ نصیحت ہے عبادت گزاروں کے لئے۔ اور یاد کرو اسمٰعیل، ادریس اور ذوالکفل علیہم السلام کو۔ یہ سب صابروں کے گروہ سے تھے۔ اور ہم نے داخل فرمایا انہیں اپنی خاص رحمت میں۔ یقیناً وہ نیک بندوں میں سے تھے۔ اور یاد کرو ذوالنون کو جب وہ چل دیا غضب ناک ہو کر اور یہ خیال کیا کہ ہم اس پر کوئی گرفت نہیں کریں گے پھر اس نے پکارا (تہ در تہ) اندھیروں

میں کہ کوئی معبود نہیں سوائے تیرے پاک ہے تو۔ بے شک میں ہی قصور واروں سے ہوں۔ پس ہم نے انکی پکار کو قبول فرمالیا اور نجات بخش دی انہیں غم (واندوہ) سے اور یونہی ہم نجات دیا کرتے ہیں مومنوں کو۔ اور یاد کرو زکریا کو جب انہوں نے پکارا اپنے رب کو کہ اے میرے پروردگار! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب وارثوں سے بہتر ہے۔ تو ہم نے اس کی دعا کو قبول فرمالیا اور اسے یحیٰ (جیسا فرزند) عطا فرمایا اور ہم نے تندرست کر دیا انکی خاطر انکی اہلیہ کو۔ بیشک وہ بہت سبک روتھے نیکیاں کرنے میں اور پکارا کرتے تھے ہمیں بڑی امید اور خوف سے اور وہ ہمارے سامنے بڑا عجز و نیاز کیا کرتے تھے۔ اور یاد کرو اس خاتون کو جس نے محفوظ رکھا اپنی عصمت کو پس ہم نے پھونک دیا اسمیں اپنی روح سے اور ہم نے بنا دیا اسے اور اس کے بیٹے کو (اپنی قدرت کی) نشانی سارے جہاں والوں کیلئے۔ (اے ان انبیاء کو ماننے والو!) یہی (توحید) تمہارا دین ہے جو ایک دین ہے۔ اور میں تمہارا پروردگار ہوں پس میری بندگی کیا کرو"۔

(جمال القرآن از پیر محمد کرم شاہ الازہری)

یہ دس قصے ہیں یہ تمام اور یہ آخری آیت چوتھے قطعے کی تاکید کر رہے ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا

فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾ (الانبیاء)

"اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کسی رسول کو مگر وحی کی گئی اسے کہ نہیں کوئی معبود میرے سوا پس تم میری عبادت کرو"۔

آپ نے دیکھ لیا ہے کہ پانچواں قطعہ مکمل طور پر انہی معانی کی تاکید کر رہا ہے جو گزشتہ قطعات میں موجود ہیں اس قطعے کا اختتام اس ارتباط کی مزید وضاحت کر رہا ہے۔ اس میں قرب قیامت کا ذکر ہے حالانکہ سورت کی ابتداء میں بھی یہ ذکر ہے۔ اسی قطعے میں مومنین اور کافرین کا انجام اور مومنین کیساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدۂ نصرت کا ذکر ہے۔

آخری آیات پڑھئے اور دیکھ لیجئے۔

وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾ وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ

اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾ حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ

كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ اِنَّكُمْ
وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ۝ لَوْ كَانَ
هٰٓؤُلَاۗءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۭ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا
يَسْمَعُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰۗىِٕكَ عَنْهَا
مُبْعَدُوْنَ ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ
خٰلِدُوْنَ ۝ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ
الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاۗءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۭ كَمَا
بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي
الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۝ اِنَّ فِيْ
هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ۝ (الانبیاء)

"مگر لوگوں نے پارہ پارہ کر ڈالا اپنے دین کو آپس میں (آخر کار) سب ہماری طرف ہی لوٹنے والے ہیں۔ پس جو شخص کرتا رہا کوئی نیک کام بشرطیکہ وہ مومن ہو تو رائیگاں نہیں جانے دیا جائے گا اس کی کوشش کو اور ہم اس کیلئے (اس کے عملوں کو) لکھنے والے ہیں۔ اور ناممکن ہے اس بستی کے لئے جس کو ہم نے برباد کر دیا کہ اس کے باشندے پھر لوٹ کر آئیں۔ یہاں تک کہ جب کھول دیئے جائیں گے یاجوج اور ماجوج اور وہ ہر بلندی سے بڑی تیزی کے ساتھ نیچے اترنے لگیں گے۔ (تب معلوم ہوگا کہ) قریب آ گیا ہے سچا وعدہ تو اس وقت تاڑے لگ جائیں گی نظریں ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا تھا۔ (کہیں گے) صد حیف! ہم تو غافل رہے اس امر سے بلکہ ہم تو ظالم تھے۔ (اے مشرکو!) تم اور جن بتوں کی تم عبادت کیا کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سب جہنم کا ایندھن ہوں گے۔ تم اس میں داخل ہونے والے ہو۔ (سوچو) اگر یہ خدا ہوتے تو نہ داخل ہوتے جہنم میں۔ اور (جھوٹے خدا اور ان کے پجاری) سب اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہ جہنم میں (شدت عذاب سے) چیخیں گے اور وہ اس میں اور کچھ نہ سن سکیں گے۔ بلاشبہ وہ لوگ جن کے لئے مقدر ہو چکی ہے ہماری طرف سے بھلائی تو وہی اس جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔ وہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے۔ اور وہ ان (نعمتوں) میں جن کی خواہش انہوں نے کی تھی ہمیشہ رہیں گے۔ نہ غمناک کرے گی انہیں وہ گھبراہٹ اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔ (انہیں بتائیں گے) یہی وہ تمہارا دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

(یاد کرو) جس دن ہم لپیٹ دیں گے آسمان کو جیسے لپیٹ دیئے جاتے ہیں طومار میں کاغذات۔ جیسے ہم نے آغاز کیا تھا ابتدائے آفرینش کا اسی طرح ہم اسے لوٹائیں گے۔ یہ وعدہ (پورا کرنا) ہم پر لازم ہے۔ یقیناً ہم (ایسا) کرنے والے ہیں۔ اور بیشک ہم نے لکھ دیا ہے زبور میں پند و موعظت کے (بیان کے) بعد کہ بلاشبہ زمین کے وارث تو میرے نیک بندے ہوں گے۔ یقیناً اس قرآن میں کفایت ہے اس قوم کی (فلاح دارین) کے لئے جو عبادت گزار ہے"۔

آخر میں چھٹا قطعہ یہ بیان کرنے کے لئے آ رہا ہے۔ کہ

محمد ﷺ سب کے لئے رحمت ہیں۔ اور حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کو توحید اور اسلام کی دعوت دیں۔ اور آپ کی ذمہ داری فقط پیغام الٰہی پہنچانے کی ہے۔ اور یہ کہ قیامت کا دن ضرور آئے گا۔ اور اللہ تعالیٰ تمام کھلی اور چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے۔ نبی پاک ﷺ (کے لئے حکم دعا پر) اس سورت کا خاتمہ ہو رہا ہے۔

جب آپ ان آخری آیات میں غور کریں گے تو ضرور جان جائیں گے کہ اس قطعے کا دوسرے قطعات کے ساتھ مکمل ربط ہے۔ سارے معانی کو ذہن میں رکھ کر ان آیات میں غور کریں۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٠٨﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿١٠٩﴾ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿١١٠﴾ وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿١١١﴾ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿١١٢﴾ (الانبیاء)

"اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لئے۔ فرما دیجئے کہ میرے پاس تو صرف یہ وحی آئی ہے کہ تمہارا خدا (وہی ہے جو) ایک خدا ہے۔ پس کیا تم اسلام لانے کے لئے تیار ہو۔ اگر وہ پھر بھی روگردانی کریں تو آپ فرما دیجئے کہ میں نے آگاہ کر دیا ہے تمہیں پوری طرح۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ قریب ہے یا بعید جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو بات تم بلند آواز سے کہتے ہو اور جانتا ہے جو تم (اپنے دل میں) چھپاتے ہو۔ اور میں کیا جانوں (اس ڈھیل سے) شاید تمہارا امتحان لینا اور ایک وقت تک تمہیں لطف اندوز کرنا مطلوب ہو۔ آپ نے عرض کی میرے رب فیصلہ فرما دے (ہمارے درمیان) حق کے ساتھ۔ اور (اے کفار!) ہمارا رب وہ ہے جو

رحمن ہے اسی سے مدد طلب کی جاتی ہے ان باتوں پر جو تم کرتے ہو"۔

ان تین سورتوں پر طائرانہ نظر سے شاید یہ بات واضح ہو جائے کہ قرآن پاک کی تمام سورتیں نظم، نسق اور وحدت و ربط میں اپنے کمال پر پہنچی ہوتی ہیں۔ یہ ترتیب و تنظیم سورۃ الفاتحہ سے لیکر سورۃ الناس تک تمام سورتوں میں ہے خواہ سورۃ البقرہ یا آل عمران جیسی بڑی سورتیں ہوں (یا چھوٹی) لیکن اس معجزانہ ترتیب و تنظیم کا ادراک صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو پختگی فکر کے مالک ہیں، کیا یہ کسی ان پڑھ کے بس کی بات ہو سکتی ہے؟

اب ہم دوسرے امر کے ثبوت کی طرف آتے ہیں۔

پورے کا پورا قرآن مجید باہم مربوط ہے۔ قرآن پاک ایک منظم نسخہ ہے۔ سورۃ الفاتحہ پورے قرآن کے معانی کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

معانی قرآن! عقائد، عبادات اور طرز حیات (کے اصولوں کے گرد) گھومتے ہیں۔ سورۃ فاتحہ کی ابتداء میں بھی عقیدہ ہی بیان کیا جا رہا ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۝ اس کے بعد عبادت کی بات ہے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۝

اس کے بعد زندگی گزارنے کے اصول بیان کئے جا رہے ہیں۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ آخر میں بیان کیا گیا ہے کہ مومن کی راہ کافر سے جدا ہوتی ہے۔ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ۝

سورۃ فاتحہ کے آخری قطعہ کی ابتداء میں کلمہ "اھدنا" ہے اور سورہ بقرہ کی ابتداء میں ہے۔

الٓمّٓ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۝

سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ میں جو ربط ہے وہ آپ دیکھ چکے ہیں۔ اسی طرح پورے قرآن حکیم میں ربط و نظم بالکل واضح ہے۔

اب ہم سورۃ بقرہ سے سورۃ یونس تک کی سورتوں کی طرف آتے ہیں۔ ان کا نام سبع طوال (سات بڑی) سورتیں ہے۔ اور وہ یہ ہیں سورۃ البقرہ، آل عمران، النساء، المائدہ، الانعام، الاعراف، الانفال، التوبہ۔

اب ان سورتوں کے درمیان رابطہ ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) سورۃ بقرہ: الٓمّٓ۝ : یہ تین حرف اس سورت کی ابتداء میں آتے ہیں۔ اس کے بعد بیس آیات میں قرآن نے اپنی اصطلاح میں لوگوں کے نام بتائے ہیں مثلاً متقین، کافرین، منافقین ان میں سے

ہر ایک کے اوصاف ذکر کیے گئے ہیں۔

(۲) اس کے بعد پانچ آیات ایسی ہیں جنکے شروع میں یَاَیُّهَا النَّاسُ آرہا ہے۔

ان آیات میں لوگوں کو طبقہ اولیٰ متقین میں شامل ہونے کی دعوت دی جارہی ہے۔ بتایا جارہا ہے کہ شاہراہ تقوی عبادت الٰہی ہے۔ آیات قرآنی قدرت الٰہی کے مظاہر کی وضاحت بھی کررہی ہیں۔ اور قرآن کے لاریب ہونے کا بھی اعلان کررہی ہیں۔ جو راہ ہدایت پر چلنے والے ہیں اور جو نہیں چلنے والے ان کا انجام بھی بیان کیا جارہا ہے۔

(۳) اس کے بعد تین آیات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہدایت یافتہ اور گمراہ لوگوں کے بارے میں بتارہی ہیں۔ اور یہ کہ کفار کس طرح اللہ تعالیٰ سے جھگڑتے ہیں۔ وہ جو توڑتے رہتے ہیں عہد خداوندی کو اسے پختہ باندھنے کے بعد اور کاٹتے رہتے ہیں اسے حکم فرمایا اللہ نے جس کے جوڑنے کا اور فساد مچاتے رہتے ہیں زمین میں وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ (سورۃ البقرہ۔ ۲۷)

(۴) اس کے بعد دس آیات میں قصہ حضرت آدم اور ان کا زمین پر نزول بیان کیا گیا ہے آخر میں وہ اصول بیان کیا گیا ہے جس پر بشریت کا محاسبہ کیا جائے گا۔

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾ (البقرہ)

''تو جس نے پیروی کی میری ہدایت کی انہیں نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جنہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو (تو) وہ دوزخی ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے''۔

بعد ازاں بنی اسرائیل کے قصص اور ہدایت کے بارے میں ان کے موقف کا بیان ہے۔ پھر حضرت ابراہیم کا قصہ ان کی عبودیت الٰہی، انکی دعائیں اور وصایا کا بیان ہے۔ قصۂ حضرت ابراہیم کے بعد تحویل قبلہ کا ذکر ہے۔ اس کے بعد عبادت اور تقوی سے متعلقہ احکام، اوامر اور فریضۂ قتال جہاد کا تذکرہ ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ (البقرہ)

''فرض کیا گیا ہے تم پر جہاد اور وہ ناپسند ہے تمہیں اور ہوسکتا ہے تم ناپسند کرو کسی چیز کو

حالانکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم پسند کرو کسی چیز کو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بری ہو اور (حقیقت حال) اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے''۔

اس کے بعد ایک آیت ایسی ہے جو یَسْئَلُوْنَكَ سے شروع ہو رہی ہے۔ صحابہ کرام نے جہاد کے بارے میں سوال کیا تھا ان آیات میں جہاد اور اس کے متعلقہ احکام اور دیگر بہت سے امور کا ذکر ہے۔

اس سورت کا مطالعہ کرنے والا بڑی آسانی سے اس ربط تک پہنچ جاتا ہے جو اس سورت میں پایا جا رہا ہے لیکن اس وقت ہم اس سورت کا دیگر چھ سورتوں کے ساتھ ربط بیان کرنا چاہتے ہیں۔

شاید آپ ہماری اس بات سے حیران ہو جائیں کہ جو قطعات ہم نے ابھی ذکر کئے ہیں۔ باقی چھ سورتیں انہی قطعات کی تفصیلات بیان کر رہی ہیں۔ آیئے پڑھ کر دیکھتے ہیں۔

سورۃ بقرہ اور آل عمران کی ابتداء میں الٓمّٓ کے حرف ہیں۔ سورۃ بقرہ کی ابتداء میں یہ آیت ہے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ جبکہ سورۃ آل عمران کی ابتداء میں یہ دو آیتیں ہیں۔

اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ (آل عمران)

سورۃ بقرہ کی ابتدائی بیس آیات متقین، کافرین اور منافقین کی وضاحت کرتی ہیں۔ جبکہ ساری سورہ آل عمران انہی تینوں طبقات کی تفصیل بیان کر رہی ہے۔

سورۃ آل عمران ہی میں بیان کیا جا رہا ہے کہ مسلمانوں کو کفار اور منافقین کے ساتھ کیسے تعلقات رکھنے چاہئے۔

(۲) سورۃ بقرہ کی اکیسویں آیت يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ سے شروع ہوتی ہے جو انسان کے لئے تقوی کی راہ اور منزل متعین کرتی ہے۔ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

سورۃ آل عمران کے بعد سورۃ النساء اس طرح شروع ہوتی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ

گویا کہ سورہ نساء کا مطالعہ تقوی اور سلوک کی راہ کا مطالعہ ہے۔

(۳) ان کے بعد وہ آیات آتی ہیں جن میں نقض عہد (وعدہ توڑنے) کا ذکر ہے۔ سورۃ النساء کے بعد سورۃ مائدہ آتی ہے۔ جس کی ابتداء میں ایفائے عہد کا حکم آیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (مائدہ:1)

''اے ایمان والو! پورا کرو۔ (اپنے) عہد کو''۔

دوسری آیت میں ہے۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَ

اَطَعْنَا (مائدہ:7)

''اور یاد رکھو اللہ کی نعمت جو تم پر ہے اور اس کے وعدے کو جو اس نے پختہ لیا تھا تم سے جب کہا تھا تم نے ہم نے سن لیا اور مان لیا''۔

گویا یہ سورت بنیادی عہود کے لئے ضروری شرائط ذکر کر رہی ہے۔ جن شرائط پر عمل کرنے سے انسان قرآنی ہدایت سے فیض یاب ہو جاتا ہے وگرنہ گمراہ ہو جاتا ہے۔

(۴) سورۃ بقرہ کی ایک آیت ہے هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا اور سورۃ مائدہ کے بعد سورۃ الانعام آتی ہے جس میں کلمہ هُوَ کئی بار آیا ہے۔ مثلاً

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ (انعام:2)

وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہیں مٹی سے۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ (انعام:61)

اور وہ غالب ہے اپنے بندوں پر۔

وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ (انعام:60)

اور وہی ہے جو قبضہ میں لے لیتا ہے تمہیں۔

سورۃ بقرہ میں ہے اور وہی ہے جس نے بنایا تمہیں (اپنا) خلیفہ زمین میں اور بلند کیا ہے تم میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں تاکہ آزمائے تمہیں اس چیز میں جو اس نے تمہیں عطا فرمائی ہے۔ بیشک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانیوالا ہے۔ (الاعراف:165) گویا پوری سورۃ الانعام سورۃ بقرہ کی ایک مجمل آیت کی تفصیل ہے۔

(۵) آدم علیہ السلام کا قصہ بھی سورۃ بقرہ میں مذکور ہے۔ اور اس سورت کا اختتام اس قاعدہ پر ہو رہا ہے۔ فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ۔ (بقرہ:38) پس جس نے پیروی کی میری ہدایت کی۔

سورۃ الانعام کے بعد سورۃ الاعراف آتی ہے۔ جس کی دوسری آیت اس طرح ہے۔

اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ

اور پہلی آیت اس طرح ہے۔ (الاعراف:2-1)

الٓمّٓصٓ ۚ﴿۱﴾ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْكَ فَلَا یَكُنْ فِیْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲﴾

''الف۔ لام۔ میم۔ صاد۔ یہ کتاب ہے جو نازل کی گئی ہے آپ کی طرف پس چاہئے کہ نہ ہو آپ کے سینے میں کچھ تنگی اس (کی تبلیغ) سے (یہ نازل کی گئی ہے) تاکہ آپ ڈرائیں

اس سے اور یہ نصیحت ہے مومنوں کے لئے''۔

اس کے بعد آدم علیہ السلام کا قصہ اور سابقہ امتوں کے قصے ہیں۔ جس میں ہدایت کے بارے میں ان کا موقف بیان کیا گیا ہے۔ گویا کہ پوری سورت ایک تاریخی اور عملی تسلسل کی آئینہ دار ہے۔ اور سورۃ البقرہ میں آدم علیہ السلام کا قصہ جس اصول (کے بیان) پر ختم ہوا تھا۔ یہاں بھی وہی مناقشہ دہرایا گیا ہے۔

سورۃ بقرہ کی ایک آیت کے شروع میں کلمہ 'یسئلونک'' ہے جس میں جہاد کے متعلق ایک سوال کا ذکر ہے۔

اسی طرح سورۃ الاعراف کے بعد سورۃ الانفال میں بھی اسی طرح کا کلمہ 'یسئلونک'' ہے۔

سورۃ الاعراف اور سورۃ توبہ دونوں جہاد اور جنگ کے آداب کی تفصیلات سے معمور ہیں۔ سارے قرآن کریم میں یہی دو سورتیں ہیں جن کے درمیان بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہیں ہے۔

یہ دونوں سورتیں سورۃ بقرہ کی بیان کردہ فریضہ (جہاد) کی شرح وتوضیح ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ جس ربط وترتیب کی بات ہم نے کی تھی وہ بفضلہ تعالیٰ واضح ہو چکی ہے۔ لیکن اس سے آگے بہت عجیب (نکتے) آنے والے ہیں۔

(۱) سورۃ آل عمران سورۃ البقرہ کی بیس آیات کی شرح بیان کر رہی ہے۔ لیکن سورۃ یونس سورۃ بقرہ کی اس آیت کی تفصیل بیان کر رہی ہے۔

الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝

آگے سورۃ یونس پڑھ کر دیکھتے ہیں۔

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝

اس کے بعد ہے۔

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ۝ (یونس)

'' کیا (یہ بات) لوگوں کے لئے باعث تعجب ہے۔ کہ ہم نے وحی بھیجی ایک مرد (کامل) پر جوان میں سے ہے کہ ڈراؤ لوگوں کو اور خوشخبری دو انہیں جو ایمان لائے کہ ان کے لئے مرتبہ بلند ہے ان کے رب کے ہاں کفار نے کہا بلاشبہ یہ جادوگر ہے کھلا ہوا''۔

یہ سورت ان شبہات کو کچل رہی ہے جو قرآن کے بارے میں لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہوتے

ہیں۔اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے یہاں تک کہ سورۃ کا اختتام ہو جاتا ہے۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ (یونس)

''اور نہیں ہے یہ قرآن گھڑ لیا گیا کہ ہو اللہ تعالیٰ (کی وحی آئے بغیر) بلکہ یہ تو تصدیق کرنے والا ہے۔اس وحی کی جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہے اور الکتاب کی تفصیل ہے ذرا شک نہیں اس میں کہ رب العلمین کی طرف سے (اتری ہے)''

اسکے بعد حرف اَم آتا ہے۔گویا ہمزہ استفہام سے شروع ہونے والے قطعہ کے تسلسل کیلئے ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ (یونس)

''کیا یہ (کافر) کہتے ہیں کہ اس نے خود گھڑ لیا ہے اسے آپ فرمایئے پھر تم بھی لے آؤ ایک سورت اس جیسی اور (امداد کے لئے) بلا لو جن کو تم بلا سکتے ہو۔اللہ تعالیٰ کے علاوہ اگر تم (اپنے الزام میں) سچے ہو''۔

اس طرح یہ سورت کمزور یقین اور تکذیب کرنے والوں کے شبہات پر کاری ضربیں لگا رہی ہے۔یہ قطعہ اسی سورت کی آیت نمبر ۵۷ تک جاری رہتا ہے۔آیت نمبر ۵۷ کی ابتداء يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ سے ہو رہی ہے، گویا یہ ساری سورت اس آیت تک، سورۃ بقرہ کی پہلی آیت کے پہلے جز الٓمّٓ ﴿۱﴾ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ کی تفصیل بیان کر رہی ہے۔

اور آیت نمبر ۵۸ دوسرے جز هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ کی وضاحت کر رہی ہے۔سورۃ یونس کی آیت اس طرح ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاۗءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاۗءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ڏ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾

''اے لوگو! آ گئی ہے تمہارے پاس نصیحت تمہارے پروردگار کی طرف سے اور (آ گئی ہے) شفا ان روگوں کے لئے جو سینوں میں ہیں اور (آ گئی ہے) ہدایت اور رحمت اہل ایمان کے لئے''۔

ان آیات پر سورت کا اختتام ہو رہا ہے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ښ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ

الْمُؤْمِنِيْنَ۝ وَ اَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ
الْمُشْرِكِيْنَ۝ وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَ لَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ
فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ۝ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ
اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ
الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۝ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ
اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَ مَاۤ اَنَا
عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ۝ وَ اتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَ اصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۖۚ وَ هُوَ خَيْرُ
الْحٰكِمِيْنَ۝ (یونس)

''فرمایئے اے لوگو! اگر تمہیں کچھ شک ہو میرے دین کے بارے میں تو (سن لو) میں عبادت نہیں کرتا ان (بتوں) کی جن کی تم پوجا کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا۔ لیکن میں تو عبادت کرتا اللہ تعالیٰ کو جو مارتا ہے تمہیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں جاؤں اہل ایمان سے نیز (مجھے حکم دیا گیا ہے) کہ اپنا رخ سیدھا کرلیں اس دین کی طرف ہر کجی سے بچتے ہوئے اور ہرگز نہ ہونا شرک والوں سے اور نہ عبادت کر اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی جو نہ نفع دے سکتا ہے اور نہ ضرر پہنچا سکتا ہے تجھے اور اگر تو ایسا کرے گا تو پھر تیرا شمار ظالموں میں سے ہوگا۔ اور اگر پہنچائے اللہ تعالیٰ کو تکلیف تو نہیں کوئی دور کرنے والا اسے بجز اس کے۔ اور اگر ارادہ فرمائے تیرے لئے کسی بھلائی کا تو کوئی رد کرنے والا نہیں اس کے فضل کو سرفراز فرماتا ہے اپنے فضل و کرم سے جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں سے اور وہی بہت مغفرت فرمانے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔ (اے حبیب!) فرمایئے اے لوگو!! بے شک آ گیا ہے تمہارے پاس حق تمہارے رب کی طرف سے تو جو ہدایت قبول کرتا ہے تو وہی ہدایت قبول کرتا ہے۔ اپنے بھلے کے لئے اور جو گمراہ ہوتا ہے تو وہ گمراہ ہوتا ہے۔ اپنی تباہی کے لئے اور میں تم پر نگران نہیں ہوں اور (اے حبیب!) آپ پیروی کرتے رہیں جو وحی کی جاتی ہے آپ کی طرف اور (ظلم کفار پر) صبر کیجئے یہاں تک کہ فیصلہ فرمادے اللہ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے''۔

(۲) سورۃ النساء تقویٰ کی وضاحت کررہی ہے جس کا ذکر سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۱ میں ہے۔
اسی آیت کے حکم "اعبدوا" کی وضاحت سورۃ ہود کررہی ہے۔
سورۃ ہود پڑھیے اور دیکھیے۔

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا

اِلَّا اللّٰهَ الخ۔۔

پھر آیت نمبر ۲۵، آیت نمبر ۵۰، آیت نمبر ۶۱، آیت نمبر ۸۳، اور آخری آیت ۱۲۳ میں بھی اس طرح مذکور ہے آخری آیت میں "فاعبدہ" کا کلمہ بھی قابل غور ہے۔

آیئے پڑھ کر دیکھتے ہیں۔

اور تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی منتظر ہیں اور اللہ ہی کے لئے چھپی ہوئی چیزیں آسمانوں اور زمین کی اور اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سارے کام تو آپ بھی اسی کی عبادت کیجئے اور اسی پر بھروسہ کیجئے اور نہیں ہے آپ کا رب بے خبر اس سے جو تم لوگ کرتے ہو۔

سورۃ یوسف میں بھی تسلی بخش جواب ہے۔ کہ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔

سورۃ بقرہ کی آیت ہے۔ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ

سورۃ یوسف کی ابتداء اس طرح ہو رہی ہے۔

سورۃ یوسف آیت نمبر: ۱، ۲، ۳ اور آیت نمبر ۱۱۱۔

الف، لام، را، یہ آیتیں روشن کتاب کی بے شک ہم نے اتارا اسے یعنی قرآن عربی تا کہ تم (اسے) خوب سمجھ سکو۔ ہم بیان کرتے ہیں۔ آپ سے ایک بہترین قصہ اس قرآن کے ذریعے جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی۔ اگرچہ آپ اس سے پہلے غافلوں میں سے تھے۔

بلاشبہ پہلی قوموں (کے عروج وزوال) کی داستانوں میں (درس عبرت) ہے سمجھ داروں کے لئے نہیں ہے یہ قرآن ایسی بات جو (یونہی) گھڑ لی گئی ہو بلکہ یہ تصدیق کرتی ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے نازل ہوتی ہیں اور یہ (قرآن) ہر چیز کی تفصیل ہے اور سراپا ہدایت ورحمت ہے اس قوم کے لئے جو ایمان لاتی ہے۔

(۴) سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۶۔۲۷ سورۃ بقرہ کی دو آیتیں ہیں بیشک اللہ حیا نہیں فرماتا کہ ذکر کرے کوئی مثال مچھر کی ہو یا اس سے بھی حقیر شے کی تو جو ایمان لائے وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ مثال حق ان کے رب کی طرف سے (اتری ہے) اور جنہوں نے کفر اختیار کیا سو وہ کہتے ہیں کیا قصد کیا اللہ نے اس مثال کے ذکر سے گمراہ کرتا ہے اللہ اس سے بہتیروں کو اور ہدایت دیتا ہے اس سے بہتیروں کو اور نہیں گمراہ کرتا اس سے مگر نافرمانوں کو وہ جو توڑتے رہتے ہیں عہد خداوندی کو اسے پختہ باندھنے کے بعد اور کاٹتے رہتے ہیں اسے حکم فرمایا اللہ نے جس کے توڑنے کا اور فساد مچاتے رہتے ہیں۔

زمین میں وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

سورۃ الرعد کا مطالعہ کیجئے گزشتہ سورت کے معانی کا علم ہو جائے گا۔

سورۃ الرعد کی دوسری آیت ہے۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَھَا (الرعد: ۲)

''اللہ وہ (قدرت وحکمت والا ہے) جس نے بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے (جیسے) تم انہیں دیکھ رہے ہو''۔

آٹھویں آیت اس طرح ہے۔

اَللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ کُلُّ اُنْثٰی (الرعد: ۸)

''اللہ تعالیٰ جانتا ہے (جو شکم میں) اٹھائے ہوتی ہے کوئی مادہ''۔

آیت نمبر ۲۶ میں ہے۔

اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ (الرعد ۲۶)

''اللہ تعالیٰ کشادہ روزی دیتا ہے جسے چاہتا ہے''۔

اسم جلالت اللہ سے شروع ہو رہا ہے اور یہ تمام قطعات سورۃ بقرہ کی اس آیت ان اللہ لا یستحی کی تفصیل بیان کر رہے ہیں۔

پس سورۃ الرعد ہمیں اللہ تعالیٰ کا تعارف کروا رہی ہے۔

اس سورۃ کا قطعہ ثانی سورۃ بقرہ کی مذکورہ دونوں آیات کی تاکید کر رہا ہے۔

اَفَمَنْ یَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ کَمَنْ ھُوَ اَعْمٰی ؕ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۙ﴿۱۹﴾ الَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَھْدِ اللّٰہِ وَ لَا یَنْقُضُوْنَ الْمِیْثَاقَ ۙ﴿۲۰﴾ وَ الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ وَ یَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ؕ﴿۲۱﴾ وَ الَّذِیْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْہِ رَبِّھِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً وَّ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عُقْبَی الدَّارِ ۙ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَھَا وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِھِمْ وَ اَزْوَاجِھِمْ وَ ذُرِّیّٰتِھِمْ وَ الْمَلٰٓئِکَۃُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْھِمْ مِّنْ کُلِّ بَابٍ ۚ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ ؕ﴿۲۴﴾ وَ الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَ اللّٰہِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِہٖ وَ یَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ اللَّعْنَۃُ وَ لَھُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ (سورۃ الرعد)

''تو کیا جو شخص جانتا ہے جو کہ نازل کیا گیا ہے آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے

وہ حق ہے وہ اس جیسا جو اندھا ہے۔ نصیحت صرف وہی قبول کرتے ہیں۔ جو عقلمند ہیں۔ اور جو پورا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے وعدے کو اور نہیں توڑتے پختہ وعدے کو اور جو لوگ جوڑتے ہیں اسے جس کے متعلق حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ جوڑا جائے اور ڈرتے رہتے ہیں۔ اپنے رب سے اور خائف رہتے ہیں سخت حساب سے اور جو لوگ (مصائب و آلام میں) صبر کرتے رہے۔ اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے اور صحیح صحیح ادا کرتے رہے نماز کو اور خرچ کرتے رہے اس مال سے جو ہم نے ان کو دیا پوشیدہ طور پر اور علانیہ طور پر اور مدافعت کرتے رہے نیکی سے برائی کی۔ انہیں لوگوں کے لئے دار آخرت کی راحتیں ہیں۔ (یعنی) سدا بہار باغات جن میں وہ داخل ہوں گے۔ اور جو صالح ہوں گے انکے باپ دادوں، انکی بیویوں اور ان کی اولاد سے (وہ داخل ہوں گے) اور فرشتے (یہ کہتے ہوئے) داخل ہوں گے ان پر ہر دروازے سے سلامتی ہو تم پر۔ بوجہ اس کے جو تم نے صبر کیا پس کیا عمدہ ہے یہ آخرت کا گھر۔ اور وہ لوگ جو توڑتے ہیں (اللہ سے کئے ہوئے) وعدہ کو اسے پختہ کرنے کے بعد اور کاٹتے ہیں ان رشتوں کو جن کے متعلق حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ انہیں جوڑا جائے اور (فتنہ و) فساد برپا کرتے ہیں۔ زمین میں یہی لوگ ہیں جن پر لعنت ہے اللہ کی اور ان کیلئے برا گھر ہے"۔

جو شخص سورۃ بقرہ کی ستائیسویں اور اٹھائیسویں آیت پڑھ کر پھر سورۃ الرعد پڑھے وہ اس نتیجے پر پہنچ جائے گا کہ یہ ساری سورت انہی دو آیات کی تفصیل بیان کر رہی ہے۔

اس کے بعد ہم دو مثالیں پیش کر رہیں ہیں جن سے ثابت ہو رہا ہے کہ تمام سور قرآنی میں ترتیب اور نظم موجود ہے۔ بیشک قرآن مجید کی ہر سورت (اپنے مفاہیم و معانی کے اعتبار سے ایک) مکمل مجموعہ ہے۔ اور یہ تمام مجموعات بالترتیب ان معانی کی وضاحت کر رہے ہیں جو سورۃ بقرہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ تمام سورتوں میں اسلام کے بنیادی اور عملی نظریات اس طرح پیش کئے گئے ہیں کہ کوئی شخص کسی بھی سورت پاک کا مطالعہ کرے اسلام کے بنیادی حقائق سے آگاہ ہو جائے گا۔ مزید یہ کہ ہر سورت کا انداز اظہار نغمہ و صوت کے اعتبار سے دوسری سورت سے مختلف ہے۔ (یعنی ایسی یکسانیت نہیں جو باعث اکتاہٹ ہو مترجم مختار احمد رومی) یہ انداز انسان پر دلیل قائم کر دیتا ہے لیکن مخلوق میں سے کسی کو بھی یہ طاقت نہیں کہ ایک مفہوم دس طریقوں سے بیان کرے اور ہر ایک دوسرے سے جدا بھی ہو اور دلنشیں بھی۔ اگر آپ سورۃ العصر میں غور و فکر کریں تو وہی ترتیب نظر آئے گی جو سورۃ بقرہ میں ہے۔ لیکن یہاں انداز بیان میں اختصار ہے اس طرح بعض سورتوں میں انداز بیاں مختصر اور بعض میں طویل ہے

ایسا طریقہ بھی کسی بشر کے بس کی بات نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے خود اپنی کتاب کا وصف یوں بیان کیا ہے۔

(۱) سورۃ ہود آیت نمبر (۱) الف، لام، میم، را۔ یہ وہ کتاب ہے محفوظ و مستحکم بنادی گئی ہے جس کی آیتیں پھر انہی کی وضاحت کردی گئی ہے بڑے دانا اور ہر چیز سے باخبر (خدا) کی طرف سے۔

(۲) كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ (الزمر: ۲۳)

''یعنی وہ کتاب جسکی آیتیں ایک جیسی ہیں بار بار دہرائی جاتی ہیں''۔

ان هو الا ذكر وقرآن مبين وَ اِنَّهٗ فِیْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَكِیْمٌ۝ (الزخرف)

''اور بیشک یہ قرآن ہمارے ہاں لوح محفوظ میں ثبت ہے اونچی شان والا حکمت سے لبریز''۔

جن اسباب کو ہم دیکھ چکے ہیں انہیں کی بناء پر قرآن مجید مفصل بھی ہے۔ متشابہ اور مثانی بھی اور مذکر (یاد دلانے والا) بھی ہے کیونکہ جن چیزوں میں وعظ و تذکیر ضروری ہے قرآن کا ہر جز وہاں یہ فریضہ انجام دے رہا ہے۔ گزشتہ اور آئندہ مثالوں کی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب مجید حکمت کی ان بلندیوں پر فائز ہے جہاں تک کوئی اور کتاب نہیں پہنچ سکتی۔

☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆

(۲)

قرآن مجید نے اپنے ان خصائص کی طرف خود اشارہ فرمایا ہے جو اس کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل ہے۔

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (الفرقان: ۶)

''آپ فرمایئے اتارا ہے اسکو اس (خدا) نے جو جانتا ہے آسمانوں اور زمین کے سارے رازوں کو''۔

لٰكِنِ اللّٰهُ یَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَیْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ (النساء: ۱۶۶)

''لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے اس کتاب کے ذریعہ جو اس نے آپ کی طرف اتاری کہ اس نے اسے اتارا ہے اپنے علم سے''۔

سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ (حم السجدہ: ۵۳)

''ہم دکھائیں گے انہیں اپنی نشانیاں آفاق (عالم) میں اور ان کے اپنے نفسوں میں''۔

آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کے لئے ان کے وجود کی مخفی باریکیاں اور حکمتیں واضح فرمائے گا۔ یہ کشف و وضاحت بھی اس بات پر دلیل ہے کہ قرآن اللہ کی جانب سے ہے۔ کیونکہ انسان کو جو کچھ بھی معلوم ہوتا جائے گا وہ قرآن کے مطابق ہوگا اور یہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک (کہ یہ تسلیم نہ کرلیا جائے) کہ قرآن کریم کا نازل کرنے والا اللہ رب العزت ہے جو زمین وآسمان کے اسرار جانتا ہے۔ اب تک انسان کو جتنے انکشافات میں کامیابی ہوئی ہے آخری آیت سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ الخ کی پیش گوئی کے عین مطابق ہے۔

عنقریب ہم ایسی مثالیں بیان کریں گے جو قرآن کریم کی حقانیت پر گواہ ہوں گی۔

قرآن کریم نے بعض کونیاتی حقائق کو بڑے واضح انداز میں بیان کیا ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے دنیا کے کسی خطے میں بھی معروف نہ تھے۔ چہ جائیکہ ایک ان پڑھ قوم جزیرۂ عرب میں ان حقائق سے آگاہ ہوتی۔ جس کی معلومات انتہائی محدود اور سطحی قسم کی تھیں۔

قرآن کا بیان ہر شے کے اسرار کو گھیرے ہوئے ہے۔ جونہی زمانے کی ترقی میں عروج آئے گا قرآن کی حکمتوں سے پردے اٹھتے چلے جائیں گے۔ بالآخر انسان اس حقیقت کو تسلیم کرلے گا۔ کہ اس کائنات کا خالق اور قرآن کو نازل کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں۔ اور قرآن کریم ایسی مثالوں سے بھرا پڑا ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ ﴿٦٦﴾ (النحل)

''اور بے شک تمہارے لئے مویشیوں میں ایک عبرت ہے دیکھو ہم تمہیں پلاتے ہیں جو ان کے شکموں میں گوبر اور خون ہے ان کے درمیان سے نکال کر خالص دودھ جو بہت خوش ذائقہ ہے پینے والوں کے لئے''۔

علم جدید کہتا ہے دودھ کھیری میں پہنچنے سے پہلے صفائی کے دو مرحلوں سے گزرتا ہے۔

پہلا مرحلہ: خوراک ہضم کرنے کے بعد اور فضلات سے جدا ہو کر سیال مادے کا انتڑیوں کی طرف نازل ہونا۔ اسی خوراک سے خون بنتا ہے جو اس حیوان کی باقی جسم کے تمام اعضاء کی طرف پہنچایا جاتا ہے۔ گوبر فضلہ بن کر باہر نکلتا ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان سے (سفید) دودھ جانور کی کھیری کی طرف آتا ہے۔ (جس میں گوبر اور خون کی ذرا بھی ملاوٹ نہیں ہوتی) یہی دودھ پینے والوں کے لئے

خوش ذائقہ اور لذت والا مشروب ہے۔

جس حقیقت سے قرآن کریم نے اس وقت پردہ اٹھایا تھا اس دور میں کوئی بھی انسان اس سے واقف نہیں تھا۔ اس حقیقت کا انکشاف تو بڑی دور کی بات ہے اس کا تصور بھی کسی کے ذہن میں نہیں تھا۔ عقل انسانی اس حقیقت کو کبھی بھی چیلنج نہیں کر سکتی۔ اور یہی ایک حقیقت ہی اس بات کے لئے کافی ہے کہ قرآن پاک وحی الٰہی ہے۔

(۳)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ (الانعام: ۱۲۵)

''اور جس (خوش نصیب کے) لئے ارادہ فرماتا ہے۔ اللہ کہ ہدایت دے اسے تو کشادہ کر دیتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے اور جس (بدنصیب) کے لئے ارادہ فرماتا ہے کہ اسے گمراہ کر دے تو بنا دیتا ہے اس کے سینے کو بہت تنگ گویا کہ وہ زبردستی چڑھ رہا ہے آسمانوں کی طرف''۔

طیاروں اور ہوائی غباروں کے ذریعے جب فضا کے طبقات کے بارے میں معلومات منظر عام پر آئیں۔ تب ہمیں معلوم ہوا کہ فضا کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے جس میں آکسیجن کم ہوتی ہے۔ جب اس طبقے کی طرف چڑھنے کی کوشش کی جائے تو سانس لینے میں دشواری اور سینے میں تنگی محسوس ہوتی ہے۔ آیت قرآنیہ نے وضاحت کر دی ہے کہ جو بھی آسمان کی طرف چڑھتا ہے اسے تنگی تنفس کی دشواری پیش آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی مہمات پر جانے والے مصنوعی نظام تنفس کا سہارا لیتے ہیں۔

غور طلب بات یہ ہے کہ آیت پاک نے پہاڑ پر چڑھائی کی بجائے آسمان کی طرف بلندی ذکر کی ہے۔ کیونکہ ملک عرب میں کم بلندی والے پہاڑ اور وسیع صحرا تھے۔ وہاں پہاڑوں کی اتنی بلندی نہ تھی کہ ان پر چڑھنے والا سانس میں تنگی محسوس کرے یا یہ تنگی اس کی سمجھ میں آسکے۔

(۴)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ (الذاریات: ۴۹)

اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے بنائے۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ وَ مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَ مِمَّا لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۶﴾ (یٰس)

''ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا فرمایا جنہیں زمین اگاتی ہے اور خود ان کے نفسوں کو بھی اور ان چیزوں کو بھی جنہیں وہ (ابھی) نہیں جانتے''۔

لغت عرب کا قاعدہ ہے جب لفظ ''کل'' معرفہ کی طرف مضاف ہو تو معرفہ کے تمام اجزاء کو شامل ہوتا ہے۔ اور جب نکرہ کی طرف مضاف ہو تو نکرہ کے تمام افراد کو شامل ہوتا ہے۔ پہلی آیت میں ''کل'' نکرہ کی طرف مضاف ہے۔ لہٰذا تمام اشیاء کو شامل ہے۔

صاحب ظلال القرآن کا بیان ہے۔ یہ ایک عجیب حقیقت ہے۔ جو اس زمین اور کائنات میں تخلیق کے قاعدہ سے متعارف کرا رہی ہے۔ قرآن پاک نے لفظ شیء ذکر کیا ہے۔ جس کا اطلاق حیوانات کے علاوہ باقی اجسام پر بھی آتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ تمام اجسام کی تخلیق قاعدۂ زوجیت کے مطابق ہوئی ہے۔

انسان نے اس حقیقت کو چودہ سو سال پہلے جانا اس وقت زندوں میں بھی زوجیت کا تصور نہیں تھا چہ جائیکہ بے جان چیزوں میں اس تصور کو تسلیم کیا جاتا۔

قرآن کریم اس انداز میں کونیاتی حقائق سے آگاہی بخش رہا ہے۔ جبکہ آجکل کی علمی بحوث ابھی جاری ہیں۔ (اب تک کی تحقیق کہتی ہے) کائنات کی ہر چیز کا بنیادی عصر ''ذرہ'' ہے اور ذرہ بجلی کے دو مثبت اور منفی اجزاء سے مرکب ہے۔

(۵)

اے لوگو! اگر تمہیں کچھ شک ہو (روز محشر) جی اٹھنے میں تو ذرا اس امر میں غور کرو کہ ہم نے پیدا کیا تھا تمہیں مٹی سے پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر گوشت کے ٹکڑے سے بعض کی تخلیق مکمل ہوتی ہے اور بعض کی نامکمل تاکہ ہم ظاہر فرما دیں تمہارے لئے (اپنی قدرت کا کمال) اور ہم قرار بخشتے ہیں۔ رحموں میں جسے چاہتے ہیں۔ ایک مقرر میعاد تک پھر ہم نکالتے ہیں۔ تمہیں بچہ بنا کر۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنۡ كُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّنَ الۡبَعۡثِ فَاِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَةٍ ثُمَّ مِنۡ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنۡ مُّضۡغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَیۡرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَكُمۡ ؕ وَ نُقِرُّ فِی الۡاَرۡحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ نُخۡرِجُكُمۡ طِفۡلًا ثُمَّ لِتَبۡلُغُوۡۤا اَشُدَّكُمۡ ۚ وَ مِنۡكُمۡ مَّنۡ یُّتَوَفّٰی وَ مِنۡكُمۡ مَّنۡ یُّرَدُّ اِلٰۤی اَرۡذَلِ الۡعُمُرِ لِكَیۡلَا یَعۡلَمَ

مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ وَ تَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ ○ (الحج)

''پھر (پرورش کرتے ہیں تمہاری) تاکہ تم پہنچ جاؤ اپنے شباب کو اور تم میں سے کچھ (پہلے) فوت ہو جاتے ہیں اور تم میں سے بعض کو پہنچا دیا جاتا ہے نکمی عمر تک تاکہ وہ کچھ نہ جانیں ہر چیز کو جاننے کے بعد اور تو دیکھتا ہے۔ کہ زمین خشک پڑی ہے پھر جب ہم اتارتے ہیں اس پر (بارش کا) پانی تو وہ تروتازہ ہو جاتی ہے اور پھولتی ہے اور اگاتی ہے ہر خوشنما جوڑے کو''۔

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ○ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ○ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ○ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ○ (المرسلات)

''کیا ہم نے تمہیں حقیر پانی سے پیدا نہیں فرمایا پھر ہم نے رکھ دیا اسے ایک محفوظ جگہ (رحم مادر) میں ایک معین مدت تک پھر ہم نے ایک انداز ٹھہرایا پس ہم کتنے بہتر انداز ٹھہرانے والے ہیں''۔

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ○ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ○ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ○ (المومنون)

''اور بیشک ہم نے پیدا کیا انسان کو مٹی کے جوہر سے پھر ہم نے رکھا اسے پانی کی بوند بنا کر ایک محفوظ مقام میں۔ پھر ہم نے بنا دیا نطفہ کو خون کا لوتھڑا پھر ہم نے بنا دیا اس لوتھڑے کو گوشت کی بوٹی پھر ہم نے پیدا کر دیں۔ اس بوٹی سے ہڈیاں۔ پھر ہم نے پہنا دیا ان ہڈیوں کو گوشت۔ پھر (روح پھونک کر) ہم نے اسے دوسری مخلوق بنا دیا۔ پس بڑا بابرکت ہے اللہ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے''۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ (العلق)

''آپ پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے (سب کو) پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے''۔

مرد کے منوی جراثیم اور عورت کی بیضہ دانی کے ملاپ پر بارداری کا عمل مکمل ہوتا ہے۔ ابتداء میں یہ فقط ایک خلیہ ہوتا ہے۔ لیکن انسان اپنے تمام عناصر اور خصائص کے ساتھ اسی ایک خلیے میں موجود

ہوتا ہے۔ پھر یہ رحم کی طرف سفر کرتا ہے۔ جو تقریبا ایک ہفتے میں مکمل ہوتا ہے۔ اس دوران یہ خلیہ بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ کئی خلیوں کا مجموعہ بن کر رحم کی دیوار کے ساتھ چمٹ جاتا ہے۔ پھر اسے مخصوص انزیمات (انزائمنز) کے ذریعے حرکت دیتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک چھوٹے نقطے کی طرح ہو کر معلق ہو جاتا ہے اور ماں کے خون سے خوراک حاصل کرتا ہے۔

قرآن نے اسکی اس حالت کو علقۃ کہہ کر ظاہر کیا ہے۔ پھر یہ علقۃ بڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ اور اس خلیوں میں تنوع آنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ خلیے گول شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اور کئی ہفتے اسی حالت میں رہتے ہیں۔ اس حالت میں خون ایک چھوٹے سے تالاب میں رہتا ہے شریانوں میں نہیں۔ اور اس کی شکل چبائے ہوئے گوشت کے ٹکڑے سے مشابہ ہوتی ہے جسکی لمبائی چند ملی میٹر سے زیادہ نہیں ہوتی۔

پھر ہڈی بننا شروع ہوتی ہے۔ لیکن یہ ہڈی انتہائی شفاف اور غطروف (نرم ہڈی) سے بھی زیادہ نرم ہوتی ہے اسکے بعد ہڈی پر گوشت کی چادر چڑھائی جاتی ہے۔

اس موقع پر انسان قرآنی انکشاف کے سامنے دہشت زدہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ بطن مادر میں جنین کی بناوٹ کے بارے میں اتنی باریک معلومات انسان کے پاس نہ تھیں۔

لحمیاتی خلئے اس وقت تک نظر نہیں آتے جب تک استخوانی (ہڈی) خلئے نظر نہ آجائیں اس حقیت کو قرآن کریم نے (جریدہ عالم) پہ یوں درج کرایا ہے۔

فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا (مومنون: 14)

"پاک ہے وہ علیم وخبیر رب العالمین"۔

وہ مراحل جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے ان میں حیوان اور انسان کے جنین مشترک ہوتے ہیں۔ لیکن حمل کے دوسرے ماہ انسانی جنین کے خصائص واضح ہو جاتے ہیں۔ جسے "خلق آخر" کہا گیا ہے۔

جنین انسانی بہت ساری خصوصیات سے مزین ہوتا ہے جسکی وجہ سے اس کا سفر ارتقاء جاری رہتا ہے۔ جبکہ حیوانات کے جنین ان خصوصیات سے محرومی کی وجہ سے ارتقائی منازل طے نہیں کر سکتے نتیجۃً وہ حیوان ہی رہتے ہیں۔ اور کوئی ایسی مشین اور آلہ نہیں جو مادی اعتبار سے حیوانات کے جنین کو ارتقائی سفر طے کرا کے درجہ حیوان سے درجہ انسان تک لے جاسکے۔ کیونکہ نفحہ الٰہیہ ہے جس سے انسان کو انسانیت نصیب ہوتی ہے جبکہ حیوان کو نفحہ الٰہیہ اس طرح میسر نہیں۔ اسی نفحے سے جنین انسانی کی دوسری تخلیق جسے قرآن نے خلق آخر کہا ہے وہ شروع ہوتی ہے۔

حیوانی بناوٹ کی حد تک ابتدائی طور پر انسان اور حیوان ایک جیسے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد مشینی یا آلاتی اسباب سے نہیں بلکہ اللہ کی قدرت کی وجہ سے انسان منازل کمال طے کرتا چلا جاتا ہے۔

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۝ (المومنون)

''پس بڑا بابرکت ہے اللہ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے''۔

زمین کا یہ سفر کہاں اور انسان کی ایجادات کہاں۔ لیکن انسان ان حیرت ناک حقائق کی طرف توجہ نہیں دیتا دل کو تالا لگا کر آنکھوں پر پٹی باندھ کر کور ذوقوں کی طرح یہاں سے گزر جاتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں انہماک نے اسے یہ چیزیں بھلادی ہیں۔

ذرا غور تو کیجئے کہ ایک چھوٹا سا ''نقطہ'' کس طرح تمام انسانی خصوصیات، عادات اور اخلاق کا مجموعہ بن جاتا ہے۔ اور جب اسے ''خلق آخر'' سے نوازا جاتا ہے۔ تو یہی موروثی اور وہبی خصوصیات نشوونما پاتی ہیں اور کھل کر ایک طفل معصوم کی صورت میں نگاہوں کے سامنے آتی جاتی ہیں۔ ایک باریک ودقیق نقطہ کہاں اور موروثی ووہبی خصوصیات کا مجموعہ کہاں؟

چند لمحے یہاں رک کر غور کرنے سے بند دلوں کے تالے کھل سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ ایک مضبوط قرارگاہ (رحم مادر) میں تکمیل پذیر ہوتا ہے۔

جو لوگ ان اعضاء کے تشریحی علوم سے واقف ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ عورت کے پیٹ کے نچلے حصے میں یہ امانت گاہ ایک چوڑی اور مضبوط دیوار کی حامل ہے۔ پھر کچھ چوڑی اور کچھ گول تاریں اسے مثانہ اور سیدھی نالی کے ساتھ باندھے ہوئے ہیں۔ اور یہ ساری چیزیں اس امانت گاہ (رحم مادر) کو متوازن رکھتی ہیں اسے گرنے اور جھکنے سے بچاتی ہیں۔ جب حمل کی نشوونما ہوتی ہے تو یہ برتن پھیلتا چلا جاتا ہے۔ اور بچے کی پیدائش کے بعد اپنی اصلی حالت پر لوٹ آتا ہے جب یہ ساری تشریحات سامنے ہوں تو قرآن کے فرمان کا پتہ چلتا ہے۔

ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ۝ (المومنون)

وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ۝ (الحجر)

''پس ہم بھیجتے ہیں ہواؤں کو باردار بنا کر پھر ہم اتارتے ہیں آسمان سے پانی پھر ہم پلاتے ہیں تمہیں وہی پانی اور تم اس کا ذخیرہ کرنے والے نہیں ہو''۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ۭ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ۝

''کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ لے جاتا ہے بادل کو پھر جوڑتا ہے اس

(کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں) کو پھر اسے تہہ بہ تہہ کردیتا ہے۔ پھر تو دیکھتا ہے بارش کو کہ نکلتی ہے اسکے درمیان سے اور اتارتا ہے اللہ تعالیٰ آسمان سے برف جو پہاڑوں کی طرح ہوتی ہے۔ پس نقصان پہنچاتا ہے اس سے جسے چاہتا ہے اور پھیر دیتا ہے اسکو جس سے چاہتا ہے قریب ہے کہ اسکی بجلی کی چمک لے جائے آنکھوں کو"۔ (النور)

بارش کا سبب بننے والے عوامل کا دارومدار فضائی بجلی ہے اس سمت واضح اشارات (قرآنی) موجود ہیں جس طرح تلاوت شدہ دونوں آیتیں بیان کررہی ہیں۔ پہلے لوگ ''لواقح'' سے مراد لیتے تھے کہ یہ ہوائیں زراعت کے لئے لواقح ہوا کرتی تھیں۔ لیکن یہ مفہوم مراد لینا آیت کے نصف ثانی کو فراموش کردینے کے مترادف ہے۔ کیونکہ اس طرح لوگوں کے کھانے کے لئے اجناس اور پھل تو ان ہواؤں کے آنے کا نتیجہ ہوسکتے ہیں۔ لیکن بارش کا پانی جس کو تمام زندہ چیزیں پیتی ہیں وہ مراد نہیں بن سکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ہوائیں آسمان سے بارش کے برسنے کا سبب ہیں جس کا پانی سارے پیتے ہیں۔

پتہ چلا کہ لواقح کا معنی صرف وہ ہوائیں ہی نہیں جو اشجار وزروع میں تذکیر وتانیث کے ملاپ کا باعث بنتی ہیں۔ بلکہ اس سے مراد وہ ہوائیں ہیں جو نزول آب کا سبب بنتی ہیں۔ اب آیت میں پنہاں معانی میں غور کیجئے۔

بلاشبہ بادل کا پانی سے سیراب ہونا یہ آسمانی بجلی کا مرہون منت ہے کیونکہ بادل دو قسم کے ہوتے ہیں۔ برق مثبت اور برق منفی کے حامل بادل۔ اور ہوا ان دونوں قسموں کے بادلوں کو آپس میں ملاتی ہے جس سے بارش بن کر برسنا شروع ہوجاتی ہے۔ آیت پاک میں ہواؤں کو لواقح کہنے سے یہی مراد ہے۔ پس یہ ملاقحت قطرات کی قطرات سے یا سحاب کی سحاب (بادل) سے ہوگی۔ اور یہ تشبیہ نام ہے یعنی جس طرح نباتات میں عمل تلقیح ہوتا ہے اس طرح بجلیاں بھی عمل تلقیح کی خوگر ہیں۔ اور جس طرح نباتات میں عمل تلقیح کے بعد اصل خلیوں کے سوا ایک اور خلیہ جنم لیتا ہے برقی تلقیحات کا نتیجہ بھی ایسے ہی ہوتا ہے۔

سورۃ الحجر کی آیت (جس کا ترجمہ ذکر کردیا گیا ہے) اسی اعجاز کا مظہر ہے۔ بادلوں میں عمل تلقیح اور اس کے نتیجے میں نزولِ باراں، انسان اس حقیقت سے ناواقف تھا یہاں تک کہ علم جدید نے اس راز سے پردہ اٹھایا۔

پھر سورۃ النور کی آیت نے اس اعجاز میں اور اضافہ کردیا ہے "ثم یولف بینه" کے الفاظ واضح اشارہ اور ایک گہرا نکتہ ہیں کہ مختلف قسم کے برقی بادل ایک دوسرے میں جذب ہوجاتے ہیں۔ جس

سے گرج چمک کڑک اور ٹھنڈک جنم لیتی ہے۔

جب مختلف بادلوں کے ٹکڑے باہم جذب ہو جاتے ہیں تو ایک دبیز بادل بن جاتا ہے۔ وہ بادل جب پانی سے فارغ ہوتے ہیں۔ تو قریب ترین بادلوں سے بارش برتی ہے۔ جس کے قطرے موٹے موٹے ہوتے ہیں۔ کیونکہ اوپر سے چھوٹے چھوٹے قطرے اترتے ہیں جو آپس میں ملکر بڑے ہو جاتے ہیں۔ جب سطح زمین کے بالائی حصوں (پہاڑوں) پر ان قطرات کا نزول ہوتا ہے تو برف بن جاتے ہیں اور نشیبی و میدانی علاقوں میں بصورت باراں نازل ہوتے ہیں۔ انسان ان احوال سے واقف نہیں کہ برف کیسے بنتی ہے وہ صرف اتنا گمان کرسکتا ہے کہ ان حالات میں فضا میں ایک عظیم اضطراب جنم لیتا ہے۔ آیت نے اس اضطراب کی طرف اشارے کئے ہیں۔

ا۔ گھنے بادل کا وہ مجموعہ جس کی وجہ سے پہاڑوں پر برف بنتی ہے اس وقت وہ بادل بھی پہاڑ کی طرح نظر آتے ہیں۔ لیکن اس حقیقت کو اس وقت ہی کما حقہ دیکھا گیا جب انسان کو جہاز پر سواری نصیب ہوئی۔

۲۔ جب ایک طاقتور برقی روشنی کی طرف اشارہ کیا گیا۔ جس کی سفیدی اسقدر شدید ہوتی ہے۔ قریب ہے کہ وہ نگاہوں کو اچک لے۔ قرآن کا فرمان ہے۔

يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ۝ (نور)

'' قریب ہے کہ اس بجلی کی چمک لے جائے آنکھوں کو''۔

(٦)

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ۝ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ۝ (سورۃ الفرقان)

'' کیا آپ نے نہیں دیکھا اپنے رب کی طرف کیسے پھیلا دیتا ہے سائے کو اور اگر چاہتا تو بنا دیتا اسے ٹھہرا ہوا۔ پھر ہم نے بنا دیا آفتاب کو اس پر دلیل۔ پھر ہم سمیٹے جاتے ہیں سائے کو اپنی طرف آہستہ آہستہ''۔

ہم جانتے ہیں کہ فضا مختلف طبقات کے پے در پے مجموعے کا نام ہے۔ جب یہ مجموعہ زمین کے قریب ہوتا ہے تو اس میں کثافت کم ہوتی ہے۔ ہیثم اور ڈیکارٹ کے '' قانون انکسار'' کے مطابق روشن شعاعوں کی گزرگاہ کو ٹیڑھا ہونا ضروری ہے۔ یہ دونوں ماہرین کہتے ہیں روشنی کی شعاع اپنی گزرگاہ میں ایک ٹیڑھی اور جوف دار لکیر چھوڑتی جاتی ہے۔

اس طرح آہستہ آہستہ سایہ سکڑتا چلا جاتا ہے قرآن نے قَبْضًا يَّسِيْرًا کہہ کر اس راز سے پردہ ہٹایا ہے۔ یہ معلومات بھی نزول قرآن کے وقت متعارف نہیں تھی۔

(۷)

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ (الذاریات)

''اور ہم نے آسمان کو (قدرت کے) ہاتھوں سے بنایا اور ہم نے ہی اس کو وسیع کر دیا''۔

اس آیت پاک میں '' موسعون '' اسم فاعل استعمال ہوا ہے جو استمرار (کسی کام کے جاری رہنے) کا فائدہ دیتا ہے۔ گویا کہ آسمان اب بھی ہر لحظہ وسعت پذیر ہے۔

اب یہ مسئلہ بدیہی ہو چکا ہے۔ جو ''انسٹن'' (ایک سائنسی اصطلاح) کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس سائنسی نظریئے کا انکشاف ماہر طبیعات ''ہابل'' نے کیا تھا۔ وہ یہ کہتا ہے کہ ''کواکب سدیمیہ'' ہمارے اس گنبد سے دور ہیں۔

بلجیکا کے ریاضی دان لامٹر نے اس سے کائنات کے پھیلاؤ کا نظریہ اخذ کیا۔

کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ''وحی'' اپنے روشن علوم، اصحاب فکر علماء کے سامنے کھول کر بیان کر دے اور کیا کسی امی کے لئے (از خود) یہ نکتے بیان کرنا ممکن ہے؟۔

(۸)

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِىَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِىْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَىْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ (النمل)

''اور تو جب (اس روز) پہاڑوں کو دیکھے گا تو گمان کرے گا کہ یہ ٹھہرے ہوئے ہیں حالانکہ وہ چل رہے ہوں گے بادل کی سی چال یہ کاریگری ہے اللہ کی جس نے (اپنی حکمت سے) مضبوط بنایا ہر چیز کو بیشک وہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو''۔

يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا (الاعراف: ۵۴)

''ڈھانکتا ہے رات سے دن کو درآں حالیکہ طلب کرتا ہے دن رات کو تیزی سے''۔

ان دونوں آیتوں میں زمین کی گردش کے بارے میں واضح اشارات ہیں۔

پہلی آیت بتا رہی ہے کہ پہلی نظر میں تو انسان یہی سوچتا ہے کہ پہاڑ جامد ہیں۔ لیکن درحقیقت پہاڑ بھی کرہ ارضی کی حرکت کے مطابق حرکت کرتے ہیں۔ بعض مفسرین نے قیامت کے قریب ''حرکت'' مراد لی ہے لیکن اسی آیت کا آخری حصہ ''صنع اللہ الذی اتقن کل شی'' اس بات پر

دلالت کرتا ہے کہ یہ حرکت ہماری اسی دنیا میں ہے۔

دوسری آیت بھی اسی معنی کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ مثلاً اگر فرض کر لیا جائے کہ سورج اور زمین دونوں ثابت (ساکن) ہیں۔ پھر یہ ماننا پڑے گا کہ زمین کے ایک حصے پر ہمیشہ رات رہتی ہے اور دوسرے حصہ میں دن۔

اور جب ہم نے فرض کر لیا کہ سورج زمین کے گرد گھومتا ہے تو اس حالت میں یہ منبع نور متحرک ہوگا دن سائر (چلنے والا) اور رات اس کی تابع ہوگی۔

لیکن اس کے برعکس ''منبع ضیاء'' (سورج) اگر ثابت ہو (زمین کی حرکت کے اعتبار سے) اگرچہ اپنی ذات میں وہ متحرک ہو اس صورت میں رات سائر (چلنے والی) اور دن اس کا تابع ہوگا۔ اس مفہوم کو آیت يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا میں بیان کیا گیا ہے۔

بس رات دن کے پیچھے پیچھے ہے اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب زمین اپنی ذات کے گرد چکر لگا رہی ہو۔ اسکی مزید وضاحت میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں۔

عربی گرائمر کے اعتبار سے جب ایک فعل دو مفعولوں میں عمل کر رہا ہو تو پہلا مفعول معنوی اعتبار سے فاعل اور دوسرا مفعول ہوتا ہے۔ اور جب التباس کا اندیشہ ہو تو فاعل اور مفعول کی تقدیم وتاخیر جائز نہیں۔ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا۔ میں ایک فعل دو مفعولوں کا عامل ہے۔ جن میں سے ہر ایک فاعل اور مفعول بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ فاعل معنوی کو مقدم اور مفعول کو موخر کیا جائے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا تو اس میں ''اللیل'' فاعل ہے جو انھار پر عمل کر رہا ہے۔

(۹)

طالب تحقیق کیلئے اس موضوع پر اور بھی بہت ساری آیات ہیں۔ جو تمام کی تمام اسی بات کی طرف اشارہ کر رہی ہیں کہ یہ قرآن کسی بشر کا کلام نہیں۔ قرآن کا فرمان ہے وَّالْجِبَالَ أَوْتَادًا (النباء) اس میں جیالوجی کا ایک دقیق ترین نکتہ بیان کیا جا رہا ہے عصر حاضر کے ماہرین کہتے ہیں پہاڑ جتنے زمین سے باہر ہیں اس سے دوگنا ان کی گہرائی زمین کے اندر ہے۔

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا (الزلزلہ) یہ جیالوجی کا باریک نکتہ ہے۔ ماہرین بڑی مسافتوں کے بعد یہاں تک پہنچے ہیں۔ زمین میں پہلے چھلکے ہی چھلکے تھے اور یہ کہ زمین کی اندرونی تہہ اسکے چھلکے سے زیادہ موٹی ہے۔

وَّجَعَلَ فِيهَا سِرٰجًا (الفرقان:٦١)

''اور بنایا ہے اس میں چراغ (آفتاب)''۔

آیت پاک میں سراجاً واحد کی بجائے ایک قرات سروجاً جمع ہے۔ یہاں سراج سے مراد سورج ہے زمانۂ قدیم میں سورج کے علاوہ کسی اور ستارے کا علم نہیں تھا لیکن علم جدید بتا تا ہے کہ کئی اور ستارے بھی ہیں جو سورج (کی طرح) ہیں۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا (یس:۳۸)

''اور یہ آفتاب ہے جو چلتا رہتا ہے اپنے ٹھکانے کی طرف''۔

یہ آیت پاک بتا رہی کہ دوران شمس کا محور مشترک ہے۔ اور سورج اپنے گرد بھی چکر لگا تا ہے۔

یُكَوِّرُ الَّیْلَ عَلَى النَّهَارِ وَیُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّیْلِ (الزمر:۵)

''وہ لپیٹتا ہے رات کو دن پر اور لپیٹتا ہے دن کو رات پر''۔

اس آیت پاک میں کرۂ ارضی کا ایک نازک مسئلہ بیان کیا جا رہا ہے کیونکہ تکویر (لپیٹنا) یہ دائروی چیز کیلئے ہوتی ہے۔ دوسری آیت میں ہے۔

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا؛ الادحیة کا معنی ہے شتر مرغ کے انڈے۔

وَاَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ (النحل:۱۵)

''اور گاڑ دیئے ہیں زمین میں اونچے پہاڑ تا کہ زمین لرزتی نہ رہے تمہارے ساتھ''۔

یہ حقیقت ہے کہ اگر پہاڑ نہ ہوتے تو زمین ہمیشہ اضطراب (جھٹکے) میں رہتی۔ جب قرآن یہ کہتا ہے۔

اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا

''کیا کبھی غور نہیں کیا کفر وانکار کرنے والوں نے کہ آسمان اور زمین آپس میں ملے ہوئے تھے پھر ہم نے الگ الگ کر دیا انھیں''۔ (الانبیاء:30)

اس حقیقت کو جدید علم نے بڑی تحقیق کے بعد حاصل کیا، رتقاً کی کوئی بھی تفسیر کی جائے نتیجہ واضح ہے۔ یعنی اگر یہ مراد لیا جائے کہ زمین وآسمان ایک ہی تھے۔ یا یہ کہا جائے کہ زمین پر کوئی شے اگتی نہیں تھی اور آسمان سے بارش نہیں برستی تھی یہ تفسیر اس کے ساتھ ملتی ہے۔ جو کہتے ہیں کہ زمین بھی سورج کی طرح آگ کا ایک (گرم) ٹکڑا تھا اس وقت نہ اس پر زندگی تھی اور نہ پانی۔ ابن کثیر نے ان دونوں معانی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اس طرح کی اور بہت ساری مثالیں ہیں۔

اگر عقل انصاف سے کام لے تو پہچان جائے کہ اس قران کو اس ذات نے نازل کیا ہے اور وہ ان دونوں سے خوب آگاہ بھی ہے۔

أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝ (الملک)

''نادانو! کیا وہ نہیں جانتا (بندوں کے احوال کو) جس نے (انہیں) پیدا کیا اور وہ بڑا باریک بین ہر چیز سے باخبر ہے''۔

قرآن کریم کے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہونے پر خود قرآن نے ہی اشارہ کیا ہے۔

وَ إِنَّهُ لَكِتَٰبٌ عَزِيزٌ ۝ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ۝ (حم سجدہ)

''اور بے شک یہ بڑی عزت (حرمت) والی کتاب ہے۔ اس کے نزدیک نہیں آسکتا باطل۔ نہ اسکے سامنے سے نہ اس کے پیچھے سے۔ یہ اتری ہوئی ہے بڑے حکمت والے سب خوبیاں سراہے کی طرف سے''۔

قرآن نے ماضی کی بات بھی کی ہے اور مستقبل کی بھی۔ حال و استقبال کی کوئی بھی قرآنی خبر جھوٹی نہیں ہر صورت میں قرآن مکمل دلیل پیش کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

بعض لوگوں نے گزشتہ زمانوں کی خبروں کے حوالے سے قرآن کریم پر نکتہ چینی کی کوشش کی ہے ان کا گمان تھا کہ یہ خبریں بہت پرانی ہیں۔ لہٰذا وہ لوگ جو ایمان سے خالی ہیں ان کے اعتراضات کو درست تسلیم کرلیں گے وہ بزعم خود علمی تنقید اور تاریخی مزاج کے مدعی ہیں۔ لیکن حقائق کی دنیا میں واضح انکشافات نے ان کی ہیرا پھیری اور قرآن کی صداقت کو ثابت کر دیا ہے۔ ان میں کچھ وہ نادان لوگ ہیں جو قوم عاد و ثمود اور ان پر اترنے والی سختیوں کے منکر ہیں ان کا خیال ہے کہ شاید ان کے اس بے تکے انکار پر کوئی گرفت کرنے والا نہیں۔ لیکن زیادہ عرصہ بھی نہ گزرا تھا کہ ''تاریخ بطلیموس'' منظر عام پر آئی جس میں عاد و ثمود کے نام واضح ملتے ہیں۔ عاد (Oadita) اور ثمود (Thamudia) یونانی کتب میں عاد اور ارم اکٹھے لکھے ہوئے بھی ملتے ہیں جس کا مجموعہ یوں بنتا ہے (ادرامیت) اور یہ لفظ عاد ارم ذات العماد سے ملتا جلتا ہے۔

ماؤزل ٹاکی جو تاریخی خبروں کا شیدائی ہے اس نے اپنی کتاب الحجاز الشمالی میں بیان کیا ہے کہ مدین میں (ایک) ہیکل پر یونانی اور نبطی زبان کی کچھ تحریریں ملی ہیں جن میں قبائل ثمود کے واضح اشارات پائے جارہے ہیں۔

ایک خود فراموش نے ابرہہ اس کے لشکر کی ناکامی، کعبہ شریف پر حملہ، اور عربوں کو کعبہ سے برگشتہ

کرنے کے لئے صنعاء میں تعمیر کلیسا، کا انکار کیا ہے۔

لیکن سد مآرب کے کھنڈرات پر اس کے نام کے نقش ملتے ہیں جن پر اسے امیر حبشی کا لقب دیا گیا ہے۔ وہ عبارت یوں ہے "ملک الجشه وسبأ وریدان وحضر موت والیمامه وعرب الوعر والسهل "اٹھارویں صدی عیسوی میں حبشہ کی سیر کرنے والے ایک سیاح کا بیان ہے کہ اہل حبشہ اپنی تاریخ کی کتابوں میں بیان کرتے ہیں کہ ابرہہ نے مکہ کا قصد کیا تھا لیکن جب اس کے لشکر کو چیچک نے آ گھیرا تو وہاں سے واپس بھاگ نکلا۔ اسے عام الفیل کہتے ہیں۔ اور یہ بعثت محمد یہ ﷺ سے کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے۔

بلاشبہ قرآن نے حالات گزشتہ کی جتنی بھی تفصیلات بتائی ہیں تاریخی نصوص ان تمام باریکیوں کی تائید کرتی ہیں مثلاً قرآن بیان کرتا ہے کہ عیسائیوں کا ایک گروہ حضرت مسیح کے سولی چڑھنے میں شک کرتا ہے آج بھی ان کا ایک بہت بڑا گروہ اس بات کا انکاری ہے (اور یہ بالکل صحیح ہے کہ حضرت مسیح کو سولی پر نہیں چڑھایا گیا مترجم مختار احمد رومی)

قرآن کریم ایک بہت بڑے طوفان کا ذکر بھی کرتا ہے اور تمام تاریخی مصادر اس کی تائید کرتے ہیں خواہ ان مصادر کا تعلق مصر سے ہے یا یونان اور بابل سے۔

قرآن نے جو خبریں دی ہیں ان میں سے کچھ ایسی تھیں جو اس وقت عرب میں معروف تھیں اور کچھ ایسی تھی جن کے بارے میں کچھ علم نہ تھا۔ قرآن فرماتا ہے۔

تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَ لَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا (ہود:۴۹)

"یہ قصہ غیب کی خبروں سے ہے جنہیں ہم وحی کر رہے ہیں آپ کی طرف۔ نہ آپ جانتے تھے اسے اور نہ ہی آپ کی قوم اس سے پہلے"۔

اس وقت وحی کے علاوہ معلومات کا کوئی اور ذریعہ نہیں تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان واقعات سے آگاہی اس وقت ہوئی جب محمد ﷺ نے اپنے مبارک لبوں سے وحی الٰہی کی تلاوت فرمائی یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اس قرآن کا مصدر جناب الٰہی عزوجل کے سوا کوئی اور ہو حالانکہ قرآن کا فرمان ہے۔

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ (حم السجدۃ:۴۲)

"نہیں آسکتا اس کے پاس باطل سامنے کی جانب سے"۔

رہا مستقبل کے بارے میں قرآن کا بیان اور آنے والے واقعات کا قرآن کی تصدیق کرنا یہ قرآن کے منجانب اللہ ہونے پر سب سے بڑی گواہی ہے۔ بس قرآن کا کوئی فرمان بھی ایسا نہیں جسے

واقعات نے جھٹلایا ہو یا مستقبل میں کوئی ایسا امکان ہو۔ خواہ وہ فرمان کسی چیز کی خبر ہو یا بیان ہو یا کوئی تشریعی حکم ہو۔

ہم گزشتہ صفحات میں کائنات کے بارے میں قرآن کے بیانات کو واقعات کے موافق دیکھ چکے ہیں۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ مستقبل کے بارے میں جو خبریں قرآن نے دی ہیں اور واقعات نے ان کی تصدیق و تائید کی ہے۔ ان (واقعات) کو بیان کریں۔

اصل بات بیان کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ بتائیں کہ اس موضوع میں قرآن کیوں ایسی دلیل بن گیا ہے جس میں نہ کوئی کجی ہے۔ اور نہ کوئی شک۔

بیشک انسانی علم ماضی اور حال کے دائرے میں بند ہے۔ مستقبل یہ ایک ایسا غیب ہے جو مستور و مجہول ہے مستقبل کے بارے میں انسان ظن وتخمین سے کام لے سکتا ہے یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اور یہ اندازے کبھی غلط ہو سکتے ہیں اور کبھی صحیح۔

جب کتاب الٰہی ہمیں یقینی خبر دیتی ہے۔ اور پھر وہ واقعہ بعینہٖ ظہور پذیر ہو جاتا ہے۔ ایک بار نہیں ہر بار ایسا ہوتا ہے۔ اس حالت میں ہم مان لیتے ہیں کہ یہ پیشین گوئی اور اخبار آئندہ کا احاطہ علم انسانی کا کرشمہ نہیں بلکہ یہ وہ علم محیط ہے جس کے سامنے ماضی، حال اور استقبال بالکل عیاں ہے اور وہ علم خداوندی ہے۔

آیئے اسکی مثالیں دیکھتے ہیں۔

پہلی مثال

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (المائدة:٦٧)

''اور اللہ تعالیٰ بچائے گا آپ کو لوگوں (کے شر) سے''۔ (ترجمہ جمال القرآن)

حضرت امام احمد حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضور ﷺ ایک رات جاگ رہے تھے آپ بھی حضور ﷺ کے پاس تھیں۔ آپ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا بات ہے؟ (آپ کیوں اس طرح جاگ رہے ہیں؟) سرکار نے فرمایا کاش میرے صحابہ میں سے کوئی شخص میری چوکیداری کرتا۔ چند لمحے بعد مجھے ہتھیاروں کی آواز آئی۔ سرکار نے فرمایا کون؟ آنے والے نے بتایا میں سعد بن مالک ہوں حضور ﷺ نے فرمایا کیوں آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا آپ کی چوکیداری کے لئے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر حضور ﷺ اس طرح سوئے کہ آپ کے خراٹوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

ترمذی اور حاکم نے حضرت عائشہ سے اور طبرانی نے حضرت ابوسعید خدری سے یہ حدیث ذکر کی ہے۔ حضور ﷺ رات کے وقت پہرے کا انتظام کیا کرتے تھے۔ جب یہ آیت **وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ** اتری سرکار نے فرمایا لوگو! تم چلے جاؤ میرا رب میرا محافظ ہے۔

ان دونوں روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ اپنے لئے پہرہ پسند فرماتے تھے۔ جب حفاظت ربانی کا یقین ہو گیا اس وقت تک صحابہ پہرہ دیتے رہے۔

کسی قاتل کا ہاتھ آپ کی طرف نہ اٹھ سکا۔ یہ بھی ایک مستقبل کی خبر ہے۔ کون یہ یقین کر سکتا تھا کہ آپ قتل نہیں ہوں گے۔ حالانکہ محمد پاک ﷺ جیسی ذات سارا عرب جن کا دشمن ہو۔ اور جن کی عداوت میں ان کے خون کھول رہے ہوں۔ نگاہ خرد سے دیکھنے والے اس پر یقین نہیں کر سکتے لیکن علم محیط کی تاثیر سے روشن نگاہیں اس پر یقین کر سکتی ہیں۔

کتب سیرت بتاتی ہیں کہ یہود نے آپ ﷺ کو دھوکے سے شہید کرنے کے لئے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کئے مشرکین نے بھی کئی جتن کئے۔ ان کے ارادوں کے نفاذ میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے سوا کوئی بشری رکاوٹ مانع نہیں تھی۔ ان سازشوں کے علاوہ بھی کئی خطرناک جنگیں ہوئیں دشمن کا مکمل ہدف آپ کی ذات گرامی ہوتی تھی۔ کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ سرکار نے دشمن کو اپنی پشت کی جانب آنے دیا ہو حالانکہ دوران جنگ آپ دشمن کے سب سے زیادہ قریب ہوتے تھے۔ جب جنگ خوب بھڑک اٹھتی تو صحابہ حضور ﷺ کے گرد پناہ لیتے تھے۔ ان دونوں طرح کے خطرات میں جرأت کا یہ انداز ثابت کرتا ہے کہ آیت قرآن کی گواہی سچی ہے کہ اس ذات تک کسی دشمن کی رسائی نہیں ہو سکتی اور ایسا ہی ہوا۔

حضور ﷺ اپنے رفیقِ اعلیٰ کے حریم ناز میں پہنچے قدرت الٰہی نے آپ کو اپنی جانب بلا لیا کسی انسان کو آپ پر دست درازی کی ہمت نہ ہوتی۔

دو اور روایتیں پڑھئے جن سے واضح ہوتا ہے کہ خطرے کی گھڑیوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی حمایت کر کے اپنے وعدے کو کس طرح نبھایا۔

ابن حبان اور مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ذکر کی ہے۔

فرماتے ہیں جب کوئی سفر درپیش آتا راستے میں زیادہ سایہ دار درخت حضور ﷺ کے لئے چھوڑ دیا جاتا۔ غزوہ ذات الرقاع میں حضور ﷺ ایک سایہ دار درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے اپنی تلوار درخت سے لٹکا دی۔ اتنے میں ایک مشرک آیا اور آپ کی تلوار لے کر تان لی اور کہنے لگا کیا آپ

مجھ سے ڈرتے ہیں سرکار نے فرمایا نہیں اس نے کہا اب کون آپ کو مجھ سے بچائے گا؟ آپ نے فرمایا میرا اللہ مجھے تم سے بچائے گا میری تلوار رکھ دو اس نے فوراً تلوار رکھ دی۔

شیخین کی روایت ہے۔

غزوہ حنین میں مسلمان بکھر کر ادھر ادھر ہٹ گئے۔ حضور ﷺ اپنے خچر پر سوار دشمن کی طرف بڑھنے لگے حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس خچر کی لگام پکڑ کر اسے تیز چلنے سے روک رہے تھے۔ مشرکین نے بڑھ کر آپ پر ہجوم کر لیا سرکار ذرا بھی پیچھے نہ ہٹے بلکہ اپنے خچر سے اتر پڑے اور فرمانے لگے۔

انا النبی لا کذب انا ابن المطلب۔

''میں سچا نبی ہوں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں''۔

گویا حضور ﷺ انہیں للکار رہے تھے اور جس جگہ کھڑے تھے اس کا نشان بتا رہے تھے بخدا کوئی بھی آپ کے قریب نہ آیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لشکر اور اپنے دست قدرت سے آپ کی حفاظت فرمائی۔

ہر لمحہ اور ہر آن قتل کے خطرے میں ہونے کے باوجود قرآن کی پیشین گوئی کہہ رہی ہے۔ آپ کو کوئی خطرہ نہیں آپ قتل نہیں کئے جائیں گے اس پیشین گوئی پر وہی یقین کر سکتا ہے جسے اس کے وحی ہونے پر پختہ یقین ہو۔ اور اسے پتہ ہو کہ موت و حیات اسی کے ہاتھ میں ہے جس نے یہ یقین دلایا ہے اور جو عالم الغیب ہے۔

دوسری مثال

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَ السَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ ۝ (القمر)

''عنقریب پسپا ہو گی یہ جماعت اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ بلکہ ان کے وعدے کا (روز) قیامت ہے اور قیامت بڑی خوفناک اور تلخ ہے''۔

حضرت امام بخاری نے حضرت عائشہ سے روایت ذکر کی ہے کہ یہ آیات مکہ میں نازل ہوئیں۔ اس وقت سیدہ صدیقہ کھیلنے کودنے والی بچی تھیں۔ اس وقت مسلمان تھوڑے بھی تھے اور کمزور بھی۔ سارا عرب ان کے مخالف تھا۔ جنگ کا تصور تک بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اگر جنگ ہو بھی جاتی تو مسلمانوں کے غالب آنے کی کوئی امید تک نہ تھی۔ ان حالات میں اس آیت کا نزول ہوا۔ مسلمان اس کے مفہوم کو نہ سمجھ سکے یہاں تک کہ حضرت عمر بھی اس طرف نہ جا سکے۔

ابن ابی حاتم حضرت عکرمہ سے روایت کرتے ہیں۔ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ۝ (قمر)
جب نازل ہوئی تو حضرت عمر نے فرمایا کون سا لشکر شکست کھائے گا اور کون سا لشکر غالب آئے گا۔
جب غزوہ بدر کا دن آیا میں نے حضور ﷺ کو دیکھا اپنی زرہ مبارک پہن کر تیزی سے چل رہے ہیں۔ آپ کی زبان مبارک پر یہی آیت تھی۔ مجھے اس آیت کی تفسیر اس دن معلوم ہوئی۔

واقعہ بدر طویل عرصے بعد واقع ہوا۔ مسلمانوں نے علیحدہ وطن حاصل کیا کافر اپنے وطن میں تھے دونوں نے اپنے لشکر تیار کیے اور پھر ان لشکروں کے درمیان تصادم ہوا حضور ﷺ جانتے تھے کہ اسی دن کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے۔

امام بخاری نے حضرت ابن عباس کی حدیث ذکر کی ہے۔

حضور ﷺ بدر کے دن اپنے قبہ مبارک میں یوں فرما رہے تھے۔

اے میرے اللہ! میں تمہیں تیرا عہد اور تیرا وعدہ یاد دلاتا ہوں۔ اے میرے اللہ! اگر تو چاہتا ہے کہ آج کے دن کے بعد زمین پر تیری عبادت نہ کی جائے (تو پھر اس لشکر کو مغلوب کر دے)

حضرت ابو بکر نے آپ کا دست مبارک پکڑ لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بس کیجئے آپ نے اصرار کی حد کر دی ہے آپ کا رب آپ کے لئے کافی ہے۔

جب سرکار باہر آئے تو آپ کی زبان مبارک پر مذکورہ دونوں آیتیں تھیں۔ آپ نے فرمایا اہل ایمان کا گروہ کامیاب ہوگیا۔ کفار شکست کھا گئے۔

قرآن کریم نے سچ کہا ہے مومنوں کا ایمان اور پختہ ہوگیا کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا علم ہے جس میں غلطی نہیں۔

تیسری مثال

غُلِبَتِ الرُّومُ ۝ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُم مِّن بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ۝ فِي بِضْعِ سِنِينَ ۗ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِن قَبْلُ وَمِن بَعْدُ ۚ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ۝ (الروم)

''ہرا دیئے گئے رومی پاس کی زمین میں اور وہ ہار جانے کے بعد ضرور غالب آئیں گے چند برس کے اندر اللہ ہی کا حکم ہے پہلے بھی اور بعد بھی اور اس روز خوش ہوں گے اہل ایمان اللہ تعالیٰ کی مدد سے وہ مدد فرماتا ہے جسے چاہتا ہے''۔

(جمال القرآن از پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ہجرت سے پہلے مشرکین مسلمانوں سے اس بات پر جھگڑتے تھے کہ اہل روم جو اہل کتاب ہیں۔

ان پر مجوسی غالب آ گئے ہیں۔ اور تم یہ کہتے ہو کہ تم اللہ کی جانب سے اترنے والی کتاب کی وجہ سے ہم پر غالب آ جاؤ گے۔

حالانکہ عنقریب ہم تم پر غالب آ جائیں گے جس طرح فارس کے مجوسی اہل کتاب پر غالب آئے ہیں۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔

نصرت خداوندی کی خبر اور وہ بھی ایک معین وقت میں۔ یہ دونوں کام اس وقت عقل میں نہیں آتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مملکت روم اتنی کمزور ہو چکی تھی کہ اپنی حدود کے اندر ہی شکست کھا گئی۔ کوئی بھی یہ گمان نہیں کر سکتا تھا کہ عرصہ دراز تک یہ مملکت سنبھل سکے گی۔

یہی وجہ ہے کہ مشرکین مکہ قرآن کی اس خبر کی تکذیب کرتے تھے۔ قرآن نے یہاں تک ہی نہیں بلکہ یہ بھی فرمایا کہ اس دن مسلمان اللہ کی مدد کی وجہ سے خوش ہوں گے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح اہل روم کو اہل فارس پر مدد ملے گی اسی طرح مسلمانوں کو مشرکین کے مقابلے میں بھی اللہ تعالیٰ کی مدد ملے گی۔ حالانکہ ان حالات میں یہ دونوں خوشیاں انتہائی ناممکن تھیں۔

ایک ہی دن ان دونوں کا وقوع کس طرح تصور کیا جا سکتا تھا۔ اسی وجہ سے قرآن نے ایک عظیم تاکید ذکر کی ہے۔

وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (الروم)

''یہ وعدہ اللہ نے کیا ہے اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ رومیوں کو مجوسیوں پر فتح نصیب ہوئی۔ مورخین کا اتفاق ہے کہ یہ فتح نو سال کی قلیل مدت میں مکمل ہوئی۔ اور یہ وہی دن تھا کہ جس دن غزوہ بدر الکبریٰ میں مسلمانوں کو مشرکین پر فتح نصیب ہوئی تھی۔

جس طرح ترمذی نے ابو سعید سے اور طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے۔

چوتھی مثال

ثُمَّ نَظَرَ ۝ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝ (المدثر)

''پھر دیکھا، پھر منہ بسورا اور ترش رو ہوا، پھر پیٹھ پھیری اور غرور کیا پھر بولا یہ نہیں ہے مگر جادو جو پہلوں سے چلا آتا ہے۔ یہ نہیں ہے مگر انسان کا کلام، عنقریب میں اسے جہنم میں

جھونکوں گا''۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ۝۱ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ ۝۲ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳ وَّ امْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ فِیْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵ (لہب)

''ٹوٹ جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ و برباد ہو گیا۔کوئی فائدہ نہ پہنچایا اسے اس کے مال نے اور جو اس نے کمایا عنقریب وہ جھونکا جائے گا شعلوں والی آگ میں۔ اور اسکی جورو بھی بدبخت ایندھن اٹھانے والی۔اس کے گلے میں مونج کی رسی ہوگی''۔

نص اول ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

نص ثانی حضور ﷺ کے چچا ابولہب اور اسکی بیوی کے بارے میں نازل ہوئی۔

دونوں نصیں بیان کر رہی ہیں کہ یہ تینوں (ولید، ابولہب اور اسکی بیوی) جہنم میں جائیں گے۔اور یہ کہ یہ تینوں حالتِ کفر میں مریں گے۔یہ غیب کی خبریں نہیں تو اور کیا ہے؟

کتنے ہی مشرک ایسے تھے جو ان تینوں کی طرح کٹر گمراہ پکے کافر اور حد درجہ سخت دشمن اسلام تھے۔ لیکن بعد میں مسلمان ہو گئے جس طرح کہ ابوسفیان، خالد بن ولید اور عمرو بن العاص۔

ظاہری طور پر دیکھا جائے تو ولید بن مغیرہ اور ابوسفیان میں کوئی فرق نہ تھا۔حالانکہ ولید کے بارے میں قرآن نے بڑی واضح شہادت دے دی تھی۔یہی حال ابولہب کا بھی ہے۔

تاریخ میں کوئی بھی ایسی مثال نہیں ہے۔کہ قرآن نے کسی شخص کو دوزخی کہا ہو اور اس نے اسلام قبول کر لیا ہو۔(بلکہ وہ کافر ہی رہا اور جہنم میں گیا)

پانچویں مثال

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ (الفتح:۲۷)

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا حق کے ساتھ کہ تم ضرور داخل ہو گے مسجد حرام میں جب اللہ نے چاہا''۔

صلح حدیبیہ والے سال مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا گیا۔قریش نے یہ شرط عائد کی تھی کہ مسلمان آئندہ سال آئیں مکہ شریف میں داخل ہوں تو نیاموں میں تلواروں کے سوا ان کے پاس کوئی ہتھیار نہ ہو۔

کیا مسلمانوں کو یقین تھا کہ مشرکین اپنا وعدہ نبھائیں گے حالانکہ ان کی طرف سے پہلے عہد شکنی کا

تجربہ کیا جا چکا تھا۔قریش نے قطع رحمی بھی کی۔شعائر اللہ کی توہین بھی کی۔آج وہ قربانی کے جانور آگے جانے سے روک رہے ہیں۔توکل ان سے کیا توقع رکھی جا سکتی ہے؟

فرض کیا وہ مسلمانوں کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی اجازت دے دیتے ہیں۔لیکن کیا ان کی جانب سے نہتے مہمانوں کو مطمئن ہو جانا چاہئے۔کیا یہ دھوکہ نہیں ہو سکتا کہ مسلمانوں کو گھر بلا کر ختم کر دیا جائے اسی دلیل قریش کی وہ شرط ہے کہ نیاموں میں تلواروں کے سوا مسلمانوں کے پاس کوئی ہتھیار نہ ہو۔اس سے مسلمان قریش کی تلواروں سے مطمئن ہو سکتے ہیں۔لیکن ان کے تیر، نیزے اور بھالے ان کی ضمانت کون دے؟

ان مشکوک حالات میں ان امور کے بارے میں پختہ وعدہ؟ (۱) مکہ مکرمہ میں داخلہ (۲) امن کی ضمانت (۳) عمرہ کی ادائیگی۔

عمرہ قضا کے لئے مسلمان مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔امن کے ساتھ تین دن گزارے اور اپنا عمرہ مکمل کیا۔اور سارے مناسک ادا کئے۔اس کے بعد ''فتح قریب'' جلد ہی آ گئی۔

چھٹی مثال

مکی دور میں قرآن مسلمانوں کی دلجمعی کے لئے ان کے ساتھ وعدہ نصرت وامن فرما رہا ہے۔پہلے انبیاء ورسل کے حالات بیان کر کے انہیں تسلی دی جا رہی ہے۔

وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ۝ (الصافات)

''اور بیشک ہمارا لشکر ہی غالب ہوا کرتا ہے''۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ۝ (مومن)

''بیشک ہم (اب بھی) مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور مومنین کی اس دنیوی زندگی میں اور اس دن بھی (مدد کریں گے) جس دن گواہ (گواہی دینے کیلئے) کھڑے ہوں گے''۔

مکہ مکرمہ میں مسلمان سوتے تو بھی خوف! جاگتے تو بھی خوف! لیکن جب مدینہ منورہ ہجرت کی تو اب کیا حال ہے؟

حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور صحیح بھی قرار دیا ہے۔

جب حضور ﷺ اپنے صحابہ کے ہمراہ مدینہ تشریف لائے۔انصار نے انہیں پناہ دی (اس سے پہلے) سارا عرب ان کا دشمن تھا۔رات کو ہتھیار لگا کر سوتے صبح اسی حال میں جاگتے۔انصار نے کہا

ہمیں دیکھ رہے ہو کہ ہم پر امن زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہمیں کسی کا خوف نہیں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ؀ (النور)

''وعدہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے اور نیک عمل کئے کہ وہ ضرور خلیفہ بنائے گا انہیں زمین میں۔ جس طرح اس نے خلیفہ بنایا انکو جو ان سے پہلے تھے۔ اور مستحکم کر دے گا ان کیلئے ان کے دین کو جس سے اس نے پسند فرمایا ان کیلئے اور وہ ضرور بدل دے گا انہیں انکی حالت کو خوف کو امن میں۔ وہ میری عبادت کرتے ہیں۔ کسی کو میرا شریک نہیں بناتے جس نے ناشکری کی اس کے بعد تو وہی لوگ نافرمان ہیں''۔

ابن ابی حاتم نے حضرت براء سے روایت کی ہے ہم شدید خوف کی حالت میں تھے جب یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کے بعد دیکھئے کیسی مدد اور کیسا امن نازل ہوا اور کس بستی میں اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو اپنا نائب بنایا جس کے باشندوں کی تعداد سینکڑوں میں تھی جس کے اردگرد سارے اس کے دشمن تھے۔ چند سالوں میں اس ریاست نے پورے جزیرہ عرب پر غلبہ حاصل کر لیا۔ روم اور ایران دو بڑی عالمی ریاستیں تھیں۔ اس ریاست نے ان پر بھی فتح پائی۔ یہ ریاست کرہ ارض پر پھیل گئی اور کسی بھی ریاست کو فتح کرنا اس کے لئے کوئی بھی مشکل نہ رہا۔

ساتویں مثال

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ۡ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ؀ (العنکبوت)

''اور نہیں ہو تم بے بس کرنے والے (اللہ تعالیٰ کو) زمین میں (بھاگ کر) اور نہیں ہے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا دوست اور کوئی مددگار''۔

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ (عنکبوت: ۲۲)

''اور نہیں ہو تم بے بس کرنے والے (اللہ تعالیٰ کو) زمین میں (بھاگ کر) اور نہ آسمان میں (پناہ لیکر)''۔

آپ ان دونوں آیتوں میں دیکھ رہے ہیں کہ اللہ تعالی انسان کو فرما رہا ہے کہ انسان اللہ تعالی کو عاجز نہیں کر سکتا۔ لیکن پہلی آیت میں صرف زمین پر انسان کو خطاب کیا ہے اور دوسری آیت میں زمین و آسمان میں دونوں میں خطاب ہے۔

فی السماء کے الفاظ کا اضافہ ایک بہت بڑی دلالت کا حامل ہے۔ یہ الفاظ ایک بشارت کے حامل ہیں کہ انسان کا آسمان تک پہنچنا ممکن ہے۔ لیکن وہاں پہنچ کر بھی تمہیں مشیت ایزدی کے سامنے سر جھکانا پڑے گا۔

اے انسان! تو مجھے زمین پر عاجز نہیں کر سکتا۔ اور اگر تو (ترقی کرتے کرتے) آسمان پر بھی چڑھ جائے تو مجھے عاجز نہیں کر سکتا۔

موجودہ دور سے پہلے انسان آسمان کی طرف نہیں گیا اس خطاب کا مصداق آج کے دور کا انسان ہے۔ اور یہ خطاب اعجاز قرآنی کا پوشیدہ راز ہے۔

ہر دور کے حقائق یہ واضح کرتے رہیں گے کہ قرآن نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ بالکل حق ہے اور یہ کہ باطل نہ اس کے سامنے سے اور نہ پیچھے سے اس میں داخل ہو سکتا ہے۔

آٹھویں مثال

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۗ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۝

''اور اس نے پیدا کئے گھوڑے خچر اور گدھے تاکہ ان پر سواری کرو اور (تمہارے لئے ان میں) زینت ہے اور پیدا فرمائے گا ایسی سواریوں کو جن کو تم نہیں جانتے''۔ (النحل)

وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ۝ (یٰس)

''اور ایک نشانی ان کے لئے یہ بھی ہے کہ ہم نے سوار کیا انکی اولاد کو ایک کشتی میں جو بھری ہوئی تھی''۔

پہلی آیت میں ان چیزوں کا بیان ہے جن پر انسان سوار ہوتا ہے اور وہ چیزیں انسان کے لئے زینت بھی ہیں۔ ان اصناف کے ذکر کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عنقریب ایسی چیزیں بھی پیدا فرمائے گا جن سے قرآن کے اولین مخاطب صحابہ کرام (ظاہری طور پر) آگاہ نہیں۔

آیت کا انداز بتا رہا ہے کہ وہ چیزیں گدھے خچر اور گھوڑے کے علاوہ ہوں گے۔ اور اپنے دور کے حساب سے وہ انسان کے لئے باعث زینت بھی ہوں گی۔

دوسری آیت میں ان سواریوں کی کچھ صفات بھی بیان کر دی گئی ہیں۔ آپ غور کیجئے ''جنس

فلک" سے کیا مراد ہے؟ جس پر انسان سواری کرے گا اس وقت ہوائی جہاز، کاریں اور ریل گاڑیاں عالم غیب کی چیزیں تھیں۔

آجکل کی تمام جدید سواریاں لغوی طور پر وَ خَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ (یٰس) میں داخل ہیں۔

اس طرح یہ دونوں آیتیں انسان کو جدید سواریوں کی خوشخبری سنا رہی ہیں اس دور میں ہر روز نئی سے نئی گاڑیاں تیار ہو رہی ہیں۔ جنہیں انسان پہلے نہیں جانتا تھا۔

وَ يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل)

"اور وہ پیدا فرماتا ہے وہ چیزیں جو تم نہیں جانتے۔ میں اسی طرف اشارہ ہے"۔

قرآن کا خطاب ہر دور اور ہر جگہ کے انسان کے لئے ہے۔ جب قرآن نے فرمایا! **وَ يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ** اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ سواریوں کی کچھ اقسام ایسی رہیں گی۔ جن سے ہر دور کا انسان ناواقف ہوگا۔

نزول قرآن کے وقت بعض صحابہ یہ سمجھتے رہے کہ اللہ تعالیٰ عنقریب ایسی سواریاں پیدا فرمائے گا جو عام عادت سے مختلف ہوں گی مثلاً زمین اور پانی پر چلنے والی سواریوں کے علاوہ کوئی اور سواریاں ہوں گی۔

وَ اٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ وَ خَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ۝ (یٰس)

"اور ایک نشانی ان کے لئے یہ بھی ہے کہ ہم نے سوار کیا ان کی اولاد کو ایک کشتی میں جو بھری ہوئی تھی۔ اور ہم نے پیدا کیں ان کے لئے اس کشتی کی مانند اور چیزیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں"۔

یہ آیات یہود کے بارے میں۔ نزول قرآن کے حوالے سے یہ بات مستقبل کے پردوں میں تھی۔ لیکن یہ تاریخی حقیقت ہے۔ جو کچھ ہوا وہ قدرت الٰہی کی تفسیر ہے۔ اس دور میں یہود دھتکاری ہوئی قوم ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے۔

وقطعنھم فی الارض امماً۔ (الاعراف:۱۹۸)

اور ہم نے بانٹ دیا انہیں زمین میں کئی گروہوں میں۔

یہ دربدری اور دشت نوردی کا عذاب زمانہ نزول قرآن سے لیکر اب تک جاری ہے۔

تاریخ یہود کے اس طویل ترین زمانے کی داستان کتب تاریخ میں محفوظ ہے ان کے لئے دائمی دھتکار، نہ ختم ہونے والی ذلت ہے۔

کنیسہ سے انہیں دھتکارا گیا روس میں ان کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا؟ زمانہ جانتا ہے نازیوں نے انہیں کس عذاب سے دو چار کیا تھا۔ یہ حالات مغرب میں پیش آئے تھے۔ اس کے علاوہ یہ لوگ مشرق و مغرب میں دوسروں کے محکوم ہیں۔ یہ خود بھی ایسی زندگی کو ذلت کی زندگی تصور کرتے ہیں۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ

(الاعراف:۱۶۷)

''اور یاد کرو جب اعلان کر دیا آپ کے رب نے کہ ضرور بھیجتا رہے گا ان پر روز قیامت تک ایسے (جابر) جو چکھائیں گے انہیں برا عذاب''۔

بعد میں اگرچہ ان پر بعض اقوام اور حکومتوں نے مہربانی بھی کی مثلاً امریکہ، برطانیہ، روس، فرانس۔ لیکن تیسری آیت قرآنی پڑھ کر دیکھیں کہ پیشین گوئی کس طرح پوری ہوئی۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ (آل عمران:۱۱۲)

''مسلط کردی گئی ان پر ذلت (ورسوائی) جہاں کہیں یہ پائے گئے بجز اس کے کہ اللہ کے عہد سے لوگوں کے عہد سے (کہیں پناہ مل جائے)''۔

اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے عہد کے بغیر لگاتار عذاب اور دائمی ذلت۔ جب یہ دونوں عہد (معاہدہ یا تعاون) مل گئے تو انہیں مستقل ریاست نصیب ہوئی۔

لیکن اس کے باوجود پہلی آیت کے مطابق قیامت تک ان کا عذاب نہیں ختم ہوگا۔

لیکن ہمارا ان کے ساتھ معاملہ (بحوالہ قرآن) یہ ہے۔

فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ (الصافات)

ترجمہ گزر چکا ہے۔

موجودہ تورات جس میں کئی بار ردوبدل کیا گیا ہے۔

یہ قول اب بھی موجود ہے۔

ساجمعک یااسرائیل فی ارض المیعاد ثم اذبحک ذبحاً۔

''اے بنی اسرائیل عنقریب میں تمہیں ایک مقرر جگہ پر جمع کر کے خوب قتل کروں گا''۔

اسلام سے غفلت کا یہ دور ختم ہونے کے بعد جب اللہ تعالیٰ کے لشکر یہود کا صفایا کریں گے تب حقیقت

معلوم ہو جائے گی۔

نویں مثال

قرآن کریم میں غور وفکر کرنے سے ایسی بہت سی پیشین گوئیاں مل سکتی ہیں۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۝ (سورۃ الحجر)

''اس میں بھی پیشن گوئی ہے جو پوری ہو چکی ہے''۔

فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَ لَنۡ تَفۡعَلُوۡا (بقرہ:24)

''اس میں پیشین گوئی ہے جو پوری ہو چکی ہے''۔

سَنُرِيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا فِى الۡاٰفَاقِ وَفِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ (فصلت:53)

''یہ پیشین گوئی بھی پوری ہو چکی ہے۔ سورۃ النصر کی پیشین گوئی پوری ہو چکی ہے''۔

اِنَّ الَّذِىۡ فَرَضَ عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ (القصص:80)

''یقیناً وہ (قادر مطلق) جس نے آپ پر قرآن کی تبلیغ فرض کی ہے آپ کو واپس لے جائے گا جہاں آپ چاہتے ہیں''۔

اس پیشین گوئی کو بھی اللہ تعالیٰ نے پورا فرما دیا ہے۔ اس تمام بحث سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ قرآن کریم جب کوئی بات کرتا ہے تو وہ ضرور پوری ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کا انحصار اس علم پر ہے جس میں غلطی نہیں ہو سکتی۔

جب لوگ قرآن کا مفہوم غلط سمجھتے ہیں تو وہ یہ گمان کر بیٹھتے ہیں کہ خود قرآن میں (نعوذ باللہ) غلطی ہے۔ ہر دور میں یہی مصیبت اور آزمائش درپیش رہی ہے۔ اس وجہ سے لوگ قرآن کریم پر اعتراض کرتے ہیں۔ یہ بہت بڑا خطرہ ہے لہذا ہمیں تفاسیر کا مطالعہ کرتے ہوئے اس وہم سے محتاط رہنا چاہئے ہر مفسر اپنے زمانے کی ثقافت کی روشنی میں قرآن سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور پھر اس مفہوم کو بطور تفسیر پیش کرتا ہے حالانکہ قرآن فہمی میں غلطی اور اصل حقیقت قرآن میں بڑا فرق ہے۔

(۴)

ایک اور چیز جو تمہیں رہنمائی کرتی ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اللہ رب العزت جس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اگر قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتا تو یوں نہ ہوتا۔

قرآن کریم کی آیات کیا کہہ رہی ہیں آیئے تلاوت کرتے ہیں۔

قُلۡ عَسٰۤى اَنۡ يَّكُوۡنَ رَدِفَ لَـكُمۡ بَعۡضُ الَّذِىۡ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ ۝ (النمل)

''بلا شبہ یہ قرآن بیان کرتا ہے بنی اسرائیل کے سامنے اکثر ان امور (کی حقیقت) کو جن
میں وہ جھگڑتے رہتے ہیں''۔

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ
الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ

''اے اہل کتاب! بیشک آ گیا تمہارے پاس ہمارا رسول کھول کر بیان کرتا ہے تمہارے
لئے بہت سی ایسی چیزیں جنہیں تم چھپایا کرتے تھے کتاب سے۔ اور درگزر فرماتا ہے
بہت سی باتوں سے''۔ (المائدۃ)

اور نہیں اتاری ہم نے آپ پر یہ کتاب مگر اس لئے کہ آپ صاف صاف بیان کر دیں ان کے لئے
وہ بات جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ اور یہ (کتاب) سراپا ہدایت اور رحمت ہے اس قوم کے لئے
جو ایماندار ہے۔ (جمال القرآن از پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ)

تورات پر تنقیدی تحقیقات نے تورات کے اسفار میں صرف ایک سفر کو تسلیم کیا ہے کتاب مقدس
کی تاریخ کے مصنف (موتیہ) نے اسے ''ارمیاء'' کا سفر قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں انجیل کی حالت
بھی قابل رشک نہیں۔

اسقف حضرات کے گروہ نے اس کی خبروں میں کافی تبدیلی کر دی ہے اسی چیز نے بقیہ اناجیل
میں شک کی تخم ریزی کر دی ہے۔

آخری انجیل اب بھی معتبر نہیں رہی۔ کیونکہ تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ یہ حضرت مسیح علیہ السلام
کے ایک صدی بعد گھڑی گئی تھی۔ اس وقت حضرت عیسیٰ کے تمام حواری بھی اس دنیا سے رخصت
ہو چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کی مذہبی دستاویزات کے گرد شکوک وشبہات کے بادل
منڈلا رہے ہیں۔

صرف ایک انجیل نے کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ ہیں۔ پھر یہ اناجیل چار کیوں ہو گئیں اور ان
کے درمیان اختلاف، تعارض کمی اور زیادتی کیوں ہے؟

ان کتب میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ ان کے بارے میں قرآن کا موقف وہ ہے جو اس کے
منجانب اللہ ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ قرآن نے وہ موقف اختیار کیا ہے۔ جس کی بنیاد علم مطلق
پر ہے۔ جس میں شک کی گنجائش نہیں۔

بعض مقامات پر قرآن نے انہیں چیلنج بھی کیا ہے کہ تورات اٹھا کر لاؤ۔

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ

مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۳﴾

''سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل کے لئے مگر وہ جسے حرام کیا اسرائیل نے اپنے آپ پر اس سے پہلے کہ نازل کی گئی تورات آپ فرماؤ لاؤ تورات پھر پڑھو اسے اگر تم سچے ہو''۔(سورۃ آل عمران)(جمال القرآن از پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ)

سب سے پہلی بات کہ موجودہ تورات زبور انجیل یہ مکمل طور پر اصل آسمانی کتب نہیں ہیں بلکہ اب ان میں تبدیلی اور تحریف داخل ہو چکی ہے۔ان میں سے کچھ حصہ فراموش کر دیا گیا ہے۔

قرآن کا بیان کیا ہے؟ آیئے دیکھتے ہیں۔

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾

''اور ان میں سے کچھ ان پڑھ ہیں جو نہیں جانتے کتاب کو بجز جھوٹی امیدوں کے اور وہ تو محض وہم و گمان ہی کرتے رہتے ہیں۔پس ہلاکت ہو ان کے لئے جو لکھتے ہیں کتاب خود اپنے ہاتھوں سے پھر کہتے ہیں یہ نوشتہ اللہ کی طرف سے ہے تا کہ حاصل کر لیں اسکے عوض تھوڑے سے دام سو ہلاکت ہو ان کے لئے بوجہ اسکے جو لکھا ان کے ہاتھوں نے اور ہلاکت ہو ان کے لے بوجہ اس مال کے جو وہ (یوں) کماتے ہیں''۔(البقرہ)

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾ (سورۃ النساء)

''کچھ لوگ جو یہودی ہیں۔پھیر دیتے ہیں۔(اللہ کے کلام کو) اس کی اصل جگہوں سے''۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ (المائدۃ)

''بدل دیتے ہیں اللہ کی باتوں کو اس کے صحیح موقعوں سے اور انہوں نے بھلا دیا اس کا بڑا حصہ جس کے ساتھ انہیں نصیحت کی گئی تھی''۔

الموقف الثانی

کتب سابقہ اور قرآن

قرآن کریم نے بہت سے ایسے امور ذکر کئے ہیں جن کا بیان پہلے تورات اور انجیل میں ہو چکا تھا تورات اور انجیل کے کچھ حصے اب بھی اصل حالت میں موجود ہیں۔ان میں ردو بدل نہیں ہو سکا۔اس کی دلیل یہ ہے کہ بہت ساری نصوص قرآنیہ اور تورات وانجیل کی نصوص میں اب بھی مطابقت پائی جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ جو اس نے اپنی سابقہ کتب میں نزول فرمایا تھا اور جو اس کتاب قرآن مجید میں اتارا ہے۔تاریخ شاہد ہے کہ حضور ﷺ نے کوئی دینی یا غیر دینی کتاب نہیں پڑھی تھی۔

امثلہ ملاحظہ کیجئے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ (المائدۃ)

''حالانکہ کہا تھا خود مسیح نے اے بنی اسرائیل! عبادت کرو اللہ کی جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔یقیناً جو بھی شریک بنائے گا اللہ کے ساتھ تو حرام کردی ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے۔اور نہیں ظالموں کا کوئی مددگار''۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ (المائدۃ)

''اور جب پوچھے گا اللہ تعالیٰ اے عیسیٰ ابن مریم! کہ کیا تو نے کہا تھا لوگوں سے کہ بنالو مجھے اور میری ماں کو دو خدا اللہ کے سوا۔وہ عرض کریں گے پاک ہے تو ہر شریک سے کیا مجال تھی میری کہ میں کہوں ایسی بات جسکا نہیں ہے مجھے کوئی حق۔اگر میں نے کہی ہوتی ایسی بات تو تو ضرور جانتا اس کو۔تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے۔اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔بیشک تو ہی جاننے والا ہے تمام غیبوں کا۔نہیں کہا میں نے انہیں مگر وہی کچھ جس کا تو نے حکم دیا مجھے کہ عبادت کرو اللہ کی جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی

پروردگار ہے۔(جمال القرآن از پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

انجیل یوحنا کا بیان ہے۔(ترجمہ انجیل از باب ۱۷)

''ابدی زندگی (کا مطلب) یہی ہے کہ (اے پروردگار) وہ تمہیں معبود حقیقی جان لیں اور یسوع مسیح کو بھی (نعوذ باللہ) جس کو تو نے رسول بنا کر بھیجا ہے''۔

انجیل مرقس باب ۲۸ میں ہے۔

''لکھنے والوں میں سے ایک آیا اس نے دیکھا کہ وہ باہم مصروف گفتگو ہیں۔جب اس نے ان کا حسن جواب دیکھا تو پوچھا سب سے پہلی وصیت کون سی ہے۔یسوع نے جواب دیا سب سے پہلی وصیت یہ ہے کہ اے (بنی) اسرائیل غور سے سنو۔ہمارا پروردگار ہمارا معبود حقیقی ہے۔اور یہ کہ تو اپنے معبود سے دلی محبت کرے تیری جان تیری فکر اور تیری صلاحیت اس محبت میں تیرے ساتھ ہو یہ ہے سب سے اوّل وصیت''۔

انجیل متی کے باب نمبر ۱۶ میں ہے۔

''پھر ان میں سے ایک آگے بڑھا اور کہا اے صالح معلم! کونسا عمل سب سے زیادہ موثر ہے تاکہ مجھے ابدی زندگی مل جائے۔اس نے جواب دیا تم مجھے ''صالح'' کیوں کہہ رہے ہو۔صالح فقط ایک ذات ہے جو اللہ رب العزت ہے''۔

(۱) موجودہ اناجیل کی یہ صریح نصوص ثابت کر رہی ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت توحید کے لئے تھی اور وہ اللہ کے رسول تھے۔اسکے بعد (انجیل میں) تحریف کی گئی قرآن نے آکر اس تحریف کی تصحیح کر دی۔

(۲) قرآن حضرت عیسیٰ کی زبان پر فرما رہا ہے۔

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ (آل عمران: ۵۰)

''اور میں تصدیق کرنے والا ہوں اپنے سے پہلے آئی ہوئی کتاب تورات کی''۔

اسکے بعد فرمایا۔

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۴۲﴾ (المائدۃ)

''اور ہم نے دی اسے انجیل اس میں ہدایت اور نور تھا اور تصدیق کرنے والی تھی جو اس سے پہلے تھا یعنی تورات اور (یہ انجیل) ہدایت اور نصیحت تھی پرہیزگاروں کے لئے''۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖ

اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝ (الشوریٰ)

''اس نے مقرر فرمایا ہے تمہارے لئے وہ دین جس کا اس نے حکم دیا تھا اور نوح کو اور جسے ہم نے بذریعہ وحی بھیجا ہے آپ کی طرف اور جس کا ہم نے حکم دیا تھا۔ ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو کہ اسی دین کو قائم رکھنا اور تفرقہ نہ ڈالنا اس میں۔

(جمال القرآن از پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

انجیل متی بزبان حضرت عیسیٰ یوں کہہ رہی ہے یوں نہ گمان کرو کہ میں ناموس یا انبیاء (کی شان میں) کمی کرنے یا توڑنے کے لئے آیا ہوں نہیں بلکہ میں جوڑنے کے لئے آیا ہوں میں تم سے ''حق'' کہہ رہا ہوں۔ زمین و آسمان فنا ہو جائیں گے مگر ''ناموس'' کا ایک حرف یا ایک نقطہ بھی فنا نہیں ہوگا۔ جس نے ان وصایا میں سے چھوٹی سی وصیت کو توڑا اس کو ملکوت ارض وسماء میں اصغر (یعنی سب سے) چھوٹا کہا جائے گا لیکن جس نے ان پر عمل کیا اور اسے دوسرے لوگوں تک پہنچایا اسے ملکوت ارض وسماء میں عظیم کہا جائے گا میں تمہیں کہہ رہا ہوں اگر تمہاری نیکی میں اضافہ نہ ہوا تو تم آسمانوں میں داخل نہیں ہوسکو گے۔

(۳) قرآن فرما رہا ہے۔

وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَاۤ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَ الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَ السِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (المائدۃ)

''اور ہم نے لکھ دیا تھا یہود کے لئے تورات میں (یہ حکم) کہ جان کے بدلے جان آنکھ کے بدلے آنکھ ناک کے بدلے ناک کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کے قصاص تو جو شخص معاف کردے بدلہ تو یہ معافی کفارہ بن جائے گی اس کے گناہوں کا''۔ (جمال القرآن از پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ)

انجیل متی میں ہے۔ جس نے کسی انسان کو مارا اور وہ مر گیا (اس کو مارنے والے کو) قتل کیا جائے گا جس نے اپنے باپ یا ماں کو مارا اسے بھی قتل کیا جائے گا۔

اذیت نفس کے بدلے میں نفس، آنکھ کے بدلے، آنکھ دانت کے بدلے دانت، ہاتھ پیر کے بدلے ہاتھ پیر، آگ سے جلانے کے بدلے آگ میں جلایا جائے گا۔ زخم کے بدلے زخم اور محبت کے بدلے محبت دی جائے گی۔

(۴) قرآن کا فرمان ہے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾ (الاعراف)

''وہ خدا ہے۔ جس نے پیدا فرمایا! تمہیں ایک نفس سے اور بنایا اس سے اس کا جوڑا''۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾ (ق)

''اور ہم نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں''۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۚ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾ (البقرۃ)

''وہی تو ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب''۔

(جمال القرآن از پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

تورات میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ (تکوین سفر اول)

ہم نے انسان کو پیدا کیا مرد و زن بنایا انہیں برکت عطا کی اور فرمایا پھلو پھولو زمین پر قبضہ کرو پھیل جاؤ یہ چھٹا دن ہے۔

تکوین سفر ثانی میں ہے۔

پس میں نے زمین و آسمان اور اس کے لشکروں کو مکمل کیا۔

یہ زمین و آسمان کی ابتداء ہے جس دن معبود حقیقی نے ان پر عمل فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو زمین کی مٹی سے پیدا فرمایا پھر ان کی ناک میں روح زندگی پھونکی جس سے حضرت آدم زندہ انسان بن گئے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم پر نیند طاری کر دی اور ان کی ایک پسلی لی اس سے ایک عورت بنائی اور اسے حضرت آدم کے سامنے پیش کر دیا۔ پسلی کی جگہ گوشت بھر دیا۔

(۵) قرآن حکیم کا فرمان ہے۔

مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۠ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾ (کہف)

''میں نے ان سے مدد نہیں لی تھی جب آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور نہ (اس وقت ان

سے مدد لی) جب خود انہیں پیدا کیا''۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝ (الرحمٰن)

''اس نے رواں کیا دونوں دریاؤں کو جو آپس میں مل رہے ہیں۔ انکے درمیان آڑ ہے آپس میں گڈمڈ نہیں ہوتے''۔

''کیا ہم نے نہیں بنایا زمین کو بچھونا۔ اور پہاڑوں کو میخیں اور ہم نے پیدا کیا ہے تمہیں جوڑا جوڑا۔ اور ہم نے بنادیا ہے تمہاری نیند کو باعث آرام۔ نیز ہم نے بنادیا رات کو پردہ پوش اور ہم نے دن کو روزی کمانے کے لئے بنایا اور ہم نے بنائے تمہارے لئے اوپر سات مضبوط (آسمان) اور ہم نے ہی ایک نہایت روشن چراغ بنایا اور ہم نے برسایا بادلوں سے موسلادھار پانی۔ تاکہ ہم اگائیں اسکے ذریعے اناج اور سبزی نیز گھنے باغات''۔ (جمال القرآن از پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ)

نی سفر ایوب صحاح نمبر ۳۸ میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو جواب دیا اور فرمایا۔ پوری قوت کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ میں تم سے پوچھ رہا ہوں تم مجھ سے سیکھ لو۔ جب میں نے زمین کو پیدا کیا تھا تم کہاں تھے؟ اگر تم سمجھتے ہو تو مجھے بتاؤ۔ کس نے اسکی بنیاد رکھی تھیں اور کس چیز پر رکھی تھی کس نے اس کے زاویے کا پتھر رکھا تھا جب صبح کے ستارے چمکے تھے۔ اور تمام انبیاء نے نعرہ لگایا تھا۔ کوے کو کون شکار مہیا کرتا ہے جب اس کا بچہ اللہ کی بارگاہ میں فریاد کرتا ہے۔

اس پر حضرت ایوب علیہ السلام نے جواباً عرض کیا۔

میں تو تیرا عاجز بندہ ہوں میں تمہیں کیا جواب دوں گا۔ میں نے اپنے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ لیا ہے (یعنی چپ ہوں)

(٦) قرآن کا فرمان ہے۔

''یہ تمہارا رب ہے نہ ہے کوئی معبود مگر وہی ہر شے کا پیدا کرنے والا ہے پس اسی کی عبادت کرو تم اور وہ ہر شے کا کارساز ہے''۔

نگاہیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ نگاہوں کا احاطہ کرتا ہے اور وہ لطیف وخبیر ہے۔ اس طرح کی کوئی شے نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے بادشاہت آسمانوں اور زمین کی۔

سفر خروج کے بارے میں تورات کا بیان ہے۔

اللہ رب العزت تا ابد زمانے کا مالک ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے۔

''قدرتوں والے رب کا جلال مرعوب کر دینے والا ہے ہم اس عظیم قوت والے (رب) کا ادراک نہیں کر سکتے۔ جو حق ہے، بہت زیادہ کرم کرنے والا ہے''۔

ایک اور جگہ فرمان ہے!

''وہی اللہ تعالیٰ ہے۔ جو سب سے بلند ہے۔ وہ اللہ عظیم ہے۔ ہم اسے کماحقہ نہیں پہچان سکتے۔ اس کی نعمتیں شمار سے باہر ہیں''۔

(۷) قرآن کا فرمان ہے۔

وَ مِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَ حَیْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَیْكُمْ حُجَّةٌ ۗ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۗ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَ اخْشَوْنِیْ ۗ وَ لِاُتِمَّ نِعْمَتِیْ عَلَیْكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ (البقرۃ)

''اور یاد کرو جب ہم نے وعدہ فرمایا موسیٰ سے چالیس رات کا پھر بنالیا تم نے بچھڑے کو (معبود) ان کے بعد اور تم سخت ظالم تھے۔ اور جب واپس آئے موسیٰ اپنی قوم کی طرف خشم ناک (اور) غم گین ہو کر (تو) بولے (اے قوم) بہت بری جانشینی کی ہے۔ تم نے میری میرے بعد۔ کیا تم نے جلد بازی کی اپنے رب کے فرمان سے (اور غصہ سے) پھینک دیں تختیاں''۔

قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِی الْحَیٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۪ وَ اِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَ انْظُرْ اِلٰۤی اِلٰهِكَ الَّذِیْ ظَلْتَ عَلَیْهِ عَاكِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِی الْیَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾ (طٰہٰ)

''اور (ذرا) اس خدا کی طرف جس کی طرف تو جم کر بیٹھا رہا (اس کا کیا حشر ہوتا ہے) ہم اسے جلا ڈالیں گے اور پھر ہم اسے بکھیر کر بہا دیں گے اس سمندر میں اس (کی راکھ)''۔

جبکہ سفر خروج صحاح نمبر ۳۲ میں ہے۔

موسیٰ علیہ السلام واپس لوٹے اور پہاڑ سے اترے جب وہ (اپنی قوم کے) محلے میں آئے۔ تو انہوں نے بچھڑا اور رقص دیکھا تو سخت غضب ناک ہو گئے اور تختیاں ہاتھ سے گرا دیں۔ جو بچھڑا انہوں نے بنایا تھا اسے پکڑ کر آگ میں جلا دیا اور اس کی راکھ کو پانی میں بہا دیا۔

(۸) قرآن کریم حضرت موسیٰ کی طرف سے فرما رہا ہے۔

قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ (الاعراف : ۱۴۳)

''عرض کی اے میرے رب ! مجھے دیکھنے کی قوت دے تاکہ میں تیری طرف دیکھ سکوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم ہرگز نہیں دیکھ سکتے مجھے''۔

سفر خروج اصحاح نمبر ۳۳ میں ہے۔

''موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا مجھے اپنی بزرگی دکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتے کیونکہ کوئی انسان مجھے دیکھ کر زندہ نہیں رہ سکتا''۔

(۹) قرآن کا فرمان ہے۔

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۟ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝

''اور یاد کرو جب لیا تھا ہم نے پختہ عہد بنی اسرائیل سے (اس بات کا) کہ نہ عبادت کرنا بجز اللہ کے اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرنا نیز رشتہ داروں یتیموں اور مسکینوں سے بھی (مہربانی کرنا) اور کہنا لوگوں سے اچھی باتیں''۔ (البقرہ)

سفر خروج اصحاح نمبر ۲۰ میں ہے۔

''میں رب ہوں تیرا معبود جس نے تمہیں غلاموں کی سرزمین مصر سے نکالا ہے۔ میرے مقابلے میں دوسرے معبود نہیں ہونے چاہئیں (خواہ) وہ گھڑے ہوئے مجسمے ہوں یا کوئی اور چیز انہیں سجدہ نہ کرنا ان کی عبادت نہ کرنا کیونکہ میں تیرا رب غیرت مند معبود ہوں۔ میں اپنے ساتھ محبت کرنے والوں کے ساتھ احسان کرتا ہوں''۔

(۱۰) قرآن پاک میں حضرت یوسف کی طرف سے ہے۔

''(یاد کرو) جب کہا یوسف نے اپنے والد سے کہ اے میرے (محترم) باپ میں نے (خواب میں) دیکھا ہے گیارہ ستاروں کو اور سورج اور چاند کو میں نے انہیں دیکھا ہے کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں''۔

جبکہ سفر تکوین کی فصل نمبر ۳۷ میں ہے۔

''اس نے کہا میں نے خواب دیکھا ہے۔ جس میں سورج، چاند اور گیارہ ستارے میرے سامنے سجدہ ریز تھے''۔

قرآن کریم برادران یوسف کی زبانی فرما رہا ہے۔

اقْتُلُوا يُوسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝٩ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَ اَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝١٠ (یوسف)

''قتل کر ڈالو یوسف کو یا دور پھینک آؤ اسے کسی علاقہ میں (یوں) تنہا ہو جائے گا تمہاری طرف باپ کا رخ اور ہو جانا اس کے بعد (توبہ کر کے) نیک قوم (یہ سن کر) ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ نہ قتل کرو یوسف کو (بلکہ) پھینک دو اسے کسی گہرے کنوئیں کی تاریک تہہ میں اٹھالیں گے اسے کوئی راہ چلتے مسافر اگر تم نے کچھ کرنا ہی ہے''۔

سفر تکوین میں ہے۔

''اب آؤ اس (یوسف) کو قتل کر کے کسی کنوئیں میں پھینک دیں۔ پھر کہیں گے کہ ایک وحشی درندے نے اسے چیر پھاڑ ڈالا ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا اس کا خون نہ کرو۔ اسے اس کنوئیں میں پھینک دو جو جنگل میں ہے''۔

قرآن فرماتا ہے۔

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝٦٧ (یوسف)

''(اگر) کہا باوا جی ہم ذرا گئے کہ دوڑ لگائیں اور ہم چھوڑ گئے یوسف کو اپنے سامان کے پاس (ہائے افسوس) کھا گیا اس کو بھیڑیا اور لے آئے اسکی قمیص پر جھوٹا خون لگا کر''۔

سفر تکوین میں ہے۔ (ص۔ ٦٧)

''انہوں نے یوسف علیہ السلام کا کرتہ لیا۔ پھر ایک بکرا ذبح کر کے کرتہ اس خون میں ڈبو دیا۔ (اور کہا کہ) وحشی درندے نے یوسف کو کھا لیا ہے۔

قرآن کا فرمان ہے۔

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝٢٣

''اور بہلانے پھسلانے لگی انہیں وہ عورت جس کے گھر میں آپ تھے کہ ان سے مطلب براری کرے اور (ایک دن) اس نے تمام دروازے بند کر دیئے۔ اور (بصد نیاز) کہنے لگے بس آ بھی جا۔ یوسف (پاکباز) نے فرمایا خدا کی پناہ (یوں نہیں ہو سکتا) وہ (تیرا

خاوند) میرا محسن ہے"۔ (یوسف)

جبکہ سفر تکوین میں ہے۔

"ان امور کے بعد اس کے آقا کی بیوی نے اس کی طرف دیکھا اور دعوت دی آپ نے انکار کر دیا اور اپنے آقا کی زوجہ سے کہا! وہ میرا آقا ہے۔ میرے بارے میں گھر کے معاملات سے وہ بے خبر ہے۔ اور اس کے پاس جو کچھ ہے اس نے میرے حوالے کر دیا ہے۔ کچھ دن بعد اس طرح ہوا کہ وہ گھر میں کسی کام کے لئے گئے بادشاہ کے گھر والوں میں سے کوئی بھی گھر پر نہیں تھا۔ تب اس عورت نے آپ کا کپڑا پکڑا اور پھر دعوت دی"۔

قرآن حکیم کا فرمان ہے۔

وَ قَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْۤ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ یٰبِسٰتٍؕ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ۝ (یوسف)

"اور (کچھ عرصہ بعد ایک روز) بادشاہ نے کہا کہ میں (خواب کیا) دیکھتا ہوں کہ سات گائیں ہیں موٹی تازی کھا رہی ہیں انہیں سات دبلی گائیں اور سات سبز خوشے ہیں اور دوسرے سات خوشے سوکھے ہوئے۔ اے درباریو! بتاؤ مجھے میرے خواب کی تعبیر۔ اگر تم خوابوں کی تعبیر بتایا کرتے ہو۔ درباریوں نے کہا (اے بادشاہ) یہ خواب پریشان ہیں۔ اور ہم پریشان خوابوں کی تعبیر جاننے والے نہیں"۔

سفر تکوین کا بیان ہے۔

"بیشک فرعون نے خواب دیکھا گویا کہ وہ دریا کے کنارے کھڑا ہے۔ کیا دیکھتا ہے کہ سات خوبصورت اور موٹی تازی گائیں ہیں۔ جو گھاس چر رہی ہیں۔ اور اس طرح ان کے پیچھے سات گائیں ہیں۔ جو بدصورت اور دبلی پتلی ہیں۔ وہ دریا کے اسی کنارے کھڑی ہوگئی ہیں۔ اور انہوں نے ان خوبصورت اور موٹی بقرات کو کھالیا ہے"۔

بادشاہ پھر سویا اس نے خواب دیکھا کہ سات خوشے ہیں۔ جو ایک تنے پر بڑی خوبصورتی سے لگے ہوئے ہیں۔ اس کے پیچھے بھی سات باریک خوشے لگے ہوئے ہیں۔ جنہوں نے پہلے موٹے خوشوں کو کھا لیا ہے۔ بادشاہ بیدار ہوا تو وہ پریشان تھا۔ اس نے مصر کے سارے جادوگروں اور حکماء کو بلایا اور انہیں اپنا خواب سنایا لیکن کسی نے بھی اس کی تعبیر نہ بتائی۔

ان امثلہ کے ذریعے ہم اس آیت قرآنیہ کا معنی بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ جس پر سورۃ یوسف کا اختتام

ہو رہا ہے۔

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ (یوسف:۱۱۱)

''نہیں ہے یہ قرآن ایسی بات جو (یونہی) گھڑ لی گئی ہو۔ بلکہ یہ تصدیق کرتی ہے۔ ان کتابوں کی جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں''۔

اسی طرح ہم وحی میں حد درجہ یکسانیت دیکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ بات طے شدہ ہے اور سب جانتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخلوق میں سے کسی کے پاس کچھ نہیں پڑھا۔ جس سے یہ وہم بھی نہیں ہوسکتا کہ وحی کی یہ یکسانیت اسی سابقہ تعلیم کا اثر ہو۔ نیز اس وقت کے عرب معاشرے میں یہ معلومات معروف بھی نہیں تھیں۔ قرآن کریم کی آیت بھی اس پر گواہ ہے۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ (یوسف)

''یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے۔ ہم وحی کرتے ہیں آپکی طرف۔ اور آپ پاس نہیں تھے جب وہ متفق ہوگئے اس بات پر درآنحالیکہ وہ مکر کررہے تھے''۔

وہ معانی جن کو انجیل، تورات یا زبور نے بیان کیا جب وہی معانی قرآن حکیم بیان کرے تو الہامی کتب کی باہمی یگانگت پر دلیل پختہ ہوجاتی ہے۔ اور یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ یہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ (النساء:۱۶۶)

''لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے۔ اس کتاب کے ذریعے جو اس نے پہلے آپ کی طرف اتاری کہ اس نے اسے اتارا ہے اپنے علم سے''۔

تیسرا موقف:۔ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ تورات، انجیل اور زبور اصلا منجانب اللہ ہیں۔ لیکن ان کتب میں تحریف، تبدیلی، نسیان اور ضیاع داخل ہوچکے ہیں۔ لہذا ان کتب میں غلط مفاہیم، انحرافات، تصورات فاسدہ اور اختلافات کثیرہ کا پیدا ہوجانا کوئی بعید نہیں۔ قرآن کریم انہی مفاہیم کی اصلاح کا علمبردار بن کر آیا ہے۔ پس کبھی قرآن کریم ان غلط تحریفات کی وضاحت کرتا ہے۔ کبھی انہیں زجر وتوبیخ کرتا ہے، کبھی انہیں دھمکی دیتا ہے، کبھی انہیں ڈراتا ہے، کبھی تقاضا کرتا ہے یا حکم دیتا ہے اور کبھی کسی کام سے سختی سے منع کرتا ہے، کبھی انتہائی احتیاط سے انہیں حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ جس طرح کہ قرآن کریم نے یہود ونصاریٰ کو حقیقت پسندی اور صراط مستقیم کی طرف بلایا۔

بلاشبہ یہ قرآن کریم بیان کرتا ہے بنی اسرائیل کے سامنے اکثر ان امور (کی حقیقت) جن میں وہ

جھگڑتے رہتے ہیں۔

یَاَھْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ عَلٰی فَتْرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِیْرٍ وَّلَا نَذِیْرٍ فَقَدْ جَآءَکُمْ بَشِیْرٌ وَّنَذِیْرٌ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (المائدۃ)

''اے اہل کتاب! بیشک آگیا ہے تمہارے پاس ہمارا رسول صاف بیان کرتا ہے تمہارے لئے (احکام الہی) بعد اس کے رسولوں کا آنا مدتوں رہا تھا۔ تاکہ تم یہ نہ کہو کہ نہیں آیا ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور نہ کوئی ڈرانے والا۔ اب تو آگیا ہے تمہارے پاس بشیر و نذیر اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے''۔

امثلہ ملاحظہ کیجئے۔

(۱) یہود و نصاریٰ دونوں نے کچھ ایسے انسانوں کو معصوم سمجھنا شروع کر دیا جو کہ نبی نہیں تھے۔ ان کی اطاعت کی اور کتب سماویہ کی نصوص کو پس پشت ڈال دیا جس طرح کہ نصرانی آج کل پوپ کے بارے میں نظریات رکھتے ہیں۔

قرآن نے فرمایا!

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ (التوبۃ: ۳۱)

''بنالیا انہوں نے اپنے علماء اور راہبوں کو کئی رب اللہ کے سوا''۔

دوسری جگہ فرمایا!

قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ غَیْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَھْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا کَثِیْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ (المائدۃ)

''آپ فرمایئے: (اے اہل کتاب!) نہ حد سے بڑھو اپنے دین میں ناحق اور نہ پیروی کرو اس قوم کی خواہشوں کی جو گمراہ ہو چکی ہے پہلے سے اور گمراہ کر چکے ہیں بہت سے لوگوں کو اور بھٹک چکے ہیں راہ راست سے''۔

(۲) بعض اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کی صفات کے ساتھ متصف کیا اور کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے چھ دنوں میں زمین و آسمان کو پیدا کیا اور ساتویں دن آرام کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو فرمایا!

''اور ہم نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں اور ہمیں تھکن نے چھوا تک نہیں''۔ (ق)

(۴) یہود نے حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ محترمہ کے بارے میں نامناسب موقف اختیار کیا تو قرآن نے فرمایا!

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ قَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ قَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ وَّ بِكُفْرِهِمْ وَ قَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۝ (النساء)

"(ان پر پھٹکار کی) وجہ یہ تھی کہ انہوں نے توڑ دیا تھا اپنے وعدہ کو اور انہوں نے انکار کیا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا اور انہوں نے قتل کیا انبیاء کو ناحق اور انہوں نے یہ (گستاخانہ) بات کہی کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔ (یوں نہیں) بلکہ مہر لگا دی اللہ نے ان کے دلوں پر بوجہ ان کے کفر کے۔ سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ مگر تھوڑی سی تعداد۔ اور ان کے کفر کے باعث اور مریم پر بہتان عظیم باندھنے کے باعث اور ان کے اس قول سے کہ ہم نے قتل کر دیا ہے مسیح عیسیٰ فرزند مریم کو جو اللہ کا رسول ہے۔ حالانکہ انہوں نے قتل کیا اور نہ اسے سولی چڑھا سکے۔ بلکہ مشتبہ ہو گئی ان کے لئے (حقیقت)"۔

بعض عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو معبود سمجھا تو۔

قرآن نے فرمایا!

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ (المائدۃ)

"بے شک کافر ہو گئے وہ جنہوں نے (یہ) کہا کہ اللہ مسیح بن مریم ہی تو ہے۔ حالانکہ کہا تھا خود مسیح نے اے بنی اسرائیل! عبادت کرو اللہ کی جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ یقیناً جو بھی شریک بنائے گا اللہ کے ساتھ تو حرام کر دی ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت"۔

(۵) بعض نصاریٰ نے تثلیث کی بات کی تو قرآن نے فرمایا:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَ اِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

"بے شک کافر ہو گئے وہ جنہوں نے (یہ) کہا کہ اللہ تیسرا ہے تین (خداؤں) سے اور نہیں ہے کوئی خدا مگر ایک اللہ" (المائدۃ)

لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کا صحیح مقام بتایا اور فرمایا:

''نہیں مسیح بن مریم مگر ایک رسول گزر چکے ہیں اس سے پہلے بھی کئی رسول اور انکی ماں بڑی راست باز تھیں۔ دونوں کھایا کرتے تھے کھانا''۔(۷۵)

(۶) بعض اہل کتاب نے یہ تصور قائم کیا کہ ان کے گناہ کسی اور پر رکھ دیئے جائیں گے اور یہ کہ انسان اصل میں خطا کار ہے۔

تو قرآن نے فرمایا:

''نہ ہی تمہاری (جھوٹی) آرزوئیں اور نہ اہل کتاب کی (جھوٹی) آرزوئیں (پوری ہوں گی) (بلکہ) جو بھی برا عمل کرے گا اس کو سزا دی جائے گی اس کی''۔(آیت:۷۰)

اس حوالے سے اور بھی بہت ساری مثالیں ہیں۔ جو دامن نگاہ کو اپنی طرف کھینچتی ہیں اگر انسان ان کتب کا مطالعہ کرے تو ذرا بھی شک باقی نہیں رہتا قرآن کریم نے ان پر پوری طرح گرفت کر کے جہاں جہاں انہوں نے خرابی کی ہے قرآن نے ان کی اصلاح کی ہے۔ آخر میں ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں۔ کتب سماوی اور ان کے ماننے والوں کے بارے میں بات کرنا اس وقت ہی ممکن ہے جب ان کے بارے میں وافر علم اور ان اختلافات پر گرفت کرنا جو جزیرہ عرب میں معروف ہی نہ تھے۔ اسی طرح جہاں انحراف پایا جا رہا ہے یا دو نصوں کے درمیان تناقض پایا جا رہا ہے۔ اہل کتاب کی اصطلاحات کا ذکر کرنا۔

حالانکہ حضور ﷺ امی ہیں اور یہ کتب بھی عربی زبان میں نہیں اور اس دور میں یہ کتب اتنی عام بھی نہیں تھیں۔ اہل عرب ان کے مضامین سے واقف بھی نہیں تھے اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے کسی سے کچھ پڑھا بھی نہیں۔

یہ ساری چیزیں ثابت کرتی ہیں کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ جو اس نے اپنے حبیب ﷺ پر وحی کی ہے۔

(۵)

معجزہ قرآنیہ کے ضمن میں جو آخری بات ہم ذکر کرنا چاہتے ہیں وہ لغت قرآن اور اسلوب قرآن کے حوالے سے وہ دلائل و براہین ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم واقعی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔

وہ شخص جو کسی فن میں بالکل نا تجربہ کار اور نو وارد ہو اس کے کام میں اور ایک ماہر شخص کے کام میں بہت زیادہ فرق ہوتا ہے اور یہ فرق اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتا ہے جب کام کرنے والی پوری جماعت

ہواور انہیں اپنے فن پر عبور بھی حاصل ہو۔

حضرت حسان بن ثابت نے دور جاہلیت اور اسلام میں شاعری کی ہے لیکن قبل از اسلام ان کی شاعری زیادہ مضبوط ہے کیا وجہ ہے؟

وجہ یہ ہے کہ دور جاہلیت میں بے حساب شعراء کا نمونہ کلام اور طریق شاعری ان کے سامنے موجود تھا۔ جس سے انہوں نے فائدہ اٹھایا اور اپنے کلام کو عمدہ بنا کر پیش کیا۔

جبکہ اسلام نے دور جاہلیت کے معانی و مفاہیم کو بدل ڈالا اور گزشتہ دور کے بالکل متضاد طرز فکر و عمل کو متعارف کروایا۔ اب یہ ایک معرکہ تھا۔ جو جدید اور قدیم کے مابین بپا تھا۔ حضرت حسان کے لئے یہ بات بالکل نئی تھی نہ ان کا ذاتی تجربہ تھا اور نہ ہی ان کے سامنے کوئی نمونہ تھا۔

لہذا انکی شاعری میں (از روئے فن) ضعف آ گیا۔

زہیر بن ابی سلمہ کے اشعار میں یہ عمدگی نہ ہوتی اگر وہ حجر الشعریۃ کے تجربہ سے فائدہ نہ اٹھاتے اور اگر زہیر کے شعر نہ ہوتے تو حطیہ کی شاعری میں بانکپن نہ آتا۔

اب ہم لغت قرآن اور اسلوب قرآن پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ عوام الناس میں یہ اصول متعارف ہے کہ قانون کی زبان اور ادب کی زبان میں بڑا فرق ہے۔ اسی طرح تقریر کے الفاظ اور شعر کے الفاظ میں اختلاف ہوتا ہے طریقہ تعبیر اور قضیہ خیال و تصور ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔

ادب میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبھی بعید کو قریب اور کبھی قریب کو بعید کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح بیان کردہ مفہوم میں کذب و انحراف آ جاتا ہے۔

مزید یہ کہ ادیب اپنے معاشرے سے ضرور اثر قبول کرتا ہے۔ اس کے خیالاتَ پر اس کے مشاہدات اور محسوسات کی گہری چھاپ ہوتی ہے۔ آزادروی اور طبعی جولانی کے باوجود وہ اپنے محیط کا حصار نہیں توڑ سکتا۔ مثلاً زہیر کا شعر ہے۔

تری العین والآرام فی عرصا تها　　　واطلاؤها ینهضن من کل مجثم

سفید ہرن اور اسکے بچوں کو آنکھ دیکھ رہی ہے کہ وہ اپنی چراہ گاہوں اور ٹیلوں پر اٹھکیلیاں کھیل رہے ہیں۔

جب علی بن جہم نے خلیفہ کو یہ شعر کہا تو زہیر نے مذکورہ شعر اس کے جواب میں کہا تھا ابن جہم کا شعر یہ ہے۔

انت کالکلب فی الحفاظ علی الود　　　وکالتیس فی قراع الخطوب

تم محبت کی حفاظت میں مثل سگ ہو۔ اور سختیاں برداشت کرنے میں نر بکرے کی طرح ہو۔

(گزشتہ تمہید سمجھ لینے کے بعد اب ہم آپ سے پوچھتے ہیں)

کوئی ایسا شاعر یا ادیب بتائیں جس نے اپنے کلام کو کچھ عرصہ بعد پڑھا ہو اور اس نے اپنے کلام میں تبدیلی کی خواہش نہ کی ہو؟ اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کلام میں تقدیم و تاخیر یا تغیر و تبدل کے اعتبار سے یہ خامی رہ گئی ہے۔ اگر اس کی اصلاح کر دی جائے تو اچھا ہے۔

یا اگر کوئی قول اصحاب تنقید کے سامنے آئے اور وہ اس میں تنقید نہ کریں۔ کسی کلمہ، کسی حرف یا وزن کلام کے بارے میں تبدیلی نہ کریں، کوئی بھی قصیدہ ایسا نہیں جس میں پائے جانے والے کلمات سے بہتر کلمات نہ مل سکیں۔

گزشتہ صفحات میں حضرت حسان کے اشعار پر حضرت خنساء کی تنقید آپ پڑھ چکے ہیں۔ جب یہ قضایا آپ پر واضح ہو گئے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ کوئی بھی عقلمند شخص یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ یہ قرآن کریم محمد ﷺ یا کسی اور بشر کا کلام ہے۔ بلکہ ہر شخص یہی کہے گا کہ کلام رب العالمین ہے۔

(۱) پس یہ ممکن ہی نہیں کہ قرآن عرب معاشرے کی پیداوار ہو۔ اس میں جو صورتیں اور جو مثالیں بیان کی گئی ہیں بشریت کا طائر فکر وہاں تک پرواز نہیں کر سکتا۔

دو مثالیں ہم پیش کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰـىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝ (النور)

''اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے چمکتی ہوئی ریت ہو کسی چٹیل میدان میں خیال کرتا ہے اسے پیاسا کہ وہ پانی ہے حتی کہ جب (پینے کے لئے) اس کے قریب آتا ہے تو اسے کچھ نہیں پاتا اور پاتا ہے اللہ کو اپنے قریب تو پورا چکا دیا اس نے اس کا حساب اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ یا (اعمال کفار) ایسے اندھیروں کی طرح ہیں جو گہرے سمندر میں ہوتے ہیں چھا رہی ہوتی ہے اس پر موج، اسکے اوپر اک اور موج (اور) اس کے اوپر بادل (تہہ در تہہ) اندھیرے ہیں ایک دوسرے کے اوپر۔ جب وہ نکالتا ہے اپنا ہاتھ تو نہیں دیکھ پاتا اسے اور (سچ تو یہ ہے کہ) جس کے لئے اللہ

تعالیٰ نے نور نہ بنائے تو اس کے لئے کہیں نور نہیں''۔

(جمال القرآن از پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یہ نص اور بالخصوص دوسری مثال ممکن ہی نہیں کہ عرب معاشرے یا نزول قرآن کے دور کی پیداوار ہو۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ ان آیات کی تفسیر پڑھنے سے وجہ سامنے آئے گی۔

دراصل اس آیت میں سمندر کی داخلی اور ظاہری امواج کی طرف اشارہ ہے۔ یہ (داخلی) امواج بہت بھاری اور مرعوب کردینے والی ہوتی ہیں جو نظر نہیں آتیں اور سمندر کی گہرائی میں اپنے خطوط پر چلتی رہتی ہیں۔ آج سے چند سال پہلے یہ مشہور تھا کہ قطب شمالی کی طرف جانے والی کشتیوں (بحری جہازوں) کو بہت دقت پیش آتی ہے۔ اس سمندر کو بحر مردار کہتے ہیں۔ اب اس دقت کی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ داخلی امواج اس کا سبب ہیں۔ اسکندنافیین (تین ملکوں کا مجموعی نام) کے سمندری سیاحوں نے 1900ء میں دیکھا کہ پانی کی سطح کے نیچے بہت ساری امواج ہیں۔ باوجود اس کے کہ کھوج لگانے والے ان امواج کے اسباب تلاش کررہے ہیں۔ وہ موجیں جو کبھی بلند ہوتیں اور کبھی نیچے چلی جاتیں۔ کیونکہ زیر سمندر ان کی حدود کا پھیلاؤ بہت وسیع تھا۔

پس یہ اندرونی موجیں غوطہ خوروں کو گہرے پانیوں میں پھینک دیتی ہیں جس طرح کہ بیرونی امواج کشتیوں کو الٹ دیتی ہیں۔ جب یہ موجیں خلیج کی تیز ترین لہروں سے ٹکراتی ہیں تو ٹوٹ جاتی ہیں۔

آیت پاک میں فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ کے الفاظ ہیں اب کلام گہرے سمندر کے بارے میں ہوگا يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ یعنی اندرونی اور سطحی امواج مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ جس کے اوپر بادل۔

وسیع سمندروں کے گہرے پانیوں کی یہ حیرت انگیز منظرکشی چودہ سو سال پہلے جزیرۂ عرب کے کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔

(ب) وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (لقمان)

''اور اگر زمین میں جتنے درخت ہیں وہ قلمیں بن جائیں اور سمندر سیاہی بن جائے اور اس کے علاوہ سات سمندر اسے (مزید) سیاہی مہیا کریں تو پھر بھی ختم نہیں ہوں گی اللہ تعالیٰ کی باتیں بے شک اللہ تعالیٰ سب پر غالب بڑا دانا ہے''۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (کہف)

''(اے حبیب ﷺ!) آپ فرمایئے اگر ہوجائے سمندر روشنائی میرے رب کے

کلمات (لکھنے) کے لئے تو ختم ہو جائے گا سمندر اس سے پیشتر کہ ختم ہوں میرے رب کے کلمات اور اگر ہم لے آئیں اتنی اور روشنائی اسکی مدد کو (تب بھی ختم نہ ہوں گے) ''۔

اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت کی تعبیر اس انوکھے انداز میں کسی انسان کے دل میں اس طرح کا تصور بھی نہیں آ سکتا۔ وہ معاشرہ جو کھجوروں کو معبود مان کر پوجا کرتے اور بعد میں انہیں کھا لیتے۔ ان کا تصور کتنا محدود، تشنہ اور ادھورا تھا۔ اس معاشرے کے کسی فرد کا یہ بیان کرنا اللہ رب العزت کے علم کی وسعت کے سامنے بحر و بر کے وسائل کی کثرت بھی سمٹتی اور سکڑتی نظر آتی ہے۔

(۲) قرآن کریم تیئیس سال کے عرصے میں تھوڑا تھوڑا نازل ہوا ایک ایسی کتاب جو اتنے وقفوں کے بعد مکمل ہوئی ہو۔ اس کے اسلوب میں قوت وضعف کے اعتبار سے لازمی اختلاف پیدا ہو جاتا ہے نیز اس کتاب کے مضامین میں اور ابتداء و انتہاء میں واضح فرق نظر آتا ہے۔ جس شخص کو علم و ادب اور اصلاح معاشرہ جیسے امور سے دلچسپی ہوا سے فوراً یہ فرق نظر آ جاتا ہے۔ تجربات رائے کو بدل دیتے ہیں تجربات اسلوب کو پختہ کر دیتے ہیں۔ کسی اصلاحی عمل کے بارے میں انسان کا جو نظریہ آج ہے آج سے بیس سال پہلے وہ نظریہ نہیں ہوگا۔

لیکن قرآن کریم کے اسلوب میں از اول تا آخر یہ اتحاد و یگانگت واضح نظر آتی ہے۔ خواہ نص تشریعی ہو۔

وعظ سے متعلق ہو یا وصف سے یا قصص سے۔ کہیں بھی ایسا نہیں کہ بعد میں اترنے والی آیات پہلی آیات کے حکم سے اختلاف کر رہی ہوں (نہیں ایسا نہیں) بلکہ آیات قرانیہ ایک دوسرے کی تکمیل و تائید کرتی ہیں۔ جب بھی وحی کئے ہوئے الفاظ زبان رسالت مآب ﷺ سے نکلتے ہیں قرآن میں اپنے اصل مقام پر سجا دیئے جاتے ہیں۔ یہ اسلوب ہمہ وقت منفرد اور ممتاز حیثیت سے باقی رہتا ہے۔ جس کی مثال نہ پہلے تھی اور نہ بعد میں ہو گی۔

محمد ﷺ کے کلام میں جامعیت کے باوجود قرآن کا اسلوب حدیث کے اسلوب سے جدا ہے۔ خدا لگتی بات ہے کہ یہ اسلوب بشریت کے بس کی بات نہیں۔ آیئے امثلہ ملاحظہ کیجئے۔

(ا) من النصوص التشریعة فی القرآن :

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ

السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِىْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ لَا
تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا
حَكِيْمًا ﴿۱۱﴾ (النساء)

(۲) ومن النصوص القصصية :

وَ قِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَكِ وَ يٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ وَ غِيْضَ الْمَآءُ وَ قُضِیَ الْاَمْرُ وَ
اسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِیِّ وَ قِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ (سورة هود)

وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِی الْيَمِّ وَ لَا
تَخَافِیْ وَ لَا تَحْزَنِیْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷﴾ (القصص)

(۳) ومن النصوص الوعظية :

يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ﴿۶﴾ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ﴿۷﴾
فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ﴿۸﴾ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ﴿۹﴾ وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ
لَحٰفِظِيْنَ ﴿۱۰﴾ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ﴿۱۱﴾ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۱۲﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ
نَعِيْمٍ ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِيْمٍ ﴿۱۴﴾ (الانفطار)

(۴) ومن النصوص الوصفية :

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ﴿۶﴾ وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا ﴿۷﴾ وَّ خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ﴿۸﴾ وَّ جَعَلْنَا
نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ﴿۹﴾ وَّ جَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ﴿۱۰﴾ وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿۱۱﴾ وَّ بَنَيْنَا فَوْقَكُمْ
سَبْعًا شِدَادًا ﴿۱۲﴾ وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿۱۳﴾ وَّ اَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً
ثَجَّاجًا ﴿۱۴﴾ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا ﴿۱۵﴾ وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿۱۶﴾ (النباء)

"حکم دیتا ہے تمہیں اللہ تمہاری اولاد (کی میراث) کے بارے میں ایک مرد (لڑکے) کا حصہ برابر ہے دو عورتوں (لڑکیوں) کے حصہ کے پھر اگر ہوں صرف لڑکیاں دو سے زائد تو ان کے لئے دو تہائی ہے جو میت نے چھوڑا۔ اور اگر ہو ایک ہی لڑکی تو اس کے لئے نصف ہے۔ اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اس سے جو میت نے چھوڑا بشرطیکہ میت کی اولاد ہو۔ اور اگر ہو نہ اسکی اولاد اور اسکے وارث ہوں صرف ماں باپ ہی ہوں تو اسکی ماں کا تیسرا حصہ ہے (باقی سب باپ کا) اور اگر میت کے بھائی بہن بھی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہے (اور یہ تقسیم) اس وصیت کو پورا کرنے کے بعد سے جو میت نے کی اور قرض ادا کرنے کے بعد تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم نہیں جانتے

کہ ان میں سے زیادہ قریب ہے تمہیں نفع پہنچانے میں یہ حصے مقرر ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے شک اللہ تعالیٰ (تمہاری مصلحتوں) کو جاننے والا ہے بڑا دانا ہے''۔

''اور حکم دیا گیا اے زمین نگل لے اپنے پانی کو اور اے آسمان تھم جا اور اتر گیا پانی اور حکم الٰہی نافذ ہو گیا۔ اور ٹھہر گئی کشتی جودی (پہاڑ) پر اور کہا گیا ہلاکت و بربادی ہو ظالم قوم کے لئے''۔

''اور ہم نے الہام کیا موسیٰ کی والدہ کی طرف کہ اسے (بے خطر) دودھ پلاتی رہ۔ پھر جب اس کے متعلق تمہیں اندیشہ لاحق ہو تو ڈال دینا اسے دریا میں اور نہ ہراساں ہونا اور نہ غمگین ہونا یقیناً ہم لوٹا دیں گے اسے تیری طرف اور ہم بنانے والے ہیں اسے رسولوں میں سے''۔

''اے انسان! کس چیز نے تجھے دھوکہ میں رکھا اپنے رب کریم کے بارے میں جس نے تجھے پیدا کیا پھر تیرے (اعضاء کو) درست کیا پھر تیرے (عناصر کو) معتدل بنایا (الغرض) جس شکل میں چاہا تجھے ترکیب دے دیا''۔

''یہ سچ ہے بلکہ تم جھٹلاتے ہو روز جزاء کو۔ حالانکہ تم پر نگران (فرشتے) مقرر ہیں۔ جو معزز ہیں (حرف بحرف) لکھنے والے ہیں۔ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔ بیشک نیک لوگ عیش و آرام میں ہوں گے اور یقیناً بدکار جہنم میں ہوں گے''۔

سورۃ النساء آیت ۶ تا ۱۵ کا ترجمہ گزر چکا ہے۔

جو نصوص آپ نے دیکھی ہیں ان میں سے کچھ پہلے نازل ہوئی ہیں کچھ بعد میں ہر ایک نص کا اپنا معنی ہے لیکن کیا ان کے اسلوب میں کہیں اختلاف نظر آیا؟

عقل مند انسان ان نصوص کو دیکھنے کے بعد پکار اٹھتا ہے کہ یہ معجزہ ہے۔

(۲) شراب کے بارے میں سب سے پہلے یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا (النحل)

''کھجور اور انگور کے پھلوں سے تم حاصل کرتے ہو نشہ (آور چیزیں) اور بہترین رزق''۔

سکر کے بعد رزقا حسنا کہہ کر بتا دیا کہ سکر اچھا رزق نہیں ہے۔ یہ پہلی آیت ہے جس میں اشارۃ شراب کی قباحت بیان کی گئی۔ اس کے بعد دوسری آیت نازل ہوئی۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (البقرہ:219)

''پوچھتے ہیں آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں میں آپ فرمایئے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے منافع بھی ہے۔اور ان دونوں کا گناہ بہت بڑا ہے ان کے نفع کی نسبت''۔

اس کے بعد تیسری آیت نازل ہوئی۔

لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى (نساء:43)

''نہ قریب جاؤ نماز کے درآنحالیکہ تم نشہ میں ہو''۔

پھر اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ

''یہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر ناپاک ہیں شیطان کی کارستانیاں ہیں سو بچو ان سے''۔(المائدۃ:۹)

کیا آپ نے پہلی اور آخری آیت میں کوئی تناقض دیکھا ہے؟

قرآن کریم تیئس سال کی مدت میں نازل ہوا لیکن ایک مرتبہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ بعد میں اترنے والی آیت نے پہلی آیت سے اختلاف کیا ہو اختلاف نہیں کیا بلکہ مابعد آیات نے ماقبل آیات کی وضاحت اور تکمیل کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے۔

وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا ﴿۸۲﴾ (نساء)

''اگر ہوتا یہ (قرآن) اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے تو وہ پاتے اس میں بہت سارے اختلاف''۔

(۳) قرآن کریم نے ایسے معانی متعارف کروائے جن معانی سے لغت عرب کے ماہرین پہلے واقف نہ تھے۔

بالفرض اگر یہ کلام کسی بشر کا ہوتا تو اس میں کلمات کی بناوٹ میں ضعف، تکلف، پیچیدگی اور ہیر پھیر ضرور نظر آتا۔

حالانکہ قرآن کریم میں اس طرح کی کوئی لچک نہیں نظر آتی۔

قرآن نے جنت، دوزخ، جن وانس، ملائکہ، اخلاق، سیاست، کفر و ایمان اور ذات الٰہی کے بارے میں بیان فرمایا ہے قرآن پاک نے اہل اعتراض کو ڈانٹا جھگڑا کرنے والوں کو خاموش کرایا ہے

ان تمام اصناف کلام میں قرآن نے بلاغت کا اعلیٰ وارفع معیار پیش کیا ہے بعد میں آنے والوں نے اسلوب قرآن کی پیروی کی ہے (لیکن اس پیروی کے باوجود) ان کے کلام اور قرآن کے بیان میں بڑا فرق ہے۔

کلام رحمٰن جل جلالہ اپنی ترتیب و تنظیم کے اور ربط اور لے کے اعتبار سے بھی دوسرے تمام کلاموں پر فوقیت لے گیا ہے۔

بلاغت قرآنی کی عظمت میں نہ غرابت فکر کی آمیزش ہے نہ کذب واعراض کا شائبہ بلکہ حق کا ایسا بیان ہے جس میں کسی کو مجال اعتراض نہیں۔

نیز یہ خوبی بھی قرآن کریم کا ہی حصہ ہے کہ شروع سے لیکر آخر تک ہر آیت ہر شخص کو اسکی استعداد کے مطابق معانی عطا کرتی ہے۔ اگرچہ انسان بظاہر اس آیت کے مفہوم کو نہ بھی سمجھ سکتا ہو۔ حروف قرآنی کی لے آیت میں کسی کلمہ کا مقام اور سورت میں آیت کا مقام یہ سب کچھ باعث تعجب ہے اور یہی حیرت انگیز ربط ہی بلاغت قرآن کی عظمت کی نشانی ہے۔

قرآن کریم اتنا آسان ہے کہ ہر شخص اس کو سمجھ سکتا ہے لیکن ہر شخص کی سمجھ اس کی عقلی روحانی اور قلبی طاقت کے مطابق ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب انسان کی ان صلاحیتوں میں ترقی ہوتی ہے تو قرآن کریم ان کے سامنے اپنے سربستہ رازوں سے پردے اٹھا دیتا ہے۔ اور ہر آنے والی نسل کو جدید سے جدید تر مفاہیم سے آگاہی نصیب ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ۞ (القمر)

"(اور بے شک ہم نے آسان کر دیا ہے قرآن کو نصیحت پذیری کیلئے پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا"۔ (ترجمہ جمال القرآن از پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

علم معاشیات کا ماہر جب قرآن کریم پڑھتا ہے تو وہ ان مفاہیم سے خوشہ چینی کرتا ہے جن سے انسان کی اقتصادی زندگی میں بہار آتی ہے وہ قرآن کریم سے مدد لیکر بھاری کتب لکھ دیتا ہے حالانکہ قرآن کریم میں ابھی اہل طلب کیلئے بے حساب خزانے ہیں۔

اسی طرح جیالوجی کا ماہر قرآن کریم پڑھ کر وہ باریک نکتے پالیتا ہے جن سے ۲۰ ویں صدی کے انکشافات کا دامن خالی ہوتا ہے وہ بھی عظیم کتاب لکھ دیتا ہے حالانکہ مزید طلب کرنے والے کیلئے قرآن میں ابھی مزید باقی ہے **فی القرآن مزید لمستزید۔**

ماہر فلکیات اس کلام پاک کو پڑھ کر فلکیات کے بارے میں اچھوتی معلومات سے دامن بھر لیتا

ہے حالانکہ **فی القرآن مزید لمستزید۔**

ماہر عمرانیات قرآن کریم پڑھ کر اس نتیجے پر پہنچ جاتا ہے کہ جو معاشرہ قرآن کریم کے بتائے ہوئے اصولوں کو نظر انداز کر دیتا ہے ہلاکت اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

الغرض! ہر شعبے کے مخصوص ماہرین اس حکمت بھری کتاب کو پڑھنے کے بعد اپنے آپ کو ایک ادنی سا طالب علم سمجھتے ہوئے اعتراف کرتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی بھی اس کتاب کے اسرار کو کما حقہ نہیں جان سکتا۔

مجرم و خطا کار انسان جب بارگاہ قرآن میں حاضر ہوتا ہے تو قرآن کا مفہوم ذہن میں اترتے ہی دل پگھل جاتا ہے آنکھوں سے آنسو بہہ پڑتے ہیں۔

المختصر یہ کتاب ہر انسان کیلئے اگرچہ اس کا بیان ہر بیان سے بالا و اعلی ہے اس کا ہر ہر کلمہ تمام کلمات سے افصح ہے یہاں تک کہ اگر انسان لغت کی ساری کتب کھنگال کے کوئی ایسا حرف تلاش کرنا چاہے جس کے معانی میں وہی فصاحت اور جمال ہو جو کلمہ قرآنی میں ہے۔ یہ جدوجہد کرتے ہوئے زندگیاں ختم ہو سکتی ہیں لیکن اس مقصد میں کامیابی ممکن نہیں ہے اس طرح کی تمام شیطانی کاوشیں اپنی موت آپ مر جائیں گی جبکہ قرآن قرآن ہی رہے گا۔ آیئے مثالیں دیکھتے ہیں قرآن کا فرمان ہے۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ (البقرہ:179)

''اور تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے''۔

قرآن کے لفظ اور اہل عرب کے کسی بھی لفظ کے درمیان موازنہ کرلیں آپ کو دونوں میں واضح فرق نظر آئے گا مثلاً اہل عرب اس آیت کا معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں **قتل البعض احیاء للجمیع** کچھ کی موت تمام کی زندگی ہے بعض نے کہ **اکثر و القتل لیقتل القتل** قتل کو ختم کرنے کے لیے قتل کرو بعض نے کہا **القتل انفی للقتل** قتل قتل کو ختم کرنے والا ہے۔ یہ آخری قول اگرچہ کچھ معیاری ہے لیکن اب موازنہ کر کے دیکھ لیں۔

(ا) **فی القصاص حیاۃ القتل انفی للقتل** سے زیادہ مختصر ہے۔

(ب) عربوں کے قول مذکور میں التباس کا شبہ بھی ہے اس قول کو پڑھنے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ گویا خود قتل ہی قتل کے خاتمے کا سبب ہے۔

اس کے برعکس لفظ قرآنی بالکل واضح ہے کہ قتل کی ایک قسم قصاص زندگی کا باعث ہے۔

(ج) القتل انفی للقتل میں لفظ قتل دو بار آیا ہے جبکہ قرآن نے اس جگہ قصاص اور حیات کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

(د) القتل انفی للقتل میں پہلا لفظ قتل قصاص کی طرف اشارہ ہے کہ وہ قتل جو کسی کو قتل کرنے کے بدلے میں ہے جبکہ قرآن کا بیان کردہ لفظ قتل اور غیر قتل دونوں کی جزا کو شامل ہے اور یہ قصاص ہر لحاظ سے پرامن زندگی کا ضامن ہے۔

(ھ) قصاص کا مقصد حیات انسانی کا تحفظ ہے قرآن نے بلاواسطہ اسی لفظ (حیات) کو ذکر کیا ہے جبکہ دوسری تعبیر میں یہ مفہوم بالواسطہ بیان کیا گیا ہے۔

(و) اہل عرب کی تعبیر ادھوری، تشنہ اور غلط ہے کیونکہ کبھی کبھی ایک قتل پورے خاندان اور قبیلے یا اس سے بھی زیادہ کے قتل کا باعث بن جاتا ہے جس طرح کہ کسی کو ظلماً قتل کیا جائے (تو انتقام کے لیے قتل کا بازار گرم ہو جائے گا) لھذا ثابت ہوا کہ ہر قتل دوسرے قتل کے کرنے کا باعث نہیں۔

ثابت ہوا کہ قرآن کی تعبیر پورے مفہوم کو شامل ہے جس میں کوئی ابہام اور وہم بھی نہیں ہے اور یہ تعبیر ہر لحاظ سے بچی ہے۔

قرآن کریم نے قصاص کو نکرہ اور حیاۃ کو معرفہ ذکر کیا ہے جس میں بہت ساری حکمتیں ہیں جبکہ اہل عرب نے اس وصف کی طرف دھیان ہی نہیں دیا۔

(۲) وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ

''اور تیار رکھو ان کے لیے جتنی استطاعت رکھتے ہو قوت و طاقت اور بندھے ہوئے گھوڑے''۔ (الانفال:60)

ہر دور کے مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے خواہ وہ جس جگہ بھی رہتے ہوں لفظ من کبھی کبھی جنس کے لیے آتا ہے قوت کی وضاحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمی کے الفاظ سے کی ہے۔

آیت پاک کا معنی یہ ہوا کہ تم دشمنوں کے لئے ایسی چیزوں سے تیاری کرو جو پھینکی جاتی ہیں اب یہ لفظ پھینکی جانے والی اشیاء کی جنس کو شامل ہے جس میں تیر توپ ایٹم بم اور ہر وہ چیز جو انسان پھینکنے کے لیے ایجاد کرے گا آ جاتی ہے۔

رباط الخیل کی جنس سے مراد ہے ہر وہ چیز جس پر سوار ہو کر جنگ کی جا سکے۔

یہ اعجاز بیان فقط قرآن ہی کا حصہ ہے یہ خطاب ہر دور اور ہر جگہ کے مسلمانوں کو ہے لیکن اگر اس آیت سے کسی لفظ کو بدل دیا جائے تو یہ خطاب اپنے حال پر باقی نہیں رہ سکے گا زمان و مکان کی جامعیت ختم ہو جائیگی۔

(۳) هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (البقرہ ۱۸۷)

''وہ (عورتیں) تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو''۔

اس مختصر بیان میں کتنے جامع معانی پنہاں ہیں؟

(ا) لباس کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ جس کا ہے وہی اسے استعمال کرے اور اسی کی ملکیت رہے اسی طرح عورت بھی ساری کی ساری (اور ہمہ وقت) اپنے شوہر کی رہے کسی اور کی نہ ہو نہ اس کا چہرہ ورخسار نہ آنکھ نہ جسم اور نہ..........

(ب) لباس کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ وہ شرمگاہ ڈھانپنے والا ہو یہی حال مردوزن کا بھی ہے کہ وہ ایک دوسرے کیلئے پردہ بن جاتے ہیں مرد عورت کیلئے اور عورت مرد کیلئے۔

(ج) لباس کے لئے پاک صاف ہونا بھی ضروری ہے اسی طرح میاں بیوی کو بھی پاک صاف ہونا چاہیے۔

(د) لباس کے لیئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ معاشرے میں انسان کے وقار کا باعث ہو اسی طرح مردوزن کو بھی ایک دوسرے کے وقار کا باعث ہونا چاہیے۔

پوری لغت عربیہ میں کوئی ایک بھی ایسا کلمہ ہے جو ان معانی کا جامع بھی ہو اور اس میں جمال بھی ملحوظ رہے اور اپنے ماقبل اور مابعد کے ساتھ اس کا ربط بھی ہو؟

(۴) نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ (البقرہ:223)

''تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں''۔

حرث اس زمین کو کہتے ہیں جس میں کاشتکاری کیلئے ہل چلایا جائے اور کاشتکاری اس غرض سے کی جاتی ہے کہ پھل حاصل ہو۔

پس بیج پھینکنا مرد کی ذمہ داری ہے اور اس بیج کی حفاظت و پرورش عورت کی ذمہ داری ہے پھل پکنے تک زمین کی دیکھ بھال کی جاتی ہے اور ایسی زمین کا انتخاب کیا جاتا ہے جو قابل زراعت ہو کوئی کاشتکار بیکار زمین میں بیج نہیں ڈالتا اور نہ ہی کسی دوسرے کی زمین میں کاشت کی جاتی ہے کبھی کبھی زمین ایک ہی ہوتی ہے جب کہ کاشت کے انداز مختلف ہوتے ہیں لغت عربی میں حرث کی جگہ کوئی اور ایسا کلمہ ہے جو یہ معنی ادا کر سکے اگر لفظ ارض (زمین) استعمال کیا جائے تو یہ معنی مراد نہیں ہو سکتے۔ جتنے بھی الفاظ تلاش کرلیں جمال و کمال اور صدق و جودت (عمدگی) میں اس جگہ لفظ حرث کے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔

(۵) فَأَوْقِدْ لِي يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا (القصص:۳۸)

''پس آگ جلا میرے لیے اے ہامان! اور اس پر اینٹیں پکوا میرے لیے ایک اونچا محل تعمیر کر''۔

پکی ہوئی مٹی کو'' آجر یا قرامید'' کہتے ہیں یہ دونوں لفظ صرح کی جگہ کسی بھی طریقے سے موزوں نہیں ہیں تعبیر قرآنی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پکی اینٹ بوقت طلب موجود بھی نہیں تھی یہ غلطی فرعون کی حماقت اور تعبیر پر بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ وہ طویل عرصے تک اس کام پر قادر نہ ہو سکا۔ کیا کوئی اور کلمہ ہے جو صرح کی جگہ موزوں آ سکے۔

(۲) فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ۝ (الاعراف)

'' پھر بھیجا ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی اور جوئیں اور مینڈک اور خون (یہ سب) واضح نشانیاں تھیں پھر بھی وہ تکبر کرتے رہے اور وہ لوگ (پیشہ ور) مجرم تھے''۔

موجودہ ترتیب میں اگر ایک کلمہ بھی مقدم و مؤخر ہو جائے تو قرآنی بلاغت کا جمال، لطافت، ربط، وزن النفس اور شیرینی سلامت باقی نہیں رہتی۔

(۳) كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ۝ (العلق)

'' خبردار! اگر وہ (اپنی روش سے) باز نہ آیا تو ہم ضرور (اسے) گھسیٹیں گے اس کے پیشانی کے بالوں سے''۔

اگر آپ سے پوچھا جائے کہ'' سفع '' کا معنی کیا ہے لغت (ڈکشنری) دیکھے بغیر آپ نہیں بتا سکیں گے لیکن اگر آپ یہ آیت پڑھیں تو آپ کا دل اس کے معنی کا ادراک کر لے گا اگرچہ آپ معنی نہیں جانتے۔ یہی راز ہے جس سے قرآن اپنے تعلق والوں کو آگاہ کرتا ہے۔

قرآن کسی انسانی معاشرے کی پیداوار نہیں۔ اور قرآن میں حسن ترتیب، سلاست اور جمال و وحدت عظیم وعلیم رب کی جانب سے ہے۔ ان خصوصیات پر قرآن خود گواہ ہے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۝ (القمر)

اور ہم نے آسان کر دیا ہے قرآن کو نصیحت پذیری کے لئے پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا۔

معجزۂ قرآنیہ کے بارے میں بحث کرتے ہوئے ہم مذکورہ دلائل پر اختتام کر رہے ہیں ہم نے چند ایک مختصر مثلہ پر اکتفاء کیا ہے کیونکہ قرآن بذات خود تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ہے اس کی وسعتوں کا احاطہ کسی کے بس میں نہیں۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (النحل: ۸۹)

'' اور ہم نے اتاری ہے یہ کتاب آپ پر اس میں تفصیلی بیان ہے ہر چیز کا''۔

اور قرآن کریم ہمیشہ کے لئے زندگی کے ہر شعبہ میں بہتر انداز میں ہدایت عطا کرنے والا ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ (بنی اسرائیل: ۹)

''بلا شبہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب راہوں سے سیدھی راہ ہے''۔

اس کتاب کے جتنے اوصاف بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔

قرآن کریم ان تمام کا مصداق اتم ہے۔

قرآن پر ایمان لانے کے لئے اس فصل میں جو کچھ ہم نے لکھ دیا ہے طالب حق کے لئے یہی کافی ہے۔ ان دلائل کو پڑھنے کے بعد ہر سلیم الفطرت انسان بول اٹھتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول اور قرآن اللہ کی کتاب ہے۔

لیکن اگر پھر بھی شک باقی رہے تو معترض کو چاہئے کہ قرآن کی سب سے چھوٹی سورت جیسی کوئی سورت بنانے کی کوشش کرے۔ اگر یہ نہ کر سکے تو اپنے سے بڑھ کر فصحاء و بلغاء کی مدد کرے۔ اگر پھر بھی عاجز آ جائیں تو ان پر حجت قائم ہو جائے گی (اور اگر انہوں نے قرآن کو تسلیم نہ کیا تو سمجھ لیں کہ) گمراہی حماقت دل کی تاریکی اور ضمیر کی موت انہیں اعتراف حق سے روک رہی ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝ (البقرۃ)

''اگر تمہیں شک ہو اس میں جو ہم نے نازل کیا اپنے (برگزیدہ) بندے پر تو لے آؤ ایک سورت اس جیسی اور بلا لو اپنے حمایتیوں کو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر ایسا نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں جو تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے''۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل)

''(بطور چیلنج) کہہ دو کہ اگر اکٹھے ہو جائیں سارے انسان اور سارے جن اس بات پر کہ لے آئیں اس قرآن کی مثل تو ہرگز نہیں لا سکیں گے اس کی مثل اگرچہ وہ ہو جائیں ایک دوسرے کے مددگار''۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ۝ (حم السجدۃ)

''آپ فرمائیے (اے کافرو!) تم مجھے بتاؤ کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو پھر تم اس کا

انکار کر دتو کون زیادہ گمراہ ہے اس سے جو اختلاف میں بہت دور نکل گیا ہو''۔

دوسرے معجزات

اس عالم اسباب میں اللہ تعالیٰ نے انسانی طاقتوں کو قوانین (فطرت) کے تحت محدود کر رکھا ہے۔ جو چیزیں ان قوانین کے ضمن میں آتی ہیں ان کی تکمیل تو انسان کرسکتا ہے۔ لیکن اس سے آگے نہیں جاسکتا۔ لہذا انسان کے پاس جب آکسیجن اور ہائیڈروجن کا ذخیرہ موجود ہو اور ان کو ملا کر پانی بنانے کے آلات بھی دستیاب ہوں تو وہ پانی بنا سکتا ہے۔ لیکن ان کے بغیر پانی کی تخلیق انسان کے بس میں نہیں۔

الیکٹران اور پروٹان کے امتزاج سے تانبا اور تانبے سے سونا تو بنایا جاسکتا ہے۔ لیکن ان چیزوں کے بغیر سونا بنانا ناممکن نہیں۔

فضا میں موجود بخارات میں ٹھنڈک اور کثافت کے تناسب سے بارش برستی ہے۔ ان عوامل کی مناسب مقدار مہیا کر کے مصنوعی بارش برسائی جاسکتی ہے۔ لیکن ان وسائل کے بغیر بارش کا برسانا انسان کے بس کے بات نہیں۔

انسان اپنی ضروریات کے لئے ان وسائل کو بروئے کار لاسکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اسکی صلاحیتیں محدود ہیں۔ سلطان حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے اور قوت مطلقہ بھی اسی کے پاس ہے۔ جس چیز کو جیسے چاہے پیدا فرمائے۔

(جب یہ تمہید آپ کے ذہن میں آ گئی ہے تو اب ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ) انسانیت اس بات سے خوب آگاہ ہے کہ اللہ کا رسول وہ ہوتا ہے۔ جس کے پاس قدرت الٰہیہ کے آثار کا ظہور ہوتا ہے۔ اس کے ہاتھوں ایسی حیران کن اور خلاف عادت تبدیلیاں ظاہر ہوتی ہیں جن میں بشری طاقت کا عمل دخل نہیں ہوتا۔ اس طرح لوگ جان جاتے ہیں کہ یہ (مبارک و مسعود) شخص اللہ تعالیٰ کا رسول ہے۔

اس وجہ سے کہ اس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ اس طرح مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد مخلوق کے پاس اس رسول کی اتباع نہ کرنے کا کوئی عذر باقی نہیں رہتا کیونکہ اس کے پاس اپنے دعویٰ کی سچائی کی دلیل موجود ہوتی ہے۔

اس دور کے انسان پر حضور ﷺ کے معجزات کی حجت اس طرح قائم ہے جس طرح زمانہ رسالت کے انسان پر یہ حجت قائم تھی۔

تاریخ عالم میں کسی رسول کے اتنے معجزات نہیں ملتے جتنے معجزات خاتم النبیین محمد ﷺ کے ہیں

سرکار ﷺ کے معجزات تنقیدی تاریخ کے اعلیٰ معیار کے حامل ہیں کیونکہ حضور ﷺ کے معجزات کے ثبوت کے لئے علماء مسلمین نے جو معیار مقرر کیا ہے ان میں شک کی ذرا بھی گنجائش نہیں۔

حضور ﷺ کے معجزات کی کوئی حد نہیں۔ہم یہاں انہی معجزات میں سے کچھ معجزات کا تذکرہ کررہے ہیں۔آپ کا بنیادی معجزہ قرآن کریم ہے جو ہر دور کے انسان پر اللہ کی حجت قائم کررہا ہے۔قرآن کے منجانب اللہ ہونے پر گزشتہ باب میں کچھ دلائل ذکر کئے جا چکے ہیں۔آیئے معجزات رسالت کا مطالعہ کرتے ہیں۔

(۱) مسلم،بیہقی اور ابونعیم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ذکر کی ہے۔آپ فرماتے ہیں۔

ہم غزوۂ ذات الرقاع میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا: اے جابر! وضو کے لئے پانی تلاش کرو میں نے (بلند آواز سے) کہا کسی کے پاس پانی ہے؟ (کہیں سے بھی پانی نہ ملا تو) میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس قافلے میں سے مجھے ایک قطرہ بھی نہیں ملا۔

انصار میں سے ایک شخص حضور ﷺ کیلئے پانی ٹھنڈا کیا کرتا تھا۔حضور ﷺ نے مجھے فرمایا فلاں انصاری کے پاس جاؤ اور دیکھو کہ اس کی مشک میں پانی ہے۔میں اس انصاری کے پاس گیا میں نے دیکھا مشک کی گہرائی میں تھوڑا سا پانی ہے جسے میں نکالتا تو ایک آدمی پی لیتا۔میں نے سرکار کی بارگاہ میں عرض کیا۔سرکار نے فرمایا وہ لے آؤ! میں لیکر حاضر ہوا آپ نے کچھ پڑھا مجھے علم نہیں کیا پڑھا تھا اور اس پر اپنا دست مبارک پھیرا پھر مجھے دیا اور فرمایا: اے جابر! لشکر کا پیالہ منگواؤ۔میں نے بلند آواز سے لشکر کے پیالے کا اعلان کیا۔وہ پیالہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔سرکار ﷺ نے اس پیالہ میں اپنا ہاتھ ڈال کر انگلیاں کھول دیں اور فرمایا تم اوپر سے وہ پانی انڈیل دو اور کہو: بسم اللہ میں نے ایسا کیا میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی مبارک انگلیوں سے پانی ابل کر نکل رہا ہے۔یہاں تک کہ وہ برتن بھر گیا۔حضور ﷺ نے فرمایا اے جابر! اعلان کردو جس کو پانی کی ضرورت ہو آئے اور پانی لے جائے۔لوگ دوڑتے ہوئے آئے اور خوب سیر ہو کر پانی پیا۔تب آپ نے اپنا ہاتھ مبارک اٹھالیا اور وہ پیالہ ابھی تک بھرا ہوا تھا۔

بخاری و مسلم نے حضرت انس کی یہ حدیث پاک نقل کی ہے۔صحابی فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو دیکھا عصر کی نماز کا وقت ہو گیا تھا لوگ پانی تلاش کررہے تھے۔لیکن وضو کے لئے پانی نہیں مل رہا تھا۔پھر (کچھ) پانی حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔حضور ﷺ نے برتن میں اپنا ہاتھ مبارک رکھ دیا۔لوگوں کو حکم دیا کہ وہ وضو کرلیں میں نے دیکھا کہ آپ کی بابرکت انگلیوں سے پانی نکل

رہا تھا۔ سب لوگوں نے اسی پانی سے وضو کیا۔

اس حدیث کو بھی شیخین نے ذکر کیا ہے۔

حضرت ثابت فرماتے ہیں حضور ﷺ نے پانی منگوایا ایک پھیلا ہوا پیالہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا آپ ﷺ نے اپنی مبارک انگلیاں اس میں رکھ دیں۔ میں نے دیکھا کہ پانی آپ ﷺ کی انگلیوں سے نکل رہا ہے سب لوگ وضو کر رہے ہیں۔ میرے اندازے کے مطابق ستر یا اسی آدمیوں نے وضو کیا ہوگا۔

حضرت انس فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ زوراء کے مقام پر تھے۔ آپ ﷺ نے پانی کا ایک پیالہ منگوا کر اس میں اپنی ہتھیلی رکھ دی آپ ﷺ کے دست اقدس سے پانی نکلنا شروع ہوگیا آپ ﷺ کے صحابہ نے وضو کیا۔ راوی کہتے ہیں: میں نے حضرت انس سے پوچھا آپ لوگ اس وقت کتنے تھے آپ نے فرمایا تقریباً تین سو آدمی تھے۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ لشکر میں پانی نہیں تھا ایک شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ لشکر کے پاس پانی نہیں آپ ﷺ نے فرمایا کچھ تھوڑا سا پانی ہے اس نے عرض کیا ہاں! ایک برتن پیش کیا گیا جس میں بہت تھوڑا پانی تھا۔ حضور ﷺ نے برتن کے منہ میں اپنی انگلیاں ڈال کر ان کو پھیلا دیا۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ جس نے بابرکت وضو کرنا ہو وہ آجائے۔

احمد، بیہقی، بزار، طبرانی، ابونعیم اور امام بخاری حضرت ابن مسعود کی روایت ذکر کرتے ہیں۔ ابن مسعود نے فرمایا: تم آیات کو عذاب شمار کرتے ہو ہم حضور ﷺ کے زمانے میں انہیں برکت سمجھتے تھے۔ ہم حضور ﷺ کے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور کھانے میں سے تسبیح کی آواز سنتے تھے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں پانی کا برتن پیش کیا گیا آپ ﷺ کی مبارک انگلیوں سے پانی بہنا شروع ہوگیا حضور ﷺ نے فرمایا جو مبارک پانی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت کا خواہش مند ہے وہ آجائے۔ (یہ سن کر) ہم تمام نے وضو کرلیا۔

امام بخاری مسور بن مخرمہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضور ﷺ حدیبیہ میں ایک کم پانی والے چشمے کے پاس ٹھہرے لوگوں نے پانی بھرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ سارا پانی ختم ہوگیا۔ لوگوں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیاس کی شکایت کی۔ سرکار نے اپنے ترکش سے تیر نکالا اور فرمایا کہ یہ اس کنویں میں گاڑ دو۔ اللہ کی قسم اتنا پانی نکلا کہ سب لوگ پی پی کر سیراب ہوگئے۔ حالانکہ ان لوگوں کی

تعداد سینکڑوں میں تھی۔

امام بخاری حضرت براء سے روایت کرتے ہیں۔آپ نے فرمایا تم فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو واقعی یہ بھی فتح ہے۔لیکن ہم بیعت رضوان کو فتح کہتے ہیں جو حدیبیہ کے موقع پر ہوئی تھی۔اس وقت ہم چودہ سو صحابہ حضور ﷺ کے ہمراہ تھے۔ جب ہم کنویں پر اترے تو اس میں ایک قطرہ بھی پانی کا نہ چھوڑا یہ خبر سرکار ﷺ تک پہنچی حضور ﷺ کنویں پر تشریف لائے اسکی منڈیر پر بیٹھ کر ایک برتن میں پانی منگوایا۔اس سے وضو فرمایا کلی فرمائی وہ پانی کنویں میں پھینکا اور دعا فرمائی اس میں سے اتنا پانی نکلا کہ سارے لشکر اور لشکر کی سواریوں نے خوب سیر ہو کر پیا۔

امام مسلم حضرت سلمہ بن الاکوع سے روایت کرتے ہیں۔فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حدیبیہ گئے اس وقت ہماری تعداد چودہ سو تھی۔ ہمارے پاس پچاس بکریاں بھی تھیں۔حضور ﷺ کنویں کے کنارے پر تشریف لائے دعا فرمائی یا اس میں اپنا لعاب دہن پھینکا جس سے پانی جوش مارنے لگا ہم نے خود بھی سیر ہو کر پیا اور (اپنے جانوروں کو بھی پانی) پلایا۔

حضرت معاذ بن جبل فرماتے ہیں۔غزوہ تبوک کے موقع پر ہم حضور ﷺ کے ہمراہ تھے۔ سرکار ﷺ نے فرمایا انشاء اللہ کل تم بوقت دوپہر تبوک کے چشمے پر پہنچ جاؤ گے۔پس جو بھی پہلے پہنچ جائے وہ اسکے پانی کو نہیں چھوئے۔جب سرکار ﷺ وہاں پہنچے تو پانی بہت قلیل تھا۔آپ ﷺ نے تھوڑا تھوڑا پانی جمع کر کے اپنا چہرۂ مبارک اور ہاتھ دھوئے پھر وہی پانی چشمے میں ڈال دیا جس سے پانی خوب بہہ نکلا لوگوں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا۔سرکار نے فرمایا اے معاذ! اگر تیری زندگی دراز ہوئی تو تو دیکھے گا کہ اس جگہ باغات ہی باغات ہوں گے۔

بخاری و مسلم نے حضرت عمران بن حصین سے روایت کی ہے۔ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھے۔لوگوں نے پیاس کی شکایت کی آپ نے حضرت علی اور ایک اور شخص کو بلایا اور فرمایا جاؤ! (کہیں سے) پانی تلاش کر کے لاؤ۔وہ دونوں حضرات گئے انہیں راستے میں ایک عورت ملی جس نے اپنے اونٹ پر دونوں طرف پانی سے بھرے ہوئے مشکیزے رکھے ہوئے تھے۔انہوں نے پوچھا یہ پانی کہاں سے لائی ہو۔اس نے کہا پانی یہاں سے ایک دن کی مسافت پر ہے۔ان حضرات نے عورت کو ساتھ لیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔حضور ﷺ نے ایک برتن میں پانی انڈیلنے کا حکم دیا پھر پانی میں کلی فرمائی اور دوبارہ مشکیزوں میں ڈال دیا مشکیزوں کے منہ کھول دیئے لوگوں میں اعلان کر دیا گیا پانی سے سیراب ہونے کے لئے آجاؤ لوگ دوڑے چلے آئے خوب سیراب ہوئے وہ عورت (حیرت سے) دیکھ رہی تھی اس کے پانی کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے۔پانی دونوں مشکوں سے (زیادہ)

نکل چکا تھا لیکن اب بھی وہ پہلے سے زیادہ بھری ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس عورت کے لئے ہدیہ اکٹھا کرو۔ کسی نے کھجور کسی نے آٹا اور کسی نے ستو پیش کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تو جانتی ہے کہ ہم نے تیرے پانی میں ذرا بھی کمی نہیں کی ہمیں ہمارے رب نے پانی پلایا ہے۔

وہ عورت اپنے گھر والوں کے پاس تاخیر سے پہنچی انہوں نے پوچھا تمہیں کیا ہو گیا تھا۔ اس نے کہا بہت عجیب واقعہ پیش آیا ہے۔ مجھے دو آدمی ملے اور اس شخص کے پاس لے گئے جسے صابی کہا جاتا ہے۔ اس نے پانی کے ساتھ اس طرح کیا ہے۔ اس نے کہا بخدا یا تو وہ شخص زمین و آسمان میں سب سے بڑا جادوگر ہے یا پھر اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہے۔

اس کے بعد صحابہ اردگرد کے مشرکین پر حملہ کرتے لیکن اس عورت کے قبیلے کو دانستہ ترک کئے رکھا۔ اس عورت نے اپنے قبیلے سے کہا: یہ لوگ تمہیں عمداً اسلام کی طرف آنے کے لئے کہہ رہے ہیں آؤ سب مل کر اسلام قبول کر لیں۔ سب نے اس کی بات مان لی اور اسلام قبول کر لیا۔

امام مسلم نے حضرت ابوقتادہ سے روایت ذکر کی ہے۔ حضور ﷺ ایک سفر میں رات کے وقت چلتے رہے پھر آرام فرمایا۔ جب بیدار ہوئے تو سورج نکل چکا تھا۔ میرے پاس حضور ﷺ کے وضو کا برتن تھا آپ ﷺ نے برتن طلب فرمایا وضو کیا اس میں کچھ پانی بچ گیا تھا آپ ﷺ نے فرمایا اس پانی کو سنبھال کر رکھنا یہ بڑا کام دے گا۔ پھر آپ ﷺ نے کوچ فرمایا دوپہر کے وقت لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم پیاس کی وجہ سے ہلاک ہوئے جا رہے ہیں۔ سرکار ﷺ نے فرمایا کوئی ہلاکت نہیں۔ اپنا پیالہ منگوایا اس میں وضو کا پانی انڈیلا ابوقتادہ سب کو پلا رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اچھے طریقے سے نوش کرو تم میں سے کوئی بھی پیاسا نہ رہے گا۔

خشک چوبے در فراق او گریست

امام بخاری نے حضرت ابن عمر سے حدیث ذکر کی ہے حضور ﷺ کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ نے منبر بنوا لیا تو اس پر خطبہ دینا شروع کیا۔ (یہ دیکھ کر) کھجور کا خشک تنا بیتابی سے بلبلانے لگا سرکار ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اس پر دست شفقت پھیرا تو وہ پرسکون ہو گیا۔

دوسری روایت جسے امام احمد، ابن سعد، دارمی، ابن ماجہ، ابونعیم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اس میں اتنا اضافہ ہے کہ حضور ﷺ نے منبر سے اتر کر تنے کو اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا اگر میں اسے اپنے سینے سے نہ لگاتا تو یہ قیامت تک یونہی روتا رہتا۔

ایک روایت میں اس طرح اضافہ ہے کہ وہ تنا بیل کی طرح بیتابانہ بولنے لگا یہاں تک کہ ساری مسجد میں اس کی آواز پھیل گئی حضور ﷺ نے اسے سینے سے لگالیا تو وہ چپ ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

وَالَّذِی نفسِی بِیَدِہٖ لو لم التزمه لما زال هکذا الی یوم القیامة حزناً علی رسول الله ﷺ۔

''قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ اگر میں اسے سینے سے نہ لگاتا تو اللہ کے رسول کے فراق میں یہ قیامت تک یوں ہی روتا رہتا''۔

اسے دارمی، ترمذی، ابو یعلی، بیہقی اور ابونعیم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔

ابن سعد اور ابن راھویہ نے اپنی مسند میں اور امام بیہقی نے حضرت سہل بن بعد ساعدی نے اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ لوگ بھی اس تنے کے رونے کی وجہ سے رونے لگ گئے۔

دارمی، ابن ماجہ، ابن سعد، ابن یعلی، ابونعیم اور بیہقی نے حضرت ابی بن کعب کی جو روایت ذکر کی ہے اس میں کھجور کے تنے کے پھٹ جانے کا بھی ذکر ہے۔

ایک اور روایت جسے ابن ابی شیبہ، دارمی اور ابونعیم نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے۔ اس میں یہ بیان ہے کہ کھجور کا تنا اس طرح رویا جس طرح اونٹنی اپنے بچے کے لئے بلبلاتی ہے

امام بخاری نے حضرت جابر بن عبداللہ سے جو روایت ذکر کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں کہ تنے سے یوں آواز نکلی جس طرح دس ماہ کی گابھن اونٹنی بولتی ہے۔ (باقی واقعہ وہی ہے جو پہلے تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔ مترجم: مختار احمد رومی)

حضرت امام سبکی فرماتے ہیں تنے کا بلبلانا تواتر سے ثابت ہے۔ کیونکہ اسے تقریباً بیس صحابہ کرام نے بیان کیا ہے۔ جسکے تمام طرق صحیح ہیں جو یقین کا فائدہ دیتے ہیں۔

حضرت قاضی عیاض شفاء شریف میں لکھتے ہیں۔ انہُ متواترٌ یہ واقعہ تواتر سے ثابت ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کھجور کے تنے کا قصہ ان واقعات میں سے ہے جسے خلف نے سلف صالحین سے نقل کیا ہے۔

نزول باران رحمت

حضرت امام بخاری نے حضرت انس سے حدیث ذکر کی ہے۔ حضور ﷺ کے زمانے میں قحط سالی شروع ہوگئی حضور ﷺ خطبۂ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول

اللہ ﷺ ہمارے مویشی ہلاک ہو رہے ہیں اور بچے بھوکے ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا کیجئے۔ حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک آسمان کی جانب اٹھائے اس وقت آسمان پر بادل کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ قسم بخدا ابھی آپ ﷺ نے بابرکت ہاتھ نیچے نہیں کئے تھے کہ بادل پہاڑوں کی طرح امڈ آیا۔ ابھی سرکار منبر سے نیچے نہیں اترے تھے کہ میں نے دیکھا کہ پانی آپ ﷺ کی ریش مبارک کو چوم کر ٹپک رہا تھا اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی یہاں تک کہ اگلے جمعہ وہی اعرابی اٹھا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مکان گر رہے ہیں سرکار نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا یا اللہ ! ہمارے اردگرد بارش عطا فرما آپ ﷺ جس طرف اشارہ فرماتے بادل اسی طرف چلے جاتے۔ یہاں تک کہ مدینہ شریف بالکل صاف ہو گیا۔ وادی قنات ایک ماہ تک بہتی رہی۔ کوئی جدھر سے بھی آتا کثرت باراں کی خبر دیتا۔

حضرت امام مسلم نے بھی اسی طرح کی روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں میں جب بھی دیکھتا کہ حضور ﷺ منبر پر بارش کی دعا مانگ رہے ہیں اور ابھی آپ ﷺ منبر سے نہیں اترتے تھے کہ پرنالے بہہ اٹھتے تھے۔ مجھے حضور ﷺ کے چچا حضرت ابو طالب کا یہ شعر یاد آ جاتا۔

وابیض یستقی الغمامُ بوجهه ثمالُ الیتامیٰ عصمةٌ للا رامل

''وہ سفید مکھڑے والا رب کا محبوب جس کے چہرے کے صدقے بارش کا سوال کیا جاتا ہے جو یتیموں کا فریادرس اور بیواؤں کی عزت کا محافظ ہے''۔

حضرت ابونعیم نے حضرت ابن عباس سے روایت ذکر کی ہے۔ قبیلہ مضر کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ اللہ سے بارش کی دعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے دعا مانگی یا اللہ بارش عطا فرما جو خوشگوار ہو، سیراب کرنے والی ہو، موٹے موٹے قطروں والی ہو، جو خوب چھا جائے، نفع عطا کرنے والی ہو، نقصان دینے والی نہ ہو، فوراً نازل ہو جائے دیر نہ کرے۔

ان پر بادل امڈ آیا یہاں تک کہ سات دن تک بارش ہوتی رہی۔

درختوں کی گواہی

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں ہم حضور ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھے ایک اعرابی حاضر خدمت ہوا آپ ﷺ نے فرمایا تم کہاں جانا چاہتے ہو اس نے عرض کیا اپنے گھر والوں کے پاس۔ حضور ﷺ نے فرمایا تمہیں بھلائی کی ضرورت نہیں اس نے عرض کیا کون سی بھلائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہ تو

گواہی دے اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ وحدہٗ لاشریک ہے اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اس نے کہا جو کچھ آپ ﷺ کہہ رہے ہیں اس پر کون گواہ ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ درخت۔ وہ درخت وادی کے کنارے اگا ہوا تھا سرکار ﷺ نے اسے بلایا وہ زمین پر نشان لگاتے ہوئے سرکار کے سامنے حاضر ہو گیا۔ سرکار ﷺ نے تین مرتبہ اس سے گواہی طلب کی۔ اس نے گواہی دی کہ حضور ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر وہ اپنے اگنے کی جگہ چلا گیا۔ اعرابی اپنی قوم کے پاس گیا آپ ﷺ سے عرض کیا اگر میری قوم مان گئی تو میں سب کو لیکر آجاؤں گا ورنہ میں خود آپ ﷺ کے پاس حاضر ہو جاؤں گا۔

اسے دارمی، ابو یعلی، طبرانی، بزار، ابن حبان، بیہقی اور ابو نعیم نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے ایک اعرابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے کیسے پتہ چلے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اگر اس درخت کے گچھے کو میں اپنے پاس بلا لوں تو کیا تم مجھ پر ایمان لاؤ گے۔ اس نے عرض کیا ہاں سرکار نے اسے بلایا تو وہ تیزی سے اچھل کر حاضر خدمت ہو گیا۔ سرکار ﷺ نے فرمایا اب واپس چلے جاؤ وہ واپس چلا گیا۔ یہ دیکھ کر اعرابی مسلمان ہو گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ گچھا آہستہ آہستہ اترا جب زمین پر آیا تو سجدہ کرتے ہوئے سرکار ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

اسے بخاری نے اپنی تاریخ میں اور بیہقی، دارمی اور ترمذی نے سند صحیح کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

یعلی بن مرہ ثقفی فرماتے ہیں ہم ایک سفر میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھے۔ راستہ میں ہم نے ایک جگہ قیام کیا۔ حضور ﷺ محو خواب تھے کہ ایک درخت زمین چیرتا ہوا آیا اور آپ ﷺ کو ڈھانپ لیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کا طواف کیا اور واپس چلا گیا جب سرکار ﷺ بیدار ہوئے تو میں نے سارا واقعہ عرض کیا حضور ﷺ نے فرمایا اس درخت نے اللہ تعالیٰ سے اجازت لی تھی کہ تیرے محبوب ﷺ کو سلام کر آؤں اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت عطا کر دی۔

اسے امام احمد، طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ جس رات جنوں نے حضور ﷺ کو تلاوت کرتے ہوئے سنا میں نے یہ بات سرکار ﷺ کی خدمت میں عرض کر دی۔

ان (جنوں نے) پوچھا آپ ﷺ کی رسالت پر کون گواہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ درخت۔ **پھر آپ ﷺ نے اس درخت کو گواہی کے لئے بلایا وہ اپنی جڑیں اکھیڑتا ہوا حاضر خدمت**

اقدس ہو گیا۔ متفق علیہ۔

امام احمد، بیہقی اور طبرانی نے حضرت یعلی بن سبابہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت ذکر کی ہے۔

فرماتے ہیں ایک سفر میں مجھے حضور ﷺ کی معیت نصیب ہوئی۔ حضور ﷺ نے کھجور کے دو چھوٹے درختوں کو حکم دیا کہ آپس میں مل جاؤ تو انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔

حضرت بریدۃ بن حصیب فرماتے ہیں۔ ایک اعرابی نے حضور ﷺ سے نبوت کی دلیل مانگی حضور ﷺ نے اسے فرمایا تم اس درخت سے کہو کہ حضور ﷺ تمہیں بلا رہے ہیں۔ اعرابی نے درخت کو بلایا۔ درخت نے اپنے آپ کو دائیں بائیں آگے پیچھے کر کے جڑوں کو باہر نکالا زمین پر گھسیٹتا ہوا خاک آلود جڑوں سمیت حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا السلام علیک یا رسول اللہ۔ اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام۔

اعرابی نے عرض کیا اسے حکم کریں کہ واپس چلا جائے وہ درخت واپس چلا گیا۔ اعرابی نے عرض کیا مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ ﷺ کو سجدہ کریں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر میں (اللہ کے سوا کسی اور کو) سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے اعرابی نے کہا پھر مجھے اپنے مبارک ہاتھ پاؤں چومنے دیجئے آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔

اسے بزار نے روایت کیا ہے۔

شیخ احمد دحلان اپنی کتاب سیرۃ نبویہ میں فرماتے ہیں درختوں کا آپ ﷺ سے کلام کرنا اس بارے میں بہت ساری احادیث ہیں جنہیں اہل سنن نے کثیر صحابہ کرام سے روایت کیا ہے۔ جن میں حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت اسامہ بن زید، حضرت انس بن مالک، حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ ان سے تابعین کی ایک کثیر جماعت نے یہ احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت قاضی عیاض شفاء شریف میں فرماتے ہیں۔ یہ احادیث بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہیں۔

حضرت شہاب خفاجی فرماتے ہیں۔ یہ احادیث صحابہ و تابعین سے روایت کی گئی ہیں اور تواتر معنوی کے درجے تک پہنچی ہوئی ہیں۔ اور یہ قوت کے اس مرتبے میں ہیں جن میں عقلمند شخص شک نہیں کر سکتا۔

معجزۂ شق قمر

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ (القمر)

''قریب آگئی قیامت اور پھٹ گیا چاند''۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں چاند دو ٹکڑے ہوا تھا ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر اور دوسرا اس کے نیچے (نظر آیا) حضور ﷺ نے فرمایا دیکھ لو۔

حضرت انس کی روایت ہے۔ اہل مکہ نے حضور ﷺ سے معجزے کا مطالبہ کیا آپ ﷺ نے انہیں چاند دو ٹکڑے کر کے دکھایا یہاں تک کہ غار حراء ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان آ گیا۔ متفق علیہ۔

ترمذی نے حضرت ابن عمر کی حدیث ذکر کی ہے۔ جو گزشتہ آیت کی تفسیر کے ضمن میں ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں چاند دو ٹکڑے ہوا تھا ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر اور ایک پہاڑ کے نیچے تھا حضور ﷺ نے فرمایا سب دیکھ لو۔

امام احمد نے حضرت جبیر ابن مطعم کی حدیث نقل کی ہے جس میں یہ اضافہ کیا کہ کفار نے کہا محمد ﷺ نے ہم پر جادو کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم پر جادو کر دیا ہے تو (ضروری نہیں کہ) سب لوگوں پر کر دیا ہو۔

ابو نعیم نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ذکر کی ہے۔

مشرکین مکہ ولید بن مغیرہ، ابو جہل، عاص بن وائل، اسود بن مطلب، نضر بن حارث اور ان کے ساتھی اکٹھے ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اگر آپ سچے ہیں تو چاند دو ٹکڑے کر کے دکھائیں آپ ﷺ نے اللہ سے دعا مانگی تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔

حضرت حذیفہ نے مدائن میں خطبہ ارشاد فرمایا کہ قیامت قریب آ چکی ہے اور تمہارے نبی کے زمانے میں چاند دو ٹکڑے ہو چکا ہے۔

اسے خطیب نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے حضرت قاضی عیاض اور امام سبکی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ اس معجزے کے تواتر کے لئے یہی کافی ہے کہ اس کا ذکر قرآن کریم کی آیات میں بالکل واضح ہے۔ جہاں کسی دوسری تفسیر کی گنجائش نہیں۔ مفسرین اہل سنت کا اس پر اجماع ہے۔

تاریخ فرشتہ کے گیارہویں باب میں مذکور ہے کہ ہندوستان کے علاقے میں مالا بار کے لوگوں نے بھی چاند ٹوٹتے دیکھا تھا۔ (بحوالہ کتاب اظہار الحق)

حافظ المزی نے ابن تیمیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ بعض مسافروں نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ہند کے علاقے میں ایک عمارت ہے جس پر لکھا ہوا ہے کہ یہ اس رات (کی یاد میں) تعمیر ہوئی ہے جس میں چاند شق ہوا تھا۔

اعتراضات اوران کے جوابات

بعض عیسائی مصنفین نے اس موضوع کے بارے میں شکوک وشبہات کا اظہار کیا ہے۔ان کا اعتراض یہ ہے کہ اگر یہ واقعہ صحیح ہوتا تو تمام کتب تاریخ میں اس کا ذکر ہوتا۔

ان کے اعتراض کا جوابات ملاحظہ کیجئے۔

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ شق قمر کا واقعہ رات کو ہوا۔رات کا وقت نیند،آرام اور غفلت کا وقت ہوتا ہے۔ بالخصوص موسم سرما میں لوگ دروازے بند کر کے اپنے کمروں میں محوآرام ہوتے ہیں کئی بار چاند گرہن ہوتا ہے لیکن کسی کو خبر تک نہیں ہوتی۔

(۲) یہ واقعہ فوری ہوا اور دیکھنے والوں نے دیکھ لیا۔اتنا تو وقت ہی نہیں لگا تھا کہ کسی دور والے کو بلایا جاتا یا سونے والے کو جگایا جاتا۔

(۳)اس واقعہ کے بارے میں پہلے کوئی خبر نہیں دی گئی تھی کہ لوگ ہلال رمضان،عیدین کے چاند یا سورج اور چاند گرہن کی طرح اس کے دیکھنے کا اہتمام کر لیتے۔دوسرا یہ کہ ہر شخص دن کے وقت بھی آسمان کی طرف نگاہیں نہیں لگائے ہوتا چہ جائیکہ رات کے وقت بندہ تارے ہی گنتا رہے۔یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے اس معجزہ کا مطالبہ کیا تھا انہوں نے تو دیکھ لیا۔یا جن کی نگاہیں اتفاقاً آسمان کی جانب اٹھ گئیں انہوں نے بھی دیکھ لیا۔احادیث صحیحہ میں مذکور ہے جب کفار نے یہ منظر دیکھا تو بول اٹھے یہ جادو ہے۔ابوجہل نے کہا اردگرد کے علاقوں میں آدمی بھیجو تا کہ پتہ چلے کہ وہاں بھی کسی نے یہ منظر دیکھا ہے کہ نہیں۔اس رات جو قافلے محوسفر تھے انہوں نے یہ منظر دیکھا تھا لہٰذا انہوں نے اس واقعہ کی تصدیق کر دی۔

(۴) بعض علاقوں میں بعض اوقات بارش برس رہی ہوتی ہے جبکہ تھوڑے ہی فاصلے پر فقط گھرے بادل چھائے ہوئے ہوتے ہیں اس وقت کوئی شخص سورج کو بھی نہیں دیکھ سکتا۔اگر رات کے وقت بادل ہوں تو چاند ستارے اور آسمان کی رنگت بھی نہیں نظر آتی۔حالانکہ ان دونوں مناظر میں بہت کم فاصلہ ہوتا ہے۔

یورپ کے بعض علاقوں میں جب برف باری ہوتی ہے تو دن کے وقت سورج بھی نظر نہیں آتا چہ جائیکہ رات کے وقت چاند دیکھا جائے۔

(۵) ہر جگہ اور ہر علاقے میں چاند ایک وقت میں طلوع نہیں ہوتا بلکہ بعض جگہ طلوع ہو رہا ہوتا ہے تو دوسری جگہ غروب ہو رہا ہوتا ہے۔

بیماریوں سے شفاء

حضرت براء فرماتے ہیں جب حضرت عبداللہ بن عتیک نے ابورافع کو قتل کیا تو سیڑھیاں اترتے

ہوئے گر پڑے جس کی وجہ سے ان کی پنڈلی ٹوٹ گئی۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کر دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اپنی ٹانگ آگے کرو۔ میں نے ٹانگ آگے کی حضور ﷺ نے اسے چھوا تو میں ایسے ہو گیا گویا کہ کوئی تکلیف ہی نہیں تھی۔ (بخاری)

حضرت سعد بن سہیل فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا کل یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کو اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔

جب صبح ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا حضرت علی کہاں ہے؟ لوگوں نے عرض کی ان کی آنکھیں دکھتی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا انہیں بلاؤ۔ پھر ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور دعا فرمائی وہ اس طرح ہو گئے گویا کہ ان کو درد کی شکایت بھی نہیں تھی۔ (بخاری و مسلم)

حضرت یزید بن ابو عبید فرماتے ہیں میں نے سلمہ بن الاکوع کی پنڈلی پر (زخم کا) نشان دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا خیبر کے دن ضرب لگی تھی میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے تین مرتبہ پھونک ماری اس کے بعد آج تک کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ (بخاری)

حضرت عثمان بن حنیف فرماتے ہیں۔

ایک نابینا شخص حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرمایئے میری آنکھیں ٹھیک ہو جائیں۔ آپ ﷺ ے فرمایا جاؤ وضو کرو اور دو نفل ادا کرو اور پھر کہو یا اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری جناب میں تیرے نبی محمد ﷺ جو رحمت کے نبی ہیں ان کے طفیل حاضر ہوں اے محمد ﷺ میں آپ کے ذریعے آپ کے رب کے حضور عرض کناں ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری آنکھیں ٹھیک کر دے۔ یا اللہ میرے بارے میں حضور ﷺ کی سفارش قبول فرما۔ ابھی لوگ اپنی جگہ سے اٹھے بھی نہیں تھے کہ وہ شخص واپس آیا تو اس کی آنکھیں ٹھیک ہو چکی تھیں۔ اس کے بعد حضرت عثمان بن حنیف اور آپ کی اولاد لوگوں کو یہ دعا سکھاتے اور مشکل وقت میں اس کے ذریعے دعا مانگنے کا کہتے جس سے ان کی مشکلات حل ہو جاتی تھیں۔ (نسائی، ترمذی، حاکم، بیہقی وغیرہم)

عاصم بن عمرو بن قتادہ اپنے دادا حضرت قتادہ بن نعمان سے راوی ہیں کہ غزوہ بدر کے دن ان کی آنکھ ضرب لگنے کی وجہ (سے) سے ان کے رخسار پر بہہ پڑی لوگوں نے چاہا کہ آنکھ کے ڈھیلے کو کاٹ کر پھینک دیں انہوں نے حضور ﷺ سے پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کرو پھر ان کو بلا کر ڈھیلا گوشہ چشم میں رکھ دیا حضرت قتادہ کو یہ بھی امتیاز نہ رہا کہ کونسی آنکھ متاثر ہوئی تھی۔ (ابن عدی، ابو یعلی، بیہقی)

بیہقی نے دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی لکھے ہیں کہ حضور نے فرمایا یا اللہ اسے خوبصورتی عطا فرما۔

ابن سعد نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ دونوں آنکھوں میں سے وہ آنکھ زیادہ صحیح تھی۔

بیہقی ،ابونعیم اور طبرانی نے جنگ احد کے دن کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ آنکھ زیادہ خوبصورت تھی۔

طبرانی اور ابونعیم نے حضرت قتادہ سے ہی روایت نقل کی ہے کہ میں غزوہ احد کے دن حضور ﷺ کی طرف آنے والے تیروں کے آگے ڈھال بنا ہوا تھا۔ایک تیر مجھے ایسا لگا کہ جس سے میری آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل آیا میں نے اسے ہاتھ پر اٹھایا اور حضور ﷺ کی طرف دوڑ پڑا جب آپ ﷺ نے یہ منظر دیکھا تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا یا اللہ قتادہ کی آنکھ اس طرح بچائے کہ جس طرح اس نے تیرے نبی کے چہرے کا دفاع کیا ہے۔یا اللہ اس آنکھ کو خوبصورت اور تیز بینائی والا بنا دے پھر وہ آنکھ اسی طرح ہوگئی جس طرح حضور ﷺ نے دعا مانگی تھی۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ایک آنکھ بدر میں اور دوسری احد میں زخمی ہوئی تھی۔

امام احمد اور طبرانی نے وازع سے روایت ذکر کی ہے وہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا لشکر میں زخمی بھی تھے۔ہمارے ساتھ ایک ایسا شخص بھی تھا جس کو نظر لگی تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ساتھ میرا ماموں ہے جسے نظر لگی ہے۔آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ٹھیک ہو جائے آپ ﷺ نے فرمایا اسے میرے پاس لاؤ۔جب میں اسے لے کر گیا آپ ﷺ نے اپنی چادر مبارک کا گوشہ پکڑا اسے بلند کیا یہاں تک کہ آپ ﷺ کی بغلوں کی (پرنور) سفیدی نظر آنے لگی۔پھر آپ ﷺ نے چادر پشت مبارک پر ڈال لی اور فرمایا اے دشمن خدا! نکل جا۔اتنی دیر تھی کہ وہ شخص بالکل صحیح دیکھنے لگا۔حضور ﷺ نے اسے اپنے سامنے بٹھا کر اس کے لئے دعا فرمائی۔اس کے چہرے پر دست کرم پھیرا۔سرکار ﷺ کی دعا کے بعد اس وفد میں سے اس سے بہتر کوئی شخص نہیں تھا۔

حضرت اسامہ بن زید فرماتے ہیں ہم سفر حج میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے جب ہم بطن روحاء کے مقام پر پہنچے حضور ﷺ کی نگاہ ایک عورت پر پڑی حضور ﷺ نے سواری کو روک لیا جب وہ قریب ہوئی اس نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ میرا بیٹا ہے جب سے یہ پیدا ہوا ہے اس وقت سے لیکر آج تک اسے سکون نہیں۔حضور ﷺ نے اس بچے کو اٹھا کر کجاوے اور اپنے سینہ مبارک کے درمیان رکھ لیا۔پھر اس کے منہ میں لعاب دہن ڈالا اور فرمایا اے دشمن خدا! نکل جا۔میں اللہ کا رسول ہوں پھر بچہ عورت کو دے دیا اور فرمایا اب کوئی پریشانی نہیں ہے۔حضرت اسامہ فرماتے ہیں کہ حج سے واپسی پر اسی جگہ وہ عورت آئی اس کے پاس ایک بھنی ہوئی بکری بھی تھی۔(ابویعلی۔بیہقی)

سلیمان بن عمرو بن الاحوص اپنی والدہ ام جندب سے روایت کرتے ہیں۔ان کی والدہ فرماتی ہیں میں نے حضور ﷺ کو جمرہ عقبہ کے پاس دیکھا آپ ﷺ نے رمی کی تو لوگوں نے بھی آپ ﷺ کی

پیروی کی۔ جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے ایک عورت حاضر ہوئی اس کے پاس ایک بچہ بھی تھا جسے جنون لاحق تھا۔ اس نے عرض کیا کہ میرا یہ بچہ بڑی مصیبت میں ہے کوئی بات نہیں کرتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا پتھر کے برتن میں پانی لاؤ۔ سرکار ﷺ نے اس پانی سے کلی فرمائی اور پھر اسی میں پانی ڈال دیا دعا فرمائی اور فرمایا اس پانی سے بچے کو غسل بھی دو اور پلاؤ بھی۔ میں نے اس عورت سے کہا مجھے بھی پانی دے دو۔ اس نے مجھے پانی دے دیا میں نے اپنے بیٹے عبداللہ کو پلایا اس کے بعد جو بھی اسے دیکھتا حیران ہو جاتا۔

اس عورت کا بچہ بھی بالکل ٹھیک ہو گیا اور اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ عقلمند بن گیا۔

(احمد، ابن ابی شیبہ، بیہقی، طبرانی اور ابونعیم)

ابن عباس فرماتے ہیں۔

ایک عورت حاضر خدمت ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے اس بچے کو جنون کی شکایت ہے اور صبح اور شام کے وقت ہمیں بہت تنگ کرتا ہے۔ حضور ﷺ نے اس کے سینہ پر دست مبارک رکھا اس کے لئے دعا فرمائی۔ اس نے قے کر دی جس سے سیاہ رنگ کا پلہ نکلا اس کے بعد وہ بچہ بالکل تندرست ہو گیا۔ (احمد، دارمی، طبرانی، بیہقی اور ابونعیم)

امام حاکم نے حضرت ابی ابن کعب کی روایت ذکر کی ہے۔

آپ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک اعرابی آیا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے بھائی کو درد ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیسی درد ہے؟ اس نے عرض کی اسے پاگل پن ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسے میرے پاس لاؤ۔ جب وہ آیا آپ نے اسے اپنے سامنے بٹھا لیا پھر سورۃ فاتحہ، سورۃ بقرہ کی ابتدائی چار آیات "وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ"، آیۃ الکرسی سورۃ بقرہ کی آخری تین آیات، سورۃ آل عمران کی آیت شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ سورۃ الاعراف کی آیت ان ربکم الخ سورۃ المومنین کی آخری آیت فتعالی اللہ الملک الحق، سورۃ الجن کی آیت وانہ تعالی جد ربنا، سورۃ صافات کی ابتدائی دس آیات، سورۃ حشر کی آخری تین آیات، سورۃ اخلاص اور معوذتین پڑھ کر دم فرمایا وہ آدمی اٹھا تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ اسے کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔

معجزہ اور عادت میں فرق

اس صدی میں انسان نے بہت بلند پروازیں کی ہیں۔ لیکن وقت طاقت اور زمان و مکان کے اعتبار سے اس کی یہ جولانیاں بہت محدود ہیں۔ ابھی اس نے بڑی مشکل سے کرۂ ارض اور اس سے

متصل کرز ہ عبور کیا ہے۔ ہمارے نظام شمسی کے قریب ترین سیارہ چار سال نوری کے فاصلے پر ہے یعنی اگر انسان فی سیکنڈ ۳۰۰۰۰۰ کلومیٹر کی رفتار سے سفر کرے تو چار سال میں اس سیارے تک پہنچ سکتا ہے۔ اور اس طرح کرنا ابھی تک بہت محال ہے۔

اس مقام پر عادت اور معجزہ کا فرق واضح ہو جاتا ہے۔ معجزے کا تعلق اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہے۔ جبکہ عادت کو اللہ تعالیٰ نے اسباب کا پابند بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم ﷺ کو رات کے تھوڑے سے حصے میں مکہ سے بیت المقدس اور وہاں سے سات آسمانوں سے اوپر تک کی سیر کرائی۔ اس سیر سے واپسی بھی ہوئی لیکن وقت کی مختصر ترین اکائیاں صرف ہوئیں۔ یہ ایسا معجزہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور محمد ﷺ کی رسالت کی دلیل ہے۔ اعتراض کرنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ معجزہ ایسا ہونا چاہئے۔ جسے عام لوگ دیکھ سکیں تا کہ وہ سب پر حجت ہو سکے۔ اسراء و معراج کو کسی نے دیکھا نہیں بلکہ حضور ﷺ نے خبر دی ہے۔ صاحب معجزہ کا خود کسی معجزہ کی خبر دینا دوسروں پر کیسے حجت بن سکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ معراج کے علاوہ حضور ﷺ نے ایسی چیزوں کی خبر دی ہے جن کے بارے میں خبر دینا ممکن نہ تھا اس وجہ سے معجزۂ معراج تمام لوگوں پر حجت ہے۔ کیونکہ اس سفر کے حوالے سے لوگوں نے جتنے بھی سوالات کئے حضور ﷺ نے ان تمام کے جوابات ارشاد فرما دیئے۔

(۱) حضرت انس فرماتے ہیں۔

جب مشرکین نے حضور ﷺ کی گفتگو سنی تو حضرت ابوبکر کے پاس آئے۔ اور کہا اے ابوبکر کیا تم اپنے دوست کی بات مان سکتے ہو اگر وہ کہے کہ میں رات میں ایک ماہ کی مسافت پر گیا ہوں اور واپس بھی آیا ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا اگر میرے آقا ﷺ نے اس طرح فرمایا ہے تو یہ بالکل سچ ہے۔

کیونکہ اس سے زیادہ مشکل خبروں میں ہم ان کی تصدیق کرتے ہیں کہ ان کے پاس آسمان کی خبریں ہیں۔

مشرکین نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ جو کچھ آپ کہتے ہیں اس کی دلیل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں قریش کے قافلے کے قریب سے گزرا اس وقت وہ فلاں جگہ پر تھا ہمیں دیکھ کر ان کے اونٹ بدک گئے۔ ان میں ایک اونٹ تھا جس پر سیاہ و سفید رنگ کے دو بورے لدے ہوئے تھے۔ اونٹ بھاگنے لگا جس سے اسکی ہڈی ٹوٹ گئی۔ جب قافلہ آیا قریش نے ان سے پوچھا انہوں نے ایسا ہی بتایا جس طرح حضور ﷺ نے بتایا تھا۔ (ابن ابی حاتم)

(۲) حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مجھے معراج کرائی گئی اس وقت قریش نے میری تکذیب کی میں حجر کے قریب کھڑا ہو گیا اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا۔ میں قریش کو اس کی نشانیاں بتا تا رہا۔

حضرت شداد بن اوس کا یہ حصہ ملاحظہ کیجئے۔

حضرت ابوبکر سرکار ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آج رات آپ ﷺ کہاں تھے؟ میں نے آپ ﷺ کو ہر اس جگہ تلاش کیا جہاں آپ ﷺ کے ملنے کا امکان تھا۔ سرکار نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے میں آج رات بیت المقدس گیا اور وہاں سے آیا ہوں۔ آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ ایک مہینے کی مسافت پر ہے ذرا بتائیں تو سہی اس کا نقشہ کیا ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے میری نگاہوں کے سامنے ایک راستہ کھول دیا میں مسجد اقصیٰ کو دیکھ رہا تھا۔ ابوبکر جو کچھ پوچھتے میں جواب دے دیتا۔ اس پر آپ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ مشرکین نے کہا کہ دیکھئے تو سہی محمد ﷺ کہتے ہیں کہ میں ایک رات میں بیت المقدس دیکھ کر آیا ہوں۔ سرکار ﷺ نے فرمایا کہ میرے دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ میں تمہارے قافلے کے قریب سے گزرا ہوں وہ فلاں جگہ پر تھا۔ ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا۔ پھر ایک شخص نے اسے پکڑ لیا۔ وہ اس وقت فلاں جگہ پر ہیں اور فلاں دن یہاں پہنچیں گے۔ ان کے آگے سرخی مائل اونٹ ہو گا جس پر سیاہ چادر اور سیاہ بورے ہوں گے۔ جب وہ دن آیا جس کے بارے میں سرکار ﷺ نے بتایا تھا۔ لوگ انتظار کرنے لگے یہاں تک کہ دوپہر کے وقت قافلہ آ گیا۔ اور ان کے آگے وہی اونٹ تھا جس کے بارے میں حضور ﷺ نے بتایا تھا۔

(۳) حضرت ابن عباس کی حدیث ہے۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے جس رات مجھے معراج پر لے جایا گیا واپسی پر مجھے معلوم ہوا تھا کہ کفار میری تکذیب کریں گے۔ میں ایک جگہ پریشانی کی حالت میں بیٹھا تھا کہ دشمن خدا ابوجہل آیا میرے پاس بیٹھ کر طنزیہ پوچھنے لگا۔ کیا کوئی خبر ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں اس نے کہا کیا خبر ہے؟ آپ نے فرمایا: آج رات مجھے سیر کرائی گئی ہے۔ ابوجہل نے کہا کہاں تک؟ آپ ﷺ نے فرمایا بیت المقدس تک اس نے کہا پھر صبح آپ ﷺ ہمارے پاس پہنچ گئے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے بظاہر جھٹلانے والی کوئی بات نہ کی اس ڈر سے کہ کہیں حضور ﷺ اپنا بیان نہ بدل لیں۔ (نعوذ باللہ)

ابوجہل نے کہا اگر میں آپ کی قوم کو بلاؤں تو کیا قوم کے ساتھ بھی یہ بات اسی طرح کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ ابوجہل نے کہا کہ اے اولاد کعب بن لوئی! ادھر آؤ: لوگ گروہ در گروہ آ کر

ان دونوں کے پاس بیٹھ گئے۔ ابوجہل نے کہا جو کچھ مجھے بتایا ہے اپنی قوم کو بھی سنائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

مجھے آج رات سیر کرائی گئی ہے۔ قوم نے کہا کہاں تک آپ ﷺ نے فرمایا بیت المقدس تک قوم نے کہا پھر آپ صبح ہمارے پاس پہنچ گئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں (یہ سن کر) کچھ لوگ تالیاں بجانے لگے بعض نے از راہِ تعجب سروں پر ہاتھ رکھ لئے۔ کہنے لگے آپ ﷺ بیت المقدس کی نشانیاں بتا سکتے ہیں؟ کیوں کہ ہمارے درمیان وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے بیت المقدس کو دیکھا ہوا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں مسجد اقصیٰ کی تفصیلات بتانے لگا ہوں یہاں تک کہ کچھ نشانیوں کے بارے میں شک پیدا ہو گیا۔ فوراً مسجد اقصیٰ میرے سامنے حضرت عقیل کے گھر کے پاس رکھ دی گئی۔

سرکار ﷺ نے دیکھ کر اس کی ساری نشانیاں بتا دیں۔ قوم نے کہا کہ بخدا نشانیاں تو ساری صحیح ہیں۔ (احمد، ابن ابی شیبہ، نسائی، بزار، طبرانی، ابونعیم)

(۴) حضرت ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں۔ صبح معراج حضور ﷺ اہل مکہ کو عجائبات کی خبر دے رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا گزشتہ رات میں بیت المقدس گیا وہاں سے مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا۔ وہاں میں نے فلاں فلاں نشانیاں دیکھیں۔ ابوجہل نے کہا اے میری قوم! جو کچھ محمد ﷺ کہہ رہے ہیں اس پر تمہیں حیرت نہیں ہو رہی؟ حضور ﷺ نے انہیں قافلے کی خبر دی فرمایا جب ہم اوپر جا رہے تھے میں نے اسے فلاں مقام پر دیکھا تھا قافلے کے اونٹ بدک گئے تھے۔ جب میں واپس آیا وہ قافلہ عقبہ کے مقام پر تھا۔ پھر انہیں قافلے کے شرکاء، قافلے کے اونٹوں اور سارے سامان کے بارے میں بتایا۔ ایک شخص نے کہا میں بیت المقدس کو سب سے زیادہ جانتا ہوں۔ آپ ﷺ بتائیں بیت المقدس کی عمارت کیسی ہے؟ اس کی ہیئت کیسی ہے؟ پہاڑ سے اس کا فاصلہ کتنا ہے؟

اس پر بیت المقدس اٹھا کر سرکار ﷺ کے سامنے رکھ دی گئی حضور ﷺ نے اسکی طرف دیکھا اور فرمایا اسکی عمارت اس طرح ہے۔ اسکی ہیئت یوں ہے۔ پہاڑ سے اس کا فاصلہ اتنا ہے۔ اس شخص نے کہا آپ ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔

(ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بیہقی، ابن عساکر)

(۵) ابونعیم نے محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

حضور ﷺ نے حضرت دحیہ کلبی کو ہرقل کے پاس بھیجا۔ ہرقل نے ابوسفیان کو بلایا جو سوالات جوابات ہوئے ابوسفیان کی زبانی سنیے۔

(ابوسفیان) میں نے کہا اے بادشاہ! کیا میں آپ کو ایسی بات نہ بتاؤں جس سے اس (نبی) کا

جھوٹ (نعوذ باللہ) ظاہر ہو جائے۔اس نے کہا وہ خبر کیا ہے؟ میں نے کہا اس (نبی) کا گمان ہے کہ وہ مسجد حرام سے چل کر مسجد اقصیٰ تک آیا ہے۔اور پھر واپس گیا ہے یہ سارا کام ایک رات میں مکمل ہو گیا ہے۔یروشلم کا بطریق (مذہبی رہنما) قیصر کے پاس بیٹھا تھا اس نے کہا میں وہ رات جانتا ہوں۔قیصر نے کہا تمہیں کیسے علم ہے؟ اس نے کہا میں سونے سے پہلے مسجد اقصیٰ کے سارے دروازے بند کرتا ہوں۔ایک رات میں نے دروازے بند کئے ایک دروازہ بند نہیں ہوتا تھا۔میں نے مسجد کے خدام کو بلایا ہم سب نے زور لگایا لیکن دروازہ نہ بند ہوا یوں لگتا تھا جیسے کوئی پہاڑ دھکیلنا پڑ گیا ہے۔ہم نے مستریوں کو بلایا انہوں نے کہا دیوار بیٹھ گئی ہے جس سے دروازے کو حرکت دینا مشکل ہے۔صبح دیکھیں گے کہ کیا ہوا ہے اور کیسے ہوا ہے؟ بطریق کہتا ہے کہ میں دروازہ کھلا چھوڑ کر آ گیا۔اگلی صبح مسجد میں گیا تو دروازے کے سامنے جو پتھر پڑا تھا اس میں سوراخ تھا اور کوئی سواری باندھے جانے کے نشانات نظر آ رہے تھے۔میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ دروازہ اللہ کے نبی کے لئے بند نہیں ہو رہا تھا۔اس نبی مکرم ﷺ نے رات ہماری مسجد میں نماز پڑھی ہے۔

قیصر نے کہا اے اہل روم! تمہیں معلوم ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آج تک کسی اور نبی نے اعلان نبوت نہیں کیا۔یہ وہی نبی ہے جس کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام دے گئے ہیں۔پس جس طرف وہ بلاتے ہیں ان کی آواز پر لبیک کہو۔

جب قوم کی طرف سے نفرت کا اظہار ہوا تو قیصر نے انداز بدلتے ہوئے کہا اے میری قوم! تمہارے بادشاہ نے تمہاری دینی غیرت اور پختگی دیکھنے کے لئے تم سے یہ بات کی ہے اور تم ناراض ہو گئے ہو۔یہ سن کر قوم نے قیصر کو سجدہ کیا۔

(۶) حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا میں مقام حجر پر موجود تھا قریش مجھ سے میرے سفر کے بارے میں سوال کر رہے تھے۔انہوں نے مسجد کے بارے میں کچھ ایسی نشانیاں پوچھیں جو مجھے اچھی طرح یاد نہیں تھیں۔مجھے سخت بے چینی ہوئی۔اس طرح پہلے کبھی نہیں ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے پردے ہٹا دیئے میں نے مسجد کو دیکھ کر ان کے سوالات کے جواب دینے شروع کر دیئے۔(مسلم)

یہاں بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ کونسا آسمان ہے جہاں حضور ﷺ کو لے جایا گیا۔

اس کا جواب یہ ہے قرآن کریم نے بہت سی آیات میں لفظ سماء ذکر کیا ہے جہاں سماء کا لغوی معنی مراد ہے اور بہت ساری آیات میں سماء کا اصطلاحی معنی مراد ہے۔

بعض لوگ اس نیلی فضا کو آسمان سمجھتے ہیں یہ صحیح نہیں۔کیونکہ کچھ اوپر جائیں تو یہ نیلاہٹ ختم ہو

جاتی ہے۔ یہ کچھ خاص روشنیوں کا انعکاس ہے اور کچھ نہیں۔

جنت آسمان ہفتم میں ہے اللہ کا عرش اس کے اوپر ہے یہ حقیقی آسمان ہیں۔ جن کی طرف سرکار ﷺ تشریف لے کر گئے ہیں۔ یہ چیزیں کہاں ہیں؟ ان کا ہمیں علم نہیں کیوں کہ یہ سب مغیبات ہیں۔

لیکن ہمارا ایمان ہے کہ سات آسمان ہیں۔ ان کے اوپر عرش رحمٰن ہے۔ ہم انہیں اس لئے مانتے ہیں کہ اللہ تعالی اور اس کے رسول نے ان کی خبر دی ہے۔ یہی وہ آسمان ہیں جن کی جانب سرکار تشریف لے گئے ہیں۔ انہی کی جانب مومنوں کی روحیں جاتی ہیں۔ ملائکہ اور روح القدس کا نزول بھی یہیں سے ہوتا ہے۔

☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆

کچھ لوگ یہ سوال کرتے ہیں اسراء و معراج کی حکمت کیا ہے؟

اصل حکمتیں تو اللہ تعالی ہی جانتا ہے۔

کچھ ظاہری نکتے ہیں جو پیش خدمت ہیں۔

(۱) حضور ﷺ نے جن چیزوں کی دعوت دی اللہ تعالی نے وہ سب کچھ اپنے حبیب ﷺ کو دکھا دیا۔

حضور ﷺ نے جنت پر، اللہ کے رسولوں پر، ملائکہ پر اور اللہ تعالی کی ذات پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ اللہ تعالی نے آپ کو جنت بھی دکھادی۔ اپنے رسولوں سے ملاقات کروائی۔ ملائکہ سے ملاقات ہوئی اور اپنے رب کی نشانیوں اور قدرتوں کو بھی دیکھا اللہ تعالی کا فرمان ہے۔

لِنُرِيَهُ مِنْ اٰيٰتِنَا ۔۔ تاکہ ہم اپنے محبوب کو اپنی نشانیوں میں سے دکھائیں۔

(۲) اللہ تعالی اپنے رسول مکرم ﷺ کو دعوت اسلامیہ کے نئے مرحلے کے لئے تیار کر رہا ہے۔ یہ مرحلہ اسی طرح ہے جس طرح حضرت موسیٰ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے۔

لِنُرِيَكَ من اٰيٰتنا الكبرىٰ ۔ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۔

”تاکہ ہم دکھائیں تمہیں اپنی بڑی بڑی نشانیوں میں سے۔ جاؤ فرعون کی طرف بے شک اس نے سرکشی کی ہے“۔

اپنی قدرت و طاقت کی بڑی بڑی نشانیاں دکھا کر موسی علیہ السلام کی قوت یقین میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔ کہ رب العالمین کی طاقتوں کے مقابلے میں (فرعون کیا) تمام روئے زمین کی طاقتوں کی کوئی حیثیت نہیں۔

ہمارے آقا سید المرسلین ﷺ کو مکی دور میں صبر کا پابند کیا گیا تھا۔ ہجرت کے بعد کفار کے ساتھ دو

دو ہاتھ کرنے کی اجازت دی گئی۔ واقعہ معراج بھی ہجرت سے تھوڑی مدت پہلے پیش آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں کی زیارت اس مرحلے کی تمہید تھی۔ جس میں فخر موجودات اپنے مٹھی بھر غلاموں کے ہمراہ پوری دنیا کے سامنے ڈٹ جانے والے تھے۔ سورۃ النجم میں ذکر معراج کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾ (النجم)

''یقیناً انہوں نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں''۔

موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی فرعون سے مقابلے کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے یہی بتایا ہے کہ آپ کو ہم اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھانے والے ہیں۔

☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆

آخر میں ان مقدمات کے بعد اس معجزہ کی ایک اور جانب کا ذکر ہمارے پیش نظر ہے۔

حضرت امام سیوطی کا فرمان ہے۔

ذکر معراج مختصر بھی منقول ہے اور طویل بھی۔ جن صحابہ کرام نے اس واقعہ کو روایت کیا ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

حضرت انس، حضرت ابی بن کعب، حضرت بریدہ، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت حذیفہ بن الیمان، حضرت سمرہ بن جندب، حضرت سہل بن سعد، حضرت شداد بن اوس، حضرت صہیب، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت ابن عمرو، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبد اللہ بن اسعد زارۃ، حضرت عبد الرحمٰن بن فرط، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عمر بن خطاب، حضرت مالک بن صعصعہ، حضرت ابو امامہ، حضرت ابو ایوب، حضرت ابو حیۃ، حضرت ابو الحمراء حضرت ابو ذر، حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابو سفیان بن حرب، حضرت ابو لیلی انصاری، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت اسماء بنت ابی بکر، حضرت ام ہانی اور حضرت ام سلمہ رضوان اللہ تعالی علیھن وعلیھم اجمعین۔

امام قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں صحابہ وصحابیات کے چھبیس نام گنوائے ہیں۔ یہ حدیث متواتر ہے۔ مزید برآں قرآن کریم کی دو سورتوں میں اس واقعہ کا ذکر ہے۔

(۱) حضرت انس راوی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا میرے پاس براق لایا گیا۔ براق ایک سفید رنگ کی سواری ہے جن کا قد دراز گوش سے قدرے بڑا تھا۔ اور خچر سے تھوڑا کم۔ اس کا قدم اس کی حد نگاہ تک جاتا تھا۔

میں اس پر سوار ہو کر بیت المقدس آیا اور اس حلقے کے ساتھ سواری باندھ دی جسکے ساتھ انبیاء اپنی

سواریاں باندھتے تھے۔ مسجد میں دو رکعت نماز ادا کی مسجد سے باہر آئے تو جبرائیل علیہ السلام نے دو برتن پیش کئے ایک میں شراب اور ایک میں دودھ تھا میں نے دودھ کو پسند کیا جبرائیل نے کہا آپ نے فطرت کو پسند کیا ہے۔

پھر ہم آسمان دنیا پر پہنچے جبرائیل علیہ السلام نے دروازے پر دستک دی اندر سے پوچھا گیا آپ کون ہیں؟ جبرائیل نے کہا میں جبرائیل ہوں پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جبرائیل نے کہا محمد ﷺ پوچھا گیا کہ انہیں بلایا گیا ہے! کہا ہاں دروازہ کھلا تو ہم آدم علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے آدم علیہ السلام نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لئے دعائے خیر کی۔

پھر مجھے دوسرے آسمان تک لایا گیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے دروازے پر دستک دی پوچھا گیا کون؟ کہا میں جبرائیل ہوں پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا محمد ﷺ! کہا گیا (وہی محمد ﷺ) جنہیں بلایا گیا ہے کہا ہاں: دروازہ کھلا اور ہماری ملاقات دو خالہ زاد بھائیوں سے ہوئی۔ یعنی حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ بن زکریا۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور میرے لئے دعا خیر کی۔

پھر ہمیں آسمان سوم پر لے جایا گیا۔ جبرائیل نے دروازہ کھولنے کو کہا پوچھا گیا آپ کون؟ کہا میں جبرائیل ہوں پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا محمد ﷺ! پوچھا گیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں۔ دروازہ کھلا ہماری ملاقات حضرت یوسف کے ساتھ ہوئی۔ انہیں حسن میں سے نصف عطا کیا گیا تھا۔ انہوں نے میرا استقبال کیا اور میرے لئے دعائے خیر کی۔

پھر ہم چوتھے آسمان پر گئے دروازہ کھٹکھٹایا۔ پوچھا گیا آپ کون ہیں؟ کہا میں جبرائیل ہوں کہا آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد ﷺ! پوچھا گیا انہیں بلایا گیا کہا ہاں۔ دروازہ کھلا ہم حضرت ادریس سے ملے انہوں نے میرا استقبال کیا اور دعاء خیر کی۔

پھر پانچویں آسمان پر پہنچے دروازہ کھولنے کے لئے کہا گیا۔ پوچھا گیا کون؟ کہا جبرائیل کہا آپ کے ساتھ کون؟ کہا محمد ﷺ! پوچھا گیا انہیں بلایا گیا ہے کہا ہاں۔ دروازہ کھلا حضرت ہارون نے میرا استقبال کیا۔ اور دعائے خیر کی۔

پھر چھٹے آسمان پر پہنچے دروازہ کھلوایا گیا۔ پوچھا گیا آپ کون ہیں؟ کہا میں جبرائیل ہوں پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون؟ کہا محمد ﷺ! پوچھا گیا انہیں بلایا گیا ہے کہا ہاں۔ دروازہ کھلا حضرت موسیٰ نے استقبال کیا اور دعائے خیر دی۔

پھر ساتویں آسمان پر پہنچے جبرائیل نے دروازے پر دستک دی۔ پوچھا گیا کون؟ کہا جبرائیل پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا محمد ﷺ! پوچھا گیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں۔ دروازہ کھلا

آسمان ہفتم پر حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی آپ بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تشریف فرماتھے۔ بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار ملائکہ جاتے ہیں جو ایک بار جاتے ہیں دوبارہ انکی باری نہیں آئے گی۔

اس کے بعد مجھے سدرۃ المنتہیٰ لایا گیا۔ اس (درخت) کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح اور پھل مٹکے کی طرح تھے۔ جب اللہ کے حکم سے اسے ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپ لیا تو اس کی حالت بدل گئی مخلوق میں سے کوئی اس کی تعریف نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کی جو وحی کی۔ ایک دن رات میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ میں واپس آیا حضرت موسیٰ سے ملاقات ہوئی آپ نے پوچھا آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے۔

میں نے کہا پچاس نمازیں، انہوں نے فرمایا واپس جایئے اور اپنے رب سے (نمازوں میں) تخفیف (کمی) کا سوال کیجئے۔ آپکی امت اسکی طاقت نہیں رکھتی۔ کیونکہ میں بنی اسرائیل کو اچھی طرح آزما چکا ہوں میں اپنے رب کی بارگاہ میں واپس گیا اور عرض کیا۔

یا اللہ! میری امت کے لئے کچھ نمازیں کم کردیجئے اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کردیں۔ پھر حضرت موسیٰ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا یہ بھی زیادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے مزید کمی کا سوال کیجئے اس طرح میں کئی بار آتا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے محمد ﷺ اب رات دن میں پانچ نمازیں رہ گئی ہیں ہر نماز کے بدلے دس نمازوں کا ثواب عطا کروں گا اسطرح پچاس پوری ہوگئیں۔ جس نے نیکی کا ارادہ کیا اور نیکی نہیں کی اس کیلئے ایک نیکی لکھ دوں گا۔ جس نے نیکی کرلی اسے دس گنا اجر دوں گا۔ جس نے برائی کا ارادہ کیا اور ارتکاب نہ کیا اس کا کچھ بھی نہیں لکھوں گا اور جس نے برائی کی اس کی صرف ایک ہی برائی لکھی جائے گی۔

واپسی پر حضرت موسی سے پھر ملاقات ہوئی انہوں نے کہا اب بھی واپس جایئے اور تخفیف کا سوال کیجئے۔ میں نے کہا میں اتنی بار سوال کرچکا ہوں اب مجھے حیاء آتی ہے۔ (مسلم)

(۲) حضرت انس فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا میں شب معراج موسی علیہ السلام کے پاس سے گزرا وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے تھے۔ (مسلم)

(۳) امام احمد، ابن ابی شیبہ، ترمذی، حاکم نسائی، ابن جریر، ابن مردویہ، اور بیہقی نے حضرت حذیفہ کی یہ روایت ذکر کی ہے۔

جس رات رسول کریم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے۔ براق چلتا گیا یہاں تک کہ آپ کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے گئے۔ آپ نے جنت و دوزخ کو دیکھا اور آخرت کا وعدہ بہت

جامع ہے۔اس کے بعد حضور ﷺ واپس تشریف لائے۔

(یعنی آخرت میں آپ کی امت کے لئے اللہ نے وعدہ کیا ہوگا۔مختار احمد رومی)

ابن مردودیہ کے الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں تھا سب کچھ دیکھا۔

(۴) حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں۔ جب حضور ﷺ کو سیر کرائی گئی۔آپ سدرہ پہنچے یہ وہ مقام ہے جہاں نیچے سے آنے والی ہر چیز آ کر رک جاتی ہے۔ایک روایت میں ہے نیچے سے آنے والی ارواح یہاں رک جاتی ہیں اور اوپر سے آنے والی تمام چیزیں بھی یہاں ٹھہر جاتی ہیں۔

سدرۃ المنتہی کو سونے کے پردے نے ڈھانپ لیا حضور ﷺ کو پانچ نمازیں اور سورۃ بقرہ کی آخری آیات یہاں عطا کی گئیں۔اور امت میں سے ہر اس شخص کے گناہوں کی بخشش کا وعدہ کیا گیا جس نے شرک نہ کیا ہو۔(مسلم)

اپنے غلاموں کے لئے دعائیں

حضور ﷺ نے جس شخص کے لئے جو کچھ بھی اپنے رب کریم سے مانگا اللہ تعالیٰ نے وہی عطا فرمایا۔واقعات بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم ﷺ کی مدد فرماتا ہے۔آپ ﷺ کی دعا قبول فرماتا ہے۔اور سرکار کی زبان اقدس سے نکلنے والا کوئی بول خالی نہیں جاتا۔

حضرت قاضی عیاض شفاء شریف میں فرماتے ہیں سرکار نے کسی کے حق میں دعائے خیر یا دعا ضرور کی اللہ تعالیٰ نے اسے قبول کرلیا یہ بات درجۂ تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔

حضرت حذیفہ بن الیمان فرماتے ہیں جب رحمت عالم کسی کے لئے دعا فرماتے تو (کم از کم) اسکی تین نسلوں کو اس کا فائدہ (ضرور) پہنچتا۔(مسند احمد)

ہمارے قول کی تائید احادیث مبارکہ سے ہو رہی ہے۔

(۱) حضرت علی فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے یمن بھیجا میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نوعمر آدمی ہوں مجھے پتہ نہیں فیصلہ کیسے کرنا ہوتا ہے۔آپ ﷺ مجھے قاضی بنا کر بھیج رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنا دست اقدس مبارک میرے سینے پر رکھا اور فرمایا یا اللہ اس کے دل کو ہدایت اور زبان کو ثبات عطا فرما۔قسم ہے اس ذات کی جو دانے کو پھاڑتا ہے۔(اس کے بعد) فریقین کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے مجھے کبھی شک نہیں ہوا۔(حاکم، بیہقی)

(۲) حضرت انس فرماتے ہیں۔حضور ﷺ نے حضرت عبدالرحمن کو فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا کرے۔عبدالرحمن فرماتے ہیں۔اب اگر میں پتھر بھی اٹھاؤں تو مجھے امید ہوتی ہے کہ اسکے نیچے سونا یا

چاندی ہوگی۔(بخاری، مسلم، ابن سعد، بیہقی)

(۳) حضرت سعد فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا میرے اللہ! سعد جو بھی دعا مانگے قبول فرمالینا۔ اس کے بعد حضرت سعد مستجاب الدعوات ہو گئے۔(ترمذی، حاکم)

(۴) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے میرے لئے دعا مانگی۔ یا اللہ اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور اسے علم تاویل (تفسیر) عطا فرما۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباس علم تفسیر میں حبر الامۃ (امت کے سب سے بڑے عالم) کے لقب سے مشہور ہیں۔(بخاری، مسلم، بیہقی، حاکم، ابونعیم)

امام احمد اور ابونعیم نے حضرت ابن عباس کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ نے میرا سر چھوا اور میرے لئے حکمت کی دعا فرمائی سرکار کی دعا خالی نہ گئی۔

(۵) بخاری و مسلم حضرت انس سے راوی ہیں۔ حضرت طلحہ کا بچہ بیمار تھا وہ فوت ہو گیا حضرت طلحہ گھر نہیں تھے۔ ان کی بیوی نے میت کو چھپا دیا، جب ابوطلحہ آئے انہوں نے پوچھا بچے کا کیا حال ہے بیوی نے کہا اب پرسکون ہے۔ ابوطلحہ نے سمجھا کہ وہ ظاہری سکون کی سچی خبر دے رہی ہے۔ انہوں نے رات گزاری صبح غسل کیا جب گھر سے نکلنے لگے تو بیوی نے ساری بات بتادی انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ حضور ﷺ نے انہیں دونوں کی رات والی گفتگو کی خبر دی اور فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری رات کو بابرکت بنائے گا۔ حضرت سفیان فرماتے ہیں، انصار کے ایک شخص کا بیان ہے۔ میں نے ان دونوں (میاں بیوی) کے سات بچے دیکھے جو سب حافظ قرآن تھے۔

(۶) حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں روئے زمین پر کوئی مومن مرد اور عورت ایسے نہیں جو مجھ سے محبت نہ کرتے ہوں۔(راوی کا بیان ہے) میں نے کہا کہ اے ابوہریرہ! آپ کو کیسے معلوم ہے؟ آپ نے فرمایا میں اپنی والدہ کو اسلام کی دعوت دیتا تو وہ انکار کر دیتی۔ میں نے حضور کی بارگاہ میں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ میری والدہ کو ایمان عطا فرمائے۔ سرکار نے دعا فرمائی جب میں اپنے گھر داخل ہوا میری والدہ نے ''اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد انّ محمداً رسول اللہ'' پڑھا۔

میں دوبارہ سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوا خوشی سے میری آنکھوں سے آنسو آرہے تھے۔ جیسا غم کے موقع پر ہوتا ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرمالی ہے۔ میری امی مسلمان ہو چکی ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میری امی کو تمام مومنین کی محبت اور ہماری محبت تمام مومنین کو عطا فرمائے۔ سرکار ﷺ نے فرمایا میرے اللہ اس کو اور اس کی والدہ کو اپنے مومن بندوں کا محبوب اور مومنین کو ان کا محبوب بنادے۔ پس کوئی مومن اور مومنہ ایسے نہیں جو

ہمارے ساتھ محبت نہ کرتے ہوں۔ (مسلم)

(۷) حضرت سلمہ بن الاکوع فرماتے ہیں۔ ہم حضور ﷺ کے ہمراہ خیبر کی طرف جا رہے تھے۔ ایک آدمی نے حضرت عامر بن اکوع سے کہا کیا آپ اپنے شعر ہمیں نہیں سنائیں گے۔ آپ شاعر تھے آپ نے حدی کی لے میں یہ شعر پڑھنا شروع کر دیئے۔

اللھم لولا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

فاغفر فداء لک ما اقتینا وثبت الاقدام ان لاقینا

''اے اللہ اگر تو (ہم پر مہربان) نہ ہوتا۔ تو نہ ہم صدقہ کر سکتے اور نہ نماز پڑھنے کا موقع ملتا''۔

''ہماری جانیں تجھ پر قربان ہوں جو غلطیاں ہم نے کی ہیں وہ معاف فرما دے۔ اور دشمن کے مقابلے میں ہمیں ثابت قدمی عطا فرما''۔

حضور ﷺ نے فرمایا یہ کون ہے؟

صحابہ نے عرض کیا یہ عامر ہیں۔ سرکار ﷺ نے فرمایا اللہ اس پر کرم فرمائے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کے لئے شہادت واجب ہوگئی ہے کاش آپ اس سے محظوظ ہونے کا اور موقع عطا فرماتے۔ جب دشمن سے مقابلہ ہوا حضرت عامر ایک یہودی کو تلوار مارنے لگے کہ آپ کے گھٹنے پر لگ گئی جس سے آپ شہید ہو گئے۔

امام مسلم نے دوسری روایت میں یہ اضافہ بھی ذکر کیا ہے۔

سرکار نے فرمایا یہ حدی خوان کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ عامر ہیں۔ سرکار نے فرمایا تیرا رب تجھے معاف فرمائے۔ حضور جب بھی کسی کے لئے انفرادی ایسی دعا فرماتے اسے یقیناً شہادت نصیب ہوتی۔

اس پر حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کاش آپ اس سے لطف اندوز ہونے کا اور موقع عطا فرمائے۔ یعنی جس شخص کو معین کر کے حضور ﷺ دعائے مغفرت فرماتے اسے شہادت نصیب ہو جاتی تھی۔ (متفق علیہ)

(۸) حضرت امام بخاری نے ابو عقیل رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے۔ کہ حضرت ابو عقیل کے دادا حضرت عبداللہ بن ہشام کھانا خریدنے کے لئے بازار جا رہے تھے راستے میں حضرت ابن زبیر اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوگئی انہوں نے فرمایا اے عبداللہ! ہمیں بھی اپنا شریک بنالو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تمہارے لئے برکت کی دعا کی ہے انہوں نے ان کو بھی اپنا شریک بنالیا۔ کبھی کبھی انہیں (سامان سے لدی ہوئی) سواری مل جاتی وہ اسے اپنے گھر لے آتے۔

(۹) حضرت ابوبکر صدیق فرماتے ہیں۔(ہجرت کے موقع پر) قریش نے ہمارا پیچھا کیا سراقہ بن مالک کے سوا کوئی بھی ہم تک نہ پہنچ سکا۔میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ شخص ہم تک پہنچ آیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔جب وہ ہمارے اتنا قریب آ گیا کہ دو یا تین تیروں کا فاصلہ رہ گیا حضور ﷺ نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا یا اللہ ہماری طرف سے اس کو کافی ہو جا جیسے تو چاہتا ہے (یہ کہنے کی دیر تھی کہ) اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔اس نے کہا اے محمد ﷺ! میں جان گیا ہوں کہ یہ آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے نجات مل جائے تو میں اپنے پیچھے آنے والے کفار کو گمراہ کردوں گا سرکار ﷺ نے دعا فرمائی وہ واپس چلا گیا۔(متفق علیہ)

(۱۰) حضرت ام قیس فرماتی ہیں۔جب میرا بیٹا فوت ہوا میں نے بہت غم کا اظہار کیا یہاں تک کہ غسل دینے والے کو میں نے کہا اسے ٹھنڈے پانی سے غسل نہ دو یہ مر جائے گا۔حضرت عکاشہ بن محصن نے یہ بات سرکار کو بتائی سرکار ﷺ ہنس پڑے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز کرے کہتے ہیں کہ اس زمانے میں شاید ہی کسی اور عورت کی عمر اتنی لمبی ہوئی ہو۔جتنی ام قیس کی عمر تھی۔(بخاری،نسائی)

(۱۱) بیہقی اور ابونعیم نے یعلیٰ بن اشدق سے یہ روایت ذکر کی ہے۔یعلیٰ فرماتے ہیں میں نے نابغہ بن جعدہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور ﷺ کو شعر سنایا آپ ﷺ کو وہ شعر بڑا پسند آیا۔سرکار ﷺ نے فرمایا بہت خوب اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سلامت رکھے حضرت یعلیٰ فرماتے ہیں میں نے حضرت نابغہ کو دیکھا سو سال سے اوپر پہنچ چکے ہیں۔لیکن ابھی تک ان کے تمام دانت سلامت تھے۔

(۱۲) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔حضور ﷺ نے اپنا مکتوب مبارک کسریٰ کی جانب بھیجا۔اس نے پڑھ کر چاک کر دیا۔سرکار نے اس کے لئے دعا ضرر فرمائی کہ اسے چیرنے والے چیر ڈالیں اسکا انجام بہت برا ہوا۔(بخاری)

(۱۳) بیہقی نے روایت ذکر کی ہے۔حکم بن ابوالعاص حضور ﷺ کے ساتھ استہزا کرتے ہوئے اپنے منہ، ہونٹوں اور ابروؤں کو حرکت دیتا تھا۔سرکار ﷺ نے فرمایا ایسے ہی ہو جاؤ۔وہ اسی طرح ہو گیا مرتے دم تک یونہی کرتا تھا۔

(۱۴) حضرت سلمہ بن الاکوع فرماتے ہیں ایک شخص نے سرکار کی مجلس میں بیٹھے ہوئے بائیں ہاتھ سے کھانا شروع کر دیا۔سرکار ﷺ نے فرمایا: دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔اس نے تکبر کی وجہ سے کہا میں دائیں ہاتھ سے کھانا نہیں کھا سکتا۔سرکار ﷺ نے فرمایا اللہ کرے کبھی بھی نہ کھا سکو۔اسکے بعد اس کا دایاں ہاتھ کبھی بھی منہ تک نہ اٹھ سکا۔

(۹)

سرورکائنات ﷺ کی سیرت پاک کا مطالعہ کرتے ہوئے جو واقعہ بھی سامنے آتا ہے یوں محسوس ہوتا ہے کہ خاص قدرت الٰہی کا ظہور ہو رہا ہے۔ جس میں عالم اسباب کا کوئی دخل نہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے رسول مکرم ﷺ کے دست مبارک پر ان قدرتوں کا اظہار فرماتا ہے جو کافروں پر حجت مومنین کے لئے باعث یقین اور مذبذبین کے لئے باعث تسکین بن جاتی ہیں۔

معجزات رحمت عالم ﷺ کی دوسری نوع ذکر کرنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ یہ روایات ایسی ہیں جنکی مثال علوم نقلیہ میں نہیں ملتی کیونکہ ان کے بیان کے لئے محدثین نے وہ معیار مقرر کیا ہے کہ دوسرے واقعات میں ایسا معیار مفقود ہے۔ اور یہ روایات ان صحابہ سے مروی ہیں جو ذات پاک مصطفےٰ ﷺ کے بارے میں جھوٹ کو اکبر الکبائر (سب سے بڑا گناہ) سمجھتے تھے۔ ان نفوس قدسیہ کی تربیت اللہ کے پیارے رسول نے کی اور انہیں صدق وراستی کا پیکر بنا دیا۔ ان میں سے کوئی شخص غلط کام دیکھ کر خاموش نہیں رہ سکتا تھا۔ ہم پورے اطمینان سے یہ روایات نقل کر سکتے ہیں۔ اگر کسی روایت میں ضعف پایا بھی جاتا ہے تو یہ دور صحابہ و تابعین کے بعد کی پیداوار ہے جسے علماء حق نے چھانٹ کر علیحدہ کر دیا ہے۔

آئندہ صفحات میں پیش کی جانے والی روایات متعدد صحابہ سے مروی ہیں۔

معجزۂ تکثیر طعام

بخاری و مسلم نے حضرت عبداللہ بن جابر کی حدیث نقل کی ہے جو خندق کھودنے کے متعلق ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ سخت بھوک کی وجہ سے آپ ﷺ کا بطن مبارک کمر مبارک کے ساتھ لگ چکا تھا۔ میں نے اپنا برتن دیکھا اس میں ایک صاع جو تھے اور ایک چھوٹی بکری ہمارے گھر تھی۔

حضرت جابر سے ہی دوسری روایت اس طرح ہے کہ ہم خندق کھود رہے تھے کہ ایک بہت بڑی چٹان آ گئی صحابہ کرام حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چٹان کے بارے میں عرض کیا سرکار ﷺ چٹان کے پاس تشریف لائے آپ ﷺ کے بطن اقدس پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ تین دن سے ہم نے کوئی چیز نہیں کھائی تھی۔ سرکار ﷺ نے چٹان کو ضرب لگائی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے گھر جانے کی اجازت دیجئے۔ میں نے گھر آ کر اپنی زوجہ سے کہا میں نے آج حضور ﷺ کو ایسی حالت میں دیکھا ہے جس پر صبر کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ کیا تمہارے پاس کھانے کی

کوئی چیز ہے؟اس خاتون نے کہاہاں کچھ جو ہیں اور ایک بکری کا بچہ ہے۔میں نے بکرا ذبح کیا میری زوجہ نے جو تیار کیئے۔ہم نے گوشت ہانڈی میں ڈال دیا اور پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آٹے کو خمیر لگا دیا اور ہانڈی چولہے پر چڑھا دی میری بیوی نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہ کے سامنے شرمندہ نہ کرنا۔میں نے نہایت آہستہ آواز میں سرگوشی کرتے ہوئے عرض کیا۔یارسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف لایئے ہم نے ایک بکراا اور ایک صاع جو تیار کیئے ہیں۔آپ ﷺ دس سے کم صحابہ کو ساتھ لیکر تشریف لے آئیں۔

ایک روایت میں ہے۔میں نے عرض کیا کہ ہم نے مختصر سا کھانا تیار کیا ہے۔آپ ﷺ ایک یا دو ساتھیوں کے ہمراہ تشریف لے آئیں میرا دل یہ تھا کہ حضور ﷺ اکیلے تشریف لائیں۔

سرکار ﷺ نے فرمایا کتنا کھانا ہے؟میں نے صورت حال عرض کر دی۔آپ ﷺ نے فرمایا یہ بہت زیادہ اور پاکیزہ ہے۔

اپنی زوجہ سے کہو کہ میرے آنے تک نہ ہانڈی اتارے نہ روٹیاں پکائے۔سرکار ﷺ نے باآواز بلند فرمایا اے اہل خندق! جابر نے تمہاری دعوت کی ہے جلدی آؤ۔

ایک روایت میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا اٹھو اور جلدی چلو۔مہاجرین و انصار سب آ گئے۔ حضرت جابر نے اپنی بیوی سے کہا تیری خیر ہو حضور ﷺ تو سب مہاجرین و انصار کو لے کر آ گئے ہیں۔اس خاتون نے کہا کہ کیا حضور ﷺ نے تجھ سے پوچھا تھا کہ کتنا کھانا ہے؟میں نے کہا ہاں۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ مجھے اتنی شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔جسے اللہ ہی جانتا ہے۔میں نے ایک صاع جو اور ایک بکرا کھانے کے لئے اتنی مخلوق۔میں نے اپنی بیوی سے کہا وقت خفت تو آ گیا ہے۔حضور ﷺ کے ساتھ سارا لشکر ہے اس نے کہا کیا حضور ﷺ نے تم سے کھانے کی مقدار کے بارے میں پوچھا تھا؟ حضرت جابر نے کہا ہیں ہاں۔تب اس خاتون نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ہمارے پاس جو کچھ تھا وہ ہم نے حاضر کر دیا ہے۔حضرت جابر کا بیان ہے پہلے تو میری بیوی نے میرے ساتھ جھگڑا کیا جب میں نے بتایا کہ حضور ﷺ کو ہمارے کھانے کی مقدار کا علم ہے۔تو وہ خاموش ہوگئی۔اور کہا اللہ ورسولہ اعلم۔

اس نیک خاتون کا نام سہلہ بنت معوذ انصاریہ ہے۔ان کا یہ بیان ان کی عقل اور فضیلت کا آئینہ دار ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا تمہاری ہانڈی چولہے سے نہیں اترنی چاہیے۔اور میرے آنے سے پہلے روٹی بھی نہ پکائی جائے۔حضرت جابر فرماتے ہیں میں گھر پہنچا۔سرکار ﷺ بھی اپنے غلاموں کے

ہمراہ تشریف لائے۔ سرکار ﷺ نے آنے اور ہانڈی میں لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا کی اور فرمایا کسی (روٹی پکانی والی) کو اپنی زوجہ کے ساتھ لگادو اور ہانڈی سے سالن نکالتے رہو۔ لیکن ہانڈی نیچے نہ اتارو۔ صحابہ کرام کی تعداد ایک ہزار تھی۔ سرکار ﷺ نے دس دس کو بیٹھ کر کھانے کا حکم دیا اللہ کی قسم! سب نے سیر ہو کر کھایا یہاں تک کہ سب نے کھانے سے منہ پھیر لیے۔ حالانکہ ہانڈی ابھی اس طرح بھری ہوئی تھی اور آٹا بھی اس طرح تھا۔

ایک روایت میں ہے سرکار ﷺ نے فرمایا سارے (صحابہ) اندر آجائیں لیکن کوئی شور نہ کرے روٹیاں توڑ کر اور سالن ڈال کر ان کو دے دیا یہاں تک کہ سارے سیر ہو گئے۔ حالانکہ تنور اور ہانڈی اسی طرح بھرے ہوئے تھے سرکار ﷺ نے حضرت سیلہ سے فرمایا خود بھی کھاؤ اور دوسروں کو بھی تحفہ دو۔ پس ہم خود بھی کھاتے رہے اور اپنے پڑوسیوں کو ہدیہ بھی دیا۔ جب سرکار ﷺ تشریف لے گئے تب کھانا ختم ہوا۔

حضرت سلمہ بن الاکوع فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک غزوہ میں گئے سختی اور بھوک کی وجہ سے ہم نے چاہا کہ اپنے کچھ اونٹ ذبح کرلیں۔

حضور ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنا اپنا زادراہ اکٹھا کرلو ہم نے زادراہ اکٹھا کر کے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر رکھ دیا۔ راوی کا بیان ہے میں اس چمڑے کی چوڑائی معلوم کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ میرے اندازے کے مطابق وہ ایک بکری کے بیٹھنے کی جگہ کے برابر تھا اور ہم اس وقت چودہ سو تھے۔ ہم سب نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ پھر ہم نے اپنے اپنے تھیلے بھی بھر لئے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کسی کے پاس وضو کے لئے پانی ہے۔ ایک آدمی لوٹے میں کچھ پانی لے کر آیا اور وہ پانی پیالے میں ڈال دیا ہم نے خوب اچھی طرح بہا کر وضو کیا۔ ہماری تعداد اس وقت چودہ سو تھی۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے غزوہ تبوک کے موقع پر ہمیں سخت بھوک نے آلیا سب صحابہ نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم کچھ اونٹ ذبح کرلیں تاکہ ان سے بھوک مٹاسکیں اور ان کی چربی سے تیل نکال کر خشکی ختم کرلیں۔ لیکن حضرت عمر نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس طرح سواریاں بہت کم ہو جائیں گی۔ آپ ﷺ صحابہ سے فرمائیں کہ اپنا بچا ہوا زادراہ اکٹھا کریں آپ ﷺ اس پر برکت کی دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ضرور بہتری فرمائے گا۔ سرکار ﷺ نے فرمایا بہت خوب۔ پھر آپ نے (چمڑے کا) دسترخوان منگوایا اسے پھیلا کر رکھ دیا صحابہ سے زادراہ لانے کو کہا کوئی مٹھی بھر مکئی لا رہا تھا کوئی مٹھی بھر کھجوریں لا رہا تھا سب کے پاس جو کچھ تھا وہ لے آئے اس طرح خوراک کی تھوڑی سی مقدار جمع ہو گئی۔ حضور ﷺ نے برکت کے لئے دعا

فرمائی اور فرمایا اپنے اپنے برتن بھرلو۔ سارے لشکر نے اپنے برتن بھر لئے۔ سب نے خوب سیر ہو کر کھایا پھر بھی کھانا بچ گیا حضور ﷺ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ جو بندہ بھی اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اسے توحید و رسالت میں کوئی شک نہیں ہوگا وہ سیدھا جنت میں جائے گا۔ (مسلم)

ابن سعد، حاکم، بیہقی، ابونعیم نے ابن عمرۃ انصاریہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے۔

ابن راھویہ، ابویعلی، ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت عمر سے ان الفاظ میں روایت ذکر کی ہے۔

ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوۂ تبوک پر گئے۔ شدید بھوک نے ہمیں آلیا۔ میں (حضرت عمر) نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ رومی لشکر ہمارے مقابلے میں آیا ہے۔ وہ شکم سیر ہیں اور ہم بھوکے جبکہ انصار میں سے کچھ لوگ اپنی سواریاں ذبح کرنا چاہتے ہیں حضور ﷺ نے سارے لشکر میں اعلان کروادیا جس کے پاس زادِ راہ میں سے کوئی چیز بچی ہو وہ لے آئے۔ ہم نے اس سارے سامان کو جمع کیا اور اس کا وزن کیا تو ستائیس صاع تھا۔ سرکار اس سامان کے پاس بیٹھ گئے اور برکت کی دعا فرمائی۔ پھر سرکار ﷺ نے فرمایا اے لوگو! لے لو تمام لوگوں نے اپنے اپنے برتن اور کپڑے بھر لئے یہاں تک کہ کسی کے پاس کپڑا نہ تھا تو اس نے اپنی قمیض کو گانٹھ لگا کر قمیض کو بھر لیا حالانکہ سامان ابھی اتنا ہی پڑا تھا حضور ﷺ نے فرمایا اشھد اَنْ لاالٰہ الا اللّٰہ وَاَنّی رسول اللّٰہ۔ جو شخص بھی اس کلمے کا حق ادا کرے گا اللہ تعالیٰ اسے آگ سے نجات عطا فرمائے گا۔

(۴) حضرت انس سے روایت ہے۔

حضرت ابوطلحہ نے حضرت ام سلیم کو فرمایا۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز مبارک میں ضعف محسوس کیا ہے یوں لگتا ہے کہ آپ ﷺ کو بھوک لگی تھی کیا تمہارے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے؟ انہوں نے کہا ہاں پھر انہوں نے جو کی روٹی کے کچھ ٹکڑے نکالے ابوطلحہ نے مجھے وہ دے کر حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تجھے ابوطلحہ نے بھیجا ہے۔ میں نے عرض کیا ہاں۔ آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا اٹھو (اور چلیں) میں نے ابوطلحہ کو آکر یہ بات بتائی۔ ابوطلحہ نے ام سلیم سے کہا حضور ﷺ اپنے صحابہ کے ہمراہ تشریف لارہے ہیں اور ہمارے پاس آپ کو پیش کرنے کے لئے کوئی چیز نہیں۔ ام سلیم نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔

سرکار گھر داخل ہوئے اور فرمایا اے ام سلیم! تمہارے پاس جو کچھ ہے لے آؤ۔ وہ روٹی لیکر آئیں۔

حضور ﷺ نے ان روٹیوں کو توڑنے کا حکم دیا۔ان کے ٹکڑے کر دیئے گئے۔حضرت ام سلیم کے پاس گھی کا ایک کپہ تھا وہ انہوں نے نچوڑ دیا وہ سالن کے قائم مقام ہوگیا۔اس کے بعد حضور ﷺ نے کچھ پڑھا اور فرمایا دس آدمیوں کو کھانے کے لئے بلاؤ۔دس آدمیوں نے کھانا سیر ہو کر کھایا پھر اگلے دس کو بلایا یہاں تک کہ اس طرح کرتے کرتے سب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھالیا۔

حالانکہ ان کی تعداد ستر یا اسی کے قریب تھی۔اس حدیث پاک کو مسلم نے متعدد طرق سے روایت کیا ہے۔بعض روایتوں میں ہے کہ اس کھانے میں سے حضور ﷺ اور آپ کے اہل بیت نے کھایا اور پڑوسیوں کو بھی دیا اور فرمایا کہ اللہ کے نام نے اس میں برکت پیدا کر دی ہے۔

(۵) دارمی ،ابن ابی شیبہ ،ترمذی ،حاکم ،بیہقی ،اور ابونعیم نے حضرت سمرہ بن جندب کی یہ حدیث روایت کی ہے۔آپ فرماتے ہیں۔

ہم حضور ﷺ کے ساتھ ایک پیالے میں صبح سے دن کے آخری حصے تک کھاتے تھے۔ایک گروہ اٹھتا تو دوسرا آجاتا ایک آدمی نے حضرت سمرہ سے پوچھا وہ کھانا بڑھ جاتا تھا۔انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ادھر سے بڑھتا تھا۔

(۶) حضرت امام بخاری نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے روایت ذکر کی ہے۔

آپ کا بیان ہے ہم حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ہماری تعداد اس وقت ایک سو تیس تھی۔سرکار نے فرمایا کسی کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہو۔ایک آدمی کے پاس ایک صاع (تقریباً چار کلو) آٹا تھا۔اس کو گوندھا گیا۔اتنے میں ایک آدمی بکری ہانک کر لے آیا اس سے ایک بکری خریدی گئی۔سرکار ﷺ نے اس کا گوشت بنانے کا حکم دیا۔پھر حضور ﷺ نے فرمایا اس کی کلیجی کو بھون دیا جائے۔بخدا ایک سو تیس آدمیوں میں سے ہر ایک کو حضور ﷺ نے اس میں سے حصہ عطا فرمایا۔

اگر کوئی موجود تھا تو اسے دیا گیا اگر کوئی نہیں تھا تو اس کے لئے رکھ لیا گیا اس سے دو بڑے برتن بھر گئے۔ہم نے خوب سیر ہو کر کھایا جو بچ گیا اسے اپنے ساتھ اونٹ پر رکھ لیا۔

(۷) طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوہریرہ سے بسند حسن روایت ذکر کی ہے۔

حضور ﷺ نے انہیں فرمایا ابوہریرہ جاؤ (اہل بیت) سے کہو جو کھانا تمہارے پاس ہے وہ دے دو۔انہوں نے ایک برتن جس میں کھجور سے بنا ہوا حلوہ تھا۔وہ مجھے دیا۔میں لے کر حاضر ہوگیا سرکار نے فرمایا اہل مسجد کو بلاؤ۔میں نے اپنے دل میں کہا میں تو مر گیا کھانا بہت تھوڑا ہے۔حضور ﷺ کا حکم نہ مانوں تب بھی مرتا ہوں۔میں نے سب کو بلالیا۔حضور ﷺ نے اپنی انگشت ہائے مبارکہ اس برتن میں رکھ کر پھیریں پھر فرمایا اللہ کا نام لیکر کھاؤ۔سب نے کھایا یہاں تک کہ سب سیر ہوگئے۔میں

نے بھی خوب سیر ہو کر کھایا جب میں نے اسے اٹھایا تو اتنا ہی تھا جتنا میں لیکر آیا تھا اس میں حضور ﷺ کی مبارک انگلیوں کے نشانات نظر آرہے تھے۔

(۸) ابو یعلی، طبرانی، حاکم، بیہقی، اور ابو نعیم نے حضرت قیس بن نعمان کی یہ حدیث نقل کی ہے۔

جب حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر راز داری کے ساتھ ہجرت کے لئے روانہ ہوئے ان کا گزر ایک غلام کے قریب سے ہوا جو بکریاں چرا رہا تھا۔ انہوں نے اس چرواہے سے دودھ طلب کیا اس نے کہا میرے پاس اس بکری کے سوا اور کوئی بکری نہیں اور یہ دودھ دینے کے قابل نہیں۔ سرکار نے فرمایا اپنی بکری کو ہی لے آؤ۔ سرکار نے اس کی کھیری پر ہاتھ پھیرا دعا فرمائی۔ حضرت ابو بکر ایک برتن لائے سرکار ﷺ نے دودھ دوہا اور حضرت ابو بکر کو پلایا پھر اس چرواہے کو پلایا بعد میں دودھ نکال کر خود نوش فرمایا۔

چرواہے نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ میں نے آپ جیسا آج تک نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں محمد رسول اللہ ہوں۔ اس نے پوچھا وہی جن کے بارے میں قریش کہتے ہیں کہ وہ باپ دادا کا دین چھوڑ گئے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں قریش اسی طرح کہتے ہیں۔

چرواہے نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے نبی ہیں اور جو کچھ آپ لائے ہیں وہ حق ہے اور جو کام (ابھی) آپ نے کیا ہے نبی کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا۔

(۹) حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں کبھی کبھی بھوک کی وجہ سے زمین پر گر جاتا تھا کبھی شدت گرسنگی کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا۔ ایک دن میں بھوک سے تنگ آ کر زمین پر بیٹھ گیا حضرت ابو بکر گزرے میں نے ان سے ایک آیت کے بارے میں پوچھا میرا مقصد یہ تھا کہ آپ مجھے گھر لے جا کر کھانا کھلائیں گے۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ پھر رحمت عالم ابو القاسم ﷺ وہاں سے گزرے۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو تبسم فرمایا چہرے اور دل میں چھپی خواہش کو جان لیا حضور ﷺ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ سرکار ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ آؤ۔ میں آپ کے ساتھ ہو لیا۔ آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے میں نے بھی اندر جانے کی اجازت مانگی مجھے اجازت مل گئی۔

کاشانہ رسالت میں دودھ کا ایک پیالہ تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ کہاں سے آیا ہے؟ عرض کیا گیا یہ آپ ﷺ کے فلاں صحابی یا صحابیہ نے ہدیہ بھیجا ہے۔ سرکار ﷺ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ آپ نے فرمایا اصحاب صفہ کو دعوت دو۔ اصحاب صفہ وہ لوگ تھے جن کا کوئی گھر بار نہیں تھا۔ جب صدقہ کا مال آتا حضور ﷺ انہیں عطا فرماتے اور خود کچھ نہیں لیتے تھے۔

جب ہدیہ آتا تو خود بھی لیتے اور ان کو بھی شامل کرتے۔

مجھے یہ بات بہت ناگوار گزری میں نے کہا اس دودھ سے اصحاب صفہ کا کیا بنے گا؟ اگر یہ دودھ مجھے مل جاتا میں پی کر اس سے تھوڑی بہت قوت حاصل کر لیتا۔ اب میں ہی قاصد بن کر جا رہا ہوں یقیناً مجھے ہی ان کو دودھ پیش کرنے کی خدمت انجام دینا پڑے گی۔ میرے لئے تو کچھ بھی نہیں بچے گا۔ لیکن خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں بہر حال میں نے جا کر اصحاب صفہ کو دعوت دی۔ وہ سارے آ گئے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے سرکار نے فرمایا ابو ہریرہ یہ پیالہ پکڑو اور سب کو باری باری دودھ پلاؤ۔ میں ایک ایک کو دودھ پیش کرتا گیا۔ ہر شخص سیراب ہو کر پیالہ مجھے واپس کر دیتا۔ یہاں تک کہ سب نے دودھ پی لیا۔ میں نے پیالہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ سرکار ﷺ نے اپنے دست اقدس سے پیالہ پکڑا میری طرف دیکھا تو ایک بیکس نواز مسکراہٹ آپ ﷺ کے رخ اقدس پر پھیل گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ میں اور تم رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضور بالکل اسی طرح ہے۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ اور دودھ پیو۔ میں نے دودھ پیا سرکار ﷺ نے فرمایا پھر پیو میں نے دوبارہ پیا۔ آپ ﷺ اسی طرح مجھے کہتے رہے میں پیتا رہا یہاں تک کہ میں نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میرے اندر مزید کی گنجائش نہیں۔ یہ کہہ کر میں نے پیالہ آپ ﷺ کو پیش کر دیا آپ ﷺ نے الحمد اللہ اور بسم اللہ پڑھ کر باقی دودھ نوش فرما لیا۔

تعقیب

معجزہ دعوٰۂ رسالت کی صحت کی دلیل ہے۔ لیکن کچھ لوگ حجیت معجزہ سے انکار کرتے ہوئے کچھ ایسی عجیب وغریب چیزیں پیش کرتے ہیں جو عام لوگوں کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہیں لیکن وہ بھی عادت کے خلاف ہوتی ہیں۔

لیکن معجزہ ایک الگ حقیقت ہے خلاف عادت ہونے کے باوجود ان ''مظاہرات'' سے بالکل مختلف ہے۔

مثلاً دمشق میں کردوں کے محلہ میں ایک انسان اپنے ساتھی کی قبر سے نکلتا ہے۔ حالانکہ وہ قبر کئی سو سال پرانی ہے اور جو انسان باہر نکلتا ہے اس کے جسم میں ذرا بھی تبدیلی نظر نہیں آتی۔ اسی طرح جادوگروں کے حالات اور ہندو جوگیوں کے کرشمات۔

دجال کے ہاتھ پر خوارق کا ظہور تو حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ اس طرح مسلمان اولیاء کی کرامات۔

ابن تیمیہ کا بیان ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی کرامات حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔

سوچنا یہ ہے کہ معجزہ ان حالات سے کس طرح مختلف ہے۔ اور معجزہ حجت کیوں ہے؟

ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ معجزہ ایک ایسا امر ہے جس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی خاص قدرت کارفرما ہوتی ہے۔ظاہری اسباب کا عمل دخل وہاں نہیں ہوتا۔لیکن جادو اور کرامت اس سے مختلف ہیں کیوں کہ جادوگر میں جادوگر فن سحر کے قوانین کی مکمل پابندی کرتا ہے تب اس کے ہاتھ پر خلاف عادت امور ظاہر ہوتے ہیں۔اسی طرح ایک ولی اللہ شریعت کا اتباع کرتا ہے۔تو عالم روحانیت اس کے آگے سرنگوں ہوجاتا ہے۔

لیکن معجزہ نہ کسی علم کی پیداوار ہے اور نہ ہی کسی کائناتی قانون اور سبب کا مرہون منت ہے۔ کرامت معجزہ کی مثل ہوسکتی ہے۔کیونکہ یہ بھی قدرت الٰہی اور اتباع رسول میں کمال سے ہی حاصل ہوتی ہے۔کیونکہ جولوگ اتباع رسول ﷺ سے گریز کرتے ہیں ان کے ہاں ایسی کرامتوں کا ظہور نہیں ہوتا۔گویا یوں کہہ لیجئے کہ معجزہ اور کرامت ایک ہی چراغ کے دونور ہیں۔لیکن معجزہ اس ہستی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے جس کو رسالت و نبوت عطا کی گئی ہو۔اور کرامت اس شخص کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے۔جسے بارگاہ رسالت سے خیرات ملی ہو۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام پر عمل کئے بغیر جو خارق عادت امور ظاہر ہوتے ہیں انہیں کرامت نہیں کہا جاسکتا۔اللہ تعالیٰ کی یہ سنت مبارکہ ہے کہ کسی جھوٹے داعی نبوت کے ہاتھ پر کماحقہ،معجزات کا اظہار نہیں فرماتا۔

جو صاحب کرامت ہوتا ہے وہ رسالت کا دعوی نہیں کرتا بلکہ بارگاہ رسالت کا غلام ہونا اپنے لئے باعث فخر سمجھتا ہے لہٰذا کرامت اور معجزہ میں کوئی اشتباہ نہیں پیدا ہوتا۔

رہا دجال کے ہاتھ پر امور عجیبہ کا ظہور یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے انسانوں کے لئے آزمائش بنایا ہے۔وہ نبوت کا دعوی نہیں بلکہ الوہیت کا دعوی کرے گا۔یہی آزمائش ہے کیونکہ انسانی عقل اللہ تعالیٰ کی صفات پہچاننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔اور عقل یہ بھی تمیز کرسکتی ہے کہ یہ (جھوٹا) شخص خدا نہیں ہوسکتا۔

اگر وہ رسالت کا دعویدار ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسکے ہاتھ پر ایسے عجیب امور کبھی بھی ظاہر نہ فرماتا۔لہٰذا اس کے مظاہروں اور رسالت کے معجزات میں کوئی مماثلت نہیں۔

بعض لوگوں کے ہاتھ پر تعجب انگیز واقعات ظاہر ہوتے ہیں لیکن وہ رسالت کے داعی نہیں ہوتے۔اولیاء کے ہاتھ پر کرامتوں کا ظہور ہوتا ہے لیکن وہ اتباع رسالت کے داعی ہوتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ معجزہ ہر اعتبار سے منفرد ہے اور اس کی حجت بشریت پر قائم ہے۔اب کسی شخص کے پاس عدم اتباع رسالت کے لئے کوئی عذر نہیں۔حتی بات ہے کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر کوئی شخص قرآن حکیم جو

بہت بڑا معجزہ ہے اسے دیکھ کر ایمان نہ لائے تو وہ شخص عقل اور دل دونوں سے اندھا ہے۔

معتبر تاریخی روایات جس کے سامنے معجزات محمدی ﷺ کے انبار لگا دیں اور پھر بھی ایمان نہ لائے اس کا وجدان اور ضمیر دونوں تاریک ہیں۔ اسے لوگ قیامت کے دن کہیں گے۔

وہ کہیں گے کاش ہم (ان کی نصیحت کو) سنتے اور سمجھتے تو (آج) ہم دوزخیوں میں نہ ہوتے۔ پس (اس روز) اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے تو پھٹکار ہو اہل جہنم پر۔ (سورۃ الملک۔ آیت ۱۰،۱۱)

تیسری فصل

پیشین گوئیاں

انسان کو مستقبل کے بارے میں کوئی یقینی علم نہیں۔صرف اندازے اور گمان کئے جاسکتے ہیں۔ یہاں تک قوت وادراک کے مالک اور فہم وفراست رکھنے والے لوگ بھی ظن وتخمین سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ان کے اندازے کبھی سچ ثابت ہوجاتے ہیں اور کبھی غلط۔مثلاً کارل مارکس یہودی نے کہا تھا کہ اشتراکی نظام المانیا، برطانیہ اور روس پر چھا جائے گا لیکن نتیجہ کیا نکلا کہ یہ نظام روس کی سرحدوں سے بھی باہر نہ جاسکا۔

اس وقت ہمارے زیر بحث وہ سچی پیشین گوئی ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہ ہو۔کاہنوں اور (نجومیوں) کے اندازے واقعات کے بعد بیان دینا کہ ہم نے اس واقعہ سے پہلے یوں کہا تھا۔خواب میں نظر آنے والے واقعات کے بارے میں بیانات داغ دینا۔یا کسی ولی جو نبی ﷺ کا تابع ہے اس کے اقوال ہماری بحث سے خارج ہیں۔

مستقبل مجہول کی بات ایک ایسی ہستی کی زبان سے جو اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہتے ہیں۔اور وہ بات بالکل من وعن پوری ہوجائے۔یہی نبوت صادقہ ہے جس کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے قائم ہے۔اور اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہے۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝٢٦ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝٢٧ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۝٢٨ (الجن)

"(اللہ تعالیٰ) غیب کو جاننے والا ہے۔پس وہ آگاہ نہیں کرتا اپنے غیب پر کسی کو بجز اس رسول کے جس کو اس نے پسند فرمالیا ہو (غیب کی تعلیم کے لئے) تو مقرر کردیتا ہے اس رسول کے آگے اور اس کے پیچھے محافظ تاکہ وہ دیکھ لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے ہیں۔(درحقیقت پہلے ہی) اللہ ان کے حالات کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ہر چیز کا اس نے شمار کر رکھا ہے"۔

توراۃ کی روایت ہے۔

اگر تو پسند کرلے اور اپنے دل میں کہے کہ میں کس طرح جان سکوں کہ یہ کلام میرے رب کا ہے

اور یہ کسی اور کا ہے۔ (جواب دیا گیا) جو کلام نبی اپنے رب کے نام کی طرف منسوب کرے وہ کلام رب کا ہوگا۔

ہمارے آقا و مولا نبی رحمت ﷺ نے جو پیشین گوئیاں فرمائی ہیں وہ روز روشن کی طرح بالکل واضح ہیں حضور ﷺ اپنی خواہش سے نہیں بولتے۔ یہ پیشین گوئیاں بحر نبوت میں سے چند قطروں کی طرح ہیں جس کو زیادہ کی طلب ہو۔ وہ ان کتب کا مطالعہ کرے جو اس موضوع پر حاوی ہیں۔

ان میں سے بعض پیشین گوئیاں مخصوص افراد کے لئے ہیں۔ بعض مخصوص حوادث کے بارے میں ہیں۔ بعض ساری امت مسلمہ کے بارے میں ہیں کچھ وہ ہیں جو حضور ﷺ کی حیات ظاہری سے قریب اور کچھ بعید عرصہ میں ظاہر ہوئیں۔

ذیل میں انہی مبارک پیشین گوئیوں کا تذکرہ ہے۔ حضرت امام بخاری نے حضرت انس بن مالک کو یہ حدیث ذکر کی ہے۔

(۱) حضور ﷺ جبل احد پر چڑھے آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، اور حضرت عثمان تھے۔ احد نے ہلنا شروع کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا احد ٹھہر جا! تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

اس پیشین گوئی میں حضرت عمر اور حضرت عثمان کی شہادت کی پیشن گوئی ہے۔ حضرت عمر کو ابولولؤہ نے شہید کیا تھا جبکہ حضرت عثمان باغیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے۔

خلفاء ثلاثہ کو جنت کی خوشخبری

(۲) مسلم شریف کے الفاظ ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے گھر وضو کیا اور کہا کہ آج دن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہوں گا۔ آپ نے مسجد میں آکر سرکار کے بارے میں پوچھا صحابہ نے بتایا حضور اس طرف تشریف لے گئے ہیں۔ میں بھی آپ ﷺ کے بارے میں پوچھتا ہوا اسی سمت چلا گیا۔ آپ ﷺ بئر اریس (کنویں کا نام) پر تشریف لائے۔ اس کا دروازہ کھجور کی ٹہنیوں کا بنا ہوا تھا۔ میں اس کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ حضور ﷺ نے قضائے حاجت فرمائی وضو فرمایا۔ پھر سرکار ﷺ کنویں کی منڈیر پر پنڈلیوں سے کپڑا ہٹا کر پاؤں نیچے لٹکا کر بیٹھ گئے میں سلام عرض کر کے حضور ﷺ کے دربان کی حیثیت سے دروازے پر بیٹھ گیا۔ حضرت ابوبکر آئے دروازے پر دستک دی میں نے پوچھا کون انہوں نے اپنا نام بتایا میں نے کہا آپ ٹھہر جائیں۔ میں سرکار ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا حضور ﷺ حضرت ابوبکر اندر آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں

آپ ﷺ نے فرمایا انہیں اجازت دو اور جنت کی خوشخبری بھی سنا دو۔

میں نے جناب حضرت ابوبکر صدیق سے کہا آجاؤ رسول اللہ ﷺ آپ کو جنت کی خوشخبری سنا رہے ہیں۔ آپ آئے اور حضور ﷺ کی دائیں طرف سرکار کی طرح ہی کنوئیں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے میں واپس لوٹ آیا جب میں گھر سے آیا تھا میرا بھائی وضو کر رہا تھا۔ میں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ میرے بھائی کا بھلا کرے وہ یہاں پہنچ جائے۔ اتنے میں کسی اور نے دستک دی میں نے پوچھا کون؟ جواب آیا حضرت عمر میں نے کہا ٹھہریئے۔ میں سرکار ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا سلام کے بعد عرض کیا حضور عمر اجازت مانگ رہے ہیں۔ سرکار ﷺ نے فرمایا انہیں اجازت دے دو اور جنت کی بشارت دو۔ میں نے انہیں اجازت دی اور کہا رسول اللہ ﷺ آپ کو جنت کی بشارت دے رہے ہیں آپ سرکار ﷺ کے بائیں طرف اپنے پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ میں نے پھر کہا کاش میرا بھائی بھی آجائے۔

اتنے میں پھر دستک ہوئی میں نے پوچھا کون؟ جواب آیا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ میں نے کہا ٹھہر جایئے۔ سرکار ﷺ کی خدمت میں آکر اطلاع دی حضور ﷺ نے فرمایا انہیں اجازت دو اور جنت کی بشارت اس آزمائش پر جو انہیں پہنچے گی۔ میں نے انہیں اجازت دی اور کہا حضور ﷺ کی طرف سے جنت کی خوشخبری ہو آزمائش کے ساتھ۔

دوسری روایت میں ہے آپ نے کہا "**اللھم صبراً**" یا اللہ صبر۔ آپ جب آئے منڈیر بھر چکی تھی آپ دوسری طرف بیٹھ گئے۔

اس روایت میں حضرت عثمان کو ایک آزمائش پہنچنے کی پیشین گوئی ہوئی ہے۔ اسی فتنہ میں حضرت عثمان شہید ہو گئے۔

ابن عبد البر نے "الاستیعاب" میں حضرت عائشہ کی حدیث ذکر کی ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ سے فرمایا میرے کسی صحابی کو بلائیں میں نے عرض کیا حضرت ابوبکر کو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا حضرت عمر کو آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا آپ کے چچازاد حضرت علی کو آپ نے فرمایا نہیں میں نے عرض کیا حضرت عثمان کو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔

جب حضرت عثمان آئے حضور ﷺ نے مجھے ہاتھ سے اشارہ فرمایا میں ایک طرف ہو گئی حضور ﷺ ان کے ساتھ سرگوشی کر رہے تھے اور حضرت عثمان کا رنگ بدل رہا تھا۔ جب آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا آپ سے کہا گیا آپ جنگ کیوں نہیں کرتے آپ نے فرمایا حضور ﷺ نے مجھ سے ایک دن عہد لیا تھا میں اپنے آپ کو اس عہد پر روکے ہوئے ہوں۔ **(متفق علیہ)**

حضرت ام حرام کے لئے بشارت

شیخین نے حضرت انس کی روایت ذکر کی ہے۔

حضور ﷺ ام حرام بنت ملحان کے گھر تشریف لے جاتے ام حرام حضور ﷺ کی رضاعی خالہ تھیں۔ آپ سرکار کو کھانا پیش کرتی تھیں۔ آپ عبادہ بن صامت کی زوجہ تھیں۔ ایک دن سرکار ﷺ ان کے ہاں تشریف لے گئے انہوں نے کھانا پیش کیا سرکار ﷺ کھانا کھا کر سو گئے۔ جب بیدار ہوئے تو سرکار ﷺ مسکرا رہے تھے۔ حضرت ام حرام نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کیوں ہنس رہے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا میرے سامنے میری امت کے کچھ لوگ پیش کئے گئے ہیں جو سمندر کی جانب جہاد کریں گے۔

ام حرام فرماتی ہیں یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے وہ مجھے ان غازیوں میں سے کردے حضور ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی پھر محو استراحت ہو گئے جب بیدار ہوئے سرکار ﷺ ہنس رہے تھے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا بات ہے آپ ﷺ ہنس رہے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا میرے سامنے میری امت کے کچھ نمازی لوگ پیش کئے گئے ہیں۔

میں نے عرض کیا حضور ﷺ دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کردے۔ سرکار ﷺ نے فرمایا تم پہلے گروہ میں سے ہو۔

اس کے بعد ۲۸ھ میں حضرت امیر معاویہ نے قبرص پر حملہ کیا جس میں بہت سارے بزرگ صحابہ آپ کے ہمراہ تھے۔ حضرت ابوذر، حضرت ابودرداء اور حضرت ابوعبادہ بن صامت جن کے ہمراہ ام حرام بھی تھیں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عمر کے بعد فتنے کا ظہور

(۴) بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ حضرت عمر بن خطاب نے ایک دن فرمایا تم میں سے کون ہے جسے اس فتنے کے بارے میں حضور ﷺ کا فرمان یاد ہو جو فتنہ سمندر کی طرح موجیں مارتا ہوا آئے گا۔

حضرت حذیفہ نے فرمایا اے امیر المومنین آپ پریشان نہ ہوں۔ اس فتنے اور آپ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا کیا وہ دروازہ کھول دیا جائے گا یا توڑ دیا جائے گا؟ انہوں نے کہا توڑ دیا جائے گا۔ امیر المومنین نے کہا پھر کبھی بھی وہ دروازہ بند نہیں کیا جا سکے گا۔ حضرت حذیفہ سے پوچھا گیا وہ دروازہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا اس سے مراد حضرت عمر ہیں۔ پوچھا گیا کیا حضرت عمر

بھی جانتے تھے۔ حضرت حذیفہ نے فرمایاہاں اسی طرح جانتے ہیں جس طرح پتہ ہوتا ہے کہ دن کے بعد رات ہوتی ہے۔ میں نے انہیں غلط بات نہیں بتائی۔

طبرانی نے حضرت ابوذر کی حدیث ذکر کی ہے حضور ﷺ نے فرمایا جب تک حضرت عمر تم میں موجود ہیں تمہیں کوئی فتنہ نہیں پہنچے گا۔ اس معنی کی روایت حضرت عثمان بن مظعون اور خالد بن ولید سے بھی مروی ہے۔

سب لوگ جانتے ہیں کہ مسلمانوں میں حضرت عمر کے بعد فتنے کا ظہور ہوا۔ (حضرت صدیق اکبر کے زمانے میں) لوگوں کا مرتد ہوجانا یہ کوئی فتنہ نہیں کیونکہ مسلمانوں نے جسد واحد کی طرح متحد ہوکر مرتدین کو کچل دیا تھا۔

(۵) حضرت سلمہ بن اکوع فرماتے ہیں۔ حضرت علی آشوب چشم کی وجہ سے غزوہ خیبر میں سرکار ﷺ سے پیچھے رہ گئے۔ پھر آپ نے (اپنے آپ سے کہا) کیا میں پیچھے رہ جاؤں؟ آپ بھی گھر سے نکل پڑے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل گئے۔

جس صبح اللہ تعالیٰ نے فتح خیبر عطا فرمائی تھی اس سے ایک رات قبل مغرب کے وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کل صبح میں یہ جھنڈا اس شخص کو عطا کروں گا جسے اللہ اور اس کا رسول محبوب رکھتے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جھنڈا جناب حضرت حیدر کرار کو عطا کیا گیا۔ ہمارے خیال میں نہیں تھا کہ جھنڈا آپ کو دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی۔ (بخاری و مسلم)

ابونعیم نے یہی حدیث حضرت ابن عمر، ابن عباس، حضرت سعد، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوسعید خدری، حضرت عمران بن حصین، حضرت جابر اور حضرت ابولیلیٰ سے نقل کی ہے۔

حضرت حسن کے بارے میں پیشین گوئی

(۶) حضرت ابوبکر فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا حسن میرا یہ بیٹا سید ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا۔

اس حدیث میں مسلمانوں کی بے اتفاقی، گروہ بندی اور حضرت حسن کی وجہ سے صلح کی پیشین گوئی ہے۔

مسلمانوں میں خون ریزی بھی ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے حال کی اصلاح فرمادی جب حضرت حسن حضرت امیر معاویہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوگئے تب مسلمانوں کے خون محفوظ ہوگئے۔

(۷) حضرت سعد بن ابی وقاص مکہ مکرمہ میں تھے۔آپ اسقدر بیمار ہو گئے کہ زندگی کی امید باقی نہ رہی۔حضور ﷺ نے انہیں فرمایا تم زندہ رہو گے اور ایک قوم تم سے نفع اٹھائے گی دوسروں کو تم سے تکلیف پہنچے گی۔اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا عطا فرمائی ان کے ہاتھ اللہ تعالیٰ نے عراق کی فتح عطا فرمائی کئی لوگ آپ کی وجہ سے اسلام لائے بہت سارے لوگوں کو مال غنیمت نصیب ہوا۔۔

جن کفار کے ساتھ آپ نے جہاد کیا ان کو تکلیف پہنچی کچھ قتل ہو گئے اور کچھ قید ہو گئے۔(متفق علیہ)

حضرت عمار

(۸) شیخین نے حضرت ابوسعید سے امام مسلم نے حضرت ام سلمہ اور حضرت ابوقتادہ سے روایت ذکر کی ہے۔

حضور ﷺ نے حضرت عمار کو فرمایا تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔حضرت حافظ سیوطی فرماتے ہیں یہ حدیث پاک حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے اسے کئی صحابہ نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث پاک میں تین واقعات کی خبر ہے۔ایک یہ کہ (اہل اسلام میں) ایک گروہ بغاوت کرے گا۔دوسرا یہ کہ حضرت عمار کی موت بذریعہ قتل ہوگی تیسرا یہ کہ باغی لوگ ہی حضرت عمار کو قتل کریں گے۔

یہی ہوا کہ حضرت امیر معاویہ کے باغی گروہ نے حضرت عمار کو شہید کر دیا۔حضرت عمار کی شہادت کے بعد بہت سارے صحابہ حضرت علی کے ساتھ مل گئے کیونکہ آپ کے حق پر ہونے کا ثبوت از روئے حدیث پاک ہو رہا تھا۔

امن اور مال کی فراوانی

(۹) امام بخاری نے حضرت عدی بن حاتم کی یہ روایت ذکر کی ہے۔ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے فاقہ کی شکایت کی۔دوسرے شخص نے ڈاکوؤں کی شکایت کی۔آپ ﷺ نے فرمایا اے عدی! اگر تیری زندگی نے وفا کی تو تم دیکھو گے کہ ایک خاتون حیرہ سے چلے گی اور کعبہ شریف کا طواف کرے گی اسے اللہ کے علاوہ کسی اور کا خوف نہیں ہوگا۔میں نے اپنے دل میں کہا بنی طے کے لوگ کہاں جائیں گے جو شہروں پر غارت گری کرتے ہیں۔پھر حضور ﷺ نے فرمایا اگر تیری زندگی دراز ہوئی تو تم کسریٰ کے خزانے فتح کرو گے۔میں نے عرض کیا کسریٰ بن ہرمز؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں کسریٰ بن ہرمز۔

پھر آپ نے فرمایا اگر تیری عمر نے ساتھ دیا تو تم دیکھو گے کہ ایک شخص اپنی دونوں مٹھیاں سونے

چاندی سے بھر کر کسی غریب کو تلاش کرے گا۔ لیکن اسے کوئی شخص ایسا نہیں ملے گا جو اس کا صدقہ قبول کرے۔

حضرت عدی فرماتے ہیں حیرہ سے آنے والی خاتون کو میں نے خود دیکھا ہے وہ بیت اللہ کا طواف کر رہی ہے اور اسے سوائے اپنے رب کے کسی اور کا خوف نہیں۔

جنہوں نے کسریٰ (کے ملک کو) فتح کیا میں خود ان میں شامل تھا اور اگر تمہاری زندگی نے وفا کی تو تیری پیشین گوئی کو بھی پورا ہوتا دیکھ لو گے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانے میں تیسری پیشن گوئی بھی پوری ہوگئی۔ بیہقی نے ہی عمر بن اسید کی روایت جو انہوں نے عبد الرحمٰن بن زید بن خطاب سے روایت کی ہے۔ وہ بھی ذکر کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن عبد العزیز کا دور خلافت اڑھائی سال ہے۔ آپ کے زمانہ میں ایک شخص بہت سا مال لیکر ہمارے پاس آیا۔ ہر ایک یہ کہتا اس مال کو جس طرح چاہو فقراء میں خرچ کر دو ہم سوچتے تھے کس کو مال دیں لیکن کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا تھا وہ شخص اپنا مال لیکر واپس لوٹ جاتا۔ عمر بن عبد العزیز نے لوگوں کو غنی کر دیا تھا۔

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ اتنے میں ذوالخویصرہ (بدبخت) آیا اس نے کہا اے اللہ کے رسول عدل کرو۔ سرکار ﷺ نے فرمایا تیرا بیڑا غرق اگر میں عدل نہیں کروں گا تو پھر کون عدل کرے گا؟ اگر میں عدل نہ کروں تو میرے لئے نقصان ہے۔ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے میں اس کا سر قلم کر دوں۔ سرکار ﷺ نے فرمایا اس کے ساتھ اس کا گروہ ہے وہ ایسی نمازیں پڑھتے ہیں کہ تم میں سے ہر ایک اپنی نمازوں کو ان کے سامنے حقیر سمجھتا ہے۔ یہی حال روزے کا ہے۔ وہ لوگ قرآن پڑھتے ہیں لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔ وہ اسلام سے اس طرح نکل چکے ہیں جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ ان کی نشانی یہ ہے سیاہ رنگت۔ ایک کندھا اس طرح جس طرح عورت کی چھاتی ہوتی ہے۔

یہ بہترین لوگوں کے خلاف خروج کریں گے۔ حضرت ابو سعید فرماتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ حدیث میں نے حضور ﷺ سے سنی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی نے ان سے جنگ کی ہے۔ آپ نے اس شخص کے پکڑنے کا حکم دیا جب وہ شخص لایا گیا میں نے اسے ان نشانیوں کے مطابق پایا جو حضور ﷺ نے بتائی تھیں۔

امام مسلم نے حضرت عبیدہ سے ذکر کیا ہے۔

جب حضرت علی اصحاب نہر سے فارغ ہوئے تو فرمایا یہ ایسی قوم ہے جس کی نشانیاں ہمیں حضورﷺ نے بتائی ہیں۔ تلاش کروان میں ایک ایسا شخص ہوگا جس کے بازو کا گوشت لٹکا ہوا ہوگا۔ ہم نے تلاش کیا تو وہ ہمیں مل گیا۔ ہم نے حضرت علی کو بلایا آپ تشریف لائے آپ نے دیکھ کر تین دفعہ نعرہ تکبیر بلند کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تکبر کی وجہ سے تمہارا نفس پھول نہ جائے تو میں تمہیں بتاؤں کہ یہی فیصلہ تھا جو اللہ نے اپنے رسول کی زبان کے ذریعے کرادیا کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ راوی کہتا ہے میں نے کہا کیا آپ نے یہ حضورﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا رب کعبہ کی قسم ہاں میں نے سنا ہے۔ تین دفعہ فرمایا۔

(۱۱) امام مسلم نے حضرت اسماء بنت ابوبکر کا یہ قول نقل کیا ہے۔ حضرت اسماء نے حجاج سے فرمایا تھا۔ میں نے حضورﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بنوثقیف میں ایک جھوٹا اور ایک تباہی کرنے والا شخص ہوگا۔ کذاب تو تم ہی ہو اور میرا خیال ہے کہ تباہی کرنے والا سو وہ بھی تیرے علاوہ کوئی اور نہیں۔

ابن سعد بیہقی نے عمر سے اور احمد و بیہقی نے حضرت حسن سے اور حضرت علی سے روایت ذکر کی ہے ان تمام روایتوں میں اشارہ حجاج کی طرف ہی ہے۔

(۱۲) حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے حضورﷺ نے فرمایا جب کسری ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی اور کسری نہیں ہوگا اسی طرح قیصر کی ہلاکت کے بعد کوئی اور قیصر نہیں ہوگا۔ میری جان کے مالک کی قسم تم ان دونوں کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔

حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے۔

حضورﷺ نے فرمایا فارس ایک یا دو جھڑپیں ہیں اس کے بعد اہل فارس نہیں رہیں گے۔

اور روم یہ سینگوں والے ہیں ایک کے بعد دوسرا آتا رہے گا۔ (بخاری)

اور یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہے کہ اکاسرہ ایران (ایران کے بادشاہوں) کی حکومت کے خاتمے کے بعد وہ پھر نہ اٹھ سکے پھر وہ اپنا ملک مسلمانوں سے نہ لے سکے۔

اور قسطنطنیہ میں اہل روم کافی عرصہ باقی رہے اور بعد میں مسلمانوں نے ان پر ضرب کاری لگائی اور وہ ختم ہو گئے جبکہ اہل ایران دو ضربیں بھی برداشت نہ کر سکے۔

(۱۳) ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت سفینہ کی روایت ذکر کی ہے۔ حضورﷺ نے فرمایا میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی۔ اس کے بعد بادشاہت آجائے گی۔ اسی طرح ہی ہوا حضرت ابوبکر کی مدت خلافت دو سال تین ماہ اور بیس دن، حضرت عمر کی مدت خلافت دس سال چھ ماہ اور چار دن، حضرت عثمان کی مدت خلافت گیارہ سال گیارہ ماہ اور اٹھائیس دن حضرت علی کی مدت خلافت چار سال

دس ماہ یا نو ماہ اور حضرت حسن کی مدت خلافت چھ ماہ اس طرح تیس سال پورے ہو جاتے ہیں۔

بزار نے سند صحیح سے جو حدیث روایت کی ہے اس میں امت مسلمہ میں حکومت کے مراحل کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

کتاب ''الموافقات'' اور ''الامامۃ'' کے حوالے سے وہ ترتیب پیش خدمت ہے۔

تمہارے دین کی ابتداء نبوت و رحمت سے ہوگی۔ اور جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا نبوت و رحمت تم میں رہے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں اٹھالے گا۔ اس کے بعد سخت بادشاہت ہوگی جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ بادشاہت قائم رہے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے بھی اٹھالے گا اسکے بعد بادشاہت جبر ہوگی جب تک اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوگی برقرار رہے گی پھر اللہ تعالیٰ اسے بھی ختم فرمادے گا۔

اس کے بعد طریقۂ نبوت کے مطابق خلافت ہوگی جس میں ہر کام سنت نبوی کے مطابق انجام پائے گا۔ پوری طرح اسلام کا دور دورہ ہوگا۔ اس خلافت پر ساکنان ارض و سماء خوش ہوں گے۔

آسمان سے رحمت کی بارش ہوا کرے گی اور زمین اپنی برکات و خیرات پیش کرنے میں ذرا بھی بخل نہیں کرے گی۔

صاف ظاہر ہے پہلا اور دوسرا دور خلافت راشدہ کے اختتام کے ساتھ ختم ہو گیا۔ تیسرا دور خلافت بنو عباس تک قائم رہا۔ چوتھا دور خلافت وہ ہے جس سے ہم گزر رہے ہیں اور پانچواں دور انشاء اللہ آنے والا ہے۔

(۱۴) مسلم نے حضرت ابوذر کی یہ حدیث نقل کی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم ایک ایسی سرزمین فتح کرو گے جہاں قیراط (کا نام) استعمال ہوتا ہوگا۔ وہاں کے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا کیونکہ انہیں ہماری طرف سے صلہ رحمی اور وفا حاصل ہے۔ صلہ رحمی سے مراد ہے کہ وہ لوگ جگر گوشہ ختم المرسلین ﷺ (حضرت ابراہیم) کے ننھیال ہیں۔

(حضرت ابراہیم بن محمد ﷺ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن میں سے ہیں) اس سرزمین سے مراد سرزمین مصر ہے جس کے بارے میں اور بھی بہت ساری احادیث وارد ہیں۔

(۱۵) بیہقی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت ذکر کی ہے۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ سے ہم نے غزوۂ ہند کا وعدہ کیا تھا، پھر ہم نے غزوۂ ہند میں شرکت کی۔

(۱۶) نسائی کے علاوہ باقی صحاح کے راویوں نے روایت کی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم ایک ایسی قوم سے جنگ نہ کرلو جس کی نشانی یہ ہے ان کے جوتے بالوں والے ہوں گے۔

ایک دوسری قوم کے بارے میں فرمایاان کی آنکھیں چھوٹی، چہرے سرخ، اوران کی ناک چپٹی ہوگی۔ گویا کہ ان کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی طرح ہیں۔ یہ وصف تا تاریوں پر صادق آتا ہے۔ پہلی نشانی خارجیوں کی طرح ہے۔ ''رے'' کے مقام پرانہوں نے خروج کیااور سب قتل کر دیئے گئے۔

(۱۷) ابو یعلی نے حضرت امیر معاویہ بن خدیج کی روایت نقل کی ہے۔ راوی کا بیان ہے۔ میں حضرت امیر معاویہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کے عامل کا خط آیا کہ اس نے ترکوں پر حملہ کر کے انہیں شکست دے دی ہے۔ اس پر امیر معاویہ ناراض ہو گئے۔ اپنے عامل کو لکھا کہ ان کے ساتھ جنگ نہ کرو یہاں تک کہ (میری طرف سے) تمہارے پاس آدمی نہ پہنچ جائے۔ کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ۔ ضرور ترک عربوں پر غالب آجائیں گے۔ اورانہیں شح اور قیصوم (دو جڑی بوٹیوں) کی سرزمین تک محدود کر دیں گے۔ ایسا ہی ہوا کہ چار سو سال تک ترک عرب کے صحرائی علاقوں کے سوا باقی تمام پر غالب رہے۔

(۱۸) بخاری کی روایت ہے قیامت سے پہلے دو عظیم گروہ جنگ کریں گے۔ دونوں کا دعوی ایک ہی ہو گا۔ اور تقریباً تیس دجال (جھوٹے) ظاہر ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہی گمان کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

تیس کذاب

حضرت ابن زبیر کی روایت ہے۔

قیامت سے پہلے تیس جھوٹے ظاہر ہوں گے۔ حضرت حذیفہ روایت کرتے ہیں حضور ﷺ کا فرمان ہے۔ میری امت میں ستائیس کذاب ہوں گے۔ جن میں چار عورتیں ہوں گے۔ بلاشبہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ان جھوٹے دجالوں میں سے اکثر ظاہر ہو چکے ہیں۔

غلام احمد قادیانی بھی اس ملعون گروہ کا ایک فرد ہے جو اس زمانے میں کافی مشہور ہے جس کا دعوی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی شریعت اس کی وجہ سے منسوخ ہو چکی ہے۔ اس لعنتی گروہ کی ابتداء مسیلمہ، اسود عنسی اور سجاح سے ہوئی تھی۔

(۱۹) بخاری اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے سرکار ﷺ نے فرمایا:

آگ

قیامت سے پہلے سرزمین حجاز سے ایک آگ نکلے گی جس کی وجہ سے بصرہ میں اونٹوں کی گردنیں نظر آئیں گے۔

ابن ابی شیبہ، احمد اور حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دے کر روایت کیا ہے۔ حضرت ابوذر فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اے کاش! ایک سرسبز پہاڑ سے آگ نکلے گی جس سے بصرہ میں بختی اونٹوں کی گردنیں یوں واضح ہو جائیں گی جس طرح دن کے اجالے میں واضح ہوتی ہیں۔

صاف ظاہر ہے یہ حدیث پاک اس کوہ آتش فشاں کی نشان دہی کر رہی ہے۔ جس سے سرکار ﷺ کے بیان کردہ مقام پر آگ لگ جائے گی اور ایسا واقعہ ہو چکا ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں۔

یہ بات حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔ کہ یہ آگ ملک شام میں ظاہر ہوئی۔ امام سمہودی فرماتے ہیں۔ یہ واقعہ ہمارے زمانے میں پیش آیا۔ پہلے مدینہ شریف میں تھوڑا سا زلزلہ آیا یہ جمادی الثانی ۶۵۴ھ کی بات ہے۔ لیکن بعد میں منگل کے روز بہت بڑا زلزلہ آیا بدھ کی رات تیسرے پہر اس میں مزید شدت آ گئی۔ جس سے لوگ بہت زیادہ خوف زدہ ہو گئے۔ جمعہ کے دن تک یہی صورت حال رہی اس زلزلے کی آواز کڑک سے زیادہ شدید تھی۔ زمین کانپنے لگی جس سے دیواریں ہل گئیں۔ یہاں تک کہ صرف ایک دن میں صبح سے شام تک اٹھارہ بار زلزلے کے جھٹکے آئے۔ یہ سارے واقعات اس آگ کے ظہور کا مقدمہ تھے۔

امام قسطلانی نے اس حادثے کی تفصیلات اس طرح بیان کی ہیں۔ اس آگ کی روشنی نشیب وفراز پر چھا گئی۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں رات کے وقت بھی دن کا اجالا تھا۔ یہ اجالا اسی آگ کے شعلوں کی وجہ سے تھا۔ زمین پر سورج کی روشنی بھی زرد محسوس ہوتی تھی۔ (رات کے وقت) چاند یوں لگتا تھا گویا کہ اسے گرہن لگ چکا ہے۔ یہ آگ اسی طرح اپنی مخصوص راہ بڑھتی رہی۔ راستے میں جو بھی درخت اور چھوٹے پتھر آئے ان کو بھسم کر ڈالا۔ مشرقی جانب سے یہ آگ پہاڑوں تک پہنچ گئی وہاں جا کر کچھ رک گئی حرم شریف کی جانب سے جبل احد کے قرب میں ''وعیرہ'' نامی پہاڑی پر جا کر رکی۔

سمہودی نے تاریخ مدینہ میں اس آگ کا ذکر کیا ہے۔ قاضی سنان، قاشانی، عماد بن کثیر اور مطری وغیرہ نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں اس آگ کا تذکرہ کیا ہے۔

قرب قیامت کی نشانیاں

(۲۰) بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ تو دیکھے گا ننگے پیروں والے، ننگے بدن والے، غریب چرواہے بلند و بالا عمارتیں تعمیر کریں گے۔

(۲۱) حضرت ابو ہریرہ کی حدیث ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا میری امت کے دو گروہ دوزخی ہیں۔ جو ابھی تک سامنے نہیں آئے۔ ایک وہ گروہ جن کے پاس گائے کے کانوں کی طرح کے کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے۔ دوسرا گروہ ان عورتوں کا ہوگا جو کپڑے پہنے ہوئے بھی ننگی ہوں گی۔ ان کے سر بختی اونٹوں کی کوہانوں کی طرح ہوں گے۔ (مسلم)

امام احمد اور حاکم نے حضرت ابن عمر کی یہ حدیث ذکر کی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

اس امت کے آخری دور میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو عمدہ سواریوں پر سوار ہو کر مسجدوں میں آئیں گے۔ ان کی عورتیں لباس پہنے ہوئے بھی ننگی ہوں گی۔ ان کے سروں پر دبلے پتلے بختی اونٹوں کی کوہانوں کی طرح (بال ایک طرف لٹکے ہوئے) ہوں گے۔ تم ان پر لعنت بھیجو کیونکہ وہ لعنت کے قابل ہیں۔ اگر تمہارے بعد کوئی اور گروہ ان کو مل گیا تو وہ ضرور اس گروہ سے خدمت لیں گی۔ جس طرح تم سے پہلے عورتیں اپنے مردوں سے خدمت لیتی تھیں۔

ہمارے اس دور میں عورتوں کی وضع قطع کے بارے میں یہ انتہائی باریک معجزانہ بیان ہے۔ اس دور میں واقعی عورتیں بن سنور کر، عریاں لباس، نخرے، عشوے اور فتنے بپا کرتے ہوئے گھروں سے نکلتی ہیں۔ کوئی شخص سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مسلمان عورتیں اسقدر بدل جائیں گی۔ یہاں تک کہ چودھویں صدی ہجری کی ابتداء میں آپ یہ گمان بھی نہیں کر سکتے تھے کہ مسلمان عورت کا یہ روپ بھی ہو سکتا ہے۔

(۲۲) حضرت ثوبان فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ایک وقت آئے گا کہ دشمن تم پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گے جس طرح بسیار خور کھانے کے برتن پر جمع ہو جاتے ہیں۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ یہ حالت قلت تعداد کی وجہ سے ہوگی؟ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں تمہاری تعداد بہت زیادہ ہوگی لیکن تم سیلاب کے گندے اور گدلے پانی کی طرح ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ دشمن کے دل سے تمہاری ہیبت نکال دے گا۔ اور تمہارے دلوں میں ''وہن'' ڈال دے گا۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ ''وہن'' کیا شے ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔ (ابوداؤد، بیہقی)

شرق اوسط میں اہل اسلام کی حالت زار اور عالمی طاقتوں کے ہوسناک ہتھکنڈے عالم اسلام کے وسائل پر قابض ہونے کے لئے دشمنوں کی سازشیں سب اسی بات کی وضاحت کر رہی ہیں کہ اہل اسلام کے دلوں میں دنیا کی محبت اور موت سے نفرت پیدا ہو چکی ہے اور دشمنان اسلام کے دلوں سے ہماری ہیبت ختم ہو گئی ہے۔

(۲۳) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے۔

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔ مدینہ شریف کی حدوں پر ملائکہ موجود ہیں۔ اس میں طاعون اور دجال داخل نہیں ہو سکتے۔ کئی سال گزر چکے ہیں۔ بیشار اسلامی علاقوں میں کسی نہ کسی وقت طاعون نے حملہ کیا ہے لیکن مدینہ منور میں ہر سال کئی ممالک سے مسلمان آتے ہیں۔ لیکن طاعون نہ پہلے آیا ہے نہ آئندہ آئے گا۔ ان شاء اللہ۔ (متفق علیہ)

(۲۴) موجودہ دور میں جو واقعات روزمرہ زندگی میں معمول بن چکے ہیں احادیث طیبہ میں انہیں پہلے بیان کر دیا گیا تھا۔ مثلاً قرب قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ تجارت عام ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ بیوی اپنے شوہر کی مدد کرے گی۔ دوسری نشانی قطع رحمی پھیل جائے گی۔ قلم کی کثرت ہو جائے گی۔ سچی گواہی ناپید اور جھوٹی گواہی کا دور دورہ ہوگا۔

لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آجائے گا جس میں صاحب علم کی پیروی نہیں کی جائے گی اور صاحب حلم کا حیا نہیں کیا جائے گا۔ بڑے کا احترام اور چھوٹے پر رحم نہیں کیا جائے گا۔ لوگ دنیا کی خاطر ایک دوسرے کو قتل کریں گے۔ ان کے دل عجمیوں جیسے اور زبانیں عربوں کی طرح ہوگی۔ نیکی کو نیکی اور برائی کو برائی نہیں سمجھا جائے گا۔ نیک آدمی کو حقیر سمجھا جائے گا۔ ایسے لوگ اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ برے ہوں گے۔ قیامت کے دن اللہ ان کی طرف (محبت کی) نگاہ سے نہیں دیکھے گا۔

قرب قیامت کی نشانی یہ بھی ہے کہ کتاب اللہ (قرآن حکیم) کو عار سمجھا جائے گا اور اسلام اجنبی ہو جائے گا۔

لوگوں کے درمیان دشمنی عام ہو جائے گی۔ علم اٹھا لیا جائے گا۔ زمانہ بوسیدہ ہو جائے گا۔ لوگوں کی عمریں کم ہو جائیں گی۔ اوقات اور پھلوں میں بے برکتی ہو جائے گی۔ خیانت کرنے والوں پر اعتماد کیا جائے گا اور امانت کرنے والوں پر تہمتیں لگائی جائیں گی۔ سچے کو جھوٹا اور جھوٹے کو سچا سمجھا جائے گا۔ قتل عام ہو جائے گا۔ بلند و بالا عمارتیں بنائی جائیں گی۔

بے اولاد ہونے پر اظہار مسرت کیا جائے گا۔ بغاوت، حسد اور بخل کا رواج عام ہو جائے گا۔ ہلاکتیں معمول بن جائیں گی۔ جھوٹ زیادہ اور سچ کم ہو جائے گا۔ لوگوں کے درمیان اختلاف بڑھ جائے گا خواہشات کی پیروی کی جائے گی۔ گمان پر فیصلے کئے جائیں گے۔ بارش زیادہ اور پھل کم ہوں گے۔ علم دین کی طرف سے نگاہ پھیر لی جائیں گی۔ جہالت خوب پھیل جائے گی بیٹا باعث غضب اور موسم سرما میں سخت گرمی ہوگی۔ خطباء جھوٹ بولیں گے۔ وہ میرے حق کو شرارتیوں کے لئے ثابت کریں گے۔ جس نے ان کی اس معاملے میں تصدیق کی اور خوش ہوا وہ شخص جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا۔

اس سلسلے میں بہت ساری کتابیں تالیف کی گئی ہیں۔ بہت سارے لوگوں نے علماء سے بہت کچھ روایت کیا ہے۔ لیکن حضور ﷺ نے صحابہ کے سامنے جو کچھ بیان فرمایا ہے اس کی نسبت یہ بہت کم ہے۔

بخاری و مسلم نے حضرت حذیفہ کی یہ روایت نقل کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ ایک دن ہمارے درمیان (خطبہ ارشاد فرمانے کے لئے) کھڑے ہوئے اس وقت سے لیکر قیامت تک پیش آنے والے تمام واقعات بیان فرما دیئے۔ جس نے اسے یاد کیا اس نے یاد کرلیا اور جو بھول گیا سو بھول گیا۔ میرے ان ساتھیوں نے اس کو یاد کرلیا ہے۔ جس کو میں بھول گیا وہ اچھا نہیں ہے۔ (لیکن) جب میں اسے دیکھ لیتا ہوں تو اس طرح یاد آجاتا ہے جس طرح کسی جانے پہچانے شخص کا چہرہ کچھ عرصہ غائب رہنے کے بعد نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے۔

حضرت عمرو بن اخطب انصاری فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز فجر پڑھائی اور منبر پر تشریف لے گئے خطبہ ارشاد فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا۔

آپ ﷺ نے نماز ظہر ادا فرمائی پھر منبر پر تشریف لے گئے۔ ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا: یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا۔ آپ ﷺ نے نماز عصر ادا فرمائی۔ پھر سورج غروب ہونے تک خطبہ ارشاد فرماتے رہے۔ قیامت تک ہونے والے واقعات سے ہمیں آگاہ کردیا پس جس نے آپ کے ارشادات کو زیادہ یاد کرلیا وہی ہم میں سے زیادہ علم والا ہے۔

یہ ارشادات نبوت ہیں نبوت کی اس سے بڑھ کر اور کیا نشانی ہوسکتی ہے۔

پس بقول قرآن: ''پس جس کے جی میں آئے ایمان لے آئے اور جس کے جی میں آئے کفر کرے''۔

''جس نے ہدایت قبول کی وہ اپنی جان کے لئے ہدایت قبول کرتا ہے اور جس نے گمراہی کی وہ اپنی جان پر گمراہی کرتا ہے''۔ (الاسراء)

یہ فیضان نبوت ہی تھا کہ ہمیں غیب کی بہت ساری باتوں سے آگاہ کردیا اور یہ بھی بتادیا گیا کہ رحمت عالم ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کامل اجر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم جو ماضی، حال اور مستقبل کو محیط ہے۔ اس علم کے آثار کلام رسالت میں بھی نظر آتے ہیں۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے آنے والا زمانہ اپنے حبیب ﷺ کے سامنے کھول کر رکھ دیا ہے۔

عصر حاضر میں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں سرکار ﷺ کے مزید ارشادات ملاحظہ کیجئے۔

(۱) قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ تم بڑے بڑے کام دیکھو گے جو اس سے پہلے نہ تم نے دیکھے

ہوں گے اور نہ تمہارے دل میں آئے ہوں گا۔

(۲) دجال والا واقعہ پیش نہیں آئے گا یہاں تک کہ ایسے کام دیکھو گے۔ جنہیں تم اپنے خیال میں بہت بڑا سمجھو گے اور تم ایک دوسرے سے پوچھو گے کیا تمہارے نبی ﷺ نے اس کے بارے میں کچھ فرمایا ہے۔

(۳) قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ لوگ مدینہ سے شام کی طرف جائیں گے صحت کے حصول کے لئے۔

فلسطین، اردن اور شام تمام پر شام کا ہی اطلاق ہوتا ہے۔ ان ملکوں میں باہر سے آنے والوں کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ان میں حجازیوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے۔ جو تفریح کے لئے آتے ہیں۔ حالانکہ کچھ عرصہ پہلے ایسے نہیں ہوتا تھا۔

(۴) قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ آسمان سے بارش ہوگی۔ جس سے نہ کوئی مٹی سے بنا ہوا گھر بچے گا نہ بالوں سے بنا ہوا (خیمہ وغیرہ) دوسری جنگ عظیم میں ایسا ہی ہوا تھا۔ جس سے اتنی بمباری ہوئی تھی کہ تمام عمارتیں لرزلرز کر زمین بوس ہوگئی تھیں۔ ان بموں کا اثر جھونپڑیوں اور خیموں کی بہ نسبت عمارتوں پر زیادہ تھا۔

(۵) حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ آخر زمانے میں علم کو یوں پھیلا دوں گا کہ مرد، عورت، غلام، آزاد، بچے اور بڑے علم حاصل کر جائیں گے۔ جب ایسا ہوگیا تو میں ان سے اپنا حق لوں گا۔

موجودہ دور میں حصول علم کے لئے سہولت اور حصول علم کے لئے ذرائع کی کثرت، ادارے مدارس، الیکٹرانک ذرائع، اخبارات اور رسائل اس حدیث پاک کی صداقت پر گواہ ہیں۔

(۶) حضرت علی کا فرمان ہے جو حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

طالقان کے لئے بختی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں۔ لیکن وہ خزانے سونا اور چاندی نہیں۔ یہ پٹرول کی جانب اشارہ ہے۔

(۷) بہت سارے معاون ظاہر ہوں گے۔ حجاز کے قریب بھی ایک معدن کا پتہ چلے گا۔ جس پر شریر لوگ آئیں گے۔

اس حدیث پاک کے بارے میں آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں۔

(۸) ایک ایسا وقت بھی آئے گا کہ کوئی شخص بھی سود سے نہیں بچ سکے گا۔ جس نے سود نہ کھایا اسے سود کا غبار ضرور پہنچے گا۔ اس زمانے میں معاشی دوڑ اور بینکوں کا کردار سب کے سامنے ہے۔

(۹) تمہارا کیا حال ہوگا جب دین خلط ملط ہو جائے گا خون ریزی عام ہو جائے گی آزمائش اور عمارات

بنانے میں مقابلہ ہوگا اس زمانے میں یہ سب کچھ ہورہا ہے۔

(۱۰) قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ قرآن کو عار سمجھا جائے گا۔ اور زمانہ سمٹ جائے گا۔ موجودہ دور میں اہل قرآن کو رجعت پسند کہا جاتا ہے۔ اور زمانہ اس طرح سمٹ گیا ہے کہ بڑی لمبی مسافتیں تھوڑے وقت میں طے ہو جاتی ہیں۔

(۱۱) حضور ﷺ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہاری عورتیں سرکش اور جوان فاسق ہو جائیں گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ایسا بھی ہوگا؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں آپ دیکھ لیں ایسا بھی ہورہا ہے۔

(۱۲) (قیامت کے قریب) تمہارے قرأ (قرآن پڑھنے والے) زیادہ ہوں گے اور علماء کم ہو جائیں گے۔ سربراہ زیادہ ہوں گے لیکن دیانتدار کم ہوں گے۔ اس وقت اخروی عمل کے ذریعے دنیا کمائی جائے گی۔ دین میں سمجھ بوجھ اللہ کے لئے نہیں غیر اللہ کے لئے ہوگی۔

اس دور میں ایسا ہی ہورہا ہے۔ قرآن پڑھنے والے تو بہت ہیں۔ صاحب علم کم ہیں۔ ہر علاقے کا حاکم علیحدہ علیحدہ ہے۔ سب کے پیش نظر دنیا ہے۔ علم کے وہ ادارے جہاں سے اللہ کی رضا کے لئے علم حاصل کرنے والے پڑھ کر نکلیں بالکل معدوم ہوتے جارہے ہیں۔

(۱۳) قیامت سے پہلے کئی سال ایسے ہوں گے جن میں دھوکہ ہی دھوکہ ہوگا۔ جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا سمجھا جائے گا۔ خیانت کرنے والے پر اعتماد کیا جائے گا اور امین کو خائن سمجھا جائے گا۔ عوام کے حقوق کے لئے فاسق لوگ علمبرداری کریں گے۔

قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی۔ جب تک فحاشی اور بخل عام نہ ہو جائے۔ جس کو امین سمجھا جائے گا وہ خیانت کرے گا اور خائن پر اعتماد کیا جائے گا۔

شرفاء کو مٹا دیا جائے گا اور گھٹیا لوگوں کو معزز مقام دیا جائے گا۔ سب سے زیادہ شرارتی شخص اپنی قوم کا سربراہ بن جائے گا۔

موجودہ زمانے میں ہر جگہ ایسا ہی ہورہا ہے۔ گھٹیا لوگ مقامات عزت و افتخار پر قابض ہیں اور اہل علم و دانش ذلیل و خوار ہورہے ہیں۔

(۱۴) حضور ﷺ نے فرمایا میرے بعد ایسے ایسے حکمران ہوں گے جن کے دروازوں پر فتنے یوں بیٹھے ہوں گے۔ جس طرح اونٹ اپنے باڑے میں بیٹھتے ہیں۔ لوگوں کا ایمان لیکر انہیں دنیا دیں گے۔ اونٹوں کے باڑے کے الفاظ گیراج میں کھڑی گاڑیوں کے لئے بڑے موزوں ہیں۔ (کیونکہ یہ

گاڑیاں عام لوگوں کے لئے سخت آزمائش اور فتنہ بن جاتی ہیں) مترجم مختار احمد رومی

(۱۵) عنقریب ان کی باگ دوڑ ایک کم ہمت شخص کے حوالے کردی جائے گی اس کے ارد گرد ایسے لوگ جمع ہو جائیں گے جن کی گدیاں منڈی ہوئی ہوں گی ان کی قمیض سفید ہوگی جب وہ شخص انہیں بلائے گا تو سب اکٹھے ہو جائیں گے اس نشانی میں غور کرو۔ سر منڈانا اور سفید قمیص پہننا۔

(۱۶) (حدیث پاک میں ہے) رانیں ننگی کر کے بازاروں میں چلنا۔ یہ حدیث پاک ان لوگوں پر خوب صادق آتی ہے۔ جو کلبوں میں ورزش اور کھیل کے نام پر اکٹھے ہوتے ہیں۔

(۱۷) داڑھی منڈانا: آجکل داڑھی منڈائی جا رہی ہے۔

(۱۸) تم ضرور گزرے ہوئے لوگوں کی نقل کرو گے۔ ان کی اس طرح برابری کرو گے جس طرح دونوں جوتے برابر ہوتے ہیں۔ جس طرح وہ کوئی چیز اپنائیں گے تم بھی ایسا ہی کرو گے۔

انکی بالشت کے مقابلے بالشت ذراع کے مقابلے میں ذراع باع کے مقابلے میں باع (باع دونوں ہاتھوں کی لمبائی کو کہتے ہیں) یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے بل میں داخل ہوئے تو تم بھی گوہ کے بل میں داخل ہو جاؤ گے۔

اہل مغرب کی نقالی میں پوری امت مسلمہ اسی طرح غرق ہے۔

(۱۹) حضرت معاذ نے قیامت کے نشانیوں کے بارے میں یہ حدیث روایت کی ہے۔ کہ قیامت کے قریب ناحق قتل کئے جائیں گے۔ جھوٹ بول کر مال حاصل کئے جائیں گے۔

اس دور میں جھوٹ پر مال و دولت کا حصول کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ حکومت کے ہر محکمے میں اعداد و شمار اصل حقائق کے برعکس ہوتے ہیں۔

(۲۰) اس امت پر افسوس جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ اس کا انجام کیا ہوتا ہے؟ لوگ کس طرح اس شخص کو جھٹلاتے ہیں اور مارتے ہیں۔ محض اس وجہ سے کہ وہ اللہ کی اطاعت کر رہا ہوتا ہے اور وہ لوگ خود اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہوتے ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس وقت لوگ مسلمان ہوں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں اے عمر۔

حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا لوگ اس وقت اسلام پر ہوں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا اے عمر ہاں۔

حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ پھر وہ اس شخص سے دشمنی کیوں کریں گے؟ جو انہیں اللہ کی اطاعت کا حکم دے گا۔

سرکار ﷺ نے فرمایا اس لئے کہ لوگ راہ راست سے ہٹ جائیں گے اور مرد اس وقت اس طرح اپنے آپ کو سنواریں گے جس طرح عورت شوہر کے لئے اپنے آپ کو سنوارتی ہے۔ عورتیں اپنی نمائش کرتی پھریں گی۔ ان کے لباس جابر بادشاہوں کی طرح ہوں گے۔ وہ لوگ عورتوں کی طرح موٹے ہوں گے۔ اگر کوئی دیندار شخص انہیں اللہ کی اطاعت کے لئے بلائے گا۔ تو وہ اسے کہیں گے کہ تو شیطان کا ساتھی اور گمراہی کی جڑ ہے تو کتاب اللہ کو جھٹلانے والا اور اللہ تعالیٰ نے جو رزق اور زینت لوگوں کی عطا کی ہے اس کو حرام کرنے والا ہے۔ وہ لوگ کتاب اللہ کی غلط تاویل کریں گے اور اولیاء اللہ کی عزت کا حیاء نہیں کریں گے۔

موجودہ دور میں جو شخص امت مسلمہ کی حالت سے آگاہ ہے وہ خوب سمجھ سکتا ہے کہ ظالم حکمرانوں کی جانب سے اہل دین کو کیا کیا مشکلات پیش آرہی ہیں۔

(۲۱) عنقریب ایسے فتنے جنم لیں گے جن کی وجہ سے انسان اپنے باپ اور بھائی سے جدا ہو جائے گا۔ لوگوں کے دلوں میں فتنے سرکتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ انسان کو نماز پڑھنے پر اس طرح طعنے دیئے جائیں گے جس طرح بدکار عورت کو بدکاری پر طعنہ دیا جاتا ہے۔ اس وقت عالم اسلام اس فتنے میں بری طرح مبتلا ہے۔

(۲۲) لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا جس میں ایک شخص کو بے بسی یا گناہ میں کسی سے ایک کے پسند کرنے کا اختیار دیا جائے گا۔ پس جس نے وہ زمانہ پالیا اسے چاہئے کہ وہ فجور پر عجز کو ترجیح دے۔

(۲۳) آخر زمانہ میں ایک قوم ایسی بھی آئے گی جو دجال اور کذاب ہوں گے۔ نئی نئی باتیں گھڑ کر پیش کریں گے جو نہ تم نے اور نہ تمہارے باپ دادا نے سنی ہوں گی۔ ان سے دور رہنا کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ مبتلا کردیں۔

(۲۴) جب تم کوئی گروہ دیکھو جس میں بیس یا اس سے کم آدمی ہوں تم ان کے چہرے دیکھو اگر ان میں کوئی ایک بھی اللہ سے ڈرنے والا نہ ہو تو سمجھو کہ (قیامت کا) معاملہ قریب آگیا ہے۔

(۲۵) قیامت کے قریب مال بہت عام ہو جائے گا۔ معزز لوگوں کو غصہ کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ چھوٹا بڑے کا اور کمینہ شریف کا لحاظ نہ کرے گا۔

(۲۶) عنقریب لوگوں پر ایسا وقت آجائے گا جس میں کہ نمازوں کو قتل کیا جائے گا (دانستہ ترک کر دیا جائے گا) اونچے اونچے مکانات بنائے جائیں گے قسم اور لعنت عام ہو جائے گی۔ زنا اور رشوت خوب پھیل جائے گی۔ آخرت کو دنیا کے بدلے بیچا جائے گا۔ پس جب تم ایسی حالت دیکھ لو تو نجات کی فکر کرو

۔عرض کیا گیا کیسے؟ حضور ﷺ نے فرمایا اپنے گھر میں گوشہ نشیں ہو جاؤ اور ہاتھ کو قابو کر لو۔

(۲۷) لوگوں پر عنقریب ایسا زمانہ بھی آجائے گا کہ وہ اللہ پر ایمان بھی رکھتے ہوں گے شرک بھی نہیں کرتے ہوں گے۔ رمضان کے روزے اور پنجگانہ نمازیں بھی پڑھتے ہوں گے۔ لیکن دین ان سے نکل چکا ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے حق کو دیکھ کر ترک کر دیا ہوگا۔

(۲۸) امت محمد ﷺ کے دو گروہوں کو میں جانتا ہوں جو دوزخی ہیں ان میں سے ایک گروہ کہتا ہے ہمارے پہلے لوگ تو گمراہ تھے (نعوذ باللہ) ایک رات دن میں پانچ نمازوں کی کیا ضرورت ہے۔ نمازیں تو صرف دو ہی ہیں۔ ایک نماز فجر اور دوسری نماز عصر کی۔

جو شخص فرقہ اسماعیلیہ کے بارے میں جانتا ہے اسے حدیث پاک کی سچائی میں کوئی شک نہیں رہے گا۔ کیونکہ یہ لوگ دو نمازوں کے قائل ہیں۔

(۲۹) حضور ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے شرارتی لوگ نیک لوگوں پر غالب آجائیں گے۔ یہاں تک کہ اس وقت مومن اس طرح خفت محسوس کرے گا جس طرح آج منافق کی حالت ہے۔

(۳۰) میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو شراب، ریشم اور آلات لہو ولعب کو حلال سمجھے گا۔

(۳۱) میری امت میں کچھ ایسے لوگ بھی ظاہر ہوں گے کہ خواہشات (نفس) ان کے ساتھ یوں رچ بس جائیں گی۔ جس طرح کتا اپنے مالک کے ساتھ مانوس ہو جاتا ہے۔ اس کی کوئی رگ اور جوڑ باقی نہیں رہے گا مگر وہ اس میں سما جائے گا۔

(۳۲) جب لوگ دجال کے ذکر کو چھوڑ دیں گے تب وہ ظاہر ہوگا۔ یہاں تک کہ ائمہ اپنے منبروں پر اس کے بارے میں بتانا چھوڑ دیں گے۔

(۳۳) اسلام کی قمیص ٹکڑے ٹکڑے کر دی جائے گی۔ جب ایک ٹکڑا علیحدہ ہوگا تو اس کے قریب کے لوگ اس کو اپنا لیں گے۔ سب سے پہلے جس چیز کو توڑا جائے گا وہ حکم (اسلام کے مطابق فیصلہ) اور آخری چیز نماز ہوگی۔

(۳۴) لوگوں پر ایسا وقت بھی آئے گا جس میں صبح کے وقت آدمی دیکھنے کی صلاحیت رکھتا ہوگا۔ شام تک وہ ایک بال بھی نہیں دیکھ سکے گا۔ یعنی اس کی نگاہیں حق دیکھنے سے اندھی ہو جائیں گی۔

(۳۵) بے شک لوگ اللہ کے دین میں گروہ در گروہ داخل ہوئے ہیں اور اسی طرح فوج در فوج دین سے نکل جائیں گے۔

(۳۶) قیامت کے قریب اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنے ہوں گے۔ کچھ فتنے دھوئیں کے ٹکڑوں کی طرح ہوں گے۔ جس میں لوگوں کے دل یوں مرجائیں گے جس طرح بدن مرجاتے ہیں

آدمی صبح کے وقت مومن ہوگا اور شام کے وقت کافر۔اس طرح شام کے وقت مومن اور صبح کے وقت کافر ہو جائے گا۔لوگ دنیا کی خاطر اپنا دین اور اخلاق بیچ دیں گے۔

(۳۷) اے کاش! میرے بعد میری امت کا کیا حال ہوگا۔ جب میری امت کے مرد تکبر کریں گے اور عورتیں نازنخرے سے اترا کر چلیں گی ۔اے کاش! ایک وقت ہوگا جب میری امت کے دو گروہ ہو جائیں گے۔ ایک گروہ اللہ کی راہ میں گردنیں کٹائے گا اور ایک گروہ غیر اللہ کی راہ کے لئے کام کرے گا۔

(۳۸) جب تم میں دو غفلتیں عام ہو جائیں گی۔ایک جہالت کی غفلت اور دوسری زندگی سے محبت کی غفلت (اس وقت) تم اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ کیونکہ اس زمانے میں ظاہری اور باطنی طور پر کتاب اللہ کو تھامنے والے اسی طرح ہوں گے جس طرح مہاجرین وانصار میں سے۔سابقون الاولون۔

(۳۹) (قرب قیامت کا زمانہ) فتنہ وفساد کا زمانہ ہوگا جس میں انسان کو اپنے دوست پر بھی اعتماد نہیں ہوگا۔

(۴۰) رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک سفید رنگت والے صحابی نے کہا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ کوئی ملت باقی نہیں ہوگی مگر اس کا تم سے حصہ ہوگا میں نے کہا وہ اسلام سے نکلنے میں جلدی کریں گے۔ کہا یہ تمہاری نمازیں پڑھیں گے، تمہاری مجلسوں میں بیٹھیں گے وہ تمہاری جماعت میں تمہارے ساتھ ہوں گے ہر ملت ہی ان کا حصہ ہوگا۔ میں نے کہا اللہ کی قسم ہر ملت میں سے ان کا حصہ ہوگا مگر اسلام سے ان کا اس میں سے صرف ان کا حصہ ہوگا جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے وہ کتنے ہی تقویٰ سے ہوں گے۔

(۴۱) قرب قیامت کی علامت یہ بھی ہے کہ معزز اور شرفاء ذلیل سمجھے جائیں گے زبان سے باتیں زیادہ ہوں گی اور عمل کم۔

(۴۲) جب مرد عورتوں کی مشابہت اور عورتیں مردوں کی مشابہت کریں گی وہ وقت قیامت کے بہت قریب ہوگا۔

اگر غور کیا جائے تو بیان کردہ احادیث میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جو اس وقت پوری نہ ہو چکی ہو۔ سرکار ﷺ نے جس طرح یہ نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔کوئی شخص ظاہری آنکھوں سے دیکھ کر بھی اس طرح بیان نہیں کر سکتا۔

یہ علم خداوندی ہے جس میں سے محمد عربی ﷺ کو حصہ وافر ملا ہے۔آپ ﷺ نے جو مناسب سمجھا بیان فرما دیا اور جو آپ نے بیان فرمایا وہ پورا ہو چکا ہے۔یہ احادیث اس بات پر مکمل گواہی دے

رہی ہیں کہ جانِ عالم محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔حق کو دیکھ کر اسکی اتباع نہ کرنے والا حاسد متکبر اور شیطان ہی اسمیں شک کرسکتا ہے۔

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے والی یہ وہ پیشین گوئیاں ہیں۔جو ظہور پذیر ہو چکی ہیں۔کچھ ایسی بھی ہیں جن کے ظہور کا وقت ابھی نہیں آیا۔

تین پیشین گوئیاں ایسی ہیں جن میں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سابقہ آسمانی کتب میں اتفاق پایا جارہا ہے۔یہ اتفاق اس بات کی بھی دلیل ہے کہ سابقہ آسمانی کتب میں بعض مقامات ایسے بھی ہیں۔جن میں ابھی تک تحریف نہیں ہوئی۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امی ہیں اور امی ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ وحی ربانی پر شاہد عادل ہے۔

تین مشترکہ پیشین گوئیاں حسب ذیل ہیں۔

(۱) یاجوج ماجوج کے بارے میں اطلاع۔

(۲) خروج دجال کے بارے میں اطلاع۔

(۳) اور عیسیٰ ابن مریم کا نزول اور ان کے ہاتھوں دجال کا قتل۔

ثمرات

ہر دعوت کے اپنے اپنے مقاصد اور اہداف ہوتے ہیں۔دعوتوں میں اختلاف نتائج اور ثمرات میں اختلاف کا آئینہ دار ہوتا ہے۔انبیاء و رسل علیہم السلام کی دعوت دیگر بشری دعوتوں سے مختلف ہوتی ہے۔بعض دعوات کا ہدف حیوانی اور شہوانی لذات ہوتی ہیں۔جبکہ انبیاء و رسل علیہم السلام غیر معقول خواہشات کی جانب سے ضبط نفس کی دعوت دیتے ہیں۔

دیگر دعوات میں نیکی اور بھلائی کے بارے میں سختی کا وہ معیار نہیں ہوتا جو دعوت انبیاء کا خاصہ ہے۔اور اگر دوسروں کی دعوت میں محاسن اخلاق پر زور دیا گیا ہو تو دعوت انبیاء میں بدرجہ اتم اخلاق کریمانہ پر کاربند ہونے کا درس ہوگا۔

ہمارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ فطرت انسانی خیر و شر کو محسوس بھی کرتی رہتی ہے۔اور اچھی دعوت سے اچھا نتیجہ حاصل کرنے کی جستجو میں لگی رہتی ہے۔جس طرح ہر شخص اچھے پھل کا اچھا ذائقہ اور برے پھل کا برا ذائقہ محسوس کرلیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ فطرت انسانی میں بصیرت کی ایک ایسی حس ہوتی ہے جس کی وجہ سے انسان سچے اور جھوٹے دعویدار (نبوت) کی دعوت میں تمیز کرسکتا ہے۔کتب سماوی میں اس مفہوم کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّشْكُرُوْنَ۠ (الاعراف)

''اور جو سرزمین عمدہ زرخیز ہے (کثرت سے) نکلتی ہے۔اس کی پیداوار اپنے رب کے حکم سے اور جو خراب ہے نہیں نکلتی اس سے (پیداوار) مگر قلیل گھٹیا۔اسی طرح ہم مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں (اپنی) نشانیاں اس قوم کے لئے جو شکر گزار ہے''۔

انجیل یوحنا کا بیان ہے۔

نبوت کے جھوٹے دعویداروں سے بچ کر رہنا وہ تمہارے پاس بکری کے بچوں کا لباس پہن کر آتے ہیں۔حالانکہ ان کے باطن میں خون خوار بھیڑیئے چھپے ہوتے ہیں۔تم ان کے نتائج (ثمرات) سے انہیں پہچان سکتے ہو۔کبھی کانٹے دار درخت سے انگور اور انجیر بھی اترتے دیکھے ہیں؟

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ (الفتح:29)

''(جان عالم) محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ (سعادت مند) جو آپ کے ساتھی ہیں کفار کے مقابلے میں بہادر اور طاقتور ہیں۔آپس میں بڑے رحمدل ہیں۔تو دیکھتا ہے انہیں کبھی رکوع کرتے ہوئے اور کبھی سجدہ کرتے ہوئے طلبگار ہیں اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے (ان کے ایمان وعبادات) کی علامت ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے نمایاں ہے۔ یہ ان کے اوصاف تورات میں (مذکور) ہیں۔نیز ان کی صفات انجیل میں بھی (مرقوم) ہیں۔(یہ صحابہ) ایک کھیت کی مانند ہیں جس نے نکالا اپنا پٹھا پھر تقویت دی اس کو وہ مضبوط ہوگیا۔پھر سیدھا کھڑا ہوگیا اپنے تنے پر (اس کا جوبن) خوش کر رہا ہے بونے والوں کو تاکہ (آتش) غیظ میں جلتے رہیں انہیں دیکھ کر کفار۔

اللہ نے وعدہ فرمایا ہے جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے مغفرت کا اور اجر عظیم کا۔

انجیل متی میں حضرت عیسیٰ کی زبان سے یوں کہا جا رہا ہے۔

ان نے ان کے لئے ایک اور مثال بیان کی ملکوت سموات کی مثال رائی کے دانے کی طرح ہے۔

جسے انسان نے لیا اور اپنے کھیت میں کاشت کر دیا (اگر چہ) یہ تمام بیجوں میں سب سے چھوٹا ہے لیکن بڑھ کر بہت بڑا درخت بن جاتا ہے۔ یہاں تک کہ آسمان سے پرندے آ کر اس کی ٹہنیوں میں آشیاں بند ہو جاتے ہیں۔

نبی اپنے اثرات سے ہی پہچان لیا جاتا ہے۔ اس فصل میں ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کی دعوت) کے ثمرات ثابت کر رہے ہیں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

آیئے ان مبارک، معطر اور پاکیزہ ثمرات کا جائزہ لیتے ہیں۔

توحید

ہندوستان میں اس وقت ۲۰۰ ملین گائیں ہیں۔ ہندو لوگ گائے کو مقدس سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک گائے کا ذبح کرنا حرام ہے۔ وہ ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ بلکہ پوری ہندو قوم ان کی خدمت کے لئے وقف ہے۔ اس مخلوق کے لئے کتنی چراہ گاہوں اور کتنے چارے کی ضرورت ہوتی ہوگی؟ کتنے وسائل ان پر خرچ ہو جاتے ہیں؟ مزید یہ کہ گائے کو اس معاشرے پر مکمل غلبہ حاصل ہے۔ سڑک پر چلتے چلتے اگر گائے کھڑی ہوگئی ہے تو اس کے پیچھے گاڑیوں کو بھی رکنا پڑے گا۔ اس کو کوئی نہیں ہٹاتا جب یہ خود ہٹتی ہے تو دوسرے بھی چلتے ہیں۔ جہاں چاہے گوبر کرے جہاں چاہے پیشاب کرے۔ سامنے آنے والے اموال کو جس طرح چاہے خراب کر دے کوئی اس کا راستہ روکنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ اگر اہل ہند گائے کی اس جمعیت سے فائدہ اٹھائیں تو ان کے بہت سارے (معاشی) مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ مزید یہ کہ حیوانات کے اس گروہ کا اپنے سے کئی گنا زیادہ آبادی پر غلبہ بھی ختم ہو جائے۔ شرک کی صورتوں میں سے ایک یہ بھی صورت ہے، جس نے انسانیت کو گائے کا غلام بنا رکھا ہے۔

مصر میں اہرام موجود ہیں جن کے پتھر بہت زیادہ بھاری ہیں۔ جنہیں دور دراز سے اٹھا کر لایا گیا تھا۔ ان اہرامات کی تعمیر میں ہزاروں دماغ اور ہزاروں ہاتھ تھکاوٹ کا شکار ہوئے لیکن! کس مقصد کے لئے صرف اس لئے کہ ایک فرعون کی قبر بن سکے جسے وہ خدا مانتے تھے۔

اس شرکیہ رسم کو نبھانے کے لئے بے پناہ مال خرچ ہوا اور بے حساب انسان تھکاوٹ کی بھینٹ چڑھ گئے۔

انسانیت کا ایک گروہ فرد واحد کے لئے کیسی ذلت کا شکار ہے؟

پوری دنیا میں تقریباً ۱۳ ملین اسماعیلی ہیں۔ جو ایک شخص کو خدا کی طرح ''الٰہ'' مانتے ہیں۔ ہر سال اسے اپنے مال کا خمس پیش کرتے ہیں۔ اسے ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ کر دوسرے پلڑے میں سونا رکھ کر اسے تولتے ہیں اور پھر وہ سونا اسے بطور تحفہ پیش کر دیتے ہیں۔ ہر سال ایسا ہوتا ہے۔ ۱۳ ملین

انسانوں کو ایک شخص الوہیت کے نام پر یوں جکڑے ہوئے ہے۔ عوام محنت کرتے ہیں۔ وہ شخص وصول کرتا ہے۔ اپنے خزانے بھر کر اپنی مرضی سے خرچ کرتا ہے۔ جس کا فسق بھی ظاہر ہے۔ اس کے اخراجات کی مدات پر بھی کوئی قید نہیں۔ شرک کے مظاہر میں سے یہ بھی ایک مظہر ہے۔

(ایک وہ زمانہ تھا جب پوری دنیا میں بت پرستی کا رواج عام تھا) روما ن، یونان، ہند، چین، جاپان اور عرب۔ افریقی قومیں اس کے علاوہ ہیں۔ یہ بت پرستی کیا ہے؟ ملاحظہ کیجئے اور یہ رواج آج بھی عام ہے۔

ا۔ اہل عرب

(۱) امام بخاری نے حضرت ابورجاء العطاردی کی روایت ذکر کی ہے۔ ان کا بیان ہے ہم پتھروں کی عبادت کرتے تھے۔ جب پہلے پتھر سے کوئی اچھا پتھر مل جاتا ہم اسے پھینک دیتے اور دوسرے پتھر کی عبادت شروع کر دیتے۔ جب کوئی پتھر نہ ملتا تو مٹی کی ڈھیری بناتے اور اس پر بکری کی دھاریں مارتے اور اس کا طواف شروع کر دیتے۔

(۲) کلبی کا فرمان ہے۔ (پرانے زمانے میں اگر) کوئی شخص سفر پر جاتا کسی جگہ قیام کرتا وہاں سے چار پتھر چن لیتا ان میں سے جو خوبصورت ہوتا اس کو اپنا رب مان لیتا اور باقی تین کو اپنی ہانڈی پکانے کے لئے ہانڈی کے نیچے رکھ لیتا۔ جب کوچ کا ارادہ کرتا تو ان کو وہیں چھوڑ کر چلا جاتا۔

(۳) صاعد نے کتاب الامم میں لکھا ہے۔ (قبیلہ) حمیر سورج کی عبادت کرتا تھا۔ بنو کنانہ چاند کی بنو تمیم دبران کی بنو لخم اور بنو جزام مشتری کی بنو طے سہیل (ستارے) کی قیس الشعری عبور کی اور بنو اسد عطارد کی پوجا کیا کرتے تھے۔

(۴) کلبی کا بیان ہے۔ اہل مکہ کے ہر گھر میں اپنا اپنا بت ہوتا تھا جس کی وہ عبادت کرتے تھے۔ جب کوئی سفر پر جانے لگتا تو گھر سے نکلتے وقت اس کا آخری کام یہ ہوتا کہ وہ اپنے بت کو چھو کر نکلتا اور جب واپس آتا تو سب سے پہلے اپنے بت کو مس کرتا۔

(۵) عرب کے ہر قبیلہ کا اپنا اپنا بت ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ صرف کعبہ شریف میں ۳۶۰ بت تھے۔

(۶) حضرت سعید بن جبیر "الازلام" کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اہل عرب جب کہیں آنے جانے کا ارادہ کرتے ایک تختی پر لکھتے امرنی ربی (مجھے میرے رب نے یہ کام کرنے کا حکم دیا ہے) دوسری پر لکھتے نہانی ربی (مجھے میرے رب نے اس کام سے روکا ہے)۔ پھر قرعہ نکالتے جو کچھ نکل آتا اس پر عمل کرتے۔

ب۔ ہندو قوم اور شرک

ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں۔ چھٹی صدی میں ہندوستان میں بت پرستی یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ وید میں ۳۳ خداؤں کا ذکر ملتا ہے۔ جبکہ اس صدی میں یہ تعداد ۳۳۰ ملین تک پہنچ گئی۔ اب ہر چیز میں دلکشی اور جدت پیدا ہوتی جارہی ہے۔ کائنات کی ہر خوبصورت چیز کو خدا مانا جارہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دیوتاؤں اور دیویوں کی تعداد حد، شمار سے بڑھ چکی ہے۔ کسی جگہ پر تاریخی شخصیات کو ''الہ'' مانا جارہا ہے۔ کہیں پہاڑوں کو اپنے خداؤں کی جلوہ گاہ تسلیم کیا جارہا ہے۔ کہیں سونے چاندی میں معبود کی جھلک نظر آرہی ہے۔ کہیں دریا کے کنارے ''مہادیو'' کے سر سے ربوبیت کے ظہور کا عقیدہ عام ہورہا ہے۔ کہیں جنگی ہتھیار، آلات کتابت، آلات تناسل حیوانات، اور اجرام فلکی صنم بن رہے ہیں۔ خرافات اور بیہودہ کلام عقائد اور عبادت کا روپ دھار چکے ہیں۔ جنہیں نہ اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے نہ عقل سلیم۔

(ج) کچھ بادشاہ آگ اور گھوڑے کو اپنا خدا مانتے تھے۔ جاپانی لوگ اپنے بادشاہ کو سورج کا بیٹا سمجھ کر عبادت کرتے تھے۔ اہل یونان کے لئے بارش کا خدا، محبت کے خدا کے علاوہ تھا اور جنگ کے لئے ان کا خدا دوسرے خداؤں کے علاوہ تھا۔

ان بت پرستیوں کا نتیجہ کیا تھا؟

انسان اپنے آپ کو پتھر سے کم خیال کرتا تھا۔ انسان خود کو سورج سے گھٹیا اور حیوانات سے فروتر کرتا تھا۔ تمام مظاہر فطرت سے گرا ہوا بلکہ ان کو اپنا آقا اور خود کو ان کا غلام سمجھتا تھا۔ انسان مکمل طور پر ان چیزوں کا محکوم بن چکا تھا۔

عیسائیوں نے کہا حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں۔ انہوں نے رب کو باپ بنا ڈالا حالانکہ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کے گمان سے زیادہ بلند شان والا ہے۔

نصرانی حضرت مسیح کو معبود سمجھنے لگے۔ ہندوؤں نے اپنے لئے علیحدہ خدا بنالیا۔ پھر ان خداؤں کے مجسمے اور مورتیاں بنا کر انہیں پوجنا شروع کردیا۔ صنم پرستی کے اس دین میں دو اعتبار سے شرک ظاہر ہوگیا۔ ایک اصنام کی عبادت دوسرا انسان کی عبادت۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نصرانیوں نے حضرت مسیح کے بعد پوپ کو ان کا نائب بنادیا۔ پوپ کے احکام پر اسی طرح عمل کرنے لگے جس طرح حضرت مسیح کے احکام ونواہی پر عمل کرتے تھے۔ اس طرح ایک مقدس الہامی دین پر پاپائیت کی (خود ساختہ) مہر لگا دی۔ حلت وحرمت اور تحریف وگمراہی کے فیصلے پوپ کی مرضی سے ہونے لگے۔ جس سے عقل سلیم پر گناہ اور بیہودگی کے پردے پڑنے لگے۔ ناحق قتل ہونے لگے اور شخصی آزادی چھن گئی۔ ایسے واقعات

پر تاریخ گواہ ہے۔

☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆

زمانہ قدیم میں لوگوں نے الحاد کیا تھا اس دور میں بھی کچھ لوگ ملحد ہیں۔

الحاد سے کیا مراد ہے؟

الحاد وانحراف اور انوار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الحاد کا مطلب ہے۔ اجزاء کائنات کی بجائے تمام مظاہر کائنات کی عبادت کائنات کو معبود سمجھنا اور کہنا کہ رزق، زندگی اور موت کا نظام خود بخود چل رہا ہے۔ اس کائنات میں ہر شے بذات خود متصرف اور عامل ہے۔ جن کے نتیجے میں اثرات خود بخود مرتب ہو رہے ہیں۔ چونکہ انسان اس کائنات کے مظاہر میں مظہر اعظم ہے۔ اس لئے انہوں نے انسان کی عبادت شروع کر دی۔ وہ انسان کو شریعت، حاکمیت اور امر ونہی کا سرچشمہ تصور کرنے لگے۔ ان کا گمان تھا کہ انسان آزاد ہے۔ اس کی مرضی پر منحصر ہے چاہے کوئی کام کرے چاہے ترک کرے۔ اس نظریئے کی وجہ سے شہوات نے ان پر غلبہ حاصل کر لیا۔ جسکی وجہ سے ظلم کی بنیاد پڑ گئی۔ ہر شخص اپنے نفس کو خدا سمجھنے لگ گیا اجتماعیت کا پرچار کرنے والوں نے (ایک قدم آگے رکھا اور) سارے معاشرے کو خدا سمجھنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ سوویت یونین کے نمائندوں نے سٹالن کے دور میں ۱۹ ملین افراد کو (نفسانی خدا کے حکم) پر قتل کر ڈالا۔

پس یہ الحاد شرک کی نئی صورت ہے جس میں جزئیت کی بجائے کلیت پیش نظر ہوتی ہے۔ یہ شرک غلافوں میں لپٹا ہوا ہے۔

☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆

(پیکر حسن وزیبائی) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی الٰہی کے ذریعے اپنی بعثت کے روز اول سے قیامت تک انسانیت کو صحیح مقام سے آگاہ کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(ا) ساری کائنات سورج، چاند، ستارے، زمین، حیوانات، گائے، شیر، چیتا اور پھر زمین سے اگنے والی تمام اشیاء سارے پتھر، سب معدنیات، ساری کی ساری انسان کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ انسان ان تمام اشیاء سے مکرم و محترم ہے اور ان کا آقا و مخدوم ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (البقرة:29)

"وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لئے جو کچھ ہے زمین میں سارے کا سارا"۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ؕ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۲۰﴾ (لقمان)

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے مسخر کر دیا ہے تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے''۔

زمین اور اس کی نباتات اور چاند اور مریخ سے فائدہ اٹھانا انسان کا حق ہے۔ ساری کائنات انسان کے لئے مسخر ہے۔ اور انسان سب سے مکرم ہے۔

ولقد کرّمنا بنی آدم.

''اور تحقیق ہم نے اولاد آدم کو عزت والا بنایا''۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی بتایا کہ اللہ تعالیٰ انسان سمیت ساری کائنات کا خالق ہے۔ فقط وہی عبادت کے لائق ہے۔ ہر کمال سے متصف اور ہر نقص سے پاک ہے۔ انسان صرف اسی کا بندہ ہے۔

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ (الذاریات)

''اور نہیں پیدا فرمایا میں نے جن وانس کو مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں''۔

سارے انسان اللہ کے بندے ہیں رسول بھی نبی بھی۔ بادشاہ وغلام اور چھوٹے بڑے کسی کو بھی غیر اللہ کی عبادت کا حق نہیں۔

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾ (الانبیاء)

''اسمٰعیل، ادریس اور ذوالکفل علیہ السلام کو اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول مگر یہ کہ ہم نے وحی بھیجی اس کی طرف بلاشبہ کہ نہیں ہے کوئی خدا بجز میرے پس میری عبادت کرو''۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ (آل عمران)

''نہیں ہے مناسب کسی انسان کے لئے (جب) عطا فرمادے اللہ تعالیٰ کتاب اور حکومت اور نبوت تو پھر وہ کہنے لگے لوگوں سے کہ بن جاؤ میرے بندے اللہ کو چھوڑ کر (وہ تو یہ کہے گا کہ) بن جاؤ اللہ والے اس لئے کہ تم دوسروں کو تعلیم دیتے رہتے تھے کتاب کی

اور بوجہ اس کے کہ تم خود بھی اسے پڑھتے تھے"۔

(اے پیکر رعنائی وزیبائی!) آپ فرمائیے کہ میں بشر ہی ہوں تمہاری طرح وحی کی جاتی ہے میری طرف کہ تمہارا خدا صرف اللہ وحدہ ہے۔ پس جو شخص امید رکھتا ہے اپنے رب سے ملنے کی تو اسے چاہئیے کہ وہ نیک عمل کرے اور نہ شریک کرے اپنے رب کی عبادت میں کسی کو۔(سورۃ الکہف۔آیت ۱۱۰)

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں کوئی پتھر ہو یا چاند، فرد واحد ہو یا ساری کائنات، یا مجلس شوریٰ کسی کو بھی اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام اور حرام کی ہوئی چیز کو حلال کرنے کا اختیار نہیں۔

ساری کائنات انسان کے لئے ہے اور انسان اللہ رب العزت کے لئے ہے۔ انسان تمام کائنات کا مخدوم ہے۔ لیکن عبادت فقط ایک اللہ کے لئے ہے۔

رحمت عالم محمد عربی ﷺ نے ایک اشارے سے انسانیت کو ذلت کی اتھاہ گہرائیوں سے عزت و عظمت کی بلندیوں پر فائز فرمادیا۔ تعلیمات محمدی ﷺ کا یہ پہلا ثمر ہے بلکہ ہر نبی کی دعوت کا ثمر اولین یہی ہے۔ لیکن انسان منحرف ہو جاتا ہے۔

موجودہ تورات میں اب بھی لکھا ہوا ہے۔

اگر کوئی نبی یا الہام کا دعوی کرنے والا اب بھی خواب میں غیر اللہ کی عبادت کی دعوت دے تو ایسے داعی کو قتل کر دیا جائے گا۔ اگرچہ اس کے ہاتھ پر بڑے بڑے معجزات ظاہر ہو چکے ہوں۔(باب۔ ۱۳)

اگر کسی شخص کے بارے میں غیر اللہ کی عبادت ثابت ہو جائے اسے فوراً رجم کر دیا جائے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔(تورات سفر استثناء باب ۱۷)

موجودہ انجیل میں مرقوم ہے۔

حیات ابدی یہ ہے کہ لوگ تجھے معبود حقیقی سمجھیں۔(انجیل یوحنا۔باب ۱۷ اج ۳)

انجیل مرقس کے باب دوم میں ہے۔

ان میں سے ایک آیا جب اس نے دیکھا کہ وہ سوال کرنے والوں کا اچھی طرح جواب دے رہے ہیں۔ اس نے پوچھا سب سے اہم وصیت کیا ہے؟

حضرت یسوع مسیح نے جواب دیا تمام وصیتوں سے پہلی وصیت یہ ہے۔ کہ ہمارا رب عبادت کے لائق ہے وہ فقط ایک ہے۔

انسان اور کائنات کے بارے میں اسی نظریئے کی بنا پر انسان نے تجربہ اور مشاہدہ کے ذریعے تسخیر کائنات کے راز کو پالیا ہے۔ مغربی تہذیب آج ترقی کے جس موڑ پر ہے اس کا راز انہوں نے اسلامی تہذیب سے سیکھا ہے۔ یورپ میں علم و تحقیق اور تجربہ گاہیں اہل اسلام کا فیضان ہیں۔ کیونکہ اہل کلیسا تو

اپنے قوانین سے انحراف کرنے والے ہر شخص کو تلوار تانے کھڑے تھے۔

بریفالٹ اپنی کتاب ''بناء الانسانیۃ'' میں کہتا ہے۔یورپ نے جتنے شعبوں میں ترقی کی ہے۔ہر شعبے پر اسلامی تہذیب کا احسان بھی ہے اور گہری تاثیر بھی۔

ایک اور جگہ پر وہ لکھتا ہے۔'' حیات بخش طبعی علوم جن میں عربوں کی عظمت مسلم ہے۔ان علوم نے یورپ کی مردہ تہذیب پر جان ڈال دی۔ایسا تب ہی ہوا جب اسلامی تہذیب نے اپنی روشن کرنیں یورپ کے تاریک وجود پر منعکس کیں۔''

لیکن افسوس! یورپ نے انوار محمدی ﷺ سے کچھ حصے کو اپنایا اگر سارے کے سارے اس نور ہدایت کو اپنا لیتے تو دونوں جہانوں میں کامیاب ہو جاتے۔

جلوہ ہائے مصطفوی ﷺ کا یہ نور ہے جس سے انسان نے اپنے صحیح مقام کو پالیا۔ اگر حضور ﷺ اللہ کے سچے رسول نہ ہوتے تو آپ کی دعوت کے فیضان میں یہ اتمام و کمال نہ ہوتا۔آپ ﷺ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ انسانیت انحراف سے استقامت کی منزل پر پہنچ جائے۔

روز آخرت، بشارت، نجات کی طلب اور انسان کی کاوش کا محور

حضرت ایوب کے بارے میں مرقوم ہے۔اور حضرت ایوب بہت زیادہ بوڑھے ہو کر فوت ہوئے۔انہیں اللہ تعالیٰ ایک بار پھر زندہ فرمائے گا کچھ لوگوں کے ساتھ۔

انجیل مرقس کے باب نمبر ۱۳ میں فقرہ نمبر ۳۲ اس طرح ہے۔

آج کا دن اور آنے والی گھڑی دونوں کو کوئی نہیں جانتا۔آسمانی ملائکہ بھی نہیں اور بیٹا (مراد ہے حضرت عیسیٰ) بھی نہیں۔سوائے باپ (مراد ہے اللہ تعالیٰ) کے۔

(مصنف کا فرمان ہے) اللہ تعالیٰ باپ اور بیٹا ہونے سے پاک ہے۔ہم نے انجیل کی عبارت من وعن ذکر کی ہے۔تاکہ عہد قدیم اور جدید میں قیامت کے ذکر کی وضاحت کی جا سکے۔

انجیل متی کے باب نمبر ۱۹ میں ہے۔

''ان میں سے ایک کھڑا ہوا اور کہا اے صالح استاد! ابدی زندگی کے لئے کون سا عمل بہتر ہے۔''

(اس کا مطلب ہے) تمام انبیاء و رسل علیہم السلام اس لئے مبعوث کئے گئے تھے کہ وہ صالحین کو پاکیزہ ابدی زندگی اور برے لوگوں کو ابدی عذاب سے آگاہ فرمائیں۔

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿النساء﴾

"(بھیجے ہم نے یہ سارے) رسول خوش خبری دینے کے لئے اور ڈرانے کے لئے تا کہ نہ رہے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی عذر رسولوں کے (آنے کے بعد) اور اللہ تعالیٰ غالب ہے۔ حکمت والا ہے۔ (کوئی تسلیم نہ کرے اس کی مرضی)"۔

نبی رحمت ﷺ کی دعوت کے ثمرات یوں ظاہر ہوئے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بشریت کے ایک گروہ کو اس طرح تیار کیا کہ ان کی ساری کاوشیں رضاء الٰہی کے حصول میں صرف ہونے لگیں۔

تاریخ عالم اصحاب رسول ﷺ کی طلب آخرت سے خوب واقف ہے۔ (اس تربیت کا کمال یہ ہے کہ) آخرت کی توجہ کے ساتھ ساتھ دنیوی زندگی کا کوئی پہلو تشنہ تکمیل نہیں رہتا۔ دنیوی اصلاح کے باوجود وہ دنیا سے ایک مسافر کی طرح گزرے۔ نمونے کے طور پر چند ایک مثالیں ملاحظہ کیجئے۔

صحابہ کرام کا زہد و تقویٰ

(۱) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں مجھے جناب حضرت عمر بن خطاب نے بیان فرمایا۔ کہ میں ایک دن حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ ﷺ ایک چٹائی پر تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ تہہ بند باندھے ہوئے تھے۔ چٹائی کے نشانات آپ ﷺ کے بدن مبارک پر نظر آرہے تھے۔ کوئی ایک صاع جو اور ایک چمڑا رنگنے والے درخت کے پتے اور ایک چمڑے کا ٹکڑا لٹکا ہوا تھا۔

(یہ دیکھ کر) میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے۔ سرکار ﷺ نے فرمایا اے ابن خطاب کیوں رو رہے ہو؟ میں نے عرض کیا حضور ﷺ میں کیسے چپ رہوں؟ آپ ﷺ کے گھر کے سامان کا یہ حال ہے اور اس چٹائی کے نشانات آپ کے جسم مبارک پر نظر آرہے ہیں۔ حالانکہ آپ ﷺ اللہ کے نبی اور پسندیدہ رسول ہیں۔ ادھر قیصر و کسریٰ ہیں کہ ان کے ہاں پھلوں اور نہروں کی فراوانی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: کیا آپ اس بات پر خوش نہیں کہ آخرت ہمارے لئے ہو اور دنیا ان کے لئے ہو۔

اسے امام احمد نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(۲) حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں جب حضرت ابوبکر کا وصال ہوا اس وقت آپ کے گھر کوئی درہم یا دینار نہیں تھا۔ آپ کے پاس جتنا مال تھا سب بیت المال میں جمع کرا دیا۔ (امام احمد)

(۳) حضرت عمر کے بارے میں حضرت حسن بصری کا یہ قول ملاحظہ کیجئے۔ جسے ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔ اصحاب رسول ﷺ نے کہا اس شخص کے زہد کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ ان کا

موجودہ حلیہ بھی قابل غور ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر قیصر وکسری کے ملک فتح کرائے ہیں۔ مشرق ومغرب میں ان کی حکومت پھیل چکی ہے۔ عرب وعجم کے وفود ان کے پاس آتے ہیں۔ جبکہ ان کے بدن پر یہ جبہ ہے جس پر بارہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔ انصار ومہاجرین میں سے ''سابقون الاولون'' اگر ان کو یہ جبہ بدلنے کے لئے گزارش کریں شاید یہ ان کی بات مان لیں۔ تاکہ ان کی شخصیت کا رعب مزید بڑھ جائے۔ اور حضرت عمر اپنی خوراک میں بھی اضافہ کرلیں اور تھوڑا آرام بھی کیا کریں۔

سب حاضرین نے کہا حضرت علی ابن ابی طالب کے سوا یہ بات اور کوئی نہیں کرسکتا یا آپ کی صاجزادی حضرت حفصہ یہ بات کرسکتی ہیں۔ کیونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہونے کی وجہ سے آپ کے نزدیک بہت زیادہ قابل احترام ہیں۔

لوگوں نے حضرت علی سے بات کی۔ آپ نے فرمایا میں تو ایسا نہیں کروں گا۔ البتہ تم ازواج مطہرات میں سے کسی کے ساتھ بات کرو۔

صحابہ کرام نے حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ سے بات کی۔ حضرت عائشہ نے فرمایا میں بات کرتی ہوں۔ جبکہ حضرت حفصہ نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ آپ ہماری بات نہیں مانیں گے۔

دونوں نے اجازت لی اور آپ کے پاس پہنچیں۔ حضرت عائشہ نے بات کی اجازت لی۔ آپ نے فرمایا: اے ام المومنین بات کیجئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی رضاء کے مطابق زندگی گزار گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کی طرف توجہ دی اور نہ دنیا کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آنے کی ہمت ہوئی۔ حضرت ابوبکر بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے رہے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کیا مرتدین کا قتل کیا۔ جھوٹوں کو شکست دی۔ آپ نے اپنی رعایا میں عدل قائم فرمایا۔ سب کے حقوق برابر تقسیم کیے اور اپنے رب کو راضی کرلیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت اور رضا کی طرف بلایا۔ اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملا دیا۔ وہ بھی رفیق اعلیٰ کے پاس پہنچ گئے۔ نہ دنیا ان کی طرف اور نہ وہ دنیا کی طرف متوجہ ہوئے۔

اب اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر قیصر وکسری کے ممالک اور خزانے فتح کرا دیئے ہیں۔ ان کے مال آپ کے قدموں میں آگئے اور مشرق ومغرب کے کنارے ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے۔ (یعنی بہت زیادہ فتوحات سے ملکوں کی سرحدیں ملنے لگیں) اللہ تعالیٰ سے مزید فتوحات کی توقع ہے عجم کے سفیر اور عرب کے وفود آپ کے پاس آتے ہیں۔ حالانکہ آپ نے بارہ پیوندوں والا جبہ پہن رکھا ہے۔ اگر آپ کوئی اچھا سا لباس پہن لیں اور صبح وشام اچھی خوراک شروع کرلیں تو کیا ہی اچھا ہو۔

یہ سن کر حضرت عمر پر سخت گریہ طاری ہو گیا۔ آپ نے فرمایا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ بتائیں کیا رسول اللہ ﷺ نے گندم کی روٹی دس دن پانچ دن یا تین دن صبح و شام پیٹ بھر کر کھائی ہو؟ آپ نے فرمایا نہیں۔

آپ نے پھر پوچھا کبھی آپ نے دیکھا ہو کہ آپ ﷺ نے زمین سے ایک بالشت اونچے دستر خوان پر کھانا کھایا ہو۔ دونوں ازواج مطہرات نے کہا نہیں۔

آپ نے فرمایا تم دونوں حضور ﷺ کی ازواج اور مومنوں کی مائیں ہو۔ تمہارا تمام مومنوں اور بالخصوص مجھ پر زیادہ حق ہے۔ لیکن تم مجھے دنیا میں دلچسپی لینے کا کہہ رہی ہو۔ میں جانتا ہوں حضور ﷺ نے اون کا جبہ پہنا اور اس کی سختی کی وجہ سے کبھی جلد کو کھجایا ہو دونوں نے کہا ہاں۔

حضرت عمر نے فرمایا آپ کو علم ہے حضور ﷺ دوہری کی ہوئی چادر پر کبھی سوئے ہوں؟ اے عائشہ! آپ کے گھر ایک چادر ہوتی تھی۔ جو دن کے وقت چٹائی اور رات کے وقت بستر کا کام دیتی تھی۔ ہم آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوتے تو چٹائی کے اثرات آپ ﷺ کے بدن مبارک پر نظر آتے تھے۔ اے حفصہ! تم نے ہی مجھے بتایا تھا کہ ایک رات میں نے حضور ﷺ کے بستر کو دوہرا کر دیا تو آپ ﷺ صبح کی اذان تک جاگ نہ سکے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اے حفصہ! آج آپ نے میرا بستر دوہرا کر دیا تھا جس کی وجہ سے مجھے زیادہ نیند آئی ہے۔ میرا دنیا کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اے حفصہ! نرم بستروں میں مشغول ہونا مجھے زیبا نہیں۔

کیا تمہیں معلوم نہیں رسول اللہ ﷺ مغفور من اللہ تھے۔ لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ بھوک کی حالت میں شام کرتے اور حالت سجدہ میں سو جاتے۔ آپ ﷺ تادم آخر شب و روز رکوع و سجود اور گریہ وزاری میں مصروف رہتے تھے۔ عمر کبھی اچھا کھانا نہیں کھائے گا، اچھا لباس نہیں پہنے گا، اپنے دستر خوان پر نمک اور زیتوں کے سوا دو سالن نہیں جمع کرے گا۔ ہر مہینے اتنا ہی گوشت کھائے گا جتنا عمر کی رعایا کو حاصل ہو گا۔ عمر کے لئے اپنے دوستوں ساتھیوں (رسول پاک ﷺ اور صدیق اکبر) کا نمونہ ہی کافی ہے۔ اسی طرز عمل پر آپ آخر تک قائم رہے۔ دونوں ازواج مطہرات نے آپ کی گفتگو صحابہ کو بتا دی۔

(۴) (راوی کا بیان ہے) حضرت عثمان کو میں نے مسجد میں قیلولہ کرتے ہوئے دیکھا۔ حالانکہ آپ اس وقت خلیفہ تھے۔ آپ جب بیدار ہوئے تو اس وقت چٹائی کے نشانات جسم مبارک پر نظر آئے۔ لوگ کہتے یہ ہیں امیر المومنین۔ یہ امیر المومنین ہیں۔

شرجیل بن مسلم فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان لوگوں کو بڑا پر تکلف کھانا کھلاتے اور خود سر کے اور

زیتون کے ساتھ کھانا کھاتے۔

(۵) ابونعیم نے ''حلیہ'' میں بیان فرمایا ہے۔

بنوثقیف کا ایک شخص راوی ہے۔ اسے حضرت علی نے ایک علاقے کا والی بنایا۔ وہ فرماتے ہیں جب میں ان کے پاس حاضر ہوا ان کے دروازے پر کوئی دربان نہیں تھا۔ میں نے دیکھا آپ تشریف فرما تھے آپ کے پاس ایک پیالہ اور پانی کا ایک کوزہ پڑا تھا۔ آپ نے ایک تھیلی منگوائی۔ میں سمجھا اس میں کوئی قیمتی چیز ہوگی۔ وہ تھیلی مہر والی (سیل بند) تھی۔ آپ نے سیل کو کھولا تو اس میں ستو تھے۔ ستو نکالے اور پانی میں ڈال کر اوپر سے پانی ڈال دیا۔ خود بھی پیا اور مجھے بھی پلایا۔ مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ میں نے عرض کیا۔ یا امیر المومنین! آپ عراق جیسے زرخیز خطے میں بھی اس طرح کرتے ہیں۔ جہاں غلے کی کوئی کمی نہیں۔

آپ نے فرمایا: بخدا میں بخل کی وجہ سے ایسا نہیں کرتا بلکہ میں اتنی مقدار خرید لیتا ہوں جتنی مجھے ضرورت ہوتی ہے۔ اور پھر اسے سیل بند کر دیتا ہوں تا کہ یہ ضائع نہ ہو جائے۔ اور کوئی دوسرا غلہ اس میں نہ ڈال دیا جائے۔ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ حلال اور پاکیزہ رزق کے علاوہ کوئی چیز کھاؤں۔

(٦) حضرت عروہ سے روایت ہے۔ حضرت عمر، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ وہ اپنی سواری کا کپڑا اپنے اوپر لپیٹے ہوئے کجاوے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا: آپ دوسروں کی طرح کیوں آرام نہیں کرتے؟ انہوں نے فرمایا مجھے یہی میسر ہے۔

معمر اپنی حدیث میں بیان کرتے ہیں۔

جب حضرت عمر شام تشریف لائے وہاں لوگ آپ کے استقبال کے لئے آئے۔ آپ نے پوچھا میرا بھائی کہاں ہے؟ لوگوں نے پوچھا کون؟ آپ نے فرمایا: حضرت ابوعبیدہ لوگوں نے کہا ابھی آنے والے ہیں۔ جب ابوعبیدہ آئے تو آپ ان کے ساتھ بغلگیر ہو گئے۔ جب ابوعبیدہ کے گھر پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ ان کے گھر تلوار اور ڈھال اور کجاوے کے سوا اور کچھ نہیں۔ (ابونعیم ''حلیہ'')

(٧) ابونعیم نے ''حلیہ'' میں حضرت حسن سے روایت ذکر کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

حضرت سلمان کا وظیفہ پانچ ہزار درھم تھا آپ تقریباً تین ہزار مسلمانوں پر امیر تھے۔

آپ ایک چادر کر کے خطبہ دیا کرتے تھے۔ کبھی اس کو اوپر کر لیتے تھے۔ کبھی بستر کے طور پر استعمال کر لیتے۔ جب وظیفہ کی رقم ملتی تو صدقہ کر دیتے اور خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتے تھے۔

(٨) امام احمد نے محمد بن کعب سے روایت ذکر کی ہے۔ کہ کچھ لوگ ایک سردرات میں حضرت ابودرداء

کے پاس آئے۔آپ نے انہیں کھانا بھیج دیا۔لیکن سونے کے لئے لحاف نہ بھیجا۔ان میں سے ایک نے کہاانہوں نے کھانا تو بھیج دیا ہے لیکن لحاف سونے کے لئے نہ بھیجا۔میں ان سے بات کرتا ہوں دوسرے نے کہا نہ بات کر دکچھ فائدہ نہیں ہوگا۔اس شخص نے آ کر دیکھا کہ آپ خود گھر بیٹھے ہیں اور آپکی زوجہ نے انتہائی پرانے کپڑے پہن رکھے ہیں۔وہ شخص واپس لوٹ گیا۔آپ نے انہیں فرمایا: ہمارا ایک اور گھر ہے۔ہم عنقریب اس گھر میں منتقل ہو جائیں گے۔ہم نے اپنے بستر اور لحاف وہاں بھیج دیئے ہیں۔اگر میرے گھر میں کوئی چیز ہوتی تو میں ضرور تمہارے پاس بھیج دیتا۔ہمارے راستے میں سخت گھاٹیاں ہیں۔جہاں کم بوجھ والے زیادہ بوجھ والوں کی نسبت اچھے رہیں گے جو کچھ میں نے کہا سمجھا کہ نہ سمجھا۔اس نے کہاہاں سمجھ گیا،دوسرے گھر سے مراد دارآخرت ہے۔

(۹) حضرت حمزہ بن عبداللہ فرماتے ہیں میں اپنے باپ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص گزرا میرے باپ نے اسے کہا جو کچھ تم نے حضرت عبداللہ بن عمر سے کہا تھا مجھے بھی بتاؤ۔اس نے کہا حضرت عبداللہ مقام جرف پر تشریف فرما تھے۔میں نے انہیں عرض کیا اے ابوعبدالرحمٰن! آپکی عمر زیادہ ہو چکی ہے۔دانت گر چکے ہیں۔اب آپ کے پاس بیٹھنے والے نہ تو آپ کے شرف سے آگاہ ہیں اور نہ ہی آپ کی کماحقہ قدر کرتے ہیں۔اگر آپ اپنے گھر والوں کو حکم دیں کہ وہ آپ سے نرمی کے ساتھ پیش آئیں آپ نے فرمایا: تیرا بھلا ہو، میں نے تو گیارہ بارہ تیرہ چودہ برس سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔میرا شوق ملاقات بے صبری کی حد تک پہنچ چکا ہے۔

عمر بن شیبہ نے حضرت ابوایوب کے غلام حضرت افلح سے روایت ذکر کی ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔حضرت عمر اہل بدر کے لئے انتہائی اچھے حُلّے تیار کرواتے تھے۔آپ نے ایک حلہ حضرت معاذ بن عفرا کو بھیجا مجھے حضرت معاذ نے فرمایا اے افلح! یہ حلہ بیچ دو۔میں نے وہ حلہ پندرہ سو درہم میں بیچ دیا۔پھر آپ نے فرمایا: جاؤ ان دراہم کے غلام خرید کر لاؤ۔میں پانچ غلام خرید کر لایا۔آپ نے سب غلاموں کو آزاد کر دیا اور فرمایا میں نے لباس پر غلاموں کی آزادی کو ترجیح دی ہے۔

☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆

گزشتہ واقعات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ قوم جسے تربیت محمد عربی ﷺ نے اپنی بارگاہ میں رکھ کر تربیت کی وہ قوم آخرت کی کس قدر حریص تھی۔ان کی زندگی کا ہر عمل آخرت کے لئے ہوتا تھا۔مال اور جان ہی ایسی دو چیزیں ہیں۔جن سے کسی انسان کا ایمان پرکھا جاتا ہے،اس حیات ظاہری میں قربانی ہی عمل آخرت کی ترجمان ہے۔بارگاہ نبوت سے فیض یافتہ گروہ نے مال اور جان کی ایسی ایسی قربانیاں پیش کیں کہ تاریخ عالم ابھی تک محو حیرت ہے۔

آیئے چند ایک نشانیاں ملاحظہ کیجئے۔

(ا) حضرت طلحہ بن عبید کی زوجہ فرماتی ہیں۔ایک دن حضرت طلحہ میرے پاس تشریف لائے آپ کی طبیعت بوجھل تھی میں نے پوچھا کیا ہے۔شاید آپ ہماری وجہ سے پریشان ہیں۔آپ نے فرمایا:نہیں تم ایک بہترین مسلمان بیوی ہو۔پریشانی کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس مال جمع ہوگیا ہے۔مجھے یہ نہیں معلوم کہ میں اس مال کو کیسے خرچ کروں؟

میں نے کہا اپنی قوم کو بلاؤ اور مال ان میں تقسیم کردو۔انہوں نے اپنی قوم کو بلایا اور مال ان میں تقسیم کردیا۔وہ مال چار لاکھ درہم تھا۔(الترغیب)

(ب) ابونعیم نے حلیہ میں حضرت سعید بن عبدالعزیز سے روایت بیان کی ہے۔

حضرت زبیر بن عوام کے ایک ہزار غلام تھے۔جو انہیں خراج پیش کیا کرتے تھے۔آپ ہر رات اپنا سارا مال غریبوں میں تقسیم کرکے خالی ہاتھ گھر واپس تشریف لاتے تھے۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ نے ایک دن مدینہ میں ایک آواز سنی۔آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟لوگوں نے عرض کیا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے اونٹوں کا قافلہ آرہا ہے۔روزمرہ ضروریات کی ساری چیزیں ان پر لدی ہوئی ہیں۔اونٹوں کی تعداد سات سو ہے۔

آپ نے فرمایا عبدالرحمٰن اپنی دولت کی وجہ سے جنت میں داخل ہوجائے گا۔جب آپ کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ میں کھڑے کھڑے ہی جنت میں پہنچ جاؤں گا۔یہ کہہ کر آپ نے سارا سامان اور سارے اونٹ اللہ کی راہ میں تقسیم کردیئے۔

(ج) طبرانی نے حضرت عمر کے غلام مالک بن عیاض جنہیں مالک الدار بھی کہتے ہیں ان سے روایت کی ہے۔

حضرت عمر نے انہیں چار سو دینار کی تھیلی دی اور فرمایا جاؤ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو دیکر آؤ اور وہاں تھوڑی دیر ٹھہر کر دیکھنا کہ وہ کیا کرتے ہیں۔

غلام نے تھیلی پیش کردی آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو اپنی منزل مقصود پر پہنچائے اور ان پر رحمت فرمائے۔

پھر آپ نے اپنی لونڈی کو بلایا اور فرمایا جاؤ یہ سات دینار فلاں کو دے آؤ۔یہ پانچ دینار فلاں کو اور یہ پانچ فلاں کو اس طرح کرتے کرتے ساری تھیلی ختم ہوگئی۔غلام نے واپس آکر ساری صورت حال عرض کردی۔

اتنے میں حضرت عمر حضرت معاذ کے لئے تھیلی تیار کرچکے تھے۔غلام کو حضرت معاذ کے پاس تھیلی

لے جانے کا فرمایااور یہ بھی کہ وہاں دیکھنا وہ کیا کرتے ہیں۔

غلام نے تھیلی پیش کرتے ہوئے کہا یہ امیر المومنین نے بھیجی ہے آپ سے فرماتے ہیں اسے اپنی ضرورت کے لئے استعمال فرمائیں۔آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ امیر المومنین پر رحمت فرمائے۔

حضرت معاذ نے اپنی خادمہ کو بلایا اور فرمایا جاؤ اتنے دینار فلاں کو دے آؤ اتنے فلاں کو۔حضرت معاذ کی زوجہ باہر نکلیں اور کہا بخدا ہم بھی مسکین ہیں کچھ ہمیں بھی عطا کریں۔تھیلی میں دو دینار بچ گئے تھے وہ آپ نے ان کی طرف پھینک دیئے۔

غلام نے واپس آکر بتایا تو حضرت عمر بڑے خوش ہوئے۔اور فرمایا: یہ لوگ ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔

(د) ابن سعد نے ام درہ سے روایت کی ہے۔آپ فرماتی ہیں۔ایک لاکھ درہم ام المومنین حضرت عائشہ کی خدمت میں پیش کیے گئے آپ نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ساری رقم اللہ کی راہ میں تقسیم کردی۔میں نے عرض کیا آپ نے افطاری کے لئے ایک درہم ہی رکھ لیا ہوتا۔ام المؤمنین نے فرمایا: اگر تو نے مجھے یاد کرایا ہوتا تو میں ایسا ہی کر لیتی۔

(ھ) حضرت عمرو بن جموح کے پاؤں میں سخت لنگراہٹ تھی۔آپ کے چار جوان بیٹے تھے۔جو ہر جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جاتے۔جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احد کا ارادہ کیا تو عمرو بن جموح کے دل میں بھی شوق انگڑائیاں لینے لگا۔آپ کے بیٹوں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو رخصت دی ہے۔آپ گھر بیٹھیں آپ کی طرف سے ہم کافی ہیں۔

آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے یہ بیٹے آپ کے ہمراہ جہاد پر جانے سے روکتے ہیں۔حالانکہ میرا دل کہتا ہے کہ میں بھی شہید ہوکر اپنے لنگڑے پاؤں سے جنت میں سیر کروں۔

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر چہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے جہاد ساقط کردیا ہے۔پھر ان کے بیٹوں سے فرمایا: تم انہیں نہ روکو شاید کہ یہ شہید ہوجائیں۔ایسا ہی ہوا کہ وہ احد کے دن شہید ہوئے۔

(و) یوم احد جب مسلمانوں پر مشکل گھڑی تھی۔حضرت انس بن نضر آگے بڑھے حضرت سعد بن معاذ سے ملاقات ہوئی آپ نے فرمایا: اے سعد! رب کعبہ کی قسم جنت میں اس کی خوشبو احد کی دوسری جانب سے سونگھ رہا ہوں۔

حضرت انس فرماتے ہیں ہم نے حضرت انس بن نضر کے جسم پر تلواروں، نیزوں، اور تیروں کے اسی سے زیادہ زخم دیکھے۔کفار نے ان کا مثلہ بھی کیا ان کی بہن نے انہیں انگلی کے ایک پورے کی وجہ

سے پہچان لیا تھا۔ وگرنہ ہم میں سے کوئی بھی ان کو نہ پہچان سکا۔

(ز) ابن سعد نے حضرت جعفیر بن عبداللہ بن مسلم ہمدانی سے روایت ذکر کی ہے۔

فرماتے ہیں جنگ یمامہ میں سب سے پہلے حضرت ابوعقیل رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تھے۔ آپ کو دونوں کندھوں کے درمیان تیر لگا تھا۔ جس سے آپ کی بائیں طرف کمزور ہوگئی۔ یہ جنگ کے ابتدائی وقت کی بات ہے جب جنگ شدید ہوگئی اور مسلمان پیچھے ہٹنے لگے ابوعقیل اپنے زخم کی وجہ سے کمزور ہو چکے تھے آپ نے سنا کہ حضرت معن بن عدی انصار کو بلا رہے ہیں اور فرما رہے ہیں اللہ، اللہ (اے انصار) اپنے دشمن پر پلٹ کر حملہ کرو۔ اور سارے انصار ایک طرف ہو جاؤ۔

حضرت ابوعقیل بھی اپنی قوم کے پاس جانے کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے میں نے ان سے پوچھا ابوعقیل آپ کیا چاہتے ہیں۔ آپ کو جنگ سے کیا غرض؟ (آپ تو زخمی ہو چکے ہیں) آپ نے فرمایا منادی نے میرا نام پکارا ہے۔ ابن عمر فرماتے ہیں۔ میں نے کہا اس نے انصار کو بلایا ہے زخمیوں کو نہیں بلایا۔ حضرت ابوعقیل نے فرمایا میں بھی انصاری ہی ہوں اور ان کے پاس ضرور جاؤں گا۔ خواہ سرین کے بل جانا پڑے۔ راوی کا بیان ہے۔ حضرت ابوعقیل نے اپنی قوتوں کو اکٹھا کیا تلوار ہاتھ میں لی۔ اور بلند آواز سے کہنے لگے اے گروہ انصار! غزوۂ حنین کی یاد تازہ کردو۔ (یہ سن کر) سب نے پوری قوت کے ساتھ حملہ کیا یہاں تک کہ دشمن کو پیچھے باغ میں دھکیل دیا۔ تلواریں باہم ٹکرانے لگیں۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں میں نے دیکھا حضرت ابوعقیل کا زخمی ہاتھ کٹ کر گر چکا ہے اور ان کو چودہ زخم لگ چکے ہیں۔ بالآخر مسیلمہ کذاب قتل ہو گیا۔

ابوعقیل زمین پر پڑے آخری سانسیں لے رہے ہیں۔ میں نے کہا یا اباعقیل! انہوں نے فرمایا: لبیک انہوں نے پوچھا کون ہارا کون جیتا؟ میں نے کہا آپ کو خوشخبری ہو۔ اللہ کا دشمن مسیلمہ کذاب قتل ہو چکا ہے۔ انہوں نے اپنی انگلی آسمان کی طرف بلند کر کے الحمدللہ پڑھا اور جان مالک کے حوالے کر دی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں میں نے واپس آکر سارا ماجرا حضرت عمر کو عرض کیا تو آپ نے فرمایا: اللہ ابوعقیل پر رحم فرمائے۔ وہ ساری زندگی شہادت کی تمنا کرتے رہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے وہ حضور ﷺ کے بہت پرانے صحابہ میں سے تھے۔

جنگ یرموک کے دن حضرت عکرمہ نے فرمایا۔ میں بہت سارے مواقع پر اللہ کے رسول ﷺ کے مقابلے میں آیا۔ (مطلب ہے کہ اب ڈرنے کی کیا ضرورت ہے جبکہ مقابلہ دشمنان اسلام سے ہے مترجم مختار احمد رومی) آپ نے فرمایا کون ہے جو موت کی بیعت کرنا چاہتا ہو۔

آپ کے چچا حضرت حارث بن ہشام اور حضرت ضرار بن ازور نے بیعت کر لی۔ چار سو جنگ جو شہسواروں میں سے یہ تین شخص آگے بڑھے اور حضرت خالد بن ولید کے خیمہ کی جانب جنگ شروع کر دی۔ بہت سارے کفار کو قتل کیا حضرت ضرا بن ازور کو شہادت نصیب ہوئی۔ جب حضرت عکرمہ اور عمر و بن عکرمہ زخمی ہو گئے تو حضرت خالد ان کے پاس تشریف لائے حضرت عکرمہ کا سر مبارک اپنی ران پر عمر و بن عکرمہ کا سر مبارک اپنی پنڈلی پر رکھ لیا ان کے چہروں سے گرد صاف کی اور ان کے حلق میں پانی انڈیلا آپ فرما رہے تھے ابن حنتمہ کیا سمجھتا ہے کہ ہم جان دینا نہیں جانتے۔

(ط) امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی یہ حدیث ذکر کی ہے۔ حضرت عبدالرحمن فرماتے ہیں میں یوم بدر میں صف اول میں تھا میں نے دیکھا کہ میرے دائیں بائیں دو نوخیز لڑکے ہیں۔ میں انکے ایسی جگہ پر کھڑے ہونے سے مطمئن نہیں تھا (کہ بچے ہیں اور جنگ کا ماحول بڑا سخت ہے) جبکہ ان میں سے ایک نے مجھے چپکے سے کہا چچا جان ابو جہل کہاں ہے؟

میں نے کہا تم اسے کیا کرو گے؟ بچے نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہوا ہے کہ اگر ابو جہل کو دیکھ لیا تو اسے قتل کر کے چھوڑوں گا یا خود قتل ہو جاؤں گا۔

دوسرے بچے نے بھی خفیہ انداز میں مجھ سے یہی بات دریافت کی۔ میں نے ان کے درمیان حائل ہونا مناسب نہ سمجھا انہیں اشارے سے بتا دیا۔ وہ دونوں شہباز کی طرح جھپٹے اور ابو جہل کو قتل کر دیا وہ دونوں عفراء کے بچے تھے۔



تاریخ عالم میں کوئی ایسی قوم ہو تو دکھاؤ جو اللہ کی راہ میں قربانی دینے اسکی رضا اور جنت کی طلب میں جان دینے اور جہنم سے ڈرنے میں اس مقام تک پہنچی ہو جس مقام پر غلامان محمد عربی ﷺ پہنچے ہیں۔

سعادت ابدی کی حرص اور رضاء الٰہی کی تمنا کے عظیم مقصد کے پیش نظر صحابہ کرام نے اسلام کی خاطر صبر و تحمل اور ثابت قدمی کا جو نا قابل یقین مظاہرہ کیا۔ یہ تربیت مصطفوی علیہ التحیۃ والثناء کا کمال ہے آئندہ مثالیں اسکی کھلی گواہی دے رہی ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں۔

(ا) حضرت خباب بن ارت نے حضرت عمر کو اپنی پشت پر کفار کی جانب سے لگائے گئے زخموں کی نشانیاں دکھائیں۔ حضرت عمر نے فرمایا آج جیسا دن میں نے نہیں دیکھا۔ حضرت خباب نے فرمایا کفار نے میرے لئے آگ جلائی (اور اوپر لٹا دیا) میرے جسم کے خون اور پانی سے وہ آگ سرد ہوئی۔

(ب) حضرت ابوذر فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے دین کا برملا اظہار کروں۔ سرکار نے فرمایا مجھے تمہاری جان کا خطرہ ہے آپ نے عرض کیا کچھ بھی ہو جائے۔ سرکار ﷺ

خاموش ہو گئے میں مسجد حرام میں مجمع قریش کے پاس گیا اور پڑھا اشھد ان لاالٰہ الا اللّٰہ وان محمدًا رسول اللّٰہ میں حلقۂ قریش کے اندر چلا گیا انہوں نے مجھے خوب مارا یہاں تک کہ مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا جب مجھے افاقہ ہوا میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا سرکار نے فرمایا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا۔ میں نے عرض کیا میرا دل (اب اس ستم محبت کا) خواہش مند تھا سو میں نے ایسا کرلیا۔

حضرت ابورافع فرماتے ہیں۔ حضرت عمر نے روم کی جانب ایک لشکر روانہ فرمایا حضرت عبداللہ بن حذافہ بھی اسی لشکر میں تھے اہل روم نے آپ کو قید کرلیا۔ وہ آپ کو اپنے ملک لے گئے ان کے حاکم نے آپ کو کہا عیسائیت اختیار کرلو میں تمہیں اپنی حکومت میں شامل کرلوں گا۔

آپ نے فرمایا اگر تم ساری روئے زمین کی بادشاہت بھی دے دو تو میں ایک لمحے کیلئے بھی محمد عربی ﷺ کے دین کا انکار کرنے کے لئے تیار نہیں بادشاہ نے کہا میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا پھر دیر کس بات کی ہے۔ بادشاہ نے آپ کو سولی پر چڑھا کر نیچے سے تیر مارنے کا حکم دیا اور کہا ان کے ہاتھوں اور پیروں کے قریب تیر مارو۔ وہ آپ کو بار بار نصرانی بن جانے کے لئے کہتے آپ ہر بار انکار کر دیتے۔

بادشاہ نے کہا اس کو نیچے اتارلو آپ کو نیچے اتار دیا گیا پھر ایک دیگ میں خوب پانی گرم کیا گیا آپ کے سامنے دو مسلمان قیدیوں کو لایا گیا ان میں سے ایک کو اس کھولتے ہوئے پانی میں ڈال دیا گیا۔ پھر اس نے آپ پر نصرانیت پیش کی آپ نے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے کہا اس کو بھی دیگ میں ڈال دو جب وہ آپ کو لے کر دیگ کے قریب آئے آپ رو پڑے۔ بادشاہ کو بتایا گیا اس نے سمجھا شاید آپ گھبرا گئے ہیں۔ اس نے واپس بلا کر دوبارہ نصرانیت کی دعوت دی۔ آپ نے پھر انکار کر دیا۔ بادشاہ نے کہا پھر روئے کیوں ہو؟

آپ نے فرمایا رویا اس لئے ہوں کہ ایک لمحے کیلئے موت آئے گی اور جان چلی جائے گی جبکہ میں چاہتا ہوں کہ میرے جسم پر جتنے بال ہیں اتنی بار موت آئے اور اللہ کی رضا کی خاطر اس لذت کو چکھتا رہوں۔ بادشاہ نے کہا اگر تم میرے سر کو چوم لو تو میں تمہیں آزاد کرنے کیلئے تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا صرف مجھے ہی نہیں بلکہ میرے سارے مسلمان ساتھیوں کو بھی اس نے کہا ٹھیک ہے آپ نے فرمایا اگرچہ یہ دشمن خدا ہے لیکن میرے کئی ساتھیوں کو رہائی مل رہی ہے کوئی حرج نہیں۔ آپ نے اس کا سر چوما اس نے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا حضرت عبداللہ نے واپس آکر سارا ماجرا حضرت عمر کو عرض کر دیا حضرت عمر نے حاضرین سے کہا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ عبداللہ کے سر کو بوسہ دے یہ کہہ کر آپ نے خود ابتداء کی پھر تمام مسلمانوں نے بھی ایسا ہی کیا۔

(د) حضرت عثمان فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کے ساتھ بطحاء میں جا رہا تھا ہم نے حضرت عمار ان کے باپ اور انکی والدہ کو دیکھا کافر انھیں گرم دھوپ میں اذیتیں دے رہے تھے کہ اسلام سے پھر جاؤ۔ حضرت ابو عمار نے حضور ﷺ کو دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے ساتھ ہر وقت ایسا ہی ہو رہا ہے سرکار نے فرمایا صبر ایا آل یاسر اللهم اغفر لآل یاسر یاسر کے گھرانے صبر کرو اے اللہ یاسر کے خاندان کو بخش دے۔

ایک روایت میں ہے سرکار نے دو مرتبہ فرمایا آل یاسر صبر کرو کیونکہ تمہاری جزا جنت ہے۔

(ھ) حضرت زبیر کا چچا آپ کو چٹائی میں لپیٹ کر اوپر دھواں دیتا اور کہتا کفر کی طرف لوٹ آؤ آپ فرماتے میں کبھی بھی کفر کی طرف نہیں آؤں گا۔ رضاء الٰہی میں مر مٹنے کا یہ جذبہ کسی خاندانی اثر کا نتیجہ ہے وہ شخص جو اپنے رب کے ساتھ جھوٹ بول رہا ہو کیا اس کے لئے ممکن ہے کہ وہ اپنے دوستوں میں اسی رب کی رضا کا جذبہ اس قدر بھر دے؟ ہر شخص جانتا ہے کہ جس کے پاس کچھ نہ ہو وہ کسی کو کیا دے سکتا ہے۔ جو شخص اللہ پر ایمان نہیں رکھتا وہ روز آخرت پر ایمان سے بھی محروم ہوتا ہے پھر وہ دوسروں کو کیسے ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت میں پختہ کر سکتا ہے۔

حضور رحمت عالم ﷺ نے اپنے غلاموں کو دنیا سے اسقدر بے نیاز کر دیا تھا کہ ان کا فقر دیکھ کر رہبانیت کو بھی رشک آتا ہے۔ غلامان مصطفٰے میں سے اگر کوئی گناہ کر بیٹھتا تو اس گناہ کی چبھن اسے اس قدر بے چین کر دیتی کہ وہ عذاب آخرت سے نجات کیلئے دنیوی سزا کو خود گلے سے لگا لیتا۔

بارگاہِ رسالت مآب ﷺ کے خوشہ چینوں نے لذات و شہوات کو ترک کر دیا۔ دنیا ان کے سامنے کوئی قابل ذکر شے نہیں تھی۔ وہ امانت کے خوگر اور فضائل کے جامع تھے۔ ان کی زبان سے نکلا ہوا ہر ہر لفظ عہد جیسا پختہ ہوتا تھا۔ یہ سب کچھ رب العزت کی رضاء جنت کی طلب اور دوزخ سے نجات کیلئے تھا۔

(ا) حضرت امام مسلم نے روایت ذکر کی ہے۔ حضرت ماعز بن مالک اسلمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ میں بدکاری کر کے اپنی جان پر ظلم کر بیٹھا ہوں مجھے پاک کر دیجئے سرکار نے اسے واپس بھیج دیا وہ دوسرے دن آئے اور پھر اسی طرح عرض کیا سرکار نے انہیں پھر لوٹا دیا۔ حضور ﷺ نے ان کے قبیلے والوں کے پاس آدمی بھیج کر دریافت کیا کیا ماعز کی عقل میں کوئی خرابی تو نہیں انہوں نے کہا وہ تو ہمارے دانشوروں میں شمار ہوتے ہیں حضرت ماعز تیسری دفعہ آئے تب بھی سرکار نے ان کے خاندان سے ان کی عقل کے بارے میں معلوم کروایا قوم نے کہا ان کی عقل میں کوئی خرابی نہیں۔ جب چوتھی دفعہ حضرت ماعز نے اقرار زنا کیا سرکار نے ان کے لئے گڑھا کھودنے کا حکم دیا اور ان پر حد رجم نافذ کر دی۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں غامدیہ حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں برائی کر بیٹھی ہوں مجھے پاک کر دیجئے سرکار نے اسے واپس بھیج دیا۔ دوسرے دن حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ شاید آپ مجھے ماعز کی طرح واپس بھیج رہے ہیں بخدا میں تو حاملہ ہو چکی ہوں سرکار نے فرمایا اب چلی جاؤ جب بچہ پیدا ہو جائے تو آ جانا۔ جب وضع حمل ہوا تو وہ ایک چادر میں بچہ لپیٹے ہوئے آ گئی عرض کرنے لگی بچہ پیدا ہو چکا ہے۔

سرکار ﷺ نے فرمایا بچے کو دودھ پلاؤ جب یہ دودھ چھوڑ دے تب آنا۔ وہ واپس چلی گئی دودھ چھڑانے کے بعد وہ آئی اس وقت بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا۔ اس نے عرض کیا اے خدا کے رسول بچے نے دودھ چھوڑ دیا ہے اور اب کھانا کھالیتا ہے۔

حضور ﷺ نے بچہ ایک صحابی کے حوالے کر دیا پھر غامدیہ کے سینے تک گڑھا کھودنے کا حکم دیا اور تمام لوگوں کو اس کو رجم کرنے کے لئے کہا حضرت خالد بن ولید نے اس کے سر پر ایک پتھر مارا خون نکل کر حضرت خالد کے چہرے پر پڑا تو حضرت خالد نے اسے برا بھلا کہا سرکار ﷺ نے حضرت خالد کے الفاظ سن لئے حضور ﷺ نے فرمایا خالد ایسا نہ کہو بلاشبہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر کوئی جبری ٹیکس لینے والا بھی ایسی توبہ کرے تو بخش دیا جائے سرکار نے خود اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اسے دفن کر دیا گیا۔ طبری کا بیان ہے۔

جب مسلمان مدائن میں آئے اور انہوں نے مال غنیمت اکٹھا کیا ایک شخص ایک چیز لیکر آیا اور قائد کو پیش کر دی لوگوں نے کہا اس جیسا (ایماندار) ہم نے نہیں دیکھا یہ ہم سے بہتر ہے انہوں نے کہا تم نے اس میں سے کچھ بھی نہیں لیا اس شخص نے کہا بخدا اللہ تعالیٰ کا خوف نہ ہوتا تو میں کچھ بھی تمہارے پاس نہ لے آتا لوگ سمجھ گئے کہ یہ شخص کوئی بہت اعلیٰ مرتبے والا ہے انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ اس شخص نے کہا میں کسی کو بھی نہیں بتاؤں گا کیونکہ میں اپنی تعریف پسند نہیں کرتا میں تو اپنے رب کی تعریف کرتا ہوں اور اسکے ثواب پر راضی ہوں ان لوگوں نے ایک آدمی اس شخص کے پیچھے بھیجا جب وہ اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اس شخص نے اس کے بارے میں پوچھا تو پتہ چلا کہ وہ عامر بن عبد قیس ہیں

(ج) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ربعی عامر کو ایرانی لشکر کے سپہ سالار رستم کے پاس قاصد بنا کر بھیجا۔

انہوں نے اپنی نشست گاہوں کو قیمتی قالینوں اور ریشمی کپڑوں سے مزین کیا ہوا تھا یاقوت اور گراں بہا موتیوں سے مزین تاج اور دیگر سامان وہاں موجود تھا وہ خود سونے کی چارپائی پر بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت ربعی موٹے کپڑے سے بنا ہوا سادہ لباس پہن کر ڈھال بدن پر سجائے گھوڑے پر سوار ہو

کر چلے اور اسکی قالین کے بالکل قریب جاکر گھوڑے سے اتر پڑے گھوڑے کو وہاں باندھ کر اپنے ہتھیار جائے محفل میں آ گئے ایرانیوں نے کہا ہتھیار تو اتار دو آپ نے فرمایا میں خود نہیں آیا تم نے مجھے بلایا ہے یا تو میں اپنی مرضی سے بیٹھوں گا یا میں واپس چلا جاتا ہوں۔

رستم نے کہا اسے آنے دو آپ اپنے نیزے پر ٹیک لگائے چلتے گئے نیزہ قالین پر لگتا گیا جس سے قالین پھٹ گیا۔

ایرانیوں نے پوچھا تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو آپ نے فرمایا ہمیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ہم اس کے بندوں کو مخلوق کی عبادت سے خالق کی عبادت کی طرف دنیا کی تنگی سے (ابدی) وسعت کی طرف اور ظالمانہ نظام حیات سے عادلانہ نظام حیات (اسلام) کی طرف لائیں۔

(د) حضور ﷺ بیت اللہ شریف کا طواف فرما رہے تھے فضالہ بن عمیر بن ملوح نے دیکھ کر دل میں ارادہ کر لیا کہ آپ کو قتل کر دوں جب وہ حضور ﷺ کے قریب ہوا سرکار نے پوچھا کیا تم فضالہ ہو؟ اس نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا اپنے دل میں کیا سوچ رہے ہو فضالہ نے کہا کچھ بھی نہیں میں تو اللہ کا ذکر کر رہا ہوں حضور مسکرا پڑے اور فرمایا استغفر اللہ پھر اپنا دست مبارک فضالہ کے سینے پر رکھا جس سے اس کے دل کی دنیا بدل گئی فضالہ کا بیان ہے بخدا ابھی حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے سے ہٹایا نہیں تھا کہ آپ کی محبت میرے دل میں سما گئی

فضالہ کا بیان ہے اس سے پہلے گھر آتے ہوئے راستے میں ایک عورت کے ساتھ گفتگو میرا معمول تھا آج واپسی پر اس عورت نے مجھے بلایا کہ آؤ باتیں کریں میں نے کہا نہیں اللہ اور اس کا دین مجھے تمہارے ساتھ گفتگو کی اجازت نہیں دیتا۔

(ھ) حضرت ابو موسیٰ فرماتے ہیں جب ہم نجاشی کے دربار میں پہنچے اس وقت عمرو بن العاص نجاشی کی دائیں اور عمارہ بائیں طرف اور اس کے مذہبی رہنما سامنے بیٹھے تھے عمرو اور عمارہ نے نجاشی سے کہا یہ لوگ تمہیں سجدہ نہیں کریں گے۔

راہبوں اور مذہبی علماء نے بھی ہمیں کہا بادشاہ کو سجدہ کرو حضرت جعفر نے فرمایا ہم اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔

☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆

نگاہ مصطفیٰ نے مردہ دلوں، مردہ روحوں اور مردہ صلاحیتوں میں حشر بپا کر دیا قیامت کا دن ہر ایک کی نگاہوں کے سامنے آ گیا کوئی اس دن سے غافل نہیں دنیوی زندگی بھی اسی ستون کے سہارے رواں دواں ہے آخرت کا دن جس پر ایمان کی دعوت تمام انبیاء علیہم السلام نے دی لیکن اہل دنیا دنیا

میں انہماک کی وجہ سے اس دن سے فرار ہی ہوتے رہے جب آنکھیں بند ہوئیں جان بدن سے نکلی تو انسان کو معلوم ہوا کہ ہادیان برحق نے سچ کہا تھا لیکن اب کیا فائدہ قلب انسان میں ذکر آخرت کی شمع جلانا رسول اکرم ﷺ کی دعوت کا دوسرا ثمر ہے خوفِ آخرت کا ثمر نخلستان نبوت و رسالت کی پیداوار ہے جھوٹ اور فریب کے خارزار میں ایسے پھول نہیں کھلتے۔

سوم: باہمی محبت کا علمبردار معاشرہ

رحمت عالم ﷺ جب تشریف لائے اس وقت انسانی معاشرے کی حالت کچھ اس طرح تھی۔

ہندوستان

تاریخ عالم میں ہندومت سے زیادہ ظالمانہ شرف انسانی سے بیگانہ کوئی نظام حیات متعارف نہیں ہوا جس میں انسانی طبقات میں حد درجہ کی تفریق پائی جاتی ہے یہ نظام صدیوں پہلے قائم ہوا شاید آریہ خاندان کی نسلی برتری کے تحفظ کے لیے ایسا کیا گیا ہو۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے تین سو سال پہلے ہندوستان میں برہمنی تہذیب رائج ہوئی جس میں ہندی معاشرت کیلئے نئی رسوم اور ایک ایسا سیاسی اور تہذیبی قانون نافذ کیا گیا جس پر ساری قوم نے بالاتفاق عمل کیا قانون کے اس مآخذ کا نام منوشاستر ہے اس قانون کے مطابق ہندی معاشرے کے چار طبقے ہیں

۱: برہمن: کاہن اور مذہبی رہنما

۲: کھشتری: فوجی اور جنگی خدمات سرانجام دینے والے

۳: ویش: زراعت اور تجارت والے

۴: شودر: خدمت گار

اس قانون کا مؤلف ''منو'' لکھتا ہے خالق کائنات نے برہمنوں کو اپنے منہ سے پیدا کیا ہے ان کے ذمے اصلاح عالم ہے کھشتریوں کو اپنے بازوؤں سے پیدا کیا ہے ویشوں کو اپنی رانوں شودروں کو اپنے پاؤں سے پیدا کیا ہے نظام کائنات چلانے کے لیے انہیں کچھ فرائض و واجبات سونپے گئے ہیں۔

مذہبی کتب ''وید'' کی تعلیم برہمنوں کے ذمے ہے معبودان (باطل) کے نام آنے والے صدقات اور نذرانے وصول کرنا بھی اسی طبقے کی ذمہ داری ہے۔

کھشتری:۔ قوم کی حفاظت صدقات اور نذرانے پیش کرنا اس طبقے کی ذمہ داری ہے وید کی تعلیم بھی یہی طبقہ حاصل کرتا ہے شہوات سے کنارہ کشی بھی انہی پر لازم ہے

۳۔ ویش :۔ جانوروں کو چارہ ڈالناان کی خدمت کرنا وید کی تلاوت کرنا تجارت اور زراعت ان کی ذمہ داری ہے۔

۴۔ شودر :۔ مذکورہ بالا تینوں طبقات کی خدمت اس طبقے کی ذمہ داری ہے اس قانون نے برہمنوں کو مزید امتیازی حقوق سے بھی نوازا ہے وہ یہ کہ برہمن اللہ کے چہیتے اور کائنات کے بادشاہ ہیں کائنات میں جو کچھ ہے وہ انہی کا ہے سیادت ارضی ان کا حق ہے شودروں کا مال لیناان کے لیے روا ہے کیونکہ وہ غلام ہیں اور غلام کے پاس اپنا کچھ نہیں ہوتا جو کچھ ہوتا ہے وہ آقا کا ہی ہوتا ہے وہ برہمن جو وید کی مذہبی کتاب حفظ کر لے اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں خواہ اس کے گناہ سارے جہان کے برابر ہوں حالات خواہ کتنے ہی سنگین ہوں بادشاہ کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی برہمن سے کوئی ٹیکس وصول کرے فاقہ کے ایام میں بھی برہمن کے لئے بھوکے مرنا صحیح نہیں اگر برہمن کوئی ایسا جرم کر بیٹھے جس کی سزا قتل ہو حاکم کو چاہیے کہ وہ صرف برہمن کے بال کاٹ دے کھشتری اگرچہ ویش اور شودر سے بلند مرتبہ ہوتا ہے مگر برہمن کے مقابلے میں اس کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔ منو لکھتا ہے دس سال برہمن بچے کو سو سالہ کھشتری پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح باپ کو بیٹے پر۔

دھتکارے ہوئے شودروں کی ہندی معاشرے میں کوئی حیثیت نہیں۔

ہند کے مذہبی اور سیاسی قانون میں شودر جانوروں سے بدتر اور کتوں سے زیادہ ذلیل ہیں قانون کہتا ہے کسی شودر کے لئے اس سے بڑھ کر اور سعادت کیا ہوسکتی ہے کہ وہ برہمنوں کا خدمت گار بن جائے اور اس خدمت کے سوا وہ اجر وثواب کا حق دار نہیں۔ مال کما کر ذخیرہ کرنا ان کے لیے جائز نہیں۔ شودر کی ذخیرہ اندوزی برہمن کے مزاج پر گراں گزرتی ہے۔ اگر کوئی شودر کسی برہمن کو مارنے کیلئے ہاتھ یا عصا اٹھائے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے اور اگر کسی برہمن کے سینے پر ضرب لگائی گئی تو ایسے شودر کی ٹانگ کاٹ دی جائے۔ اگر کسی شودر نے برہمن کے برابر بیٹھنے کی کوشش کی تو بادشاہ پر لازم ہے کہ وہ شودر کے جسم کو گرم لوہے سے داغ کر شودر کو وطن سے باہر نکال دے اگر کسی شودر نے برہمن کو ہاتھ لگا دیا یا اس کو گالی دی تو شودر کی زبان کاٹ دی جائے۔ اگر شودر نے حصول علم کا دعوی کیا تو اسے کھولتا ہوا تیل پلایا جائے۔ بلی، کتے، مینڈک، گرگٹ، کوے، الو اور شودر کے قتل کی سزا برابر ہے۔

اہل فارس

ایران کے بادشاہ جن کو کسری کہا جاتا تھا وہ دعوی کرتے تھے کہ ان کی رگوں میں ربانی خون ہے اہل ایران انہیں معبود تصور کرتے تھے ان کا اعتقاد تھا کہ ہمارے بادشاہوں کی طبیعت میں کوئی عظیم

تقدس خون کی طرح موجزن ہے اسی لئے وہ ان کی الوہیت کے گیت گاتے انہیں قانون اور انتقام سے بالاتر تصور کرتے وہ سمجھتے تھے کہ یہ لوگ مافوق البشر ہیں ان کو نام لے کر پکارنا بے ادبی ہے انکی مجلس میں ان کے قریب کوئی نہیں بیٹھتا تھا اور ایرانیوں کا عقیدہ تھا کہ ہمارے بادشاہوں کو ہر انسان پر حقوق حاصل ہیں جبلہ کسی انسان کا کوئی حق ان پر نہیں اگر وہ کسی کو کچھ عطا کردیں تو یہ انکی جانب سے صدقہ ہے لینے والے کا اس پر کوئی حق نہیں ہے۔

ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ ان کے روحانی لوگ عام معاشرے سے بلند مرتبہ ہیں ان کی عقل بھی زیادہ ہے اور انہیں غیر معمولی غلبہ عطا کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ ساری قوم ان کے آگے جھکی چلی جاتی ہے۔

آرتھر سین کہتا ہے ایرانی معاشرہ خاندان اور پیشے کی بنیاد پر استوار تھا معاشرے کے طبقات کے درمیان بہت بڑی خلیج حائل تھی جس پر کوئی پل بنانا بھی ممکن نہیں تھا۔

کسی بڑے سے بڑے آدمی کیلئے بھی کوئی جاگیر خریدنے پر حکومت کی جانب سے پابندی تھی ساسانی سیادست کا قانون ہر ایک کو اپنے مخصوص خاندانی مرکز تک محدود رہنے پر مجبور کرتا تھا کسی کو اپنے مرکز یا پیشے سے تجاوز کرنے کی اجازت نہ تھی معاشرے کے تمام طبقات اسی طرح کی حدود و قیود میں جکڑے ہوئے تھے یہ تفاوت شرف انسانی کی پامالی پر نوحہ کناں تھا۔

ایرانی قوم کی بزرگی کے بارے میں ان کا نظریہ تھا کہ دنیا کی کوئی قوم اس قوم کے برابر نہیں اور اسے اللہ تعالیٰ نے وہ اعزاز بخشا ہے جو کسی دوسری قوم کو نہیں بخشا گیا۔

وہ اپنے اردگرد بسنے والی قوموں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور انہیں طنزیہ ناموں سے پکارتے تھے۔

(۳) بعثت نبوی کے وقت انسانی قدر و منزلت کی حالت ان دو مثالوں سے واضح ہو جاتی ہے صرف دو یہی نہیں بلکہ یونان اور روم اپنے سوا دوسری اقوام کو برا کہتے تھے اسی طرح ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کو اور ایک خاندان دوسرے خاندان کو حقیر سمجھتا تھا۔ لیکن انسانی عظمت کی طرف کسی کا بھی خیال نہیں جاتا تھا دور کیوں جاتے ہیں۔

ہٹلر جرمنوں کو ساری اقوام سے برتر کہتا تھا وہ سمجھتا تھا کہ دنیا کی قیادت صرف جرمنوں کا حق ہے امریکی قوم کالوں کے ساتھ انتہائی توہین آمیز اور ذلت انگیز سلوک کرتی ہے کوئی کالا گوروں کے سینما ہوٹل یا سکول میں داخل نہیں ہو سکتا۔

جنوبی افریقہ میں کالوں کے ساتھ کتوں سے بھی برا سلوک کیا جاتا ہے کسی کالے کو مذہبی عالم بننے کا حق حاصل نہیں تھا۔

یہ ایک عمومی صورت ہے جب ہم اس معاملے کو ایک اور زاویے سے دیکھتے ہیں کہ مرد و زن انسانیت کے دو ستون ہیں۔ وہ دونوں انسان ہیں۔لیکن ذرا ادھر بھی دیکھئے۔

چھٹی صدی عیسوی میں اہل کلیسا اس بات پر بحث کر رہے تھے کہ عورت انسان ہے کہ حیوان۔

عرب اپنی بچیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ صعصعہ بن ناجیہ کا بیان ہے۔تین سو بچیوں کے فدیے کے بعد اسلام لایا۔

ہندوؤں میں جب کوئی مر جاتا وہ اسکی بیوہ کو دوسری شادی سے روک دیتے اور اس کی بہت زیادہ بے عزتی کیا کرتے۔ یہاں تک کہ عورت نے اپنے شوہر کے بعد کی اذیت ناک زندگی سے نجات کے لئے شوہر کی لاش کے ساتھ جل جانا پسند کر لیا۔کبھی کبھی جوا کھیلتے ہوئے ہندو اپنی بیوی بھی ہار جاتا تھا۔

فرانس میں آج بھی عورت کو اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے مال میں تصرف کا حق نہیں۔

انگریزی قانون کے مطابق عورت کو شوہر کی اجازت کے بغیر اپنا نام تبدیل کرنے کا اختیار نہیں جبکہ مرد آزاد ہے۔

اگر آزادی اور غلامی کے اعتبار سے انسانیت کا جائزہ لیا جائے تو غلاموں کو زندگی موت اور عزت و کرامت کا ذرا بھی حق حاصل نہیں تھا۔

حریت نواز ہاشمی انقلاب

مذکورہ صورتوں میں کچھ بدل چکی ہیں اور کچھ ابھی اسی طرح قائم ہیں۔

محمد عربی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس معاملے میں کیا کہا:

آپ نے انسان کو انسان کا درجہ عطا کیا۔انسانی وحدت اور انسانی شرف و کرامت کا اعلان کیا۔ یہ بھی واضح فرمایا کہ عورت بھی انسان ہے غلام بھی انسان ہے۔تمام انسان انسان ہونے میں برابر ہیں۔کسی قبیلے کو قبیلے پر اور کسی جنس کو جنس پر کوئی برتری حاصل نہیں۔

اس سلسلے میں ''ھذا الدین ''(نامی) کتاب کے مصنف کا بیان ہے۔

خاندانی ،قبائلی ،شہری ،وطنی اور رنگ و نسل سے متعلقہ تعصبات جو جزیرہ عرب بلکہ پوری روئے زمین پر چھائے ہوئے تھے۔ جنکے نیچے انسانیت کا وجود دب چکا تھا۔اس وقت اسلام آیا۔تاکہ لوگوں کو یوں کہہ سکے۔

بے شک انسانیت ایک ہے۔جسکی بنیاد ایک ہے۔انسانیت کا معبود ایک ہے۔رنگ و نسل ،مکان و زمین ،قبیلہ اور خاندان کا اختلاف لوگوں میں تفریق اور جھگڑے کے لئے نہیں۔ بلکہ یہ اختلاف تو

باہمی تعارف اور الفت کے لئے ہے۔ جوان پر اللہ کی زمین پر اپنے امور انجام دینے کے فرائض عائد کرتا ہے۔ بیشک اس کے بعد سب نے اپنے مالک کے حضور حاضر ہونا ہے۔ جس نے انہیں زمین پر اپنی خلافت عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝ (النساء)

''اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے جس نے پیدا فرمایا تمہیں ایک جان سے اور پیدا فرمایا اسی سے جوڑا اس کا اور پھیلا دیئے ان دونوں سے مرد کثیر تعداد میں اور عورتیں (کثیر تعداد میں) اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے وہ اللہ مانگتے ہو تم ایک دوسرے سے (اپنے حقوق) جس کے واسطہ سے اور ڈرو رحموں (کے قطع کرنے سے) بے شک اللہ تعالیٰ تم پر ہر وقت نگران ہے''۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ (الحجرات)

''اے لوگو! ہم نے پیدا کیا ہے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے اور بنا دیا ہے تمہیں مختلف قومیں اور خاندان تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ تم میں سے زیادہ معزز اللہ کی بارگاہ میں وہ ہے۔ جو تم میں سے زیادہ متقی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ علیم اور خبیر ہے''۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ۝ (الروم)

''اور اس کی نشانیوں میں سے آسمان اور زمین کی تخلیق ہے۔ نیز تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف بیشک اس میں بھی نشانیاں ہیں اہل علم کے لئے''۔

یہ نظریات (زبانی ہی) نہیں بلکہ عملی مظاہرے کے مقامات ہیں۔

اس کرۂ ارض پر اسلام اس طرح چھا گیا کہ تمام رنگ ونسل کے امتیازات مٹ گئے اس نظام کی حدت سے شعوب وقبائل کے اختلافات پگھل گئے۔ دلوں میں نور ایمان آتے ہی دینی بھائی چارے کے سوا سب کچھ بھول گیا۔

ایک بار روئے زمین پر غالب آجانے کے بعد اب یہ نظام نگاہوں سے اوجھل ہو گیا ہے۔ لیکن اس ظاہری اجنبیت کے باوجود اسلام اجنبی نہیں ہوا۔

حق بات یہ ہے کہ آج انسان اولین مسلمانوں کی طرح اسلام پر عمل کرہی نہیں سکا۔ انسانیت کے بارے میں اسلام نے جو نقطۂ نگاہ پیش کیا ہے وہی اصل ہے۔ انسان کی کرامت وعظمت اس وجہ سے ہے کہ وہ انسان ہے۔ رنگ، نسل، طبقہ، دولت یا منصب انسان کی عظمت کا معیار نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا۝ (بنی اسرائیل)

''اور بیشک ہم نے بڑی عزت بخشی اولاد آدم کو اور ہم نے سوار کیا انہیں (مختلف سواریوں پر) خشکی میں اور سمندر میں اور رزق دیا انہیں پاکیزہ چیزوں سے اور ہم نے فضیلت دی انہیں بہت سی چیزوں پر جن کو ہم نے پیدا فرمایا نمایاں فضیلت''۔

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (البقرہ)

''اور یاد کرو جب فرمایا تمہارے رب نے فرشتوں سے میں مقرر کرنے والا ہوں زمین میں ایک نائب''۔

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ ٭ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۝ (البقرہ)

''اور جب ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور (داخل) ہو گیا وہ کفار (کے ٹولہ) میں''۔

وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۝ (الجاثیہ)

''اور اس نے مسخر کر دیا تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں سب کا سب اپنے حکم سے''۔ (جمال القرآن از پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ)

تب جا کر لوگوں کو معلوم ہوا کہ انسان تو اللہ کی بارگاہ میں معزز ہے اور یہ عزت اس کی اصلی عزت ہے۔ رنگ، نسل، وطن، شہر، گھر، قوم اور قبیلہ کی وجہ سے نہیں۔

امت مسلمہ کی زندگی میں اسکا عملی مظاہرہ بھی دیکھنے میں آیا۔ تمام لوگوں نے یہ پیغام سنا کہ انسان کریم ہے۔ اس کے بہت سارے حقوق ہیں۔ اسے اپنے امراء اور احکام کا محاسبہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ ذلت، ظلم اور توہین قبول کرنا اس کے شایان شان نہیں۔

اہل بسط وکشاد کو بھی یہ سکھایا گیا کہ تمہارے حقوق بھی ایک عام انسان سے زیادہ نہیں۔ رعایا میں

سے کسی کی عزت نفس مجروح کرنے کا تمہیں کوئی اختیار نہیں۔

(یہ پیغام) انسان کے لئے حیات نو کا پیغام تھا۔

(ذرا سوچئے تو سہی) اگر انسان کے پاس حقوق انسانی نہ ہوں تو انسانیت کہاں باقی رہ سکتی ہے؟

حضرت سیدنا صدیق اکبر نے اپنے عہد خلافت کی ابتداء اس قول سے کی۔

مجھے تم پر والی بنایا گیا ہے۔ میں تم سے بہتر نہیں ہوں اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا اگر مجھ سے غلطی ہو جائے تو میری اصلاح کرنا۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں رہوں تم میری اطاعت کرنا۔ اگر میں ان کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت کرنا تم پر لازم نہیں۔

حضرت سیدنا عمر نے لوگوں کو ان کے حقوق بتاتے ہوئے فرمایا:

اے لوگو! اللہ کی قسم میں تمہاری طرف عمال اس لئے نہیں بھیجتا کہ وہ تمہاری چمڑی ادھیڑ لیں یا تمہارے مال لوٹ لیں۔ بلکہ میں تمہارے پاس اس لئے عمال بھیجتا ہوں کہ وہ تمہیں دین اور سنت کی تعلیم دیں۔ پس جس نے اس میں کوئی کمی کی تم اس کی اطلاع مجھے دو۔ عمر کی جان کے مالک کی قسم! عمر اس سے ضرور قصاص لے گا۔

(یہ سن کر) حضرت عمرو بن عاص نے چونک کر کہا امیر المومنین! اگر کوئی شخص اپنی رعایا کو سکھانے کے لئے بھی مارے تو آپ اس سے بھی قصاص لیں گے۔

آپ نے فرمایا: بخدا میں اس سے بھی قصاص لوں گا۔ میں اس سے قصاص کیوں نہ لوں؟ جبکہ خود رسول اللہ ﷺ اپنی ذات سے قصاص لیتے تھے۔ خبردار! لوگوں کو مار کر انہیں ذلیل نہ کرو اور نہ انہیں فتنہ میں مبتلا کرو نہ ان کے حقوق سے محروم کر کے انہیں کفر پر مجبور کرو۔

حضرت سیدنا عثمان نے تمام شہروں کے عمال کی طرف یہ مکتوب بھیجا تھا۔

میں ہر سال حج کے موقع پر اپنے عمال کا محاسبہ کروں گا۔ امت نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری مجھ پر عائد کی ہے۔ میری ذات یا میرے عمال کے بارے میں اگر کوئی شکایت ہوئی تو میں شکایت کرنے والے کو اس کا جائز حق عطا کروں گا۔ مجھے اور میرے عمال کو میری رعایا پر کوئی اضافی حق نہیں۔ اہل مدینہ نے شکایت کی ہے کہ کچھ لوگ انہیں گالیاں دیتے ہیں اور مارتے بھی ہیں۔ پس جس کو ایسی شکایت ہے وہ حج کے موقع پر مجھے ملے اور مجھ سے یا میرے عمال سے اپنا حق وصول کر لے یا وہ لوگ معاف کر دیں بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والوں کو بہت اچھا اجر عطا کرتا ہے۔

ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ باتیں صرف زبان کی حد تک نہیں تھیں۔ بلکہ ان پر عملی مظاہرہ بھی دیکھنے میں آیا۔

واقعات گواہی دے رہے ہیں ملاحظہ کیجئے۔

عمرو بن عاص کے بیٹے سے قبطی کا بیٹا دوڑ میں آگے نکل گیا۔ ابن عمرو نے قبطی کو مارا۔ قبطی کے باپ نے حضرت عمر کی بارگاہ میں شکایت کی۔ حضرت عمر نے فاتح مصر عمرو بن عاص جو مصر کے والی بھی تھے ان کے بیٹے سے حج کے موقع پر قصاص لیا۔ سب لوگوں نے اس واقعہ کو دیکھا۔

یہ واقعہ حضرت عمر کے عدل کے بارے میں اکثر نقل کیا جاتا ہے۔ (درست ہے) لیکن یہ واقعہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے بڑا اہم ہے۔ اسلام نے لوگوں کے دلوں میں جو آزادی اور اپنے حقوق سے آگاہی کا شعور بیدار کیا تھا یہ واقعہ اس بات پر شاہد عادل ہے۔

اسلام سے پہلے مصر پر اہل روم کی حکومت تھی۔ قبطی لوگ اپنے آقاؤں سے اکثر کوڑے کھاتے رہتے تھے۔ حضرت عمرو بن عاص مصر کے فاتح بھی ہیں اور گورنر بھی ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ رومیوں سے کوڑے کھانے والے قبطیوں کو کس نے آزادی کا شعور اور اپنے گورنر کے خلاف شکایت کا حوصلہ عطا کیا۔

کرۂ ارض پر اسلام نے حریت کی خیرات تقسیم کی۔ یہ اسلام کے اسی فیضان کا اثر تھا کہ قبطی کو اپنی پہلی محکومی اور ذلت بھول گئی۔ شرف انسانی کا درس اسے یاد رہا اور وہ اپنے حاکم کے بیٹے کی اس حرکت پر غضب ناک ہو گیا۔ جس حرکت کی وجہ سے قبائے عزت تار تار ہو گئی تھی۔ اس کے پاس نہ جہاز تھا نہ کار نہ ریل اور نہ بحری جہاز فقط ایک اونٹ پر سوار ہو کر وہ لمبی لمبی مسافت طے کر کے اپنے خلیفہ کی بارگاہ میں شکایت کے لئے حاضر ہو گیا۔ اتنے دنوں کی مسافت کے بعد بھی اس کا جوش حریت ماند نہ ہوا۔ وہ خلیفہ جس نے مصر فتح کر کے اسے آزادی کا درس دیا تھا اور اسے انسانی عظمت سے آگاہ کیا جس کو وہ اہل روم کے کوڑوں تلے بھول چکا تھا۔

اس طرح ہم اسلام کے پیغام حریت کی گہرائی تک پہنچ سکتے ہیں۔ مسئلہ یہ نہیں کہ حضرت عمر بڑے عادل ہیں بات یہ ہے کہ حضرت عمر کا عدل اسلام کا ثمر ہے۔ یہ وہ طریقہ ہے جس کو دین اسلام نے روئے زمین پر رائج کر کے انسان کو ''انسان'' بنایا ہے۔

دین اسلام کے بغیر انسان کے لئے انسانیت کی اس منزل تک پہنچنا ناممکن تھا۔ اس دین نے انسانوں کو اپنے احکام اور امراء کے مقابلے میں حقوق عطا کئے ہیں۔

آج کل کی مہذب اقوام نے اسلام کے چند ایک اصولوں کو اپنایا ہے۔ لیکن کماحقہ آئین اسلام پر عمل نہیں کیا۔ اب بھی زمین کے کئی خطے ایسے ہیں۔ جہاں انسان توہین ذلت اور عذاب کے پھندے میں گرفتار ہیں۔

بعض مذاہب میں انسان کی حیثیت ''ہتھیار'' سے زیادہ نہیں۔ جس کے ذریعے کرامت وحریت

انسانی کا گلہ کاٹا جا رہا ہے۔لیکن اس سب کچھ کے باوجود انسانیت کے حواس پر اسلام کا پیغام ہمیشہ تازہ رہے گا۔

انسانی عظمت کی تعمیر کے سلسلے میں رحمت عالم ﷺ کے کچھ ارشادات سے اپنے قلب و نگاہ کو روشن کیجئے۔

☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆

(الف) انسانی وقار کی بحالی بزبان رسالت مآب ﷺ

(ا) تمام انسان حضرت آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں۔آخر زمانہ میں کچھ لوگ اپنے آباؤ اجداد پر فخر کریں گے۔حالانکہ وہ اللہ کی بارگاہ میں سیاہ بھوترے سے بھی زیادہ حقیر ہوں گے۔

(ب) حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ایک لڑکی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کیا مجھے میرے باپ نے اپنے بھتیجے کے ساتھ بیاہ دیا ہے۔وہ میری وجہ سے اسکی کمینگی پر پردہ ڈالنا چاہتا ہے۔حالانکہ میں اس شادی کو ناپسند کرتی ہوں۔سرکار ﷺ نے اس کے باپ کو بلا بھیجا پھر اسے اختیار دے دیا۔اس لڑکی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جو کچھ میرے باپ نے کیا ہے میں اس پر قائم ہوں میں نے چاہا کہ عورتوں کو بتا دوں کہ والدین کو لڑکیوں پر زبردستی کا کوئی حق نہیں۔

(ج) معاویہ بن سوید بن مقرن فرماتے ہیں۔میں اپنے ایک خادم کو مار کر بھاگ گیا۔پھر ظہر کے قریب آیا اور اپنے والد کے پیچھے نماز پڑھی۔میرے والد نے مجھے اور غلام دونوں کو بلایا اور اسے فرمایا اس سے بدلہ لو۔غلام نے معاف کر دیا۔میرے باپ نے فرمایا: حضور ﷺ کے زمانے میں ہمارے پاس صرف ایک خادمہ تھی۔ہم میں سے کسی نے اسے مارا۔جب یہ بات سرکار ﷺ تک پہنچی۔آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو آزاد کر دو۔ہم نے عرض کیا ہمارے پاس اس کے علاوہ اور کوئی نہیں سرکار ﷺ نے فرمایا: اس سے خدمت لیتے رہو۔جب کوئی اور آجائے تو اسے آزاد کر دینا۔

(د) حضرت معرور بن سوید فرماتے ہیں۔میں نے حضرت ابوذر کو دیکھا انہوں نے حلہ پہنا ہوا تھا۔ان کے غلام نے بھی ان جیسا ہی حلہ پہنا ہوا تھا۔میں نے وجہ پوچھی انہوں نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ تمہارے بھائی اور نوکر ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے اختیار میں دیا ہے۔پس جس کے قبضے میں اس کا بھائی (یعنی غلام) آئے اسے چاہئے کہ جیسا خود کھائے اسے بھی کھلائے جیسا خود پہنے اسے بھی پہنائے۔اور ایسا کام ان پر مسلط نہ کرو جو ان کے بس میں نہ ہو۔اور اگر کوئی ایسا کام ہو تو پھر اس میں ان کی مدد کیا کرو۔

(ھ) حضرت عمر فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر ہمارے سردار ہیں۔ انہوں نے ہمارے سردار حضرت بلال کو آزاد کیا ہے۔

☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆

اگر حضور ﷺ اللہ کے سچے رسول نہ ہوتے تو یہ ثمرات یوں ظاہر نہ ہوتے۔

جزیرۂ عرب کی سرزمین سے انسانی وحدت اور شرافت کے افکار کا جنم لینا اور ایک ایسے عظیم رسول کا مبعوث ہونا ہی آپ کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

عقاد کا بیان ہے۔

لوگوں نے جزیرۂ عرب کی گہرائیوں سے ایک آواز سنی جس میں ایک کامل نبی تمام انسانیت کو ایک دین ایک خدا اور ایک حق کی طرف بلا رہا ہے۔

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ۖ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

''اے لوگو! ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے ایک مرد اور ایک عورت سے اور بنائے ہیں تمہارے گروہ اور قبائل تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان لو۔ بے شک اللہ کی بارگاہ میں تم میں سے وہی عزت والا ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے''۔ (الحجرات)

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (سبا:28)

''اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کے لئے''۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (الانبیاء)

''اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر''۔

اللہ کے محبوب رسول ﷺ اپنے اوپر نازل ہونے والی آیات کو تفصیل سے بیان کر رہے ہیں۔

ان آیات کی تفسیر میں زبان رسالت سے یہ احادیث بیان ہو رہی ہیں۔

کسی عربی کو عجمی پر اور کسی قرشی کو حبشی پر کوئی فضیلت نہیں۔ سوائے تقویٰ کے۔

اس دعوت کا نتیجہ اس وقت زیادہ حیرت ناک معلوم ہوتا ہے جب یہ دیکھا جائے کہ مالک و مملوک کے درمیان مساوات کا درس دینے والی شخصیت کا تعلق جزیرہ عرب کے سب سے زیادہ معزز و مکرم خاندان سے ہے۔ جن کی خاندانی شرافت اور عظمت پر کفار بھی متفق ہیں۔ اسی باعظمت رسول ﷺ سے لوگ یہ سبق بھی سیکھ رہے ہیں کہ اصلاح و استقامت کی راہ پر چلنے کے لئے حسب و نسب کے

سہاروں کی ضرورت نہیں۔

چہارم: انفرادی احساس ذمہ داری

فرینکفرٹ یونیورسٹی کی نوجوان طالبہ وائس چانسلر کے پاس امداد کے لئے حاضر ہوئی اور کہا کہ میرے والدین مجھے گھر سے نکل جانے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ وائس چانسلر نے پوچھا وجہ کیا ہے؟ لڑکی نے کہا عنقریب اس کے ہاں ایک ایسا بچہ پیدا ہونے والا ہے جس کے باپ کے بارے میں اسے کوئی علم نہیں کہ وہ کون ہے؟ اور اس کا نام کیا ہے؟ کیونکہ (بے حیائی کے) جس اجتماع میں اس نے بدکاری کا ارتکاب کیا تھا۔ اس میں مردوں نے اپنی پہچان مخفی رکھنے کے لئے نقاب اوڑھے ہوئے ہیں۔

یہ واقعہ محض ایک ہلکا سا اشارہ ہے ورگرنہ آزادی کے نام پر بدی کا ارتکاب کرنے والے ممالک میں ہر سال ہزاروں ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ ناشنج نامی سالانہ اجتماع جو تین دن جاری رہتا ہے اس میں شرکاء (مرد اور عورت) کی عزت ایک دوسرے کے لئے مباح تصور کی جاتی ہے۔ بلکہ اسے تہذیب وآداب کے خلاف سمجھا جاتا ہے کہ کوئی لڑکی ان راتوں میں اپنے آشنا کے ساتھ چلے پھرے یا کوئی عورت اپنے شوہر کے ہاں رات گزارے۔ یہ تہوار گیارہویں مہینے کی گیارہ تاریخ گیارہ بج کر گیارہ منٹ سے شروع ہوتا ہے۔

بدی کے اس تہوار میں عورتیں اپنا سارا لباس اتار دیتی ہیں۔ وہاں ایسے مردوں سے ان کا اختلاط ہوتا ہے جنہوں نے اپنے چہرے ڈھانپ رکھے ہوتے ہیں تاکہ نہ مرد عورت اور نہ عورت مرد کو پہچان سکے۔

یہاں تک کہ ایک دوسرے کا نام پوچھنے کی زحمت بھی نہیں اٹھائی جاتی بے حیائی کے ان تہواروں کا فلسفہ یہ ہے کہ بشر کو خطا کار ضرور ہونا چاہیے ورگرنہ اس کا مقام اپنے معبود کے مقام تک پہنچ جائیگا۔ اپنے خدا کی ہمسری قطعاً جائز نہیں۔ ان کے یہ گناہ آخرت میں معاف کردیئے جائیں گے کیونکہ حضرت مسیح نے صلیب پر چڑھ کر (نعوذ باللہ) ان کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا ہے۔ اہل صلیب ان خیالات کا اظہار اپنی مجالس اور محافل میں بار بار کرتے ہیں۔

نصرانی افکار کا نتیجہ آپ نے ملاحظہ کرلیا ہے۔ جنکا نظریہ یہ ہے کہ انسان پیدائشی گناہگار ہے۔ کیونکہ اس کے باپ حضرت آدم علیہ السلام نے خطاء کی تھی اور حضرت مسیح علیہ السلام نے بشریت کے چہرے سے داغ گناہ مٹانے کے لئے خود کو صلیب پر چڑھالیا (نعوذ باللہ) اس انداز فکر سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کو دوسروں کے اعمال کے بارے میں جواب دینا پڑے گا۔ (اگر یہ سوچ صحیح ہوتو پھر) فرد

کی ذاتی ذمہ داری کا تصور ختم ہو جائیگا۔ جس سے یہ سوچ پیدا ہوتی ہے کہ ہر شخص فقط اپنے ہی عمل کا ذمہ دار ہے خواہ اس کا عمل چھوٹا ہو یا بڑا۔ کسی دوسرے سے قطعاً سوال نہیں کیا جائیگا۔ اس انداز فکر سے مزید دو خطرناک پہلو ظاہر ہوتے ہیں۔

(۱) انسان پیدائشی طور پر خطا کار ہے۔ اور اسے یہ خطا (اپنے باپ حضرت آدم سے) ورثے میں ملی ہے اور اس خطا کی بخشش کے لئے وہ (مسیح علیہ السلام) پر اعتماد کرے گا۔

(۲) جب دوسرا انسان اس کے گناہوں کے بارے میں جوابدہ ہوگا تو اسے اپنے گناہوں کی کیا پرواہ ایسے میں روئے زمین پر بدی پھیل جائیگی۔ مزید تسلی کیلئے امریکہ اور برطانیہ کے حالات کا مطالعہ کیجئے گناہ و بدکا بخشنے کے بارے میں آپ وخود بخود معلوم ہو جائیگا۔ آجکل پوری دنیا انہی کی نقالی پر تلی ہوئی ہے۔

شخصی جوابدہی اور ہندو قوم

شخصی جوابدہی سے فرار کے سلسلے میں ہندو برہمن بھی نصرانیوں سے پیچھے نہیں۔

ہندو تناسخ ارواح کے قائل ہیں۔ تناسخ ارواح کا مطلب ہے انسانی روح ایک بدن سے جدا ہونے کے بعد کسی دوسرے جسم میں منتقل ہو جاتی ہے۔ نئے جنم میں اچھے بدن کا حصول پہلی زندگی میں انسان کے اعمال' افکار' میلانات پر منحصر ہے۔ اگر انسان کے اعمال وافکار برے ہوئے تو روح کو کسی برے قالب میں ٹھکانا ملے گا اگر اعمال وافکار صالح ہوئے تو روح کی قرار گاہ بھی اچھی ہوگی۔

اس عقیدے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ لوگ جو اس وقت انسان ہیں۔ (یہ بذات خود انسان نہیں بلکہ) گذشتہ لوگوں کے نیک اعمال کی وجہ سے ان کی روحوں کو یہ وجود ملا ہے۔ اور موجودہ انسان اپنے اعمال کی خرابی کی وجہ سے ممکن ہے کہ کوئی درخت یا جانور بن جائے۔ اس عقیدے سے کیا نتیجہ نکلا؟

(۱) اس عقیدے کی وجہ سے یہ شعور ابھرے گا کہ حیوان' انسان اور نباتات میزان وجود میں ان کا وزن برابر ہے۔ کیونکہ موجودہ حیوان پہلے انسان تھا اور موجودہ درخت پہلے جانور تھا۔ نتیجہ یہ بھی ضروری ہوا کہ کسی انسان' حیوان یا درخت کو تکلیف نہ دی جائے۔ اگر یہ نظریہ درست ہو تو زندگی کس قدر اجیرن ہو جائیگی؟

(۲) اس عقیدے سے ایسی رہبانیت جنم لیتی ہے۔ جس سے عمل کا خانہ خراب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس عقیدے میں شہوت تمام فسادات کی جڑ ہے۔ یہی شہوت روح کو گناہوں سے آلودہ کر دیتی ہے۔

اور اسی کی وجہ سے روح کو قالب در قالب دھکے کھا کر اپنے اعمال کے وبال کا ذائقہ چکھنا پڑتا ہے لیکن اگر انسان اپنی اس کمزوری پر قابو پالے تو اسے تناسخ ارواح سے نجات مل سکتی ہے۔ اور ایسا تب ہی

ممکن ہے کہ انسان آبادیوں سے نکل کر جنگلوں ویرانوں اور پہاڑوں کی غاروں میں ڈیرا جمالے۔

لیکن جو انسان ترک دنیا اور رہبانیت کے اس انداز کو نہیں اپنا سکتا وہ اگلے جنم میں جانور یا درخت بننے کیلئے تیار ہو جائے۔

(۳) اب انسان کے پاس دو ہی راستے ہیں یا خواہش نفس ترک کر کے ویرانوں میں کٹیا بنا لے یا عمل اور مابعد العمل کے چکر سے نکل کر اپنے گناہوں کا بوجھ دوسروں پر لاد دے۔ اگر شہوت نفس ترک کر دی جائے تو نسل انسانی کا سلسلہ ختم ہو جائیگا۔ اور اگر فطرت کو لاابالی پن کے گھاٹ اتار دیا جائے تو دنیا و آخرت دونوں تباہ ہو جاتے ہیں۔

☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆

شخصی ذمہ داری سے فرار کی ایک اور صورت اہل عرب میں رائج تھی کہ وہ قاتل کو چھوڑ کر اس کے کسی بھی قریبی رشتہ دار سے بدلہ لے لیتے یہ سراسر نامعقول ہے۔ ایک اور صورت کہ انسان اپنے اعمال کے بارے میں کسی کے سامنے بھی جوابدہ نہیں یہ بھی ایک بے ہودہ تصور ہے۔ تیسری صورت ہے کہ انسان قانون کے سامنے جوابدہ ہے۔

یہود کا انحراف

یہودی اپنے آپ کو ذاتی جوابدہی سے بری سمجھتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ وہ اللہ کی پسندیدہ قوم ہیں۔ اور اسی محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ نبی رحمت ﷺ کی بعثت مبارکہ کے وقت اپنے جرائم سے فرار کے یہ نظریات عام تھے۔ جب حضور ﷺ تشریف لائے آپ نے اس سلسلے میں کیا کیا؟

اسلام نے کھلے الفاظ میں اعلان کیا کہ ہر انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ کوئی شخص اپنے بھائی یا دادا کے گناہوں کا ذمہ دار نہیں سوائے اس کے کہ ان کے اعمال باہمی مربوط ہوں۔

نیز یہ کہ آنیوالی نسل پر گذشتہ نسل کا بوجھ نہیں لادا جائے گا۔ روز حشر اللہ کے سامنے اور اس دنیا میں شریعت الٰہی کے سامنے ہر انسان کو اپنے چھوٹے بڑے عمل کا خود جواب دینا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (انعام:164)

''اور نہ اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ''۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے۔

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.

تم میں سے ہر ایک (اپنے ماتحتوں کا) نگران ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

قرآن کریم نے انسان کو اس طرح مخاطب کیا۔

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (النساء:172)

"(نجات کا انحصار) نہ تمہاری جھوٹی امیدوں پر ہے اور نہ اہل کتاب کی جھوٹی امیدوں پر (بلکہ) جو عمل کرے گا برے اسے سزا ملے گی اسکی"۔

اس پیغام ہدایت بخش کے بعد ہر مسلمان ہر چھوٹے بڑے عمل کے بارے میں اپنے نفس کی نگرانی کرنے لگا۔ یہاں تک کہ اس دور کے اہل ایمان کا فرمان ہے کہ ہم ایک حصہ حرام سے بچنے کے لئے نو حصے حلال سے بھی چھوڑ دیا کرتے تھے۔

عمل ہی ترقی اور پسماندگی کا معیار بن گیا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے گروہ قریش! اپنے آپ کو (عذاب آخرت سے) بچالو میں اللہ کی بارگاہ میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکوں گا۔ اے عبد مناف کی اولاد! میں اللہ سے تمہیں نہیں بچا سکوں گا۔ اے عباس بن عبد المطلب! میں اللہ سے تم کو نہ بچا سکوں گا۔ اے فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے مال میں سے جو چاہو لے لو۔ اللہ کی بارگاہ میں میں تمہیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکوں گا۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ:۔ قرآن و حدیث میں شفاعت کے بارے میں خاطر خواہ دلائل موجود ہیں۔ تحقیق کا ذوق رکھنے والے کتب حدیث سے خود استفادہ کر سکتے ہیں۔ بعض ظاہر بین اور سیاق و سباق سے بے خبر لوگ اس جیسی احادیث کو پڑھ کر شک و شبہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح کہہ دیا ہے تو پھر دوسرے کس شمار میں۔

اس حدیث پاک کا پس منظر یہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا: کہ اے میری قوم میرے خاندان والو اور میری بیٹی سب اسلام قبول کر لو اگر تم اسلام قبول نہیں کرو گے تو اللہ کی بارگاہ میں میری نسبت تمہیں کچھ فائدہ نہیں دے گی۔ اس بات کو سب

تسلیم کرتے ہیں کہ کافر کو نسبی اعتبار سے نبی سے جتنا بھی قرب ہو یہ قرب اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ لیکن جب انسان کسی نبی کی غلامی میں آجاتا ہے اور بالخصوص جب رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایہ رحمت میں آجاتا ہے تو جنت کی ساری خوشخبریاں اس کا مقدر بن جاتی ہیں۔ شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔ میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ کرنے والوں کے لئے ہے۔ یہ کس کا فرمان ہے؟ حیرت ہے کہ منکرین شفاعت اپنے مدارس کے لئے چندہ اکٹھا کرتے وقت تو کہتے ہیں کہ ایک حافظ قرآن اپنے کئی رشتہ داروں کی شفاعت کرے گا۔ انکار پہ آئے تو شفاعت نبوت کا انکار اور اقرار پہ آئے تو عام انسان کی عظمت کا اقرار اہل عقل و دانش کو اس بارے میں غور کرنا چاہئے۔

مصنف نے یہ حدیث پاک فرد کی ذاتی ذمہ داری کے حوالے سے بیان کی ہے کہ ہر شخص کے لئے لازم ہے کہ وہ اسلام قبول کرے۔ (مترجم مختار احمد رومی)

ذاتی فرض شناسی اور مسلم و غیر مسلم نظریات

ذاتی فرض شناسی کے اس اعلان سے انسانی ضمیر دوسروں کے سہارے تلاش کرنے سے آزاد ہو گیا۔ راہ سلوک میں انسان کو استقامت نصیب ہوئی اور اسے اپنی خطائیں دوسروں کے سر تھوپنے کی فکر سے نجات مل گئی۔ بیہودگی اور مزاح سے ہٹ کر حقیقت کو اپنا اصلی مقام نصیب ہو گیا اور بھلائی کا حصول انسان کا ہدف بن گیا۔

جان عالم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پاک کا یہ بھی ایک ثمر ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ کیونکہ اگر وحی الٰہی نہ ہوتی تو ثمر ظاہر نہ ہوتا۔ حضرت عقاد نے اس موضوع پر خوب خامہ فرسائی کی ہے۔ ان کے چند فقرات حاضر خدمت ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

ہر انسان کا ضمیر ہی دیانت کا ٹھکانہ ہے۔ جب ضمیر پر کوئی پابندی نہ ہو تو فرد اور جماعت دونوں کے دل دیانت سے خالی ہو جاتے ہیں اگر فرد کی مسوولیت کا تصور ابتداء عہد انسانی سے رائج ہو جاتا تو کوئی معاشرہ بھی اجتماعی مسؤولیت سے آزاد نہ ہوتا۔ لیکن اس مسؤولیت کو نظر انداز کر دیا گیا۔ یہ آج کے تہذیبی دور کی بات نہیں بلکہ شروع سے ہی ایسا ہوتا آرہا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں فرد پر جرم اور اس کی سزا عائد کرنے والی کوئی حکومت نہ تھی۔ اس دور میں اگر کوئی شخص کسی دوسرے قبیلے کے کسی فرد پر ظلم کرتا شاید ہی ایسا ہوا ہو کہ ظالم کے خاندان نے اس شخص کو مظلوم کے خاندان کے حوالے کیا ہو۔ اس طرح انتقام کے نام پر ایک نہ ختم ہونے والی جنگ جاری ہو جاتی جو کئی نسلوں کو تباہ کر دیتی۔

اہل روم جن کے قانون کو ام القوانین کہا جاتا ہے۔ انہوں نے خاندان میں سے باپ کی

مسئولیت کا نظام رائج کیا۔خاندان کے کسی بھی فرد کے جرم کے بارے میں باپ سے پوچھ گچھ کی جاتی۔اور باپ کو اپنی اولاد کے جان و مال میں تصرف کا حق حاصل تھا۔

ہند میں بھی ایسا نظام رائج تھا جس کے مطابق انسان کو اپنے اعمال کے بدلے طرح طرح کے وجود ملنے کا تصور عام تھا۔آدم کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ خطاءِ آدم فقط ان سے ہی نہیں بلکہ انکی تمام اولاد سے اس کے بارے میں سوال ہوگا۔

لیکن اسلام نے فرد کی مسئولیت کا جو تصور پیش کیا ہے یہ بالکل نیا ہے۔یہ صاحب شریعت اسلامیہ کا اعجاز ہے۔کہ ایک ایسے معاشرے میں انفرادی احساس ذمہ داری کا نظام رائج کیا جس کا رواج پہلے بالکل معدوم تھا۔جزیرۂ عرب جہاں جرم وسزا کا سابقہ نظام اس نظام کے بالکل برعکس تھا۔جہاں ''انتقام'' کا نام قانون تھا اور جہاں ہر قبیلے کی اپنی من مانی شریعت تھی۔اس ماحول میں قرآن حکیم نے اعلان فرمایا:

وأن ليس للانسان الا ما سعىٰ. (النجم:39)

''نہیں ہے انسان کے لئے مگر وہ جس کی اس نے کوشش کی''۔

کسی نسل کو اس کے اسلاف کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی موجودہ انسانوں کی اولاد کو ان کے گناہوں کی سزا دی جائے گی۔

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ (البقرہ)

''یہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی۔انہیں فائدہ دے گا جو (نیک عمل) انہوں نے کمایا اور تمہیں نفع دیں گے جو (نیک اعمال) تم نے کمائے اور نہ پوچھے جاؤ گے تم اس سے جو وہ کیا کرتے تھے''۔

كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ۝ (الطور)

''ہر شخص اپنے اپنے مال میں اسیر ہوگا''۔

ایسا کٹھن مرحلہ جس میں عمل کرنے سے پوری تاریخ قاصر ہے اسلام نے بغیر کسی سابقہ رہنمائی اور نمونے کے بلکہ بہت ساری رکاوٹوں اور مشکلات میں عمل کر دکھایا۔یہ کارنامہ کوئی ضمنی عمل نہیں بلکہ ضمیر کی تاریخ میں فتح اکبر ہے۔

عدل

ہادی جن وانس جان عالم محمد کریم ﷺ کی دعوت کا پانچواں ثمر عدل وانصاف ہے۔ حضور ﷺ کا عدل آپ کی رسالت کا گواہ ہے۔ اگر عدل وانصاف کا یہ نمونہ نہ ہوتا تو نتائج اس طرح نہ ہوتے۔ تاریخ عالم اس عدل کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آئندہ صفحات میں رحمت عالم ﷺ کی مبارک زندگی اور بارگاہ رسالت سے فیض یاب ہونے والے صحابہ کی سیرت سے کچھ احوال پیش کیے جائیں گے۔ تاکہ پڑھنے والا جان سکے کہ حضور ﷺ کی ذات گرامی اور آپ کے پیغام ہدایت سے بشریت کو وہ عروج نصیب ہوا جس کی تمنا میں بے حساب نسلیں اور زمانے گزر گئے تھے۔ اس میں ہم یہ بھی دیکھ سکیں گے کہ قرآن ایک زندہ حقیقت ہے۔ جس پر اس دور کی یکتا نسل نے عمل کر دکھایا اور قرآن نے انہیں انسانیت کی اعلیٰ منازل پہ فائز کر دیا اور جنہوں نے قرآن پر عمل نہ کیا وہ حیوانیت کے تاریک گڑھوں میں گر گئے۔

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾ (النساء)

”اے ایمان والو! ہو جاؤ مضبوطی سے قائم رہنے والے انصاف پر گواہی دینے والے محض اللہ کے لئے چاہے گواہی دینا پڑے تمہیں اپنے نفسوں کے خلاف یا اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف (جس کے خلاف گواہی دی جا رہی ہے) وہ دولت مند ہو یا فقیر۔ پس اللہ زیادہ خیر خواہ ہے دونوں کا۔ تو نہ پیروی کرو خواہش نفس کی انصاف کرنے میں اور اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ موڑو تو بے شک اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے اچھی طرح بے خبر ہے“۔

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۫ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾ (المائدۃ)

”اے ایمان والو! ہو جاؤ مضبوطی سے قائم رہنے والے اللہ کے لئے گواہی دینے والے انصاف کے ساتھ اور ہرگز نہ اکسائے تمہیں کسی قوم کی عداوت اس پر کہ تم عدل نہ کرو۔

عدل کیا کرو یہی زیادہ نزدیک ہے تقوی سے اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے بیشک اللہ تعالی خوب خبردار ہے۔ جو کچھ تم کرتے ہو"۔

وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ (النساء:58)

''اور جب تم فیصلہ کرو لوگوں کے درمیان تو تم فیصلہ کیا کرو عدل کے ساتھ"۔

(۱) ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری کی حدیث ذکر کی ہے۔

ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ سے اپنے قرض کا مطالبہ بڑے سخت انداز میں کیا۔ یہاں تک کہ اس نے یہ کہا کہ (احرج علیک) وگرنہ میرا قرض ادا کردیں۔ صحابہ کرام نے اسے جھڑکا اور کہا تیرا ستیاناس ہو جائے جانتے ہو کہ کس سے بات کررہے ہو؟ اعرابی نے کہا میں اپنا حق مانگ رہا ہوں۔

سرکار ﷺ نے فرمایا تم صاحب حق کا ساتھ کیوں نہیں دیتے؟ اس کے بعد آپ نے حضرت خولہ بنت قیس کے ہاں پیغام بھیجا کہ تمہارے پاس کھجوریں ہوں تو ہمیں ادھار دے دو بعد میں ہم آپ کو لوٹا دیں گے۔ خولہ نے کہا کہ میرے ماں باپ قربان! کھجوریں حاضر خدمت ہیں۔ آپ ﷺ نے کھجوریں لے کر اعرابی کا ادھار بھی دے دیا اور اسے کھانے کے لئے بھی کھجوریں عطا فرمائیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہیں پورا پورا دے دیا ہے۔ اپنا حق اچھی طرح ادا کرنے والے سب اچھے لوگ ہوتے ہیں۔ اس قوم کا کبھی بھلا نہ ہو جس میں غریب کو بلا تکلف اپنا حق وصول نہ ہو۔

اس حدیث پاک کو بزار نے حضرت عائشہ صدیقہ سے مختصرا اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے جید اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(۲) حضرت عروہ سے روایت ہے۔

حضور ﷺ کے زمانے میں ایک عورت نے چوری کرلی۔ اس کے قبیلے کے لوگ حضرت اسامہ بن زید کے پاس سفارش کے لئے حاضر ہوئے۔ راوی کا بیان ہے۔ جب حضرت اسامہ بن زید نے بات کی حضور ﷺ کے چہرہ اقدس کا رنگ بدل گیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تم حدود اللہ کے بارے میں مجھ سے بات کررہے ہو؟ حضرت اسامہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے لئے اللہ تعالی سے بخشش کا سوال کیجئے۔

جب عشاء کا وقت ہوا سرکار ﷺ منبر پر خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا:

تم سے پہلے لوگ اس وجہ سے ہلاک ہو گئے کہ جب ان میں کوئی صاحب اثر شخص چوری کرتا تو

لوگ اسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد لگاتے۔ مجھے اپنے رب کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتیں تو میں ان کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

اس کے بعد سرکار ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہاتھ کٹ جانے کے بعد اس نے سچی توبہ کی اس نے شادی بھی کر لی۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ وہ عورت ہمارے گھر آتی تھی۔ میں اس کی حاجت رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کر دیتی۔ (بخاری)

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے جمعہ کے موقع پر فرمایا:

کل صبح ہم صدقہ کے اونٹ تقسیم کریں گے۔ سب لوگ آجائیں۔ لیکن اجازت کے بغیر کوئی شخص ہمارے پاس نہ آئے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا یہ مہار لے لو شاید اللہ تعالیٰ ہمیں اونٹ عطا کر دے۔ اگلے دن وہ آدمی بغیر اجازت کے اندر آ گیا۔ وہاں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر موجود تھے آپ نے اس سے پوچھا تمہیں کس نے اندر بھیجا ہے؟ پھر اس سے مہار لے کر وہی مہار اسے ماری۔ جب آپ اونٹوں کی تقسیم سے فارغ ہوئے اس شخص کو بلا بھیجا اسے مہار دی اور کہا جس طرح میں نے تمہیں مارا تھا تم بھی اسی طرح مجھے مار لو۔ حضرت عمر نے فرمایا: یہ شخص انتقام نہیں لے سکے گا اور آپ اس طرح رسم نہ بنائیں۔

آپ نے فرمایا: پھر قیامت کے دن مجھے اللہ تعالیٰ سے کون بچائے گا؟ حضرت عمر نے فرمایا: اسے راضی کر لیں۔ آپ نے اسے ایک اونٹ مع کجاوہ اور پانچ دینار دے کر راضی کر لیا۔ (بیہقی)

(۴) حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو خیبر میں مسلمانوں کے حصہ کا وکیل بنایا۔ اہل خیبر یہودی تھے۔ اس سلسلے میں بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث ذکر کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ ہر سال خیبر جاتے۔ اور پیداوار کا حصہ بڑی باریکی اور دیانت سے وصول کرتے۔ اہل خیبر نے آپ کی شکایت بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں کی کہ آپ چھوٹی چھوٹی چیزوں کا بھی حساب کرتے ہیں۔

ساتھ ہی انہوں نے آپ کو موم کرنے کے لئے کچھ دینے کا چکر بھی چلایا۔ آپ نے فرمایا اے دشمنان خدا! تم مجھے حرام کا لالچ دیتے ہو۔ بخدا میں تمہارے پاس اس ہستی کی بارگاہ سے آیا ہوں جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہیں۔ اور تم مجھے بندروں اور خنزیروں سے بھی زیادہ ناپسند ہو۔ لیکن سرکار ﷺ سے محبت اور تم سے نفرت مجھے ناانصافی پر مجبور نہیں کر سکتی۔

یہودیوں نے کہا کہ ایسے ہی انصاف کی وجہ سے زمین و آسمان قائم ہیں۔

(۵) ابن عساکر، سعید بن منصور اور بیہقی نے شعبی کی یہ حدیث نقل کی ہے۔

حضرت عمر اور حضرت ابی بن کعب کے درمیان کچھ جھگڑا تھا۔ حضرت عمر نے فرمایا کوئی ثالث مقرر کرلو۔ دونوں نے حضرت زید بن ثابت کو ثالث تسلیم کرلیا۔ ان کے پاس گئے تو حضرت عمر نے کہا: ہم آپ کے پاس فیصلہ کے لئے آئے ہیں۔ حضرت زید نے حضرت عمر کے لئے اپنا بستر چھوڑ کر کہا: امیر المومنین یہاں تشریف رکھئے۔ حضرت عمر نے فرمایا: یہ پہلا ظلم ہے جو آپ نے کیا ہے۔ میں (مخصوص جگہ پر نہیں) بلکہ اپنے مدمقابل کے ساتھ بیٹھوں گا۔ دونوں حضرت زید کے سامنے بیٹھ گئے۔ حضرت ابی بن کعب نے دعویٰ کیا حضرت عمر نے انکار کیا۔ حضرت زید نے حضرت ابی سے کہا تم امیر المومنین کو قسم سے معاف رکھو۔ آپ کے علاوہ میں کسی اور کے لئے قسم کی معافی کا سوال نہیں کروں گا۔

حضرت عمر نے حلف دے دیا پھر آپ نے قسم کھا کر کہا کہ زید اس وقت تک صحیح قاضی نہیں بن سکتا جب تک حضرت عمر اور ایک عام مسلمان اس کی نگاہ میں برابر نہ ہوں۔

(۶) ابن سعد اور ابن راہویہ نے عطاء سے روایت ذکر کی ہے۔ حضرت عمر اپنے عمال کو فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حج کے موقع پر ملا کرو۔ جب وہ اکٹھے ہو جاتے آپ لوگوں سے فرماتے۔ اے لوگو! میں نے اپنے عمال کو تم پر اس لئے نہیں مقرر کیا کہ وہ تمہارے مال اور جان پر ظلم کریں۔ بلکہ میں نے انہیں اس لئے بھیجا کہ یہ تمہارے درمیان (ظلم اور جھگڑے کے وقت) حائل ہو جائیں اور تمہارے درمیان مال تقسیم کریں۔ پس اگر کسی نے ایسا نہیں کیا تو اس کے بارے میں مجھے بتاؤ۔ یہ سن کر ایک شخص اٹھا اس نے کہا امیر المومنین آپ کے فلاں عامل نے مجھے سو کوڑے مارے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کس وجہ سے؟ اٹھو اور اس عامل سے بدلہ لے لو۔ اس پر حضرت عمرو بن عاص کھڑے ہوئے۔ اور کہا اے امیر المومنین اگر آپ نے ایسا کیا تو یہ معاملہ دشوار ہو جائے گا۔ اور یہ رسم بن جائے گی۔ جس پر بعد والے بھی عمل کریں گے۔ آپ نے فرمایا: کیا میں قصاص نہ لوں حالانکہ میں نے دیکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے آپ سے قصاص لیا تھا۔

حضرت عمرو نے کہا ہمیں مہلت دیجئے کہ اسے راضی کرلیں۔ آپ نے مہلت دی انہوں نے ہر کوڑے کے بدلے دو دینار دے کر دو سو دینار پر اسے راضی کرلیا۔

(۷) ابن عساکر کا بیان ہے۔ حضرت عمر نے حضرت فیروز دیلمی کو خط لکھا کہ تمہیں شہد بھرے نشر و بات نے مشغول کر رکھا ہے۔ جب میرا یہ خط تمہیں ملے۔ اللہ کا نام لے کر جہاد پر نکل جانا۔ یہ سن کر حضرت فیروز آپ کی خدمت میں آئے اجازت چاہی آپ کو اجازت مل گئی آپ جانے لگے تھے کہ ایک قریشی نوجوان بھی آپ سے پہلے حضرت عمر کے پاس جانے لگا۔ آپ نے اسے تھپڑ مار دیا۔ نوجوان خون سے تر بتر حضرت عمر کے پاس پہنچ گیا آپ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا جناب فیروز دیلمی نے

تھپڑ مارا ہے۔ اور وہ باہر دروازے پر کھڑے ہیں۔ آپ نے فیروز کو بلایا اور فرمایا: فیروز یہ کیا ہے؟

حضرت فیروز نے کہا: اے امیر المومنین! ہم دونوں (یہ قریشی اور میں) نئے نئے حاکم بنے ہیں۔ آپ نے مجھے خط لکھا تھا اس نوجوان کو خط نہیں لکھا تھا۔ مجھے اندر آنے کی اجازت دی تھی اس کو نہیں دی تھی۔ اس نے مجھ سے پہلے میرے وقت میں آپ کے پاس آنے کی کوشش کی ہے جس کی وجہ سے یہ کام ہو گیا ہے۔

آپ نے فرمایا: اب تمہیں قصاص دینا پڑے گا۔

فیروز نے کہا ایسا ضروری ہے؟

آپ نے فرمایا: بہت ضروری ہے۔

یہ سن کر حضرت فیروز نے اپنے گھٹنے ٹیک دیئے نوجوان قصاص لینے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ حضرت عمر نے فرمایا: جوان ٹھہر جا۔ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کا فرمان سناتا ہوں جو میں نے ایک مرتبہ بوقت صبح سنا تھا۔ سرکار ﷺ نے فرمایا:

"آج رات اسود عنسی جھوٹے کو اللہ کے ایک نیک بندے فیروز دیلمیؓ نے قتل کر دیا ہے۔"

حضرت عمر نے فرمایا: حضور ﷺ کا یہ فرمان سننے کے بعد بھی تم فیروز سے بدلہ لینا چاہتے ہو؟

نوجواں نے کہا میں نے فیروز کو معاف کر دیا ہے۔

حضرت فیروز نے کہا امیر المومنین کیا اس طرح میرا چھٹکارا ہو جائے گا؟ اور کیا یہ نوجوان مجھے بخوشی معاف کر رہا ہے؟

آپ نے فرمایا: ہاں۔

اس پر حضرت فیروز نے فرمایا: میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میری تلوار میرا گھوڑا اور تیس ہزار کی رقم میری طرف سے اس نوجوان کے لئے تحفہ ہے۔

(۸) ایاس بن سلمہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ ان کے والد کا بیان ہے۔ حضرت عمر بازار میں جا رہے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں درہ تھا۔ آپ نے مجھے آہستہ سا درہ مارا جو میرے کپڑوں پر لگا آپ نے فرمایا: راستہ چھوڑ کر چلا کرو۔

سال بعد میری آپ سے ملاقات ہوئی آپ مجھے اپنے گھر لے گئے اور چھ سو درہم عطا کر کے فرمایا: انہیں اپنے حج کے معاملات میں خرچ کر لینا اور یاد رکھو! گزشتہ سال جو درہ میں نے تمہیں مارا تھا یہ اس کے بدلے میں ہیں۔ میں نے عرض کیا امیر المومنین! مجھے تو یاد بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا: میں اب تک نہیں بھولا۔ (طبری)

(۹) محب طبری نے عشرہ مبشرہ کے مناقب میں لکھا ہے۔ حضرت عثمان غنی نے اپنے غلام سے فرمایا: میں نے تمہارا کان کھینچا تھا سو اب تم مجھ سے قصاص لے لو۔ جب غلام نے آپ کے کان پر ہاتھ رکھا تو آپ نے فرمایا: خوب کھینچو۔ یہی اچھا ہے وہ قصاص جو دنیا میں لے لیا جائے تا کہ آخرت میں اس کا سبب ختم ہو جائے۔

(۱۰) حضرت علی بن ربیعہ فرماتے ہیں۔ جعدہ بن ہبیرہ حضرت علی کے پاس آئے اور کہا اے امیر المومنین! آپ کے پاس دو آدمی آئیں جن میں سے ایک آپ سے اپنی جان مال اور اولاد سے بڑھ کر محبت کرتا ہو اور دوسرا ایسا ہو کہ اگر اس کے بس میں ہو تو آپکو ذبح کر دے۔ آپ کس کے حق میں فیصلہ کریں گے۔ آپ نے فرمایا: فیصلہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ہوتا ہے۔ میں اللہ کی رضا کے لئے اگر دشمن حق پر ہو تو اس کے حق میں فیصلہ دوں گا۔ (ابن عساکر)

(۱۱) ترمذی اور حاکم نے شعبی سے روایت نقل کی ہے۔

ایک دن حضرت علی بازار تشریف لے گئے آپ نے دیکھا ایک نصرانی زرہیں بیچ رہا ہے۔ آپ نے اپنی زرہ پہچان لی۔ آپ نے فرمایا: یہ زرہ میری ہے۔ اب تیرے اور میرے درمیان مسلمان قاضی فیصلہ کرے گا۔ حضرت شریح اس وقت قاضی تھے۔ حضرت علی نے ہی انہیں قاضی مقرر کیا تھا۔ جب آپ نے امیر المومنین کو دیکھا تو کھڑے ہو کر آپ کا استقبال کیا۔ آپ کو اپنی نشست پر بٹھایا اور خود نصرانی کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حضرت علی نے فرمایا قاضی صاحب ہمارا فیصلہ کر دیجئے۔ حضرت شریح نے کہا فرمایئے: آپ نے فرمایا: یہ زرہ میری ہے اور میرے پاس کافی عرصہ رہی ہے۔ حضرت شریح نے نصرانی سے کہا تم کیا کہتے ہو؟

نصرانی نے کہا میں امیر المومنین کو جھٹلاتا نہیں ہوں لیکن زرہ میری ہی ہے۔ حضرت شریح نے کہا اب زرہ خود تو اس کے ہاتھ سے نکلے گی نہیں۔ امیر المومنین آپ کے پاس کوئی گواہ ہے؟

امیر المومنین نے فرمایا: شریح آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ یہ سن کر نصرانی نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ احکام انبیاء علیہم السلام کے ہیں۔ امیر المومنین اپنے مقرر کردہ قاضی کے پاس چل کر آئیں اور قاضی فیصلہ کرے۔

یہ زرہ آپ کی ہے آپ کے اونٹ سے گر گئی تھی۔ میں نے اٹھالی۔ یہ کہہ کر اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور اسلام قبول کر لیا۔

حضرت علی نے فرمایا اب جب تم نے اسلام قبول کر لیا ہے تو زرہ تمہاری ہو گئی یہ کہہ کر اسے گھوڑے پر سوار کر دیا۔

(۱۲) حضرت حارث بن سوید فرماتے ہیں حضرت مقداد بن اسود ایک سریہ میں تھے۔ آپ نے دشمن کا محاصرہ کرلیا۔ امیر لشکر نے اعلان کر رکھا تھا کہ کوئی شخص اپنی سواری چراگاہ میں نہ لے جائے۔ ایک شخص کو اس اعلان کا علم نہیں تھا۔ وہ سواری چراگاہ میں لے گیا۔ اس شخص کو مارا گیا وہ واپس لوٹا تو کہہ رہا تھا میری زندگی میں آج جیسا دن کبھی نہیں آیا۔ حضرت مقداد نے یہ بات سنی تو اس سے پوچھا تمہیں کیا ہے؟ اس نے سارا ماجرا عرض کر دیا۔

آپ اسے امیر کے پاس لے گئے اور کہا اسے بدلہ دیجئے۔ مارنے والے نے خود کو قصاص کیلئے پیش کر دیا۔ حضرت مقداد وہاں سے لوٹے تو فرما رہے تھے مجھے اسلام اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔

☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆

گزشتہ صفحات میں ہم نے عدل وانصاف کی چند ایک مثالیں ملاحظہ کی ہیں۔ یہ عدل ہمارے آقا و مولا محمد کریم ﷺ کی دعوت کی پیداوار ہے۔ اس سے پہلے اہل عرب اپنے قبیلے اور اپنے تعلق والوں کی مدد کرتے تھے۔ خواہ وہ حق پر ہوتے یا ناحق۔ یہ معلوم کر کے انسان حیران ہو جاتا ہے کہ صحابہ کرام کتنی جلدی عدل وانصاف کا پیکر بن گئے۔ اور وہ اردگرد کی تمام اقوام پر غالب آگئے انہوں نے ایسی عادلانہ حکومت کی جس کی مثال لانا مشکل ہے جب مغلوب ومفتوح اقوام نے ان فاتحین کا حسن معاملہ دیکھا تو مسلمان ہو گئے۔ مفتوحہ ممالک کی وسعت کے مقابلے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جسمانی صلاحیتیں ناکافی تھیں۔ لیکن تربیت نبوی ﷺ نے صحابہ کرام کے قلوب میں وہ طاقت بھر دی جس کی وجہ سے وہ امور مملکت کو باحسن انداز انجام دینے میں سو فیصد کامیاب رہے۔

یہاں تک کہ دور صحابہ کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مزید فتوحات عطا فرمائیں تب بھی قاضیان اسلام نے اپنے علم وتقویٰ کے سہارے فن قضاء کی تمام نزاکتوں کو ملحوظ رکھا۔ اب بھی ان کے عدل وانصاف ضرب المثل کے طور پر مشہور ہیں۔

عباسی عہد کی دو مثالیں پیش خدمت ہیں۔

(۱) خلیفہ مہدی کے زمانے میں شریک بن عبداللہ کوفہ کے قاضی تھے۔

عمر بن ہیاج کا بیان ہے۔ میں حضرت شریک کے دوستوں میں تھا۔ میں ایک دن صبح صبح ان سے ملنے کے لئے گیا۔ جب وہ باہر نکلے تو انہوں نے چادر اوڑھ رکھی تھی۔ جس کے نیچے قمیض نہ تھی۔ میں نے پوچھا آپ عدالت میں نہیں جائیں گے؟

انہوں نے فرمایا: کل میں نے کپڑے دھوئے تھے وہ ابھی تک خشک نہیں ہوئے۔ میں ان کے خشک ہونے کا انتظار کر رہا ہوں۔ آؤ بیٹھو! ہم نے بیٹھ کر اس معاملے میں گفتگو کرنا شروع کر دی کہ کیا غلام

اپنے آقا کی اجازت کے بغیر شادی کر سکتا ہے کہ نہیں۔آپ نے مجھ سے پوچھا تمہاری کیا رائے ہے؟

خلیفہ مہدی کی والدہ ملکہ خیزران نے ایک شخص کو کشیدہ کاری کے لئے مقرر کر رکھا تھا۔وہ شخص اپنے کام میں آزاد تھا۔یہاں تک کہ خلیفہ کو بھی دخل کی اجازت نہ تھی۔وہ شخص تیزی سے بھاگتا ہوا آرہا تھا۔جب قاضی شریک کے گھر کے سامنے آیا اس نے کہا:

واغوثاه أنا بالله ثم بالقاضي.

''فریاد فریاد پہلے اللہ کی بارگاہ میں پھر قاضی کی خدمت میں''۔

آپ نے باہر نکل کر اس سے پوچھا تمہیں کیا ہوا ہے۔اس نے اپنی ننگی پیٹھ پر پڑنے والے کوڑوں کے نشان دکھائے۔آپ نے اسے اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا ماجرا کیا ہے۔اس نے کہا میں ایک کشیدہ کار ہوں۔میرے پاس میرا فن پارہ موجود ہے۔آپ دیکھ لیں۔میری اجرت ماہانہ سو درہم ہے چار ماہ ہوگئے ہیں اس شخص نے مجھے بیگار پر لگا رکھا ہے میرے چھوٹے بچے ہیں اس شخص نے ابھی تک مجھے کچھ نہیں دیا۔(وہ شخص ملکہ کا وکیل تھا) اب میں بھاگ کر آیا ہوں یہ شخص بھی پیچھے سے آگیا ہے اس نے مجھے کوڑوں سے مارا ہے۔

حضرت شریک نے ملکہ کے وکیل سے کہا اٹھ اور اس شخص کے پاس بیٹھ جا۔اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ قاضی کا بھلا کرے یہ شخص ملکہ کا نوکر ہے اور مجھے ملکہ کی طرف سے اسے کام پر لگانے کا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا پہلے تم اس کے ساتھ بیٹھو پھر بات کریں گے۔

آپ نے پوچھا اس کی پشت پر یہ کس چیز کے نشان ہیں۔اس نے کہا میں نے اسے کوڑے مارے ہیں ابھی یہ مزید سزا کا مستحق ہے۔آپ اسے قید کر دیں۔یہاں تک کہ یہ ملکہ کی مرضی کے مطابق کام کرنے لگے۔

حضرت شریک نے چادر اٹھا کر رکھ دی پھر اندر جا کر کوڑا اٹھا لائے اور ملکہ کے وکیل کو پیٹ ڈالا۔ اس کو کہا تم اپنے گھر چلے جاؤ۔وکیل کو مارتے رہے وکیل کے دوستوں نے اسے چھڑانے کی کوشش کی آپ نے فرمایا: محلے کے نوجوان لڑکے کہاں ہیں؟ لڑکے آگئے آپ نے فرمایا: ان سب کو پکڑ کر قید کر دو۔یہ سن کر ملکہ کے سارے چیلے بھاگ نکلے وکیل کی اچھی طرح مرمت کر کے چھوڑ دیا وہ جاتے ہوئے آپ کو ملکہ کے انتقام کی دھمکی دے کر گیا۔

آپ نے کوڑا ہاتھ سے رکھ دیا اور کہنے لگے کہ ہم غلام کی شادی کے بارے میں بات کر رہے ہیں تھے عمر تمہاری کیا رائے ہے؟ آپ نے یہ جملہ اس طرح کہا کہ گویا کہ وکیل کو مارنے والا معاملہ آپ کی نگاہ میں کچھ بھی نہیں تھا۔

ادھر وکیل نے اپنے گھوڑے پر چڑھنے کا ارادہ کیا تو گھوڑا کود گیا۔وکیل نے گھوڑے کو مارنا شروع کر دیا۔آپ نے فرمایا: تیرا بیڑا غرق ہو۔اس کے ساتھ نرمی کرو یہ تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا فرمان بردار ہے۔وکیل گھوڑے پر چڑھے بغیر پیدل چلا گیا۔حضرت شریک نے فرمایا: تم اپنی بات جاری رکھو۔میں نے کہا اب کیا بات جاری رکھنی ہے۔آپ نے ایسا کام کیا ہے جس کا انجام بہت برا ہوگا۔آپ نے ملکہ کے وکیل کو مارا گویا خود ملکہ کو مارا ہے اور جس نے ملکہ کو مارا گویا اس نے خلیفہ کو مارا۔آپ نے فرمایا اللہ کے حکم کی عزت کر اللہ تمہیں معزز کر دے گا۔

ہم اپنی باتیں کرتے رہے وکیل کوفہ کے امیر عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس گیا اپنی پشت ننگی کر کے رو پڑا۔امیر کوفہ غضب ناک ہو گیا اس نے پوچھا کہ کس نے تمہارے ساتھ ایسا کیا؟ وکیل نے کہا قاضی شریک بن عبداللہ نے۔امیر کوفہ نے کہا میں حضرت شریک سے کوئی ایسی بات نہیں کر سکتا۔وکیل نے کہا میں تمہاری ملکہ کے پاس شکایت کروں گا۔امیر نے کہا تم جو کچھ بھی کرو میں ان سے بات نہیں کر سکتا۔یہ سن کر وکیل چلا گیا۔پھر واپس نہ آیا۔

(۲) کوفہ کا امیر موسیٰ بن عیسیٰ خاندان بنو عباس کا چہیتا فرد تھا۔حکومت اور نسب دونوں کے اعتبار سے عظیم آدمی تھا۔اس کے باوجود اسکی دلی خواہش تھی کہ حضرت شریک جو عباسی عہد میں قاضی تھے ان کے ساتھ اس کا اختلاف نہ ہو۔وہ آپ سے دور رہنے کی کوشش کرتا یہاں تک جس راستے آپ آرہے ہوتے امیر کوفہ وہاں سے کنی کترا جاتا لیکن اس تمام تر احتیاط کے باوجود اختلاف ہو ہی گیا۔

یہ اختلاف کسی ملزم کی طرف داری کی وجہ سے نہ ہوا بلکہ امیر کوفہ خود ایک مقدمے کی زد میں آ گئے۔

ہوا اس طرح کہ امیر کوفہ نے اپنے محل کو وسیع کرنے کا پروگرام بنایا محل کے ساتھ ایک باغ تھا جس کے مالک پانچ بھائی اور ایک بہن تھی۔یہ باغ ان کو اپنے باپ کی وراثت میں ملا تھا۔بھائیوں نے اپنا حصہ بیچ دیا جبکہ بہن نے انکار کر دیا۔امیر نے اس عورت کو کئی گنا رقم پیشکش کی لیکن خاتون نے انکار کر دیا۔امیر سخت غصے میں تھا کہ ایک عورت کی بیوقوفی کی وجہ سے اس کا سارا منصوبہ ختم ہو رہا تھا۔امیر نے اسے بیع پر مجبور کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔باغ میں بہن کے حصے اور بھائیوں کے حصص کے درمیان باڑ لگی ہوئی تھی۔اس نے اپنے غلام بھیج کر باڑ ختم کروادی۔صبح عورت نے جب دیکھا تو وہ رونے پیٹنے لگی۔اسے نہیں معلوم تھا کہ اس کا حصہ کون سا ہے اور کہاں ہے؟ وہ حیران تھی کہ اب کیا کرے۔اس نے امیر سے بات کی امیر نے صرف اتنا کہا کہ اب بھی وقت ہے کئی گنا زیادہ رقم لے لو۔عورت نے کہا باغ تو میں بھی نہیں بیچوں گی۔اس نے امیر کو مطمئن کرنے کے لئے کئی دروازے کھٹکھٹائے لیکن بے

سود۔ بالآخر اسے کسی نے بتایا کہ تم قاضی کے پاس جاؤ! تمہارا کام وہیں سے ہوسکتا ہے۔ قاضی کے پاس جا کر کہنا:

أنا باللہ ثم بالقاضی۔

'' پہلے اللہ کی بارگاہ میں پھر قاضی کی خدمت میں فریاد''۔

وہ لوگوں سے پوچھتی قاضی کا محل کہاں ہے؟ لوگ ہنس دیتے کہ قاضی محلات میں نہیں رہتے جاؤ مسجد میں تلاش کرو اگر وہاں نہ ہوئے تو پھر گھر میں ہوں گے۔

خاتون نے قاضی صاحب کا چھوٹا سا مٹی کا گھر دیکھا تو فریاد کرنے کا ارادہ بدل کر دیا۔ دل میں کہا یہ شخص کیسے ایک امیر سے ٹکر لے سکتا ہے۔ جس کے دروازے پر دربان نہیں جس کے پاس لشکر نہیں۔ پھر خیال آیا کہ تجربہ کر لینے میں کیا حرج ہے۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹا کر پوچھا گھر والوں نے جواب دیا وہ مسجد میں عدالت لگائے بیٹھے ہیں۔ عورت مسجد گئی اور کہا:

أنا باللہ ثم بالقاضی۔

قاضی صاحب نے پوچھا کس نے تم پر ظلم کیا ہے؟ عورت نے کہا امیر کوفہ موسیٰ بن عیسیٰ نے۔ قاضی نے پوچھا معاملہ کیا ہے؟ عورت نے ساری بات عرض کر دی۔

قاضی صاحب نے اپنے خط پر مہر لگا کر عورت کو کہا کہ امیر کو میرا یہ خط دے دو اور اسے کہنا خط ملتے ہی میرے پاس آ جائے۔

جب عورت نے امیر کے پاس جانے کا ارادہ کیا حاجب (دربان) چیخ اٹھا۔ اے عورت! ٹھہر جاؤ کیا چاہتی ہو؟ عورت نے کہا میں امیر محترم سے ملنا چاہتی ہوں دربان اس کو واپس ہٹانے ہی والا تھا کہ عورت نے کہا میرے پاس قاضی شریک بن عبداللہ کا خط ہے۔

جب دربان نے خط دیکھا تو کہا: پہلے کیوں نہیں بتایا تھا۔ جاؤ فوراً جاؤ۔ جب امیر نے خط پڑھا اس نے پولیس کے سربراہ کو بلایا اور کہا جاؤ۔ قاضی صاحب کے پاس انہیں کہو کتنے تعجب کی بات ہے ایک عورت کے دعویٰ پر آپ امیر شہر کو عدالت میں بلا رہے ہیں؟ پولیس کے سربراہ نے معذرت کی کہ وہ مجھے جیل بھیج دیں گے۔ لیکن امیر کے اصرار پر اسے جانا پڑا۔ جب وہ قاضی صاحب کے پاس پہنچا آپ نے فرمایا: اسے حوالات میں بند کر دو۔ امیر نے حاجب کو بھیجا آپ نے اسے بھی بند کر دیا۔ اس کے بعد امیر نے کوفہ کے معزز لوگوں کو بھیجا آپ نے انہیں بھی جیل بھجوا دیا۔ کیونکہ یہ لوگ امور قضا میں دخل اندازی کر رہے تھے۔

رات کے وقت امیر کوفہ نے جیل کا دروازہ کھول کر اپنے قیدی نکال لئے۔ صبح حضرت شریک کو پتہ

چلا آپ نے اپنے غلام سے فرمایا: میرا سامان تیار کرو میں بغداد جانا چاہتا ہوں۔ بخدا عہدہ قضا ہم نے تو نہیں طلب کیا تھا انہوں نے خود ہمیں مجبور کیا تھا اور عزت وتکریم کی ضمانت دی تھی۔ تب ہم نے ان کی بہتری کے لئے یہ عہدہ قبول کیا تھا۔

آپ سواری پر سوار ہوئے اور جانب بغداد روانہ ہو گئے لوگوں نے امیر شہر کو بتایا تو وہ دوڑتا ہوا آپ کے پیچھے چلنے لگا۔ اس نے کہا کہ قاضی محترم ٹھہر جایئے۔ کیا آپ اپنے بھائیوں کو جیل میں بند کریں گے۔ آپ نے فرمایا: ہاں۔ انہوں نے تمہارے لئے ایک ایسے کام میں مداخلت کی تھی جس میں مداخلت ان کے لئے جائز نہ تھی۔ آپ نے فرمایا جب تک میرے قیدیوں کو واپس نہیں کرو گے میں واپس نہیں آؤں گا۔ میں امیر المومنین کے پاس جا کر استعفیٰ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ امیر نے کہا میں سب کو واپس جیل بھیجتا ہوں۔ آپ وہاں ٹھہر گئے۔ یہاں تک کہ جیل کے داروغہ نے آپ کو بتایا کہ سب قیدی واپس آ گئے ہیں۔ تب آپ نے اپنے غلام کو فرمایا: سواری کی لگام پکڑو اور مجلس قضاء کی جانب چلو۔ مجلس میں آ کر عورت کو بلوایا گیا۔ امیر شہر نے کہا اب جبکہ میں خود حاضر ہو گیا ہوں قیدیوں کو رہا کر دیں۔ آپ نے فرمایا ہاں اب ٹھیک ہے۔

پھر آپ نے امیر شہر سے فرمایا: اے آدمی یہ عورت جو کچھ کہہ رہی ہے اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

امیر نے کہا یہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔

آپ نے فرمایا اس کی باڑ لگا کر جو کچھ اس سے لیا ہے واپس کرتے ہو؟ امیر نے کہا ہاں۔

آپ نے عورت سے فرمایا: کوئی اور شے باقی ہے؟

اس نے کہا باغ کے دربان کا گھر اور گھر کا سامان باقی ہے۔

آپ نے فرمایا: ہاں اب بولو۔

امیر نے کہا وہ بھی لوٹا دیتا ہوں۔

آپ نے فرمایا: خاتون کوئی اور حکم۔

اس نے کہا نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

آپ نے فرمایا: اب تم جا سکتی ہو۔

پھر آپ اٹھے اور موسیٰ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھا لیا اور کہا:

السلام ایها الامیر۔

کہیے کیا حکم ہے؟

یہ سن کر موسیٰ ہنس دیا اس نے کہا میں آپ کو کیا حکم دے سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا وہ شریعت کا حق تھا۔ اب آپ کے ادب کا حق ہے۔

ایسا عدل جس کی کوئی مثال نہیں۔ یہ بھی اثمار محمد ﷺ میں سے ایک ثمر ہے۔ جو اس بات کا گواہ ہے۔ کہ آپ ﷺ سچے رسول ہیں۔ کیونکہ ایک قوم کا یوں مہذب ہو جانا جس کی سابقہ تاریخ اور ثقافت فن قضاء کے نام سے بھی واقف نہ تھی فقط فیضان نبوت ہے۔

ششم: واضح اطاعت امیر

محمد عربی ﷺ کی دعوت حقہ کا چھٹا ثمر ایک ''واضح اطاعت'' ہے۔

عرب جو کسی طرح کی تنظیم یا کسی کی اطاعت سے آشنا نہ تھے۔ وہ کسی کے سامنے جھکنا نہیں جانتے تھے۔ جبکہ غیر عرب اقوام کا معاملہ اس سے مختلف تھا۔ تاریخ عالم نے یہ حادثہ بچشم خود دیکھا کہ نظام سے نا آشنا قوم منظم بن گئی اور اطاعت سے بے بہرہ لوگ اپنے ہادی و رہنما کے حضور مطیع و فرمانبردار بن گئے۔

لیکن یہ اطاعت ایک انوکھی اطاعت تھی۔ یہ اطاعت حق کے لئے اطاعت تھی باطل کے لئے نہیں۔ عدل کے لئے اطاعت تھی ظلم کے لئے نہیں جو اطاعت کا اہل ہوتا اس کی اطاعت تھی نا اہل کے لئے نہیں۔ دور جاہلیت کا عرب جو اپنے تعصب کی بناء پر اپنے قبیلہ کی باطلانہ حمایت پر مجبور تھا۔ اس عرب کا یوں بدل جانا قبائل تاریخ میں فتح جدید سے کم نہ تھا۔

اسلام اور اسلام سے قبل کی تاریخ کو پڑھنے والا اس فرق کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ جو اطاعت امیر اور نظم کے اعتبار سے تربیت نبوی کی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔

(۱) ابن زیدؓ فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ نے عبداللہ بن عبداللہ بن ابی کو بلایا اور فرمایا: جو کچھ آپ کا باپ (رأس المنافقین عبداللہ بن ابی) کہہ رہا ہے وہ آپ نے سنا ہے؟ اس نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان وہ کیا کہتا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا وہ کہتا ہے اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو سب سے زیادہ عزت والا سب سے زیادہ ذلیل کو مدینہ شریف سے نکال دے گا۔ حضرت عبداللہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس نے سچ کہا ہے۔ آپ سب سے زیادہ عزت والے ہیں اور وہ سب سے زیادہ ذلیل ہے۔

اہل یثرب جانتے ہیں کہ میں اپنے باپ کا بہت زیادہ فرماں بردار ہوں لیکن مدینہ پہنچ کر اگر اللہ اور اس کے رسول کی مرضی ہو تو میں اس کا سر آپ ﷺ کے قدموں میں لا کر رکھ دوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں۔

جب مدینہ واپسی ہوئی حضرت عبداللہ اپنے گھر کے دروازے پر تلوار لے کر کھڑے ہو گئے جب منافق اپنے دروازے پر آیا آپ نے فرمایا: تم نے ہی کہا تھا کہ معزز ذلیل کو مدینہ سے نکال دے گا۔ بخدا تم جان لو! کہ تم معزز ہو یا رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ معزز ہیں۔ اب حضور ﷺ کی اجازت کے بغیر تم اس گھر میں داخل نہیں ہو سکتے۔

اس نے بنوخزرج کو پکارا کہ میرا بیٹا مجھے گھر میں جانے نہیں دے رہا کچھ لوگوں نے حضرت عبداللہ سے بات کی لیکن آپ نے فرمایا: حضور ﷺ کی اجازت کے بغیر ایسا ممکن نہیں۔ وہ لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کی خدمت میں ماجرا عرض کیا۔ سرکار ﷺ نے فرمایا جاؤ اور عبداللہ سے کہو۔ دروازے سے ہٹ جاؤ اور اسے گھر میں رہنے دو جب یہ پیغام پہنچا آپ نے فرمایا: حضور کا حکم سر آنکھوں پر۔

(ب) حضرت سعد بن معاذ نے بدر کے دن حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تھا یا رسول اللہ ﷺ میں انصار کی طرف سے جواباً عرض کر رہا ہوں۔ آپ ﷺ جہاں چاہیں تشریف لے جائیں۔ جس کے ساتھ چاہیں تعلقات قائم کر لیں اور جس سے چاہیں کریں۔ ہمارے مالوں میں سے جتنا چاہیں لے لیں اور جتنا چاہیں ہمیں عطا فرمائیں۔ جو کچھ آپ نے ہم سے لیا وہ ہمیں اپنے پاس بچے ہوئے سے زیادعزیز ہوگا۔ ہم ہر حال میں آپ کی اتباع کریں گے۔ بخدا اگر آپ برک نمدان تک گئے تو ہم آپ کے ساتھ رہیں گے اور اگر آپ ﷺ نے سمندر میں چھلانگ لگانے کا حکم دیا تو ہم سمندر میں کود جائیں گے۔ (بحوالہ ابن جریر)

(ج) غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے تین صحابہ رضی اللہ عنہم کا قصہ حضرت کعب بن مالک کی زبانی۔

حضور ﷺ نے ہم تینوں کے ساتھ گفتگو کرنے سے بھی سب کو روک دیا۔ آپ کا بیان ہے ہمیں یوں لگ رہا تھا گویا یہ لوگ اجنبی ہیں۔ یہاں تک کہ زمین بھی بدلی ہوئی لگ رہی تھی۔ جب ترک تعلقات کا عرصہ طویل ہو گیا میں اپنے چچازاد بھائی ابوقتادہ کے باغ کی دیوار پھاند کر اندر چلا گیا۔

حضرت ابوقتادہ میرے گہرے دوست بھی تھے۔ میں نے انہیں سلام عرض کیا بخدا انہوں نے میرے سلام کا جواب بھی نہ دیا۔ میں نے کہا ابوقتادہ میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں کیا میں خدا اور اسکے رسول ﷺ سے محبت نہیں کرتا؟ میں نے پوچھا وہ پھر خاموش رہے میں نے پھر وہی واسطہ دیا انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی جانتے ہیں۔ میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے میں دیوار پھاند کر واپس آ گیا۔

انہی دنوں میں بازار مدینہ شریف میں پھر رہا تھا کہ مدینہ شریف میں کھانا بیچنے والا شام کا ایک نبطی

پوچھ رہا تھا کہ کوئی مجھے کعب بن مالک کے پاس پہنچائے۔لوگوں نے میری طرف اشارہ کر کے اسے بتایا اس نے مجھے غسانی بادشاہ کا خط دیا میں نے خط پڑھا اس میں لکھا تھا امابعد ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے صاحب نے تمہیں چھوڑ دیا ہے تجھے اللہ تعالیٰ نے ذلت اور محرومی کے لئے پیدا نہیں کیا ہمارے پاس آجا ہم تیری بھرپور خدمت کریں گے۔

میں نے کہا کہ یہ دوسری مصیبت ہے کہ (کفار میرے اندر دلچسپی لے رہے ہیں) میں نے وہ خط تنور میں پھینک دیا۔ کچھ عرصہ بعد ہماری توبہ قبول ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس توبہ کی قبولیت کا ذکر فرمایا ہے۔

(د) اہل عرب شراب کے بڑے رسیا تھے عربی ادب کا بہت سارا حصہ شراب پینے اور محافل شراب کے انعقاد کے ذکر سے بھرا ہوا ہے۔لغت عرب میں شراب کے بہت سارے نام اور بہت ساری صفات کا تذکرہ ملتا ہے۔ان کے بیان کی نزاکت انسان کو حیران کر دیتی ہے۔شراب کی دکانیں ہمہ وقت کھلی رہتی تھیں۔ان پر ایک جھنڈا جھول رہا ہوتا تھا۔جس کا نام ''غایۃ'' تھا۔شراب کی خرید وفروخت اس قدر عام تھی کہ لفظ تجارت کا اطلاق ہی شراب کی خرید وفروخت پر ہونے لگا۔اس سارے پس منظر کو دیکھنے کے بعد حرمت خمر کے احکام نازل ہوئے۔حضرت ابو بردہ فرماتے ہیں۔ہم شراب کی محفل سجائے شراب نوشی میں محو تھے۔ میں نے کہا میں جا کر حضور ﷺ کو سلام عرض کر آؤں آپ ﷺ پر یہ آیت نازل ہو چکی تھی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدۃ)

''اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر سب ناپاک ہیں شیطان کی کارستانیاں ہیں۔سو بچو ان سے تا کہ تم فلاح پا جاؤ''۔

یہ سن کر میں اپنے دوستوں کے پاس آیا اور انہیں فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ تک پڑھ کر سنا دیا کچھ نے آدھا جام پی لیا تھا باقی برتن میں تھا۔اور بعض کے ہونٹوں سے برتن لگا ہی تھا کہ حکم سن کر سب نے شراب نیچے پھینک دی اور کہا انتھینا ربنا انتھینا ربنا۔اے ہمارے رب ہم باز آ گئے ہم باز آ گئے۔

(ہ) اطاعت گویا ان کے ضمیر میں رچ بس گئی تھی یہاں تک کہ بوڑھی خواتین بھی اس کی خوگر ہوگئی تھیں۔

امام مالک نے ابن ابی ملیکہ ؒ سے روایت نقل کی ہے۔حضرت عمر کعبہ شریف کے قریب سے گزرے آپ نے دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت جس کو جذام تھا وہ طواف کر رہی ہے آپ نے فرمایا: اے اللہ کی بندی لوگوں کو (اپنے جذام کی وجہ سے) تکلیف نہ دے کیا ہی اچھا ہوا گر تم اپنے گھر بیٹھ جاؤ۔

بوڑھی اپنے گھر بیٹھ گئی۔ کچھ عرصہ بعد اسے ایک شخص نے کہا جس نے تمہیں منع کیا تھا وہ اس جہاں سے رخصت ہو گئے ہیں۔ (مراد حضرت عمر) اب تم طواف کر لیا کرو۔

بوڑھی نے کہا میں نے جس کی زندگی میں اطاعت کی ہے وفات کے بعد بھی اس کی اطاعت پر قائم رہوں گی۔

(و) اطاعت امیر جس طرح موت وحیات میں انکی فطرت بن گئی تھی۔ اسی طرح غیاب وحضور اور اضطراب وسرور میں بھی اطاعت اولی الامر انکی سرشت میں شامل ہو گئی تھی۔

جب حضرت عمر نے حضرت خالد بن ولید کو معزول کیا لوگ تلملا اٹھے۔ علقمہ بن علاثہ ایک عرب سردار تھے ان کا ردعمل بہت شدید تھا۔

حضرت عمر آدھی رات کے وقت علقمہ سے ملے حضرت عمر اور حضرت خالد دونوں ہم شکل تھے۔ علقمہ نے (حضرت عمر کو حضرت خالد سمجھتے ہوئے کہا) اے خالد: اس شخص نے تمہیں معزول کر دیا ہے۔ بیشک اس شخص نے انکار کیا ہے مگر تھوڑا میں اور میرا چچازاد بھائی اس کے پاس گئے تھے۔ ایک چیز کا سوال کرنے کے لئے اگر اس نے ہمارا کام کر دیا تو میں ان سے کوئی چیز نہیں مانگوں گا۔

آپ نے اسے فرمایا: کیا بات ہے؟ علقمہ ایک قوم نے ہم پر حملے کا ارادہ کیا ہے ان کا ہم پر کچھ حق بھی ہے۔ ہم ان کا حق ادا کر دیں گے اور ہمارا اجر اللہ کے ذمے ہے۔

جب صبح ہوئی حضرت عمر نے حضرت خالد سے فرمایا: آج رات علقمہ نے آپ سے کیا کہا۔ انہوں نے فرمایا بخدا مجھے تو کچھ بھی نہیں کہا۔ علقمہ نے کہا اے خالد! رہنے دو۔ (یعنی جان بوجھ کر انکار کر رہے ہو) حضرت عمر نے فرمایا تم دونوں ٹھیک کہہ رہے ہو۔ یہ کہہ کر آپ نے علقمہ کا کام پورا کر دیا اور انہیں اجازت دے دی۔

یہ اطاعت نیکی اور خیر کے کاموں میں تھی۔ بدی یا شر کے کاموں میں نہیں۔

(ز) حضرت علی فرماتے ہیں۔

حضور ﷺ نے ایک انصاری کو ایک سریہ میں قائد بنایا ان کے ماتحتوں کو حکم دیا کہ ان کی بات ماننا تم پر ضروری ہے۔ اہل لشکر نے کسی وجہ سے اپنے قائد کو ناراض کر دیا۔ قائد نے حکم دیا کہ سب لوگ لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ جلائیں۔ آگ جل گئی۔ قائد نے کہا کیا رسول اللہ ﷺ نے تمہیں میری اطاعت کا حکم نہیں دیا تھا؟ سب نے کہا ہاں قائد لشکر نے کہا پھر سارے آگ میں کود جاؤ۔

سارے لشکر والے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ انہوں نے کہا ہم آگ سے فرار ہو کر حضور ﷺ کے دامن رحمت میں آئے ہیں اور تم پھر ہمیں آگ میں پھینک رہے ہو۔ وہ آگ بجھ گئی۔ امیر کا

غصہ بھی سرد ہو گیا۔ واپس آکر صحابہ نے ساری بات حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کر دی۔ سرکار ﷺ نے فرمایا: تم اگر اس آگ میں داخل ہو جاتے تو کبھی نہ نکل پاتے۔ اطاعت امیر صرف نیکی کے کاموں میں ہے۔ (متفق علیہ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس ارشاد کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے جب بھی کوئی شخص اپنی حکومت یا امارت کی وجہ سے جبر کی کوشش کرتا تو اس حدیث پاک سے ایک دوسرے کو تسلی دیتے۔

حضرت حکم بن غفاری کو خراسان کا والی بنایا گیا۔ حضرت عمران بن حصین نے ان سے پیچھے جا کر پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنا ہے۔ **لاطاعة لاحدٍ فی معصیة الله تبارک وتعالی**۔ اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے کسی کی اطاعت (ضروری) نہیں۔ انہوں نے فرمایا ہاں حضرت عمران نے یہ سن کر الحمد للہ یا اللہ اکبر پڑھا۔

(ن) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کو ایک سریہ میں قائد بنا کر روانہ کیا اس لشکر میں حضرت عمار بن یاسر بھی تھے۔ جس قوم پر مسلمانوں نے صبح کے وقت حملہ کرنا تھا۔ مسلمان رات کے وقت ان کے قریب اتر گئے۔ ان لوگوں کو مسلمانوں کی آمد کا پتہ چل گیا وہ بھاگ نکلے ایک آدمی اپنے اہل وعیال سمیت مسلمان ہو چکا تھا۔ وہ حضرت عمار کے پاس آیا اس نے پوچھا ہم مسلمان ہو چکے ہیں۔ میری قوم تمہاری آمد کی خبر پا کر بھاگ گئی ہے۔ اگر میں قسم کھاؤں کہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں کیا اس کا ہمیں کوئی فائدہ ہوگا۔

حضرت عمار نے فرمایا تم سکون سے رہو۔ تمہیں امان ہے۔ بوقت صبح حضرت خالد نے حملہ کر دیا اور اس شخص کو اہل وعیال سمیت پکڑ لیا۔ حضرت عمار نے فرمایا یہ مسلمان ہو چکے ہیں۔ ان کا پکڑنا تمہارے لئے مناسب نہیں میں نے ان کو امان دے رکھی ہے۔

حضرت خالد نے کہا یہ کون اور تم کون؟ کیا تم میرے خلاف امان دیتے ہو؟ حالانکہ میں امیر ہوں۔ حضرت عمار نے فرمایا ہاں میں امان دیتا ہوں اگرچہ تم امیر ہو۔ یہ شخص ایمان لا چکا ہے اگر یہ چاہتا تو اپنی قوم کے ساتھ بھاگ جاتا دونوں میں تنازع طول پکڑ گیا اور تلخ کلامی ہونے لگی۔ جب سرکار ﷺ کی بارگاہ میں حاضری ہوئی تو حضرت عمار نے ساری بات عرض کر دی سرکار ﷺ نے آپ کی امان کو جائز قرار دیا۔ آئندہ کے لئے منع فرما دیا کہ کوئی شخص اپنے امیر کے خلاف کسی کو امان نہ دے۔

حضور ﷺ کی بارگاہ میں بھی دونوں جھگڑنے لگے۔ حضرت خالد نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ غلام ہو کر مجھے اس طرح کہتا ہے۔ بخدا اگر آپ ﷺ کا لحاظ نہ ہوتا تو یہ اس طرح کبھی نہ کہتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: خالد عمار کے بارے میں ایسی باتیں نہ کرو کیونکہ اس کے ناراض ہونے سے اللہ

ناراض ہو جاتا ہے اور جو عمار کو لعن طعن کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرتا ہے۔ حضرت عمار اٹھ کر جانے لگے تو حضرت خالد بن ولید ان کے پیچھے پیچھے ان کی چادر پکڑ کر چل رہے تھے اور انہیں راضی کر رہے تھے۔ حضرت عمار راضی ہو گئے۔ تب یہ آیات نازل ہوئیں۔

اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور اپنے حکمرانوں کی اور اگر تم جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو لوٹا ؤ اسے اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف۔ یہی بہتر ہے اور سب سے اچھا ہے از روئے انجام کے۔

ساری گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انسان کو سکھایا کہ اطاعت کی حق دار فقط ذات رب العالمین ہے۔ اللہ کے رسول کی اطاعت بھی اللہ کی اطاعت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور رسول کے علاوہ (دیگر قائدین) کی اطاعت رسول کی وجہ سے ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء:80)

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی''۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اللہ کے رسول کی اور اپنے مسلم حکمرانوں کی''۔

اگر حاکم کافر ہو تو اس کی اطاعت قطعاً ضروری نہیں۔ مسلمان حکمران کی اطاعت بھی قرآن وسنت کی حدود کے اندر اندر ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اگر تمہارا جھگڑا ہو جائے کسی شے میں تو لوٹاؤ اس کو اللہ اور رسول کی بارگاہ میں اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ اور روز آخرت پر''۔

اسی اصول کے پیش نظر اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت ضروری نہیں۔ اس حکم نے شخصیت مسلم کو ناقابل تسخیر بنا دیا۔

ساری دنیا بھی خلاف ہو جائے تو بندہ مومن کو ''لا'' کہنے میں ذرا بھی باک نہیں محسوس ہوتا۔ اسے نہ کسی کی مخالفت کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ کسی کی ملامت کی۔

اور اگر حق بات ہو تو بندۂ مومن اطاعت میں سب سے آگے ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ کے رسول نے اس اطاعت کو فرض قرار دیا ہے۔

خلیفہ منصور نے حضرت طاؤس کو کہا مجھے دوات پکڑائیے آپ نے انکار کر دیا آپ نے فرمایا مجھے ڈر ہے کہ تو کوئی ناحق بات لکھے جس میں میں دوات پکڑا کر تیرا معاون نہ بن جاؤں۔

یہ اللہ کی اطاعت سے انکار کا جذبہ بھی فیضان نبوت کا ثمر ہے۔

(ف) حضرت علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

ما سوا اللہ را مسلمان بندہ نیست　　　پیش فرعونے سرش افگندہ نیست

مترجم مختار احمد رومی

ہفتم: حق کی خاطر جری اور بہترین نسل

نیکی کیا ہے؟ بدی کیا ہے؟ خیر وشر سے کیا مراد ہے؟ نیکی کا فروغ اور بدی کا خاتمہ کیسے ممکن ہے؟ حق و باطل کی پہچان اور حق پر دل و جان سے قربان ہو جانا۔ برائی سے دلی نفرت کے جذبات کا امڈ آنا ایک انتہائی دشوار کام ہے۔ لیکن محمد پاک ﷺ کی تربیت کا اثر ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کو نیکی سے عشق اور بدی سے نفرت تھی۔ یہ بھی نخل رسالت کا جان نواز ثمر ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ابن عبداللہ واقعی محمد رسول اللہ ہیں۔ (ﷺ)

قرآن وحدیث میں ہر نیکی بیان کر دی گئی ہے۔ اس طرح ہر برائی بیان کر دی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے نیکی بیان کر کے اس کو اپنانے کا طریقہ بھی بیان کر دیا ہے۔ اسی طرح برائی کے بارے میں بتا کر اس سے بچنے کا طریقہ بھی بیان کر دیا ہے۔ اگر کوئی یہ دیکھنا چاہے کہ حضور نے فلاں برائی سے منع نہیں کیا۔ اور فلاں نیکی کا حکم نہیں دیا۔ ایسی کوئی ایک مثال بھی ملنا ممکن نہیں۔

خیر وشر کے تفصیلی بیان کے بعد ضروری تھا کہ کوئی ایسی پاکیزہ جماعت بھی ہو جن کے پاکیزہ دلوں میں خیر ہی خیر ہو اور شر کا شائبہ تک نہ ہو۔ اور یہ سارا فیض ہونگاہ مصطفے ﷺ کا وہ مبارک جماعت صحابہ کرام کی جماعت ہے۔ جن کی سیرت کا مطالعہ کر کے آپ جان لیں گے کہ صحابہ کرام کی زندگیاں بدی سے جنگ کرتے اور نیکی سے محبت کرتے ہوئے گزری تھیں۔

چند ایک مثالیں ملاحظہ کیجئے۔

یہ مثالیں عہد رسالت اور خلافت راشدہ کے بعد کی ہیں۔ تاکہ پتہ چلے کہ وہ چشمۂ شیریں جو محمد عربی ﷺ نے جاری کیا وہ کس طرح ہمیشہ کے لئے پاکیزہ صاف اور دل نواز رہا جس سے سیراب ہونے کے بعد دلوں کو خیر کی وجہ سے نئی زندگی ملی اور شر اپنی موت آپ مر گیا۔

(۱) طبرانی نے روایت ذکر کی ہے۔

حضرت امیر معاویہ غمامہ کے دن منبر پر تشریف لائے آپ نے اپنے خطبہ میں کہا:

مال وہ تو ہے ہی ہمارا البتہ مال فئی بھی ہمارا ہے۔ جسے ہم چاہیں عطا کریں جسے چاہیں نہ دیں۔

سامعین میں سے کسی نے جواب نہ دیا۔ دوسرے جمعہ بھی آپ نے اسی طرح کہا۔ لیکن حاضرین میں سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ تیسرے جمعہ بھی آپ نے اسی طرح کہا حاضرین میں سے ایک شخص اٹھا اس نے کہا نہیں ہرگز نہیں۔ مال بھی ہمارا ہے اور فئی بھی ہمارا ہے جو بھی اس میں حائل ہوا ہم اپنی تلواروں کے ذریعے اسے اللہ کی طرف لائیں گے۔

امیر معاویہ نے بعد میں اس شخص کو بلا بھیجا لوگوں نے کہا اس شخص کی خیر نہیں۔ لیکن اندر جا کر لوگوں نے دیکھا کہ وہ شخص آپ کے ساتھ آپ کی چارپائی پر بیٹھا ہے۔ امیر معاویہ نے لوگوں سے کہا اللہ تعالیٰ اس شخص کو زندہ رکھے اس نے مجھے زندگی عطا کر دی ہے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ میرے بعد ایسے حاکم ہوں گے وہ جو بھی کہیں گے لوگ ان کا رد نہیں کریں گے۔ ان لوگوں کو بندروں کی طرح آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ میں نے پہلے جمعہ بات کی کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں ڈر گیا کہ میں بھی انہی لوگوں میں سے ہوں۔ پھر دوسری مرتبہ ایسا کہا کسی نے جواب نہ دیا۔ میں نے دل میں کہا واقعی اسی قوم سے ہوں تیسری مرتبہ کہا تو یہ شخص اٹھ کھڑا ہوا اس نے مجھے زندہ کر دیا ہے اللہ اسے زندہ رکھے۔

ہیثمی فرماتے ہیں اسے طبرانی نے کبیر اور اوسط میں اور ابویعلی نے روایت کیا ہے۔ اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(ب) حضرت حسن بصری فرماتے ہیں حضرت عائذ بن عمرو ابن زیاد کے پاس گئے اسے کہا اے بیٹے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

سب سے برے حکمران ہیں کوشش کرو تم ایسے حکمرانوں میں سے نہ بنو۔ اس نے کہا بیٹھ جاؤ تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے بھوسے کی طرح ہو آپ نے فرمایا ان میں بھوسے کی طرح کوئی نہیں تھا۔ ردی قسم کے لوگ تو صحابہ کے علاوہ اور بعد میں ہوئے ہیں۔ (مسلم)

(ح) بخاری کے علاوہ صحاح خمسہ نے روایت کیا ہے۔

حضرت طارق بن شہاب فرماتے ہیں۔

نماز عید سے پہلے خطبہ کی ابتداء مروان بن حکم نے کی تو ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا نماز خطبہ سے پہلے ہے۔

ترمذی کی روایت ہے (اس شخص نے کہا) اے مروان تو نے سنت کی مخالفت کی ہے۔ ابوداؤد نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ (اس شخص نے کہا) تو نے عید کے دن منبر نکالنے کی ابتداء کی ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے عید کا خطبہ منبر پر نہیں ہوتا تھا اور تو نے نماز سے پہلے خطبہ کی ابتداء کی ہے۔

اس نے کہا تو نے وہ ترک کر دیا جو تمہیں نہیں کرنا چاہئے تھا۔

حضرت ابو سعید خدری نے فرمایا:

اس نے وہ فیصلہ کیا ہے جو اس کے اپنے خلاف جا رہا تھا۔

میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔

تم میں سے جس نے برائی کو دیکھا چاہئے اسے چاہیے کہ وہ اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے۔ اگر ہاتھ سے استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے سمجھائے اور اگر زبان کی استطاعت نہ ہو تو دل سے اسے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

(د) احیاء العلوم میں امام شافعی سے روایت ہے۔

آپ فرماتے ہیں مجھے محمد بن علی نے بتایا کہ میں ابو جعفر منصور کی مجلس میں موجود تھا۔ اس مجلس میں ابن ابی ذویب بھی موجود تھے۔ اس وقت مدینہ کا گورنر حسن بن زید تھا۔ قبیلہ غفار کے کچھ لوگ ابو جعفر منصور کے پاس آئے اور حسن بن زید کے ظلم کی شکایت کی۔ حسن بن زید نے کہا امیر المومنین ان غفاریوں کے بارے میں حضرت ابن ابی ذویب سے پوچھ لیجئے۔ کہ یہ کس طرح کے لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا بنی غفار لوگوں کی عزتیں پامال کرنے والے اور عوام کو اذیت دینے والے لوگ ہیں۔

بنی غفار نے خلیفہ منصور سے کہا اب حسن بن زید کے بارے میں بھی ابن ابی ذویب سے ہی پوچھئے آپ نے اس کے خلاف گواہی دی اور کہا یہ شخص ناحق فیصلے کرتا ہے اور اپنی خواہشات کا پیرو ہے۔ بنی غفار نے کہا امیر المومنین آپ نے مرد صالح حضرت ابی بن ذویت کی گواہی سن لی ہے؟

حسن بن زید نے کہا امیر المومنین آپ ذرا اپنے بارے میں بھی ان سے پوچھ لیجئے۔ خلیفہ نے کہا میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں مجھے میرے بارے میں صحیح صحیح بتائیں۔

آپ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ناحق مال لیتا ہے اور ناحق خرچ کرتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ظلم تیرے دروازے پر موجود ہے۔

خلیفہ اپنی جگہ سے اٹھا اور ابن ابی ذویب کی گدی سے بال پکڑ کر کہا: بخدا اگر میں یہاں نہ بیٹھا ہوتا تو فارس روم دیلم اور ترک کو اسی جگہ سے پکڑ لیتا جہاں سے تمہیں پکڑا ہوا ہے۔

ابن ابی ذویب نے فرمایا: حضرت ابو بکر اور حضرت عمر بھی خلیفہ بنے تھے۔ انہوں نے حق کے ساتھ لیا اور حق کے ساتھ تقسیم کیا (اس عدل وانصاف کی وجہ سے) انہوں نے فارس اور روم کو گدی سے پکڑ کر ان کی ناک چھوٹی کر دی (مراد ہے انہیں فتح کر لیا)

ابو جعفر نے آپ کی گدی چھوڑ کر آپ کو کہا بخدا اگر مجھے تمہاری سچائی کا یقین نہ ہوتا تو میں تمہیں قتل

کر دیتا۔ابن ابی ذویب نے فرمایا: امیر المومنین میں آپ کے بیٹے مہدی سے زیادہ تمہارے ساتھ مخلص ہوں۔

(ھ) حضرت شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے مصر کے بادشاہ ایوب کو پکار کر فرمایا: ایوب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تیرے حج کا کیا فائدہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں فرمائے ایوب میں نے تمہیں مصر کی حکومت عطا فرمائی تھی اور تو نے شراب کو مباح قرار دے دیا۔اس نے پوچھا کیا شراب عام ہوگئی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں فلاں دکان پر سرعام بک رہی ہے اور تم اس ملک کی نعمتوں میں کھیل رہے ہو۔ایوب نے کہا یہ میں نے نہیں کیا بلکہ یہ میرے باپ کے دور کی پیداوار ہے۔آپ نے آیت پاک پڑھی۔

اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ (الزخرف: ۲۲)

''ہم نے پایا اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر اور ہم ان کے نقوش پا پر چل رہے ہیں''۔

بادشاہ نے شراب ختم کرنے کا حکم جاری کر دیا۔

(و) امام نووی نے بہت سارے مواقع پر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیا۔

جب عظیم مجاہد ملک الظاہر بیبرس تاتاریوں کو قتل کر کے مصر سے دمشق آیا تو اس وقت کے بیت المال کے وکیل نے سمجھا کہ ملک شام کے بہت سارے باغات حکومت کی ملکیت ہیں۔لہذا اس نے ان باغات کے گرد حفاظتی حصار قائم کرنے کا حکم دیا۔ملکیت کے دستاویزی ثبوت کے بغیر عوام کو ان باغات پر اپنا حق ظاہر کرنے کی اجازت نہ تھی۔اس صورت حال میں عوام الناس نے امام نووی کے دارالحدیث کا رخ کیا کہ آپ ہماری مدد فرمائیں۔

آپ نے بادشاہ کی طرف یہ خط لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

اور نصیحت کرتے رہا کرو کیونکہ نصیحت مومنوں کو فائدہ دیتی ہے اور یاد کرو جب لیا اللہ نے پختہ وعدہ ان لوگوں سے جنہیں کتاب دی گئی کہ تم ضرور کھول کر بیان کرنا اسے لوگوں سے اور نہ چھپانا اس کو۔
(آل عمران: ۱۸۷)

تعاون کیا کرو نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں پر اور نہ تعاون کیا کرو گناہ اور نافرمانی پر۔اللہ تعالیٰ ہمارے سلطان کے احباب کو عزت عطا فرمائے۔ذمہ دار افراد پر اللہ تعالیٰ نے عوام الناس اور بادشاہ دونوں کے لئے نصیحت لازم کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔

دین سرسرا خلوص کا نام ہے۔اللہ تعالیٰ کے لئے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے لئے ائمہ مسلمین اور عوام

کے لئے اللہ تعالیٰ سلطان کو اپنی اطاعت کی توفیق دے اور عزت سے سرفراز فرمائے۔ سلطان کے لئے نصیحت یہ ہے کہ وہ احکام جو قوانین اسلام کے خلاف رائج ہو جائیں۔ سلطان انہیں ختم کر دے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رعایا پر شفقت، کمزوروں کی خدمت اوران سے تکالیف دور کرنے کی ذمہ داری سلطان پر رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

واحفض جناحک لمن اتبعک من اللمومنین۔

''اور نیچے کیجئے اپنے پروں کو مومنوں کے لئے''۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے۔

کمزوروں کے صدقے تمہیں رزق اور نصرت سے نوازا جاتا ہے۔

سرکار ﷺ نے فرمایا: جس نے دنیا میں اپنے مسلمان بھائی سے تکالیف دور کیں اللہ تعالیٰ اس کے بدلے آخرت میں اس کی تکلیف دور کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد کرتا رہتا ہے۔ جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔

یا اللہ! جو شخص میری امت کے کسی کام کا نگران بنا اوران کے ساتھ نرمی کی تو بھی اس کے ساتھ نرمی کر اور جس نے میری امت کے ساتھ سختی کی تو بھی اس کے ساتھ سختی کر۔

حضور ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور اس سے رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

حدیث پاک ہے۔ اپنے ماتحتوں کے معاملات میں عدل کرنے والے لوگ (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ کی دائیں جانب نور کے منبروں پر براجمان ہوں گے۔

سلطان معظم کی ذات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لئے اور مسلمانوں کے لئے انعام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سلطان عالی شان کو دین کی نصرت، مسلمانوں کی عزت اور کفار کی ذلت کے لئے بھیجا ہے۔ ایک مختصر مدت میں آپ پر فتوحات کا مینہ برسا دیا۔ دین کے دشمنوں اور سرکشوں کے دلوں میں آپ کا اک رعب ڈال دیا۔ تمام شہروں اور شہریوں کے لئے آپ کو ہموار کر دیا۔ آپ کے سبب اہل فتنہ وفساد کو نابود کیا اور اپنی خاص مدد اور سعادت سے آپ کو بہرہ مند فرمایا۔

ان واضح احسانات اور خیر و برکات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ ہم سلطان معظم کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے ان نعمتوں کے دوام کا سوال کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا شکر واجب قرار دیا ہے اور شاکرین کے لئے مزید نعمتوں کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (ابراہیم:7)

''اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہارے لئے زیادہ کروں گا''۔

آپ کی طرف سے لوگوں کی املاک کے گرد حصار کی وجہ سے لوگ ایسے کرب میں مبتلا ہو گئے ہیں جس کا اظہار الفاظ کے ذریعے ممکن نہیں۔ ان سے ایسے ثبوت طلب کئے جا رہے ہیں جن کا پیش کرنا ان پر لازم نہیں۔ اس طرح کی پابندی علماء اسلام میں سے کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ بلکہ جو چیز کسی کے قبضے میں ہے وہی اس کا مالک تصور کیا جاتا ہے۔ اس کی ملکیت پر اعتراض جائز نہیں اور نہ اس کا ثبوت طلب کرنا ضروری ہے۔

ہمارے سلطان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ شریعت پر عمل کرنے کے بڑے محب ہیں۔ اپنے نائبین کو بھی اس کا حکم دیتے رہتے ہیں۔ لہذا اس حکم پر عمل کرنے کے وہ خود زیادہ ذمہ دار ہیں۔

میں یہ کہتا ہوں کہ لوگوں کی املاک کے گرد سے باڑ ختم کر دی جائے تمام متاثرین کو اس ناپسندیدہ عمل سے نجات دی جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر ناپسندیدہ چیز سے نجات عطا فرمائے۔

متاثرین میں کمزور بھی ہیں یتیم اور بیوائیں بھی ہیں۔ مساکین صالحین بھی ہیں انہی کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں رزق عطا کیا جاتا ہے۔

یہ لوگ شام جیسے بابرکت ملک کے باسی اور انبیاء علیہم السلام کے ہمسائے اور ہم وطن ہیں۔ انکی عزت کئی اعتبار سے ضروری ہے۔ اگر سلطان معظم ان لوگوں کی تکلیف کی شدت کو دیکھ لیں تو خود بھی تکلیف میں مبتلا ہو جائیں۔ اور لمحہ بھر کی تاخیر کے بغیر سب کی املاک واگزار کر دے۔ لیکن (کبھی کبھی) سلطان سے اصل حقائق چھپا دیئے جاتے ہیں۔

خدارا مسلمانوں کی مدد کیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا۔ ان کے ساتھ نرمی کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ نرمی کرے گا۔ برسات کا موسم آنے سے پہلے ان کی جاگیروں کی خلاصی کا انتظام کر دیجئے اور ان کا نقصان پورا کر دیجئے۔

ان میں سے اکثریت کو یہ جاگیریں ورثہ میں ملی ہیں لہذا ملکیتی اسناد پیش کرنا ان کے لئے ناممکن ہے۔ کیونکہ (عرصہ ہوا) ان کی اسناد ضائع ہو چکی ہیں۔

جب سلطان حضور ﷺ کی امت پر شفقت کریگا تو آپ ﷺ کی دعا کا حقدار بن جائے گا اور اسے اپنے دشمنوں پر فتح نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اگر تم اللہ کی مدد کرو گے اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے سلطان کی مملکت میں برکات کا نزول فرمائے۔ ہر کار خیر میں کامیاب فرمائے اور

رعایا کی بیش از بیش دعاؤں کا حقدار بن جائے۔

حضور ﷺ کی حدیث ہے۔

جس نے کسی اچھے طریقے کی ابتداء کی اسے اس کا اجر ملے گا اور قیامت تک اس طریقے پر عمل کرنے والوں کا بھی اجر ملے گا اور جس نے کسی برے طریقے کی ابتداء کی اس کا بوجھ بھی اور اس پر عمل کرنے والوں کا بوجھ بھی قیامت تک اس پر ہوگا۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سلطان معظم کو اچھے طریقوں کی توفیق عطا کرے جس کی وجہ سے قیامت تک شاہ کی شہرت باقی رہے۔ اللہ تعالیٰ سلطان کو برے طریقوں سے بچائے۔

سلطان محترم کی خدمت میں یہ نصیحتیں کرنا ہم پر واجب تھا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ سلطان محترم کو ان نصیحتوں کے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا۔

(والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ والحمد للہ رب العالمین۔

وصلواتہ وسلامہٗ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ)

خط پڑھ کر اس جرات مندانہ جسارت پر سلطان آگ بگولہ ہوگیا اس نے بھانپ لیا کہ اگر اس نے اس موقع پر نرمی کی تو اسے شام میں انہی حالات سے گزرنا پڑے گا جن حالات سے مصر میں العزیز بن عبدالسلام کو گزرنا پڑا تھا۔ سلطان نے شدید ردعمل کا اظہار کیا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کو فوری سزا دینے کا فیصلہ کرلیا اور حکم دیا کہ آپ کا وظیفہ بند کر دیا جائے اور (سرکاری) منصب سے علیحدہ کر دیا جائے۔ اس کے اہل کاروں نے اسے بتایا کہ حضرت امام حکومت کے وظیفہ خوار بھی نہیں اور نہ ہی ان کے پاس کوئی حکومتی منصب ہے۔

امام نووی نے محسوس کیا کہ خط کا کوئی فائدہ نہیں ہوا اور نرمی کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ آپ بنفس نفیس تشریف لے گئے۔ سلطان کے روبرو اسے سخت لہجے میں سمجھایا۔ سلطان نے آپ کو گرفتار کرنا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں آپ کا رعب ڈال دیا۔ اس نے اپنا حکم واپس لے لیا اور لوگوں کو (ایک ظالمانہ حکم سے) نجات مل گئی۔

پھر ایک اور واقعہ ہوا۔

سلطان نے لشکر کی تیاری کے لئے ایک نئے ٹیکس کا حکم جاری کر دیا۔ لوگ ایک مرتبہ پھر امام نووی کی پناہ میں آئے۔ دمشق کے علماء آپ کے پاس حاضر ہوئے انہوں نے آپ کو اپنا قائد بنا کر کہا کہ آپ ایک مکتوب ارسال فرمائیں۔ لیکن گزشتہ واقعہ کی وجہ سے دونوں کے درمیان وحشت باقی تھی۔ آپ نے ملک ظاہر کے نائب اور افواج کے سپہ سالار بدرالدین کے نام خط لکھا یہ شخص نیک سیرت

اور علماء وصلحاء سے محبت کرنے والا ہے۔

حضرت امام نووی کے شاگرد حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں۔حضرت امام نے بادشاہ کی طرف خط لکھا جس میں رعایا کے ساتھ عدل کرنے کا حکم اور ٹیکسوں کی معافی کا معاملہ اٹھایا گیا۔تمام علماء و شیوخ نے اپنے اپنے دستخط ثبت کئے۔امیر لشکر بدر الدین نے خط پڑھ کر بادشاہ کے پاس پہنچا دیا۔ بادشاہ خط پڑھ کر غضب ناک ہوگیا۔اس نے کہا میں جہاد کے لئے یہ مال وصول کر رہا ہوں۔علماء پر لازم تھا کہ وہ میری مدد کرتے۔وہ مجھے تو ناپسند کر رہے ہیں اور کفار کو ناپسند نہیں کرتے۔جنہیں میں نے طویل جہاد کے بعد مار بھگایا ہے۔جو اہل اسلام کے شہروں پر قابض تھے۔بادشاہ نے علماء کو دھمکی دی جس سے وہ خاموش ہوگئے۔لیکن امام نووی نے بادشاہ کے غصہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسے ایک اور خط لکھا اور فرمایا:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔الحمد للّٰہ رب العالمین۔اللّٰھمّ صل علی محمدٍ وعلی آل محمدٍ۔

اللہ کے بندے یحییٰ نووی کی طرف سے دین کے خدام کی حیثیت سے اہل علم نے ایک مکتوب سلطان کی خدمت میں لکھا تھا۔اس کا جواب انکار اور دھمکی کی صورت میں موصول ہوا۔ہماری گزارشات کو جو جہاد میں عدم تعاون پر محمول کیا گیا (یہ ایک غلط فہمی ہے) جس جگہ میں وضاحت کی ضرورت ہو اللہ تعالیٰ نے وضاحت کرنا لازم قرار دیا ہے۔

واذ اخذ اللہ۔۔الخ (توبہ:۹۱)

ترجمہ پیچھے گزر چکا ہے۔

نہیں ہے کمزوروں پر اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جو نہیں پاتے وہ مال جسے خرچ کریں۔(اگر یہ پیچھے رہ جائیں) کوئی حرج جبکہ وہ مخلص ہوں اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے۔نہیں ہے نیکوکاروں پر الزام کی کوئی وجہ اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

آپ کی طرف سے جواب میں یہ بھی تھا کہ جہاد صرف فوج کا ہی کام نہیں (ہم کہتے ہیں) جہاد فرض کفایہ ہے جب سلطان نے جہاد کے لئے مخصوص لشکر تیار کیا ہوا ہے اور ان کے اخراجات بیت المال کے ذمے ہیں تو باقی لوگ اپنے اور اپنے ملک کے مفادات کے لئے اس ذمہ داری سے فارغ ہوگئے۔مثلاً زراعت پیشہ لوگ صنعت وحرفت سے متعلقہ لوگ اور وہ امور سرانجام دینے والے لوگ جنکی پوری قوم کو ضرورت ہوتی ہے۔

پس موجودہ صورت حال میں لشکر اپنے سارے اخراجات وصول کر کے جنگی خدمات سرانجام دیتا

ہے اور ان کے اخراجات بیت المال سے ادا کئے جاتے ہیں او جب تک بیت المال میں نقدی جاگیریں اور دیگر سامان ایسا ہے جس کو بیچا جاسکتا ہے تو عوام سے ٹیکس لینا جائز نہیں۔

سلطان محترم کے ملک میں رہنے والے تمام لوگ علماء کا یہی نظریہ ہے بیت المال بھرا ہوا ہے اللہ تعالی اس کو بھرپور رکھے اور اس کی خیرات و برکات میں اضافہ فرمائے۔ سلطان مکرم کی زندگی میں برکت ہو۔ توفیق وسعادت اور دشمنوں پر غلبہ نصیب ہو۔

وما النصر الا من عند اللہ العزیز۔ (آل عمران: 137)

''اور نہیں ہے مدد مگر اللہ جو عزیز ہے اس کی طرف سے''۔

جہاد میں اور تمام کاموں میں اللہ تعالی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ حضور ﷺ کے احکامات کی پیروی اور ہمارے ذکر کردہ طریقوں سے تائید الٰہی نصیب ہوتی ہے۔

دوسرا وہ خلوص اور خیر خواہی جس پر ہمارا اعتقاد ہے اور تادم آخر جس کے دوام کا اللہ تعالی کی بارگاہ میں سوال ہے۔ سلطان اعز اللہ انصارہ کو علم ہے کہ یہ محض جذبۂ خیر خواہی پر مبنی ہے۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں جس پر عمل کرنا باعث ملامت ہو۔ اور یہ خط ہم نے اس لئے لکھا ہے کہ سلطان معظم رعیت پر شفقت کے سلسلہ میں شریعت اور اخلاق رسول ﷺ کی پیروی کو پسند کرتے ہیں۔

اور ہر وہ شخص جو سلطان کے لئے مخلص ہے اس کی رائے یہی ہے۔

نیز آپ کی طرف سے جواب میں جو لکھا ہے کہ ہم کفار کو تو نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے اور اب سلطان کے جہاد کو ناپسند کرتے ہیں۔

یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ ہم اہل اسلام کے حکام اہل ایمان اور اہل قرآن کے مقابلے میں ان سرکش کفار کو لائیں جو ہمارے دین کو ہی نہیں مانتے۔

لیکن ہماری نصیحت کی وجہ سے رعایا کو دھمکی دینا اور علماء کو ڈرانا سلطان کے عدل وحلم سے ایسے رویے کی قطعاً امید نہیں تھی۔

اور وہ مخلص وکمزور لوگ جو بادشاہ کے لئے کوئی بھی نصیحت کرتے ہیں اس میں اگر کوئی قابل مذمت بات ہو تو بھی ان کا مواخذہ نہیں ہونا چاہیے۔

رہ گیا میں تو مجھے یہ دھمکیاں کوئی نقصان نہیں دے سکتیں اور نہ ہی یہ چیزیں مجھے بادشاہ کو نصیحت سے روک سکتی ہیں۔ کیونکہ میرا عقیدہ ہے کہ یہ چیز مجھ پر واجب ہے اور اپنے فرض کی ادائیگی پر اگر کچھ نقصان بھی ہو جائے تو وہ بہتر ہے اور اس سے بڑھ کر اجر اللہ تعالی کے پاس ہے۔

إِنَّمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿٣٩﴾ (مومن)

''یہ دنیا ایک متاع ہے بیشک آخرت قرار (ہمیشہ رہنے) کا گھر ہے''۔

وَ اُفَوِّضُ اَمۡرِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیۡرٌۢ بِالۡعِبَادِ ﴿۴۴﴾ (مومن)

''اور میں سپرد کرتا ہوں اپنا معاملہ اللہ کے بیشک اللہ دیکھنے والا ہے بندوں کو''۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے ہم جہاں بھی ہوں حق بولیں اور اللہ کی راہ میں لومۃ لائم کی پرواہ نہ کریں۔

ہم سلطان کے لئے ترقی اور دنیا وآخرت میں نفع چاہتے ہیں۔ تاکہ رہتی دنیا تک ان کا نام زندہ رہے اور آخرت میں مزید صلہ ملے۔

یَوۡمَ تَجِدُ کُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ مِنۡ خَیۡرٍ مُّحۡضَرًا (آل عمران:30)

''جس دن پالے گا ہر نفس جو اس نے کیا ہوگا بھلائی کا کام اپنے سامنے۔

سلطان محترم نے جہاد کے حوالے سے شہروں کو بسانے قلعے فتح کرنے اور دشمنان اسلام کو مٹانے کا ذکر کیا ہے۔ اس میں ساری رعایا کے ہر خاص وعام کو قلبی راحت نصیب ہوتی ہے۔ الحمد اللہ۔

اس کار خیر کا ثواب ہمارے سلطان کے لئے اللہ کی بارگاہ میں ذخیرہ ہو چکا ہے۔

اگر ہم نصیحت واجبہ ترک کردیں تو اللہ کے حضور ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہوگی۔

(والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ)

خیر وشر، نیکی وبدی میں تمیز اور مسلمانوں کا اچھائی سے محبت کرنا اور برائی سے نفرت کرنا اگر یہ فیضان نبوت نہیں تو پھر یہ کس کی تربیت کا نتیجہ ہے؟ محمد رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے سامنے خیر اور شر واضح کر کے بیان کردیا۔ بھلائی کے کام کرنے کی طرف انہیں راغب کیا اور برائی سے ہر حال میں جنگ کا حکم دیا۔

قرآن کریم نے حضور ﷺ کی امت کو اسی وجہ سے بہترین امت فرمایا:

کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ تَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ (آل عمرآن:۱۱۰)

''ہو تم بہترین امت جو ظاہر کی گئی ہے لوگوں کی (ہدایت وبھلائی) کے لئے تم حکم دیتے ہو نیکی کا روکتے ہو برائی سے اور ایمان رکھتے ہو اللہ پر''۔

بیشک یہ نبوت کا ثمر ہے اور اگر وحی الٰہی نہ ہوتی تو جزیرہ عربیہ کی یہ حالت نہ ہوتی۔

ہشتم: رضا و رغبت نہ کہ جبر و اکراہ

حضرت سفیان بن ابو عوجا فرماتے ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا: مجھے علم نہیں کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ؟ اور اگر میں بادشاہ ہوں تو یہ بڑا سخت مرحلہ ہوگا۔ ایک شخص نے عرض کیا امیر المومنین بادشاہ اور خلیفہ میں فرق ہوتا ہے۔ خلیفہ حق کے مطابق لیتا ہے اور حق کے مطابق دیتا ہے۔ اور الحمد للہ آپ ایسا ہی کرتے ہیں۔ بادشاہ ظلم کرتا ہے ایک سے ناحق مال لیتا ہے اور غیر مستحق کو دے دیتا ہے۔ (یہ سن کر) حضرت عمر خاموش ہو گئے۔ حضرت عمر نے حضرت سلمان کو فرمایا: میں کیا ہوں بادشاہ یا خلیفہ؟ آپ نے جواب دیا اگر آپ نے اسلامی حکومت کی مملوکہ زمین سے (خواہ وہ مسلمان کی ہو یا ذمیوں کی) ایک درہم یا اس سے کم و بیش ناحق وصول کیا اور غیر مستحق کو دے دیا تو آپ بادشاہ ہیں۔ خلیفہ نہیں۔

حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسی شریعت متعارف کروائی جس میں مالی امور میں ایسے عدل کا تصور ہے جس سے زیادہ کسی اور شریعت میں نہیں۔ یہ تصور بھی اصلاحی مقاصد میں سے اہم ترین ہے۔ پس اب کسی سے بھی ناحق مال نہیں لیا جا سکتا۔ اور کسی انسان کے لئے بھی عدل و انصاف کے بغیر کسی چیز پر قبضہ جائز نہیں۔

اسلام سے پہلے ملکیت کا کوئی تصور بھی عادلانہ اور صالحانہ نہ تھا۔ اسلامی حکومت کا شعار ہدایت ہے جبکہ غیر اسلامی حکومتوں کا شعار جبایت (ٹیکس) تھا۔

مصر میں رومی حکومت کے بارے میں ڈاکٹر الفرڈ۔ جی۔ میکر لکھتا ہے۔

مصر میں رومی حکومت کا صرف ایک ہی مقصد تھا رعایا سے مال حاصل کر کے حکام کے لئے عیش کا سامان مہیا کیا جائے۔ رعایا کے لئے رفاہی کاموں کا انہیں بھول کر بھی خیال نہ آتا۔ محکوم ابتری کا شکار رہتے ان پر مہربانی یا شفقت نام کی کوئی چیز حکمران طبقے کی لغت میں نہ تھی۔

ایران فی عہد ساسانیان کا مؤلف رقم طراز ہے۔

ٹیکس وصول کرنے والے عمال ٹیکس میں غصب اور خیانت کا ارتکاب کرتے تھے۔ کسریٰ نوشیرواں نے مالی نظام کی اصلاح کے لئے جو تبدیلی کی اس میں مملکت کا فائدہ زیادہ اور عوام کا کم تھا۔ عوام الناس حسب سابق جہالت اور تنگ دستی میں ہی مبتلا رہے۔

کسان پیشہ لوگ سب سے زیادہ خستہ حال تھے۔ وہ اپنی زمینوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ ان سے بیگار لی جاتی تھی۔ ان سے ہر طرح کے کام لئے جاتے تھے۔

مورخ ماسیلینوس کہتا ہے۔

بدحال کسانوں کو لشکر کے پیچھے پیچھے پیدل چلنا پڑتا تھا۔ گویا کہ ابدی غلامی ان کا مقدر بن چکی تھی۔ وہ محنت کے باوجود اجرت اور وظیفے سے محروم تھے۔

مالک زمین اور کسان کا آپس میں ایسا ہی تعلق تھا جس طرح کہ غلام اور آقا کا تعلق ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی برکت سے آنے والا انقلاب کس قدر عظیم اور پاکیزہ تھا۔ مثالیں ملاحظہ کیجئے۔

(ا) حضرت عمر نے وصیت کرتے ہوئے فرمایا: میں تمہیں (اسلامی) شہروں میں رہنے والے (ذمیوں) کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ اسلام کے خدمت گار آمدن کا ذریعہ اور دشمن کے غیظ میں اضافے کا سبب ہیں۔ ان کی رضا کے مطابق ان کے اموال کے زائد حصہ میں سے ٹیکس لیا جائے میں تمہیں ذمیوں کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ذمہ کی وصیت کرتا ہوں۔ ان کے عہد کو پورا کرنا ان کی حفاظت کے لئے جنگ کرنا اور ان کی طاقت کے مطابق انہیں تکلیف دینا۔

(ب) ابن زنجویہ نے بنو ثقیف کے ایک آدمی کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ کہ

مجھے حضرت علی ابن ابی طالب نے ایک جگہ کا عامل بنایا وہ لوگ اس وقت موجود تھے۔ حضرت علی نے مجھے فرمایا یہ لوگ دھوکہ باز ہیں۔ ان سے اچھی طرح حق وصول کرنا پھر آپ نے فرمایا: میرے پاس آؤ جب میں آپ کے قریب ہوا تو آپ نے فرمایا جو کچھ میں نے پہلے کہا تھا یہ محض ان لوگوں کو سنانے کے لئے کہا تھا۔ تم قطعا درہم طلب کرنے کے لئے لوگوں کو کوڑے نہ مارتے رہنا نہ کسی کو کھڑا کئے رکھنا نہ کسی سے بکری یا گائے (جبرا) لینا۔ ہمیں ان کے ''مال عفو'' سے لینے کا حکم دیا گیا ہے تم جانتے ہو عفو سے کیا مراد ہے؟ عفو سے مراد ہے (کچھ دے سکنے کی) طاقت۔

بیہقی کی روایت میں ہے نہ ان کا کھانا بیچنا نہ سردی گرمی کے کپڑے نہ ان کی سواری کے جانور اور نہ درہم کی طلب میں کسی شخص کو کھڑا کئے رکھنا۔

(راوی کہتا ہے) میں نے عرض کیا امیر المومنین اگر اس طرح ہے تو پھر میں جس طرح خالی ہاتھ جاؤں گا اسی طرح خالی ہاتھ واپس لوٹ آؤں گا۔ آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں۔ ہمیں ان کی طاقت کے مطابق ان سے وصول کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(ج) ابوعبید نے یزید بن مالک سے روایت نقل کی ہے۔

فرماتے ہیں مسلمان ''جابیہ'' کے مقام پر تھے وہاں حضرت عمر بھی تشریف فرما تھے۔ آپ کے پاس ایک ذمی آیا۔ اس نے عرض کیا کہ اہل لشکر میرے انگوروں کے باغ پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ انگور اٹھائے ہوئے تھا آپ نے فرمایا تم بھی انہی لوگوں میں سے ہو؟ اس نے عرض

کیاامیر المومنین ہمیں سخت بھوک لگ گئی تھی۔آپ نے فرمایااس ذمی کوانگوروں کی قیمت ادا کی جائے۔

(د) عطاء اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔

زیاد یا ابن زیاد نے حضرت عمران بن حصین کو عامل بنا کر بھیجا آپ واپس تشریف لائے تو آپ کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔اس نے پوچھا مال کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا کیا تو نے مجھے مال کے لئے بھیجا تھا؟ ہم نے اسی طریقے سے مال وصول کیا جس طرح رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں وصول کرتے تھے۔اور وہاں خرچ کردیا جہاں آپ ﷺ کے عہد مبارک میں خرچ کرتے تھے۔(رواہ الحاکم)

(ھ) حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عروہ بن محمد کولکھ بھیجا۔

اما بعد تو نے مجھے لکھ بھیجا ہے کہ جب سے تو یمن گیا ہے اہل یمن پر تو نے جزیہ کی طرح ٹیکس لاگو کیا ہے جس کی ادائیگی ان پر ہر حال میں لازم ہے۔خواہ پیداوار ہو یا نہ ہو۔وہ مریں یا زندہ رہیں۔

فسبحان اللہ ربّ العالمین ثم سبحان اللہ ربّ العالمین ثم سبحان اللہ ربّ العالمین. (حیرت کے اظہار کے لئے اہل عرب اس طرح کہتے ہیں)

جب میرا یہ خط تمہیں مل جائے اسی وقت جو ناحق ٹیکس ہے اسے چھوڑ کر صرف وہی وصول کر جو حق ہے۔اگر تو پورے یمن میں سے صرف ایک مٹھی کتم مجھے روانہ کرے تو بھی مجھے انتہائی خوشی ہوگی۔جبکہ وہ حق کے مطابق وصول کی گئی ہو۔والسلام

(و) ابن عساکر اور واقدی نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی کی روایت نقل کی ہے۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں جب ہم حضرت عمر کے ہمراہ جابیہ پہنچے آپ نے ایک بوڑھے کو بھیک مانگتے دیکھا آپ نے پوچھا یہ کون ہے؟ جواب دیا گیا یہ بوڑھا اہل ذمہ میں سے ہے۔یہ شخص اب بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہے۔آپ نے اس کا جزیہ معاف کردیا مزید بیت المال سے دس درہم اس کے لئے مقرر کردیئے آپ نے فرمایا تم نے اس پر جزیہ لاگو کئے رکھا لیکن جب وہ بوڑھا ہو گیا تو اسے بھیک مانگنے کے لئے چھوڑ دیا۔

ابو عبید، ابن زنجویہ اور عقیلی کی روایت میں ہے۔حضرت عمر نے ایک ذمی بوڑھے کو دیکھا جو مساجد کے سامنے بیٹھ کر بھیک مانگتا تھا۔آپ نے فرمایا ہم نے تیرے ساتھ انصاف نہیں کیا۔جوانی میں تم سے جزیہ لیتے رہے اور بڑھاپے میں تمہیں چھوڑ دیا پھر بیت المال سے اس کے لئے وظیفہ جاری فرمادیا۔

(ز) عبدالرزاق نے حضرت سعید بن المسیب سے روایت نقل کی ہے۔

حضرت عمر نے مسجد نبوی میں توسیع کرنے کے لئے حضرت عباس بن عبدالمطلب کا گھر خریدنے کا ارادہ کیا۔حضرت عباس نے انکار کردیا حضرت عمر نے فرمایا میں ضرور یہ مکان لوں گا۔حضرت عباس

نے فرمایا پھر حضرت ابی بن کعب کو ثالث تسلیم کر لیتے ہیں جو فیصلہ انہوں نے کیا وہ دونوں کو قبول ہوگا۔

دونوں حضرت ابی کے پاس گئے اور حقیقت حال بیان کی۔ حضرت ابی نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سلیمان بن داؤد علیہما السلام کو فرمایا بیت المقدس تعمیر کریں۔ وہ زمین جس شخص کی تھی۔

آپ نے اس سے خرید لی جب اسے قیمت ادا کی اس نے کہا اے اللہ کے نبی! جو کچھ آپ نے مجھ سے لیا ہے وہ اچھا ہے یا جو کچھ دیا ہے وہ اچھا ہے؟ آپ نے فرمایا جو کچھ لیا ہے وہ اچھا ہے اس نے کہا پھر آپ خود سوچ لیں۔ آپ نے پہلے سے زیادہ قیمت دی اس نے پھر وہی سوال کیا آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ دو یا تین مرتبہ ایسا ہوا۔ آپ نے فرمایا اب میں تیرے قول کے مطابق قیمت ادا کروں گا۔ تم یہ نہ پوچھنا کہ اچھا کیا ہے۔ اس نے کہا میں بارہ ہزار قنطار (سونے کے سکے) لوں گا آپ نے فرمایا یہ تو بہت زیادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی اور فرمایا اگر اپنے پاس سے دیتے ہیں تو آپ کی مرضی اور اگر ہمارے دیئے ہوئے رزق سے دیتے ہیں تو اسے راضی کریں۔

حضرت ابی نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ گھر حضرت عباس کا ہے ان کو اختیار ہے جس طرح چاہیں کریں۔ حضرت عباس نے فرمایا جب آپ نے فیصلہ میرے حق میں دے دیا ہے۔ میں یہ گھر اللہ کی رضا کے لئے مسلمانوں کو دیتا ہوں۔

ایک روایت میں ہے حضرت ابی نے حضرت عمر سے فرمایا میرا خیال ہے حضرت عباس کو راضی کئے بغیر ان کو گھر سے بے دخل کرنا مناسب نہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا آپ کا یہ فیصلہ کتاب اللہ میں ہے یا سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں؟ آپ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت سلیمان نے بیت المقدس کی تعمیر کا ارادہ کیا۔ جب بھی کوئی دیوار بناتے صبح وہ گر جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ زمین کے مالک کو راضی کئے بغیر تعمیر کریں گے تو ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ یہ سن کر حضرت عمر نے اپنا مطالبہ ترک کر دیا۔ حضرت عباس نے بخوشی اپنا گھر مسلمانوں کی بہتری کے لئے مسجد کو پیش کر دیا۔

ابن جریر طبری نے زیاد بن جزء زبیدی کی روایت نقل کی ہے۔

آپ فرماتے ہیں ہم نے عہد فاروقی میں اسکندریہ فتح کیا۔ ہم حضرت عمر فاروق کے خط کے انتظار میں ایک جگہ رک گئے۔ آپ کا خط آیا تو حضرت عمرو بن عاص نے پڑھ کر سنایا۔

اما بعد! مجھے تمہارا خط ملا ہے جس میں آپ نے ذکر کیا ہے کہ اسکندریہ کے والی نے تمہیں تجویز پیش کی ہے کہ آپ اگر ہماری زمین اور قیدی واپس کر دیں تو ہم آپ کو جزیہ دینے کے لئے تیار ہیں۔ والعمری مجھے میری عمر (کے رب) کی قسم! جزیہ قائم رہے گا۔ جو ہمیں اور ہمارے بعد میں آنے والے مسلمانوں کو ملے گا۔ یہ مجھے اس مال فئی سے زیادہ پسند ہے جو فقط ہمارے درمیان تقسیم ہوگا۔

سکندریہ کے والی کو یہ کہو کہ ہم اس شرط پر تم سے جزیہ لے لیتے ہیں کہ جتنے قیدی ہمارے پاس ہیں ان پر اسلام پیش کرتے ہیں جنہوں نے ہمارا دین قبول کر لیا ان کے حقوق و فرائض ہمارے جیسے ہوں گے اور جنہوں نے اسلام قبول نہ کیا ان پر جزیہ ہوگا۔ اور جو قیدی سرزمین عرب مکہ یا مدینہ اور یمن کی طرف بھیجے جا چکے ہیں ان کو ہم واپس نہیں کر سکتے لہٰذا جو کام ہم سے نہ ہو سکے اس پر صلح کرنا ہمیں پسند نہیں۔

حضرت عمرو نے اسکندریہ کے والی کو امیر المومنین کے حکم کے بارے میں بتایا اس نے اس شرط کو قبول کر لیا۔ ہمارے پاس جو قیدی تھے ہم نے اکھٹے کئے ایک ایک آدمی کو لایا جاتا ہم اسے اسلام اور نصرانیت کے بارے میں اختیار دیتے جو شخص اسلام قبول کر لیتا ہم اتنے زور سے نعرۂ تکبیر بلند کرتے کہ کسی شہر کی فتح کے وقت بھی اتنے زور سے نعرہ نہ لگاتے۔ پھر اس شخص سے جزیہ ختم ہو جاتا اور ہم اسے اپنے ساتھ ملا لیتے۔ اور اگر کوئی شخص نصرانیت پر قائم رہتا نصرانی اسے اپنے ساتھ ملا لیتے اس پر جزیہ لاگو ہو جاتا اسلام قبول نہ کرنے کی وجہ سے ہم بہت پریشان ہو جاتے۔ ہمیں یوں محسوس ہوتا گویا کہ ہمارا کوئی ساتھی نصرانیوں کے ساتھ مل گیا ہے۔

اس طرح کرتے کرتے ہم نے تمام قیدیوں کا فیصلہ کیا۔

ایک قیدی ابو مریم عبداللہ بن عبدالرحمٰن کو سامنے لایا گیا وہ بنی زبیدہ کا ترجمان اور نائب رئیس تھا۔ اس کو اسلام اور نصرانیت کے مابین اختیار دیا گیا۔ اس کے ماں، باپ اور بھائی سب نصرانی تھے۔ اس نے اسلام قبول کر لیا ہم نے اسے اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس کے ماں باپ اور بھائی اس پر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ اس کے کپڑے پھاڑ ڈالے۔

جہالت خالصہ سے ہدایت کاملہ کی طرف آنا وہ ہدایت جس میں شخصی ملکیت اور حقوق کا ایسا عادلانہ نظریہ بھی ہو جس کی مثال تاریخ عالم میں نہ پائی جاتی ہو۔

جہاں فقراء و مساکین پر ظلم و زیادتی اور حرام کا تصور بھی نہ ہو۔ جہاں قضایا کے فیصلے میں باطل کی آمیزش نہ ہو۔ یہ ثمرات ثمرات نبوت ہیں اور اگر یہ نبوت کے ثمرات نہیں تو پھر نبوت کے ثمرات کیا ہیں؟ اور یہ کس کے ثمرات ہیں؟

بلا شک و شبہ یہ نبوت کے ثمرات ہیں وہ نبوت جس کی خاتمیت کا تاج محمد عربی ﷺ کے فرق اقدس پر جگمگا رہا ہے۔

10،9: جہاد اور حریت (آزادی)

نبوت مصطفوی ﷺ کا نواں ثمر۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (البقره:256)

''نہیں ہے کوئی جبر دین (کے قبول کرنے) میں تحقیق واضح ہو چکی ہے۔ ہدایت گمراہی سے''۔

اسلامی حکومت کے زیر سایہ غیر مسلموں کو دین کے (قبول کرنے کے) بارے میں یہ آزادی حاصل ہے۔ جب غیر مسلم اسلامی حکومت کے زیر سایہ رہنا پسند کریں تو جزیرہ عرب کے مشرکوں کے علاوہ باقی تمام علاقوں میں انہیں اپنے عقائد میں آزادی حاصل ہے۔ اسلام کے علاوہ باقی ادیان اس طرح کی آزادی نہیں دیتے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اسلام نے جو بھی علاقے فتح کئے وہاں کے باشندوں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل عطا کی اور انہیں اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ ہسپانیہ جس میں تیس ملین مسلمان رہ چکے ہیں۔ وہاں کچھ عرصہ پہلے تک کسی مسلمان کو رہنے کی اجازت نہ تھی۔ جبکہ ملک شام میں آج بھی عہد قدیم کے عیسائی نسل در نسل آرہے ہیں۔ یہی حال یہودیوں کا بھی ہے۔

ہندوستان پر مسلمانوں نے آٹھ سو سال حکومت کی لیکن اب ہندوستان میں ہندو زیادہ ہیں اور مسلمان کم۔

ایک مرتبہ سلطان سلیم اول نے ارادہ کیا کہ عیسائیوں کے بچوں کی تربیت اسلامی تعلیمات کے مطابق کی جائے تاکہ وہ اسلام قبول کرلیں۔ تمام علمائے اسلام نے اس کی مخالفت کی۔ سلطان نے اپنا ارادہ ترک کردیا۔

مسلمانوں کی وسعت ظرفی اور خوئے کریمی کا مشاہدہ کرنا ہو تو مفتوحہ علاقوں میں مفتوحہ اقوام کے ساتھ مسلمانوں کے معاہدات کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ اسلام نے اپنے حسن معاملہ اور سیر چشمی کی وجہ سے لوگوں کے دل فتح کرلئے۔

شام کے عیسائیوں کے ساتھ حضرت عمر کا معاہدہ مطالعہ کریں آپ پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے امیر المومنین عمرؓ نے ایلیاء کے باشندوں کو دی ہے۔ اس امان کا اطلاق اس شہر کے باشندوں پر ان کی عبادت گاہوں اور صلیب پر بیمار اور تندرست سب پر ہوگا۔ نیز اس ملت کے سارے پیروکاروں پر۔ ان کی عبادت گاہوں کو نہ گرایا جائے گا نہ بند کیا جائے گا اور نہ ان میں کوئی کمی کی جائے گی۔ یہی حال ان کے اموال اور صلیب کا بھی ہوگا۔ دین کے بارے میں ان پر کوئی جبر نہ کیا جائیگا۔ کسی کو کوئی تکلیف نہیں دی جائے گی۔ ایلیاء میں کسی یہودی کو رہنے کی اجازت نہیں۔

اہل مدائن کی طرح اہل ایلیاء پر جزیہ دینا لازم ہوگا۔ نیز ان پر یہ بھی لازم ہے کہ یہ اہل روم کو اور چوروں کو اپنے اندر سے نکال دیں۔ پس جو ان میں سے نکل گیا اس کو اپنی پر امن قیامگاہ تک پہنچنے تک مال اور جان کی امان ہوگی اور جو ان میں سے یہاں رکا رہا اس پر وہی فرائض ہوں گے جو اہل ایلیاء پر ہیں اور اسے جزیہ ادا کرنا ہوگا۔ ایلیاء کے باشندوں میں سے اگر کوئی رومیوں کے ساتھ جانا چاہے اسے مکمل آزادی اور تحفظ حاصل ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جائے امن میں پہنچ جائے۔

جب تک فصل نہیں کاٹی جائے ان سے کچھ وصول نہیں کیا جائے گا۔ اس معاہدے میں جو کچھ ہے اس پر اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ، خلفاء اسلام اور مومنین کا ذمہ ہے جب تک یہ لوگ جزیہ ادا کرتے رہیں۔ حسب ذیل میں سے اس پر حضرت خالد بن ولید، حضرت عمرو بن عاص، حضرت عبد الرحمن عوف اور حضرت معاویہ بن سفیان گواہ ہیں۔

بطریق میثو یابہ ۱۵۶ ہجری کہتا ہے۔

عرب جن کو زمانے نے پوری دنیا پر غلبہ عطا کیا ہے وہ ہمارے ساتھ انتہائی عادلانہ سلوک کرتے ہیں۔

انطاکیہ کا بطریک مکاریوس کہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قیامت تک ترکوں کا سایہ ہم پر سلامت رکھے وہ مقرر جزیہ کے علاوہ کچھ بھی نہیں لیتے اور دین کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں کہتے خواہ وہ کوئی عیسائی ہو یا یہودی اور سامری۔

ارنولڈ کہتا ہے۔

اٹلی کے لوگ بڑے شوق سے ترکی جاتے تھے تاکہ اس حسن سلوک سے حصہ پاسکیں جو ترکی کے عوام کو اپنی حکومت کی طرف سے حاصل تھا، جس سے وہ اپنی مسیحی حکومت کے زیر سایہ محروم تھے۔ پندرہویں صدی کے آخر میں یہودی گروہ در گروہ ترکی میں پناہ کے لئے آئے۔

سولہویں صدی کا مورخ ریتشارد ستیھر کہتا ہے۔

باوجود اس کے کہ ترک لوگ انتہائی سخت اور مضبوط ہیں لیکن مسیحی (ذمیوں) کے ساتھ ان کا سلوک انتہائی نرم ہے۔ انہیں مکمل مذہبی تحفظ اور آزادی حاصل ہے۔ دینی شعائر کی ادائیگی کے لئے قسطنطنیہ میں کنائس (عبادت گاہیں) حاصل ہیں۔ جبکہ میں بارہ سال ہسپانیہ میں رہا ہوں وہاں ہمہ وقت خطرہ ہی خطرہ رہتا تھا۔

☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆

جزیہ ایک اعتبار سے سلطان اسلام کی بارگاہ میں سر تسلیم خم کرنے کا نام ہے تو دوسری طرف یہی جزیہ مذہبی آزادی کی علامت ہے۔ جہاد میں عدم شرکت کی وجہ سے غیر مسلموں سے جزیہ وصول کیا جاتا ہے۔

کیونکہ اسلامی جہاد عقیدے کی جنگ ہے۔ جو اللہ کی راہ میں اسکے دین کیلئے لڑی جاتی ہے۔ اگر ہم اپنی غیر مسلم رعایا پر جنگ میں شرکت لازم کریں تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہم انہیں ایک ایسے کام پر مجبور کر رہے ہیں جس پر ان کا ایمان نہیں۔ یہ انتہائی ظلم ہے بالخصوص جبکہ جہاد بھی ان لوگوں کے خلاف ہو جو اہل ذمہ کے دین کو ماننے والے ہوں۔ پس اس اعتبار سے جزیہ ذمیوں کی حریت کا ضامن ہے۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی موقع پر اہل ذمہ نے اہل اسلام کے ساتھ مل کر جنگ کی تو ان سے جزیہ ساقط کر دیا گیا۔

☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆

اسلام سے برگشتہ ہو جانے کی سزا قتل ہے۔ یہ سزا بھی اسلامی حکومت کے زیر سایہ رہنے والی اقلیتوں کے فائدے کے لئے ہے۔

کیونکہ ہر غیر مسلم جانتا ہے اسلام قبول کرنا اسکی مرضی کی بات ہے لیکن اگر اسلام قبول کرنے کے بعد پھر اسلام سے نکل گیا تو اس کی سزا قتل ہے۔

اس طرح اسے موقع ملتا ہے کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے بار بار غور کر لے۔

عقیدہ اور دین کے اعتبار سے اسلام نے اپنی سرزمین پر غیر مسلموں کو جو آزادی عطا کی ہے اس کا موازنہ دیگر ادیان سے کر کے دیکھیں جہاں انسان کو اپنا دین بدلنے پر مجبور کیا جاتا ہے یا قتل کر دیا جاتا ہے یا قید و بند اور اذیتوں میں مبتلا کیا جاتا ہے تاکہ لوگ انکی فکر اپنانے پر مجبور ہو جائیں، لوگوں کو اپنے دین کی تعلیمات اور دینی رہنماؤں کی ملاقات سے روک دیا جاتا ہے۔

اسلام کے علاوہ تمام ادیان کا مطالعہ کرنے سے انسان کے غم میں اضافہ ہو جاتا ہے اور کئی خرابیاں سامنے آتی ہیں۔

لیکن تاریخ اسلام میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا جہاں کسی پر اپنی فکر ٹھونسنے کی کوشش کی گئی ہو۔ غیر مسلموں کے رویے کے بارے میں چند ایک مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

کشف الآثار کا نصرانی مولف انبیاء بنی اسرائیل کے قصص بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

(۱) قسطنطین اعظم نے حکم دیا کہ یہودیوں کے کان کاٹ دیئے جائیں۔ ان کو ملک بدر کر دیا۔ پندرہویں صدی میں "امبراطور" نے حکم دیا کہ یہودیوں کو اپنی جائے پناہ سکندریہ سے نکال دیا جائے۔ انکے کنیسے گرا دیئے جائیں۔ ان کو عبادت کرنے سے روک دیا جائے۔ انکی شہادت (گواہی) نہ قبول کی جائے اگر یہودیوں میں سے کوئی کسی کیلئے وصیت کرے تو اس وصیت پر عمل نہ کیا جائے۔ جب یہودیوں نے اس پر احتجاج کیا تو امبراطور نے ان کا مال چھین کر ان کو قتل کر دیا۔ (کشف الآثار ص ۲۷)

(۲) انطیوخ شہر کے یہودی جب گرفتار ہوئے ان میں سے بعض کے اعضاء کاٹ دیئے گئے

بعض کوقتل کر دیا گیا باقی ماندہ کو ملک بدر کر دیا گیا۔ جو یہودی ملک میں رہ گئے ان پر امبراطور نے سخت مظالم ڈھائے یہاں تک کہ ایشیا سے یورپ تک تمام ممالک نے ان مظالم پر آواز اٹھائی۔ مدت بعد ان یہودیوں کو ہسپانیہ میں تین شروط پیش کی گئیں۔

(۱) یا تو وہ عیسائیت قبول کر لیں۔ (۲) یا جیل چلے جائیں۔ (۳) یا پھر ملک چھوڑ جائیں۔

فرانس میں بھی یہی عمل دہرایا گیا (کشف الآثار ص ۲۸) کیتھولکیوں نے جو قوانین جاری کئے ان میں یہ قانون بھی تھا۔ کسی یہودی کے ساتھ مل کر کھانا کھانا جائز نہیں۔ عیسائیت کی تربیت کے لئے یہودیوں سے ان کے بچے چھین لینا جائز ہے۔ (کشف الآثار ۲۹)

(۴) تاریخی طور پر ثابت ہے کہ یہودیوں کو فرانس سے سات سال تک جلاوطن کر دیا گیا۔ (۳۱،۳۰)

(۵) برطانیہ اور ہسپانیہ وغیرہ میں یہودیوں کو قتل جلاوطنی اور ظلم کا نشانہ بنایا گیا۔

ایڈورڈ اول نے تقریباً پندرہ ہزار یہودیوں کو اپنے ملک برطانیہ سے نکال دیا تھا۔ ان کے مال ان سے چھین لئے گئے تھے۔ (۳۲)

☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆

تامس نیوٹن مقدس کتاب کی پیشین گوئیاں بیان کرتے ہوئے اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔

جب عیسائیوں نے صلیبی جنگوں میں بیت المقدس کو فتح کیا تو ستر ہزار مسلمانوں کو ذبح کر ڈالا۔ لیکن جب مسلمانوں نے دوبارہ شہر واپس لیا تو کسی کو قتل نہ کیا۔

☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆

لوئیس ۱۱ نے ۱۷۲۴ء میں ایک قانون جاری کیا۔ جس میں وہ کہتا ہے۔ صرف کیتھولک فرقہ ہی قابل قبول ہے اور اگر کوئی واعظ کیتھولک کے علاوہ کسی اور فرقے کی تبلیغ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے۔

فرانس میں صرف ایک مذہبی جھگڑے میں پروٹسٹنٹ فرقے کے تقریباً ۳ ہزار افراد کو قتل کر دیا گیا تھا۔ خفیہ ایجنسیوں نے تقریباً ۳۰ ہزار افراد کو آگ میں جلا کر قتل کیا تھا۔ اس کے علاوہ تلواروں اور دیگر ہتھیاروں سے جو لوگ قتل ہوئے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ یہ سب لوگ غیر مسلم تھے۔

مسلمانوں کے بارے میں ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ ۳۰ ملین میں سے ایک مسلمان بھی ہسپانیہ میں باقی نہ رہ سکا۔ کسی کو قتل کر دیا گیا کسی کو جلاوطن کر دیا گیا۔ کسی کو اپنا عقیدہ بدلنے پر مجبور کیا گیا۔

اپنی پسند کا عقیدہ اختیار کرنے میں مکمل آزادی عطا کرنا اور کسی طریقے سے بھی دین چھوڑنے پر نہ مجبور کرنا یہ ذات مصطفیٰ ﷺ کا ثمر ہے۔

اگر وحی الٰہی نہ ہوتی تو انسانیت کو یہ حریت کاملہ نصیب نہ ہوتی۔ اگر حضور ﷺ تشریف نہ لاتے تو

عربوں جیسی سنگدل قوم کو اگر کہیں غلبہ نصیب ہو جاتا تو تاتاریوں کو بھی پیچھے چھوڑ جاتے۔ لیکن اس کے برعکس اہل عرب نے اپنی مفتوحہ اقوام کے ساتھ انتہائی نرمی، مہربانی اور محبت کا سلوک کیا یہ ان کی فطری اخلاق کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ کی دعوت اللہ کے دین اور اللہ کے رسول ﷺ کی وجہ سے ہے۔

☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆

اللہ رب العزت کی حاکمیت اعلیٰ کے لئے مسلسل جہاد اور لگا تار قربانی تا کہ ساری دنیا حاکم اعلیٰ کی حاکمیت تسلیم کر لے۔ اس کے ساتھ ساتھ فرد کو انفرادی آزادی عقیدہ و دین کے اعتبار سے یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ عادلانہ جنگ بھی مقام نبوت کے منافی ہے وہ سراسر حماقت کی دنیا میں رہتے ہیں۔ انبیاء کا جہاد ہی پوری تاریخ عالم میں ایک معقول جنگ ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ حیات انسانی قانون الٰہی کے بغیر کبھی راہ ہدایت پر نہیں چل سکتی اور جب تک انسان قانون الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم نہ کرے خواہشات انسانی کسی وقت بھی نظام عالم کو تباہ کر سکتی ہیں۔ لیکن اگر انسان شریعت الٰہی کے سامنے جھک جائے تو اس میں بذات خود انسان کی ہی بھلائی ہے سرکش فطرت انسانی کو بارگاہ الٰہی میں لانے کے لئے جہاد ضروری ہے۔ لیکن اس جہاد کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ کسی کو جبراً کوئی نظریہ قبول کرنے پر مجبور کیا جائے۔

اور جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے جہاد پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ وہ کج فکر اس قابل ہی نہیں کہ ان کو جواب دیا جائے۔ اگر ان کے اپنے جنگی کارنامے دیکھے جائیں تو وحشی درندے بھی اپنا سر جھکا لیں۔ روس نے اشتراکی قانون نافذ کرنے کے لئے اپنے ہی ملک کے ۱۹ ملین افراد قتل کر ڈالے۔

دیگر لوگ جو اعتراض کرتے ہیں وہ یہود و نصاریٰ ہیں حالانکہ وہ اعتراض کر کے خود اپنی ہی تعلیمات کا مذاق اڑا رہے ہیں۔

تورات میں بہت ساری ایسی نصوص ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ انبیاء نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ اس طرح انجیل اور جدید دور کی کتب عیسائیت میں موجود ہے۔ کہ اللہ کے نبیوں نے دین کے لئے جہاد کیا۔

(۱) عیسائیوں کی معتبر کتابوں میں موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ اپنے نزول کے بعد دجال اور اس کے لشکر کو قتل کر دیں گے۔ مسلمانوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

(۲) سفر التثنیہ میں ہے۔

جب تو کسی قریہ کے قریب جنگ کے لئے جائے تو سب سے پہلے انہیں صلح کی دعوت دے اگر وہ

تیری یہ دعوت قبول کرلیں اور شہر کے دروازے کھول دیں تو سب کو چھوڑ دینا وہ تیرے غلام ہوں گے اور تمہیں جزیہ دیں گے۔

اور اگر وہ تیری دعوت قبول نہ کریں اور تو جنگ شروع کر دے اور اللہ تعالیٰ تمہیں فتح عطا فرمائے۔ تو عورتوں، بچوں اور جانوروں کو چھوڑ کر تمام مردوں کو تلوار کے ساتھ قتل کر دینا۔ اس کے علاوہ اس قریہ سے جو کچھ تمہیں مل جائے اپنے لشکر میں تقسیم کر دینا۔ اور تیرا رب تیرا معبود جو کچھ دشمنوں کے اموال سے تمہیں عطا کرے اس کو کھالینا۔

اسی طرح ہر وہ شہر جو تجھ سے دور ہے اس کے ساتھ ایسا کرنا اور وہ شہر جو اپنا نظام تیرے حوالے کر دیں ان میں سے بھی کسی کو زندہ نہ چھوڑنا بلکہ تلوار کی دھار سے انہیں موت کے گھاٹ اتار دینا۔ خواہ وہ حبشی، آموری، کنعانی، فرزی، حوانی اور بابالوسی ہوں اپنے رب اور معبود کی وصیت پر عمل کرنا۔

(۳) سفر صموئیل ثانی کے بارہویں باب میں بھی اس طرح ہے۔

پھر داؤد نے اپنا لشکر اکٹھا کیا اور ''رابۃ'' کی جانب پیش قدمی کی ان کے ساتھ جنگ کر کے شہر کو فتح کرلیا اور ان کے بادشاہ کا تاج اپنے سر پر سجالیا۔

اسی طرح سفر خروج کے باب ۱۳ فقرہ نمبر ۴۳ باب ۳۴ فقرہ نمبر ۱۰، سفر عدد باب ۳۳ سفر صموئیل اول باب ۷ فقرہ نمبر ۸، سفر ملوک باب ۱۸ فقرہ نمبر ۲۰ میں بہت ساری نصوص موجود ہیں۔

عبرانی زبان میں لکھے گئے رسالے کا مصنف بولس جو نصرانیوں کے نزدیک بہت مقدس سمجھا جاتا ہے وہ کہتا ہے یفتاح، داؤد، صموئیل اور دوسرے انبیاء نے قاہرانہ طاقت سے ممالک فتح کئے اپنے ساتھ کئے گئے وعدوں کو پالیا۔ ان کے منہ بند کر دیئے آگ بجھا دی کمزوری کے بعد طاقت حاصل کر لی۔ جنگ میں شدت اختیار کی اور لشکروں کو شکست دے دی۔

☆☆ ☆☆ ☆☆ ☆☆

اللہ کی راہ میں جہاد بھی ثمرات نبوت میں سے ایک ثمر ہے اور اسلام میں داخل ہونے کے لئے لوگوں کو تنگ نہ کرنا یہ بھی ثمرہ نبوت ہے۔ یہ دونوں ثمر گواہی دے رہے ہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ تمام ثمرات جو ہم نے بیان کئے ہیں یہ بحر نبوت میں سے ایک قطرے کے برابر بھی نہیں۔ فیوضات کا شمار انسان کے بس کی بات نہیں۔

آپ جب بھی اسلام میں غور و فکر کریں گے۔ اسلام خود گواہی دے گا کہ وہ رب العالمین کا دین ہے۔ اور محمد ﷺ رب العالمین کے سچے رسول اور سچے مبلغ ہیں۔

اب پانچویں فصل کا مطالعہ کرتے ہیں تا کہ رسالت محمدی ﷺ پر حجت کاملہ کا مشاہدہ کیا جاسکے۔

فصل پنجم

البشارات (خوشخبریاں)

(ا) قرآن کریم نے ایک سے زیادہ سورتوں میں بڑی وضاحت کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ سابقہ آسمانی کتابوں نے ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بشارات دی ہیں۔

"اور یاد کرو جب فرمایا عیسی فرزند مریم نے اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف (اللہ کا بھیجا ہوا) رسول ہوں میں تصدیق کرنے والا ہوں تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی ہے اور مژدہ دینے والا ہوں ایک رسول کا جو تشریف لائے گا۔ میرے بعد اس کا نام (نامی) احمد ہوگا پس جب وہ (احمد) آیا ان کے پاس روشن نشانیاں لیکر تو انہوں نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے"۔ (الصف)

وَاكْتُبْ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ۭ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَاۗءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَـبٰۗىِٕثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (الاعراف)

"میری رحمت کشادہ ہے ہر چیز پر سو میں لکھ دوں گا اس کو ان لوگوں کے لئے جو پرہیز گاری کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو ہماری نشانیوں پر ایمان لاتے ہیں۔ (یہ وہ ہیں) جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی امی ہے۔ جس کے (ذکر) کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات میں اور انجیل میں وہ نبی حکم دیتا ہے انہیں نیکی کا اور روکتا ہے انہیں برائی سے اور حلال کرتا ہے ان کے لئے پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں اور اتارتا ہے ان سے ان کا بوجھ اور (کاٹتا ہے) وہ

زنجیریں جو جکڑے ہوئے تھیں انہیں پس جو لوگ ایمان لائے اس (نبی امی) پر اور تعظیم کی آپ کی اور امداد کی آپ کی اور پیروی کی اس نور کی جو اتارا گیا آپ کے ساتھ وہی (خوش نصیب) کامیاب وکامران ہیں''۔

وَ لَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ (البقرہ)

''اور جب آئی ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن) جو تصدیق کرتی تھی۔ اس (کتاب) کی جو ان کے پاس تھی اور وہ اس سے پہلے فتح مانگتے تھے۔ کافروں پر (اس نبی کے وسیلہ سے) تو جب تشریف فرما ہوا ان کے پاس وہ نبی جسے وہ جانتے تھے تو انکار کر دیا اس کے ماننے کو سو پھٹکار ہو اللہ کی (دانستہ) کفر کرنے والوں پر''۔

رحمت عالم کی آمد سارے جہانوں کے لئے ہے۔ یہ نبوت سارے عالم کے لئے اتحاد اور توحید کا پیغام لے کر آئی ہے۔

حضور ﷺ کی بعثت سے قبل زمانہ فترت میں بھی کچھ لوگ ایسے تھے جن کا سابقہ آسمانی کتابوں سے رابطہ تھا اور ان کے ذہنوں میں یہ بات پختہ تھی کہ عنقریب ایک نبی کا ظہور ہوگا ان کی نگاہیں ہمہ وقت اس عظیم الشان نبی کے انتظار میں لگی رہتی تھیں۔ بلکہ بعض سابقہ کتب کے علماء نے حضور ﷺ سے ملاقات سے پہلے ہی اسلام کا اعلان کر دیا تھا۔ انہی میں حضرت سلیمان فارسی ہیں۔ جن کے بارے میں روایات بتاتی ہیں کہ نصرانی علماء کے دروازوں پر پھرتے رہے یہاں تک کہ آخری عالم نے انہیں بتایا کہ عرب میں ایک عظیم الشان نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔ یہی چیز ان کے عرب میں آنے اور عرب میں سکونت کا سبب بنی۔

ان ہی میں سے ابوسفیانؓ کا قصہ ہے جسے بخاری نے روایت کیا ہے۔ ابوسفیان کو ہرقل نے بلایا سوال جواب ہوئے آخر میں اس نے کہا میں جانتا ہوں ایک نبی تشریف لانے والے ہے۔ لیکن میرا یہ گمان نہیں تھا کہ وہ نبی تم میں سے ہوگا۔

انہی میں سے وہ روایت ہے جو ام المومنین حضرت صفیہ بنت حی نے اپنے یہودی باپ اور چچا کے حوالے سے بیان کی ہے۔

جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے اور قباء میں قیام فرمایا حی بن اخطب اور ابو یاسر صبح صبح آپ کی خدمت میں آئے۔ غروب آفتاب کے بعد گھر واپس لوٹے وہ دونوں انتہائی پژمردہ اور تھکے ہوئے

اور چور چور لگ رہے تھے۔ (حضرت صفیہ فرماتی ہیں) میں دوڑ کر ان کے پاس گئی لیکن انہوں نے میری طرف کوئی توجہ نہ کی۔ میں نے اپنے چچا ابو یاسر کو یہ کہتے ہوئے سنا کیا یہ وہی ہیں جن کی تورات میں بشارت دی گئی ہے؟ میرے باپ نے جواباً کہا ہاں بخدا وہی ہیں۔ چچا نے کہا پکی بات ہے ؟ میرے باپ نے جواب دیا ہاں بالکل اس نے پوچھا پھر تمہارا کیا ارادہ ہے؟ میرے باپ نے کہا اللہ کی قسم جب تک زندہ رہوں گا دشمنی کرتا رہوں گا۔

ابن ہشام اور ابن سعد نے عبداللہ بن سلام کے ایمان لانے کا قصہ بیان کیا ہے۔

آپ یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے۔ آپ فرماتے ہیں جب میں نے حضور ﷺ ء کے بارے میں سنا تو آپ کی صفات، آپ کے اسم گرامی، اور آپ کے زمانہ بعثت کی وجہ سے میں نے جان لیا کہ آپ ہی آخر الزمان نبی ہیں لیکن آپ کے مدینہ پاک تشریف لانے تک میں خاموش رہا جب آپ قباء میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں اترے ایک شخص نے آپ کے آنے کی خبر دی۔ میں کھجور کے درخت کی چوٹی پر تھا اور میری پھوپھی خالدہ بنت حارث درخت کے نیچے بیٹھی تھی۔ جب میں نے سرکار ﷺ کی آمد کی خبر سنی بلند آواز سے اللہ اکبر کہا۔ میرا نعرہ سن کر میری پھوپھی نے کہا اللہ تجھے تباہ کرے اگر تو موسیٰ بن عمرانؑ کے آنے کی خبر سنتا تب بھی اتنے ہی جوش کا مظاہرہ کرتا۔ میں نے کہا پھوپھی جان یہ موسیٰ کے بعد آنے والے ہیں اور انہی کے دین پر سب آنے والے آئے ہیں۔ اس نے کہا شاید ایسا ہی ہو۔ پھر میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اسلام قبول کیا اور اپنے گھر والوں کو بھی کہا اسلام قبول کرلیں۔

نجاشی کا قبول اسلام اور صحابہ کرام کی ہجرت حبشہ پر نجاشی کا موقف بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے ہجرت حبشہ کے موقع پر قریش نے عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید کو نجاشی کے پاس بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کو اپنے ملک سے نکال دے لیکن نجاشی نے کہا:

اشهد انه رسول الله وانه المبشر به عیسی فی الانجیل۔

''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ وہی ہیں جنکی عیسیٰ نے انجیل میں بشارت دی تھی''۔

حضور ﷺ کی آمد سے پہلے یہودی اوس وخزرج کو کہتے تھے عنقریب ایک نبی آنے والا ہے۔ ہم اس کی اطاعت کر کے تم پر غلبہ حاصل کرلیں گے۔ اوس وخزرج کے ایمان لانے کا سبب یہود کی یہ باتیں بھی تھیں۔

حضرت سلمہ بن سلامہ بدری صحابی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

عبد الاشہل کا ایک یہودی ہمارا پڑوسی تھا۔ وہ حساب، کتاب، میزان، جنت، دوزخ، موت کے بعد حیات اور قیامت کی باتیں کرتا رہتا تھا۔ لوگ اس کی باتیں سن کر کہتے رہتے وہ۔ کیا یہ ممکن ہے کہ موت کے بعد لوگوں کو ایسے گھر بھیج دیا جاتا ہے جس میں ان کے اعمال کی جزاو سزا انہیں ملتی ہے۔

اس نے کہا ہاں!

تو انہوں نے کہا اس کی نشانی کیا ہے؟ اس نے کہا ایک (عظیم الشان) نبی جو ان شہروں میں مبعوث ہوگا یہ کہہ کر اس نے مکہ اور یمن کی طرف اشارہ کیا۔ لوگوں نے پوچھا کب تک؟ اس نے میری طرف دیکھا میں ان میں سے چھوٹا تھا اس نے کہا اگر اس کی زندگی پوری ہوئی تو یہ ضرور دیکھے گا۔

حضرت سلمہ فرماتے ہیں۔ رات دن گزرتے گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ تشریف لے آئے وہ یہودی بھی زندہ تھا۔ ہم سب نے اسلام قبول کرلیا وہ کفر پر اڑا رہا ہم نے کہا تیرا ایسا غرق تو وہی نہیں جو ہمیں اس طرح کہتا تھا اس نے کہا ہاں لیکن اب نہیں۔

(۳) اس وقت دینی کتب کی تعداد پوری دنیا میں بہت زیادہ ہے اگرچہ ان کتب میں کافی رد و بدل ہو چکا ہے۔ لیکن بچشم انصاف مطالعہ کرنے سے ہماری مطلوبہ حقیقت اب بھی نظر آ سکتی ہے۔ کتب سماوی میں تحریف کا واضح ثبوت یہ ہے کہ اس وقت اناجیل اربعہ معتبر سمجھی جاتی ہیں۔ حالانکہ اصل میں یہ ایک کتاب ہے۔

منصف مزاج علماء نے ان کتب میں خوب عرق ریزی کر کے وہ پیشن گوئیاں اکٹھی کر لی ہیں۔ جن میں محمد عربی ﷺ کی آمد کی خوشخبری آپ کی پیدائش سے صدیوں پہلے سنائی گئی ہے۔

ان علماء نے نہ تو ظلم کیا ہے نہ انہیں سمجھنے میں کوئی غلطی لگی ہے۔ اور نہ ہی انہوں نے کسی عبارت کو کھینچ کر اس سے کوئی مفہوم مراد لینے کی کوشش کی ہے۔ بلکہ اب ان علماء کی تحقیق کے برعکس کوئی نتیجہ نکالنا ظلم و تعدی حق سے دوری اور حقیقت پر پردہ ڈالنے کے مترادف ہے۔

قرآن کا فرمان ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ (الانعام:20)

''وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب عطا کی وہ آپ کو (اسی طرح) پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو (پہچانتے ہیں)''۔

(۴) عقائد کا بیان ہے۔ وہ فرماتے ہیں اس موضوع پر مولانا عبدالحق فدیارتی نے انگریزی میں ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کا عربی میں نام ہے "محمد فی الاسفار الدینیة العالمیة" اس کتاب میں مولانا موصوف نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضور ﷺ فارسی، ہندی، عبرانی، عربی اور یورپ کی زبانیں

جانتے ہیں۔اس سلسلے میں انہوں نے تورات اور انجیل کے حوالوں پر اکتفانہیں کیا بلکہ فارسی، ہندی اور قدیم بابلی کتب کے حوالے بھی دیئے ہیں۔(ہمارا ایمان ہے کہ نبی رحمت ﷺ دنیا کی ساری زبانیں جانتے ہیں کوئی زبان جاننے اور بولنے میں فرق ہوتا ہے شاید مولانا نے ان زبانوں کے نام گنوائے ہوں جن کے الفاظ زبان رسالت مآب ﷺ پر وقتاً فوقتاً آئے ہوں) مترجم: مختار احمد رومی

مصنف نے کچھ وہ علامات اور عادات بھی ذکر کی ہیں جو مختلف ادوار کی دینی شخصیات میں مشترک تھیں۔لیکن ان کے ذکر سے ہمیں کوئی سروکار نہیں کیونکہ ہمارے پاس اس سے زیادہ قوی اور مضبوط شواہد موجود ہیں۔

الاستاذ عبدالحق فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا اسم مبارک ''احمد'' براہمہ کی کتاب سامافیدا میں بھی مذکور ہے۔اسی طرح اسم پاک محمد ﷺ بھی اپنے معانی کے اعتبار سے قدیم کتب اور قدیم زبانوں میں مذکور ہے۔

اسی طرح مجوسیوں کی کتاب ''زرداشت'' میں آپ کی پیشن گوئی آپ کے صفاتی نام مبارک سے بیان کی گئی ہے جس کا عربی میں معنی ہے۔''رحمۃ العالمین ﷺ'' وہاں یہ بھی مذکور ہے کہ ابولہب نامی ایک شخص آپکے ساتھ دشمنی کرے گا۔آپ ایک معبود کی عبادت کی طرف بلائیں گے۔جس کی کوئی برادری نہیں ہوگی نہ اس کا باپ ہوگا نہ بیٹا نہ جسم نہ رنگ اور نہ بو۔

اس طرح کی صفات قرآن کریم میں بھی مذکور ہیں۔زردشتی کتب میں یہ بشارت بھی ہے کہ وہ رسول عربی ہوگا۔اس کے غلام اہل فارس کوشکست دے کران کا غرور توڑ دیں گے۔اس کے بعد وہ خلیل اللہ کے کعبہ کی سمت رخ کریں گے۔وہ حضور ﷺ کے غلام ہوں گے اور زردشتیوں کے مقدس مقامات کے پیشوا بن جائیں گے۔

ایشیا کے ادیان کی شہادت کے بعد مصنف نے عہد قدیم اور عہد جدید کی کتب کی طرف بھی اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ سفر التشیہ کے باب ۳۳ میں ہے۔

رب العزت سیناء کی طرف سے آیا تو ان کے لئے جبل فاران سے خوب نور ظاہر ہوا وہ قدس کے ٹیلوں سے ہوتا ہوا آیا اور اس کے دائیں جانب شریعت کا نور تھا۔

(مصنف کا بیان) تمام قدیم شواہد اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ فاران کا وجود مکہ میں ہے۔اس میں یہ بھی بیان ہے کہ دس ہزار قدیس آپ کے ہمراہ ہوں گے۔علماء نے قدیس سے ملائکہ مراد لئے ہیں۔

(۵) ہندوستانی عالم دین مولانا رحمت اللہ بن خلیل نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے ''اظہار الحق''

یہ کتاب یہود ونصاریٰ کی دینی کتب پر بہترین جدید تبصرہ اور تنقید ہے۔ دین اسلام پر یہود ونصاریٰ کے اعتراضات پر مولانا نے بہت سنجیدہ تنقید کی ہے۔ مصنف نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ اسلام ہی وہ نظام حیات ہے جو دین کہلانے کا حقدار ہے۔ رہے یہود ونصاریٰ تو جس طرح انہوں نے اپنے انبیاء کی تعلیمات کا حلیہ بگاڑا ہے خود ساختہ اور تحریف شدہ نظریات کے پلندے کو دین کہنا مناسب نہیں۔

کتاب کی اہمیت کے پیش نظر اس کے مختصر نمونے اور اپنے موضوع کے متعلقہ نصوص آپ کے سامنے پیش کریں گے۔ وہ نصوص جن سے پتہ چلتا ہے کہ تحریف کے باوجود بھی کتب سماوی اب بھی بشارات مصطفوی ﷺ سے بھرپور ہیں۔

''اظہار الحق'' پڑھنے کے بعد قاری یہ محسوس کرتا ہے مؤلف کتاب کو قدیم و جدید عیسائیت اور یہودیت کی تاریخ اور تعلیمات پر پورا عبور حاصل ہے۔ شاید انہوں نے دسیوں مرتبہ ان ادیان کی کتب کو پڑھا ہو اور جو کچھ ان کتب کی تفسیر شروح یا حواشی لکھی گئے ہیں مولف نے ان کو بنظر دقیق پڑھا ہے پھر اپنی کتاب لکھی ہے۔

اس کتاب کی تالیف کا سبب یہ ہے کہ برطانیہ نے ہندوستان پر غاصبانہ قبضہ کر کے اہل ہند کی آزادی سلب کر لی اسی دور میں عیسائی مستشرقین نے اسلام پر شدید حملے شروع کر دیئے۔ انہوں نے اپنی یلغار پانچ نقاط پر مرکوز کر دی۔ علماء حق نے ان کا مقابلہ بہت خوب کیا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ مؤلف موصوف نے ان حملہ آوروں سے مناظرہ کیا جس میں ہند کے چوٹی کے علماء نے شرکت کی۔

یہ مناظرہ اس طرح ختم ہوا کہ عیسائی مناظر مبہوت ہو کر خاموش ہو گیا حالانکہ ابھی دوسرے نقاط پر بحث باقی تھی۔

کتاب ''اظہار الحق'' میں انہی پانچ نقاط پر بحث کی گئی ہے جن کو بنیاد بنا کر عیسائیوں نے اسلام پر اعتراضات کئے ہیں وہ الفاظ درج ذیل ہیں۔

(۱) عیسائی کہتے ہیں کہ قرآن کا یہ دعویٰ (نعوذ باللہ) باطل ہے کہ تورات اور انجیل تحریف شدہ کتب ہیں۔

(۲) قرآن میں کچھ آیات منسوخ ہیں یہ نسخ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن اللہ کی کتاب نہیں کیونکہ اس میں نسخ کی گنجائش نہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ باپ بیٹے اور روح القدس کے مجموعے کا نام ہے۔

(۴) قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ محمد ﷺ کا کلام ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے جمع اور تواتر کا طریقہ مشکوک ہے۔

(۵) عیسائی حضور ﷺ کی نبوت اور ختم نبوت دونوں کے منکر ہیں۔

ان پانچوں نقاط پر مؤلف نے خوب تحقیقی مواد قلم بند کیا ہے۔ چھٹے باب میں عہد قدیم اور جدید پر فاضلانہ بحث کی ہے اور ایک مقدمہ بھی زیب قرطاس کیا ہے۔

(ا) مقدمہ میں مولانا نے مراجع ذکر کئے ہیں نیز یہ بھی بتایا ہے کہ یہ کتب کس سال اور کہاں طبع ہوئیں تھیں۔ مقدمہ میں ہی مؤلف نے مستشرقین کی دوغلی عادات بھی ذکر کی ہیں کہ وہ ایک جگہ ایک لفظ لکھ کر دوسری جگہ معذرت کر لیتے ہیں۔

(ب) پہلا باب:۔ ''اظہار الحق'' کے پہلے باب میں عہد عتیق اور عہد جدید کے ہر ہر باب پر بحث کی گئی ہے۔ مؤلف نے نصاریٰ کے علماء و مورخین کے اقوال سے ثابت کیا ہے کہ عہد نامہ عتیق و جدید کے ابواب و آیات میں تحریف موجود ہے۔

مؤلف نے پختہ دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے پاس اپنی کتب کی کوئی ایک بھی سند ایسی نہیں جو ان کے انبیاء تک بلا انقطاع پہنچتی ہو۔ ان کی قدیم اور جدید کتب میں جو اختلاف اور اغلاط ہیں ان سے بھی پردہ اٹھایا گیا ہے۔

یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ موجودہ کتب کے الہامی ہونے کا دعویٰ بھی باطل ہے۔ اس بطلان کے ثبوت کے لئے سترہ دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ مؤلف نے بیان کیا ہے کہ ان کتب میں اس قدر اغلاط اور اختلافات ہیں جن کے درمیان تطبیق سے خود ان کے علماء مفسرین عاجز آ چکے ہیں۔ مزید برآں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں کے اختلافات نے ان کتب کی ثقاہت میں کمی کر دی ہے۔ جس حصے کو کیتھولک صحیح کہتے ہیں۔ پروٹسٹنٹ اس کا انکار کر دیتے ہیں اور جس کو پروٹسٹنٹ صحیح مانتے ہیں کیتھولک اس کا انکار کر دیتے ہیں۔

(ج) دوسرا باب:۔ قرآن حکیم نے اہل کتاب کے بارے میں فرمایا:

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ (المائدہ:41)

''پھیر دیتے ہیں کلام کو اس کی جگہوں سے''۔

مؤلف نے اس ارشاد کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے اہل کتاب کی کتب میں تحریف ثابت کی ہے۔ یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان کی یہ زیادتیاں عمداً ہوتی تھیں۔ ان کا جی چاہتا تو اپنی کتب میں سے کچھ عبارات حذف کر دیتے اور اگر جی چاہتا تو عبارات کا اضافہ کر لیتے اور کبھی کبھی الفاظ بدل دیتے۔ لفظی تبدیلی کی ۳۵ اور عبارات میں زیادتی کی ۴۵ مثالیں کتاب میں درج کی گئیں ہیں جبکہ عبارات میں حذف کی ۲۰ مثالیں مذکور ہیں۔ مؤلف نے طوالت کے خوف سے صرف چیدہ چیدہ تحریفات ذکر کی ہیں۔ عیسائی علماء نے جہاں مغالطہ ڈالنے کی کوشش کی ہے مولانا نے ان پر گرفت بھی کر کے انکی تردید

کی ہے اپنے دلائل کی پختگی کے لئے عیسائیوں کے معتبر علماء اور مفسرین اور مؤرخین کے اقوال سے بھی استدلال کیا ہے۔ ان اقوال کی تعداد ۳۴ ہے جو مؤلف کی وسعت علمی اور اتمام حجت میں حرص پر دلالت کرتی ہے۔ باب کے آخر میں ایسے امور ذکر کیے گئے ہیں جو تحریف کے اثبات میں شک کو زائل کر کے یقین کو پختہ کرتے ہیں۔

(د) تیسرا باب:۔ اس باب میں مؤلف نے نسخ کی ماہیت بیان کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ شریعت موسیٰ اور شریعت عیسیٰ علی نبینا علیہم السلام میں نسخ موجود ہے۔ پھر وہ عملی احکام بیان کئے ہیں جو تورات میں موجود ہیں اور انجیل میں منسوخ ہیں۔ مؤلف نے دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ صرف شریعت اسلامیہ کے ساتھ نسخ کو مخصوص کرنا بالکل سفید جھوٹ ہے۔ جبکہ یہود و نصاریٰ کے ہاں اسکی مثالیں بکثرت موجود ہے۔

(ھ) چوتھا باب:۔ تثلیث کے ابطال میں ہے اس باب میں ایک مقدمہ اور تین فصلیں ہیں۔

(۱) مقدمہ میں بارہ تفصیے ہیں۔ مقدمہ میں صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ کہ تورات میں حکم ہے غیر اللہ کی عبادت حرام ہے۔ نیز عہد نامہ قدیم و جدید میں مذکور ہے اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی شے نہیں اور نصوص متشابہات کو تنزیہ باری پر محمول کرنا چاہئے۔

(۲) فصل اول:۔ میں تثلیث کے باطل ہونے پر سات عقلی دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ تثلیث عقلاً بھی جائز نہیں۔

(۳) دوسری فصل:۔ میں موجودہ انجیل سے حضرت عیسیٰ کے بارہ ارشادات ذکر کئے گئے ہیں جن میں حضرت مسیح نے فقط اللہ رب العزت کی توحید کی دعوت دی ہے اور اپنے بارے میں فرمایا ہے کہ میں (عیسیٰ ابن مریم) فقط اللہ کا رسول ہوں۔ مثلاً انجیل یوحنا میں ہے۔ ابدی زندگی یہی ہے کہ وہ تمہیں معبود حقیقی مان لیں اور مسیح کو تیرا رسول جانیں۔

انجیل متی کے باب نمبر ۱۷ میں ہے۔

تب ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اس نے کہا اے صالح معلم! میں کون سا اچھا عمل کروں کہ مجھے ابدی زندگی مل جائے۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح نے فرمایا تم مجھے صالح کیوں کہہ رہے ہو؟ صالح تو فقط ایک ذات ہے اور وہ رب العزت ہے۔

(۴) تیسری فصل:۔ میں انجیل کی وہ نصوص بیان کی گئی ہیں جن سے اہل تثلیث نے استدلال کیا ہے مؤلف نے بیان کیا ہے۔ کہ ان نصوص سے یہ استدلال تمہارے فہم کی غلطی ہے۔ حقیقت میں ان نصوص کی مراد کچھ اور ہے۔

مثلا انجیل میں ''ابن اللہ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے عیسائی اس سے حضرت عیسی کی ذات مراد لیتے ہیں حالانکہ انجیل میں ہی ہر نیک انسان کو ابن اللہ کہا گیا ہے۔

فائدہ:۔ فہم نصوص میں غلطی کے حوالے سے مؤلف نے یہ مثال حالیہ انجیل سے بیان کی ہے جبکہ اس کے عمومی مفہوم سے بھی ہمارا اتفاق نہیں کیونکہ کسی شخص کو بھی ابن اللہ کہنا یا ماننا اسلام میں جائز نہیں۔

(مترجم: مختار احمد رومی)

(و) پانچواں باب:۔ میں قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے پر بارہ دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک دلیل اقامت حجت کے لئے کافی ہے۔ معترضین کے شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے۔

مؤلف نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہود و نصاری مذہبی ضروریات کے لئے جھوٹ جائز قرار دیتے ہیں۔ جبکہ اہل اسلام کا معاملہ بالکل صاف ہے۔ اگر روایت حدیث کے لئے شرائط دیکھی جائیں تو پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں نے صحت حدیث کے لئے سچائی کا کس قدر اہتمام کیا ہے۔ (قرآن کے حوالے سے بھی مسلمانوں نے اس سے بڑھ کر اہتمام کیا ہے جس میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں۔ مترجم: مختار احمد رومی)

(ز) چھٹا باب:۔ اس باب میں رحمت عالم محمد عربی ﷺ کی نبوت کے اثبات میں دلائل دیئے گئے ہیں۔ اسلام پر حملہ کرنے والے مستشرقین نے جتنے اعتراضات کئے ہیں ان کا بطلان کیا گیا ہے۔

اس بات میں دو فصلیں ہیں۔

پہلی فصل:۔ اثبات نبوت کے بیان میں اس میں مؤلف نے چھ طرق ذکر کئے ہیں ہر طریق (راستہ) اس حجت کاملہ تک لے جاتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ وہ طرق حسب ذیل ہیں۔

(۱) معجزات مصطفیٰ ﷺ (۲) اخلاق (۳) کمال شریعت (۴) غلبہ (۵) لوگوں کا آپکی طرف اور آپ کی شریعت کی طرف محتاج ہونا۔ (۶) انبیاء سابقین کا آپ کی نبوت کی بشارات دینا۔

دوسری فصل:۔ میں ان بے بنیاد مطاعن و اعتراضات کے پر مغز علمی جوابات ہیں جو اعتراضات عموما اہل کتاب ہمارے آقا ﷺ پر کرتے ہیں۔ فاضل مؤلف نے بڑے حکیمانہ جوابات سے ثابت کیا ہے کہ جن چیزوں کو تم پیغمبر اسلام کے حق میں اعتراض شمار کرتے ہو انبیاء بنی اسرائیل کے بارے میں انہی امور کو جائز قرار دیتے ہو۔

نوٹ:۔ لغو اور بے فائدہ اعتراضات کا اعادہ ذوق عقیدت و محبت پر گراں گزرتا ہے۔ نیز جس کج روی کو اہل کتاب نے معصوم عن الخطاء انبیاء کی طرف منسوب کیا ہے وہ ایک عام صالح آدمی کے لئے بھی موزوں نہیں لہٰذا ہم ان سطور کا ترجمہ عمداً ترک کر رہے ہیں تاکہ چشمہ سیرت مصطفیٰ ﷺ کے آب

زلال سے سیراب ہونے والے اعتراضات کے گدلے پن سے کراہت نہ محسوس کریں۔ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب کریم ﷺ کی پاکیزہ سیرت کو بے داغ بنایا ہے۔ جس میں معنوی اور صوری اعتبار سے تنقیص کا شائبہ تک نہیں۔ بقول فاضل بریلوی امام احمد رضا

تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا تیری خلق کو حق نے جمیل کیا

کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن و ادا کی قسم!

جب سے سرکار ﷺ اس جہاں میں تشریف لائے ہیں یہود و نصاریٰ بغض و غیظ سے انگلیاں کاٹ رہے ہیں ان رتحریف اور کتمان حقیقت ان کا شیوہ رہا ہے۔ الہامی کتب میں فخر دو جہاں ﷺ کی آمد کی بشارت اور تذکرہ انہیں خوش نہ آیا۔ ان کی تحریف و تنقیص اور طعن و تشنیع کے نشتر کند ہو گئے۔ لیکن بشارات مصطفوی کا نور اب بھی ان کی کتابوں میں جگمگا رہا ہے۔

بالآخر عاجز آ کر انہوں نے یہ بھی کوشش کی کہ ان بشارات کا مصداق حضور ﷺ نہیں۔ لیکن یہ علمی خیانت بھی ان کے کام نہ آئی۔ فاضل مؤلف جناب سعید حوی نے علامہ رحمت اللہ ہندی کی کتاب ''اظہار الحق'' کے حوالے سے بشارات مع اعتراضات اور جوابات ذکر کئے ہیں۔ اعتراضات ذکر نہ کرنے کی وجہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں بشارات کی روایات کثیر ہیں جو ساری تقریباً ایک جیسی ہیں۔ لہٰذا تکرار سے بچتے ہوئے ہم زبور کی ایک روایت ذکر کر رہے ہیں جو اکثر بشارات کی جامع اور ہمارے موضوع کے قریب ترین ہے۔ (مترجم: مختار احمد رومی)

زبور شریف کا بیان ہے۔

میرے دل سے نیک کلمات امڈ آئے۔ میں کہتا ہوں میرے اعمال اس بادشاہ کے لئے ہیں۔ میری زبان تیز لکھنے والا قلم ہے۔ وہ حسن کی رونق اور تمام بنی آدم سے افضل ہے۔ تیرے لبوں پر نعمتیں مسکرا رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے رہتی دنیا تک برکت والا بنایا ہے۔ اپنے حسن و جمال کی قاہرانہ شان سے اپنی تلوار سونت لے۔

یا اللہ تیری کرسی ہمیشہ کیلئے ہے۔ تیرے ملک کا عصا استقامت کا عصا ہے۔ تجھے نیکی سے محبت اور گناہ سے نفرت ہے اسی لئے تیرے معبود نے تمہیں خوشی اور سرور سے نوازا ہے تو اپنے ساتھیوں سے افضل ہے۔

بادشاہوں کی بیٹیاں تیرے زیر لواء ہیں۔ تیرا مالک تیرے حسن کا قدرداں ہے وہ تیرا معبود ہے اور تو اسے سجدہ کرتا ہے۔ باعظمت خواتین تیری بارگاہ میں ہدیہ پیش کرتی ہیں اور تیری عظمت کے ترانے اہل دل کی زبانوں پر ہیں۔ عظمت و بزرگی اپنے سنہری زرق برق لباس سے تیرے آگے دست بستہ

33B

ہے۔ تیرے آباء کے بجائے تیری اولاد حکومت کرے گی۔ ہر نسل کی زبان پر تیرا ذکر جاری رہے گا۔ قبائل واقوام تیرا اعتراف کریں گے۔ ابد تک تیرا ذکر باقی رہے گا۔

یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ حضرت داؤد کی زبور مقدس جس نبی کی بشارت دے رہی ہے۔ ایسی صفات والا نبی یہود کے ہاں نہیں آیا۔ عیسائیوں میں سے پروٹسٹنٹ فرقہ کہتا ہے کہ اس سے مراد عیسیٰ ہیں۔ اہل اسلام میں سلف وخلف کہتے ہیں کہ یہ صفات ہمارے آقا محمد عربی ﷺ کی ہیں اور یہی حق ہے کیونکہ یہ صفات آپ کی ہی ہیں۔ آپ سب سے زیادہ حسین ہیں۔ آپ افضل البشر ہیں۔ نعمتیں آپ کے لبوں پر مسکرا رہی ہیں۔ آپ ہمیشہ کے لئے مبارک ہیں۔ آپ صاحب سیف رسول ہیں آپ قوی ہیں۔ آپ حق والے قوت والے اور صدق والے ہیں۔

اقوام نے آپ کے سامنے سر جھکا دیئے۔ آپ نیکی سے محبت اور برائی سے نفرت کرتے ہیں۔ بادشاہوں کی بیٹیاں آپ کی خادمائیں ہیں۔ ہدیے آپ کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں۔ غنی اور مالدار لوگ بھی آپ کے اطاعت گزاروں میں ہیں۔ آپ کی اولاد کو حکومت عطا کی گئی ہے۔ آپ کا اسم گرامی نسل در نسل مشہور و معروف اور مبارک ہے۔

ان صفات کی تائید احادیث مبارکہ سے بھی ہو رہی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں۔

مارأیت شیئا احسن من رسول اللہ ﷺ کان الشمس تجری فی وجھه.

"میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو حسین نہیں دیکھا گویا کہ سورج آپ کے رخ اقدس میں چمکتا ہے"۔

حضرت ام معبد فرماتی ہیں۔

آپ دور و نزدیک سے سب سے زیادہ خوبصورت اور دل نواز ہیں۔

دوسری صفت:۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (بقرہ:253)

"یہ سب رسول ہم نے فضیلت دی ہے۔ (ان میں سے) بعض کو بعض پر"۔

یعنی تمام رسولوں پر ہم نے آپ کو فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں۔ سرکار ﷺ کا فرمان ہے میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور یہ اظہار فخر کے لئے نہیں کہہ رہا (بلکہ تحدیث نعمت کے طور پر فرما رہے ہیں)

نعتیں آپ کے لبوں پر مسکرا رہی ہیں۔ یعنی آپ کا کلام بھی شیریں ہے اور اس کے اثرات اس سے بھی زیادہ شیریں ہیں۔ اور آپ کی فصاحت و بلاغت دل موہ لینے والی ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپ پر درود بھیج رہے ہیں اور کروڑوں انسان روزانہ نماز پنجگانہ میں آپ پر درود و سلام پڑھتے ہیں۔

(۵) سرکار ﷺ کا اپنا فرمان ہے۔ انا رسول اللہ بالسیف میں صاحب سیف رسول حق ہوں۔

(۶) آپ کی جسمانی قوت درجہ کمال تک پہنچی ہوئی تھی اور آپ کی شجاعت کے بارے میں حضرت ابن عمر کا فرمان ہے۔ میں نے حضور ﷺ سے بڑھ کر کسی کو بہادر، جرات مند اور سخی نہیں دیکھا۔ حضرت علی کا فرمان ہے۔

جب جنگ خوب بھڑک اٹھتی ہم حضور ﷺ کے پاس پناہ لیتے۔ ہم میں سے آپ ﷺ ہی دشمن کے قریب ہوتے تھے۔ بدر کے دن ہم آپ ﷺ کے پاس پناہ لئے ہوئے تھے آپ ﷺ دشمن کے سب سے زیادہ قریب تھے آپ اس دن سب سے زیادہ جنگ کرنے والے تھے۔

(۷) صدق اور امانت حضور ﷺ کی فطری صفات میں سے ہے نضر بن حارث نے قریش سے کہا تھا۔ محمد ﷺ جب جوان تھے تم سب ان کو چاہتے تھے۔ تم میں سے سب سے زیادہ سچے اور امانت دار تھے۔ یہاں تک کہ جب تم نے انکی کنپٹیوں میں سفید بال دیکھے ہیں۔ وہ حق کا پیغام لے کر آئے ہیں اب تم ان کو جادوگر کہتے ہو بخدا وہ جادوگر نہیں۔

ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا تھا۔ اس سے پہلے تم نے اس نبی کو جھوٹ بولتے دیکھا ہے ابوسفیان نے کہا نہیں۔

(۸) آپ نے بدر اور حنین کے دن کفار کی جانب مٹھی بھر مٹی پھینکی وہ مٹی ہر کافر کی آنکھ میں پڑی جس سے مسلمانوں نے انہیں قتل بھی کیا اور گرفتار بھی کیا وہ شکست بھی کھا گئے یہ آپ ﷺ کے دائیں ہاتھ کی برکت ہے۔

(۹) اولاد اسمٰعیل کو قدیم زمانہ سے ہی تیر زنی سے رغبت رہی ہے آپ ﷺ کا فرمان ہے۔ عنقریب تم روم فتح کرو گے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کافی ہوگا۔ تم میں سے کوئی بھی تیر زنی سے عاجز نہ آئے۔ آپ کا فرمان ہے اے اولاد اسمٰعیل! تیر بازی سیکھو کیونکہ یہ تمہارے باپ (اسمٰعیل) ماہر تیر انداز تھے۔ یہ بھی سرکار ﷺ کا فرمان ہے۔ جس نے تیر اندازی سیکھ کر ترک کر دی وہ ہم میں سے نہیں۔

(۱۰) آپ ﷺ کی مبارک زندگی میں ہی لوگ فوج در فوج دین میں داخل ہونا شروع ہو گئے تھے۔ امراء و ملوک کی بیٹیاں طبقہ اولی کے مسلمانوں کے عقد میں آتی رہیں۔ جس طرح کہ ایران کے

بادشاہ یزدگرد کی شہزادی حضرت شہر بانو حضرت امام حسین کے نکاح میں آئی تھیں۔ حبشہ کا بادشاہ نجاشی بحرین کا بادشاہ منذر بن ساوی اور عمان کے حاکم نے آپ کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور دولت ایمان سے سرفراز ہوئے۔

قیصر روم نے آپ کی بارگاہ میں ہدیہ بھیجا۔ قبطیوں کے بادشاہ مقوقس نے تین لونڈیاں ایک غلام ایک سفید خچر اور ایک سفید دراز گوش ایک گھوڑا اور کپڑے آپ ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ ارسال کیا۔

آپ ﷺ کے نواسے حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد نے حجاز، یمن، شام، مصر، ایران اور ہند کے مختلف علاقوں پر حکومت کی۔

ہر دور میں کروڑوں کی تعداد میں اہل اسلام کی نسلیں روزانہ پانچ مرتبہ **اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ** کا ورد کرتی ہیں۔ بحساب امتی روزانہ آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھتے ہیں۔ قراء آپ کی کتاب (قرآن حکیم) کی تلاوت کرتے ہیں۔ مفسرین عجیب وغریب نکتے بیان کرتے ہیں۔ واعظین آپ ﷺ کے ارشادات اگلی نسلوں تک پہنچاتے ہیں۔ علماء وسلاطین در اقدس پر حاضر ہو کر نیازمندانہ سلام پیش کرتے ہیں۔

الصلوۃ والسلام علیک یاسید الانبیاء والمرسلین

وعلی آلک واصحابک یا جد الحسن والحسین

کتاب اشعیاء سے بشارت:

سبحو اللرب تسبیحۃ جدیدۃ حمدہ من اقاصی الارض راکبین فی البحر وملؤہ الجزائر وسکانھن۔

"انہوں نے ایک نئی تسبیح سے اپنے رب کی تعریف بیان کی زمین کی گہرائیوں میں اس کی حمد بیان کی سمندروں میں سوار ہو کر جزائر پر چھا گئے"۔

اس بشارت میں تسبیح جدید سے مراد شریعت محمدیہ میں عبادت کا منفرد انداز ہے۔ نیز یہ کہ یہ عبادت زمین کے چپے چپے پر بسنے والے شہریوں دیہاتیوں اور جزیروں میں بسنے والوں پر لازم ہوگی۔

اس سے اگلی بشارت میں قیدار کی اولاد کا ذکر ہے جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس بشارت کا مصداق حضور ﷺ ہیں کیونکہ آپ قیدار بن اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے ہیں۔

قولہ من رؤس الجبال یصیحون :۔ وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر بلند آواز میں نعرے لگا رہے ہوں گے۔

یہ الفاظ حج کے دنوں میں:۔

لاکھوں انسانوں کے طرز عبادت لبیک اللّٰھم لبیک کی طرف اشارہ ہے۔

قولہ حمدہ یخبرون بہ فی الجزائر :۔ یہ اذان کی طرف اشارہ ہے کہ پوری دنیا میں ہر وقت کہیں نہ کہیں اذان ہو رہی ہوتی ہے۔ جس سے اللہ رب العزت کی حمد کا اعلان ہوتا ہے۔

قولہ:۔ (**الرب کجبار یخرج مثل رجل مقاتل یھوش الغیرۃ**)

رب جبار ایک جنگجو مرد کی طرح نکلے گا اور منکرین پر حملہ بول دے گا۔

یہ امت مصطفوی علیہ التحیۃ والثناء کے جہاد کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کا اور آپ کی امت کا جہاد رب کریم کی رضا کے تابع ہے جس میں نفسانی اغراض شامل نہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور آپ کی امت کے خروج کو اپنے خروج سے تعبیر کیا ہے۔

اس سے اگلی بشارت میں اہل عرب کی جہالت اور بت پرستی کی طرف اشارہ ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمادیا:

وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین۔ (نساء:164)

''اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے''۔

قولہ :۔ (لاخذ لھم) میں ان سے مواخذہ نہیں کروں گا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہمارے حضور ﷺ کی امت امت مرحومہ ہے۔ **غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۝**

نہ ان پر غضب کیا گیا ہے اور نہ ہی وہ گمراہ ہیں۔

قولہ: **والمتوکلون علی المنحوتۃ القائلون للمسبوقۃ انکم الھتنا یسخرون خزیا۔**

''پتھر کے تراشے ہوئے اور چاندی کے ڈھالے ہوئے بتوں پر توکل کرنے والوں اور انہیں خدا ماننے والوں کے لئے سخت پشیمانی ہوگی''۔

اللہ رب العزت کا اپنے محبوب ﷺ سے وعدہ ہے کہ مشرکین عرب اور صلیب کی پوجا کرنے والوں کو قیامت کے دن سخت شرمندگی اور ہزیمت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کیونکہ مشرکین عرب اور قیصر وکسریٰ نے نور احمدی کو بجھانے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگادی لیکن انہیں ندامت اور ناکامی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔

انجام کار عرب میں شرک کا نام تک نہ رہا۔ کسریٰ کی حکومت ختم ہوگئی اہل صلیب کا شام سے صفایا ہوگیا۔ بعض دوسرے علاقوں سے بھی عیسائیت جڑ سے اکھڑ گئی جس طرح کہ بخارا اور کابل وغیرہ اس کے علاوہ ہند اور سندھ میں اس کا اثر کم ہوگیا۔ مشرق ومغرب میں توحید کا نور جگمگانے لگا۔

کتاب اشعیاء میں ہے۔

طلبنی الذین لم یسالونی قبل   ووجدنی الذین لم یطلبونی

''مجھے انہوں نے طلب کیا جنہوں نے اس سے پہلے مجھ سے سوال نہیں کیا تھا اور مجھے انہوں نے حاصل کرلیا جنہوں نے مجھے طلب نہیں کیا تھا''۔

اس سے مراد اہل عرب ہیں کیونکہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات کو جانتے ہی نہیں تھے۔نہ شریعت سے واقف تھے لہٰذا اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا یا اسے طلب کرنا ان کے لئے ممکن نہ تھا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ (آل عمران)

''تحقیق اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا ہے مومنوں پر کہ ان میں اپنا رسول بھیجا جو انہی میں سے ہے جو انہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے۔انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے''۔

انجیل یوحنا کے سولہویں باب میں ہے۔

لکنی اقول لکم الحق انّه خیرٌ لکم أن انطلق لانی ان لم انطلق یاتکم فار قلیط فاما ان انطلقت ارسلته الیکم

''لیکن میں تمہیں حق بات کہتا ہوں میرا جانا تمہارے لئے بہتر ہے۔کیونکہ اگر میں نہیں جاؤں گا تو فارقلیط تمہارے پاس نہیں آئے گا اگر میں چلا گیا تو فارقلیط تمہارے پاس بھیج دوں گا''۔

گزشتہ صفحات میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ لفظوں میں ہیر پھیر اہل نصاری کی پرانی عادت ہے۔حضرت عیسیٰ کی زبان عبرانی تھی آپ نے یونانی زبان میں یہ خوشخبری نہیں سنائی۔عبرانی سے یونانی میں ترجمہ ہوا اور وہاں سے عربی میں عربوں نے یونانی لفظ کو معرب کرکے فارقلیط بنادیا۔

یونانی زبان میں اس لفظ کے دو مادے بن سکتے ہیں۔

(۱) بارا کلی طوس:۔اس کا معنی ہے معزز، مددگار اور وکیل (نائب)

(۲) پیرکلوطوس:۔اس کا معنی محمد اور احمد کے قریب تر ہے۔اور یہی ذات گرامی خوشخبری سنانے والے کی مراد ہے۔

بعض نصرانیوں نے انکار کیا ہے وہ کہتے ہیں اس خوشخبری کا مصداق حضور نہیں ہیں۔

صاحب لب التواریخ نے لکھا ہے حضور ﷺ کے ہم عصر یہودی اور عیسائی ایک نبی کی آمد کے منتظر تھے۔ جب حضور تشریف لائے آپ ﷺ نے فرمایا:

میں ہی وہ رسول ہوں جس کی آمد کا تمہیں انتظار تھا۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جب نجاشی کو حضور ﷺ نے مکتوب مبارک ارسال کیا تو اس نے کہا میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ یہ مکتوب اسی نبی کا ہے جس کا اہل کتاب کو انتظار تھا۔

آپ ﷺ کے جواب میں نجاشی نے لکھا۔

میں گواہی دیتا ہوں آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ میں نے آپ ﷺ کی بھی اور آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی جعفر بن ابی طالب کی بیعت کی ہے اور ان کے ہاتھ پر اللہ رب العزت کا دین قبول کیا ہے۔ نجاشی بھی اسلام سے پہلے عیسائی تھا۔

قبط کے سردار مقوقس نے حضور ﷺ کے مکتوب کے جواب میں لکھا:

محمد بن عبداللہ کے نام قبط کے بادشاہ مقوقس کی طرف سے آپ پر سلامتی ہو۔

اما بعد۔ میں نے آپ کا مکتوب گرامی پڑھا جو کچھ اس میں تھا اس کو سمجھ لیا ہے اور جس بات کی آپ دعوت دے رہے ہیں اس کو بھی سمجھ لیا ہے۔ مجھے معلوم ہے ایک نبی کی آمد باقی ہے میرا خیال تھا کہ وہ نبی ملک شام سے ظاہر ہوگا۔ میں نے آپ کے قاصد کی پوری پوری عزت کی ہے۔ مقوقس نے اگرچہ اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ وہ بھی نصرانی تھا اسے بھی پتہ تھا کہ ایک نبی کی آمد باقی ہے۔ یہ دونوں (نجاشی اور مقوقس) اپنے زمانہ حکومت میں تھے۔ دنیوی اعتبار سے ان کو کوئی خوف نہیں تھا لیکن پھر بھی حق بات کہہ رہے ہیں۔

جارود بن علا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

بخدا آپ ﷺ حق کے ساتھ آئے ہیں آپ نے سچی بات کہی ہے۔ جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اس ذات کی قسم میں نے آپ کے اوصاف انجیل میں پڑھے ہیں۔ ابن بتول نے آپ ہی کی بشارت دی ہے۔

بہترین سلام ہوں آپ ﷺ پر۔ جس نے آپ کو عزت عطا کی اس ذات کا بے حساب شکر ہے یقین کے بعد شک نہیں ہوتا اور خود دیکھ لینے کے بعد گمان کی گنجائش نہیں رہتی۔ اپنا دست مبارک آگے بڑھائیے۔ میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ حضرت جارود کے بعد ان کی قوم نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

حضرت جارود کا شمار عیسائی علماء میں ہوتا ہے۔ انہوں نے بھی اقرار کیا کہ عیسائی ایک نبی کی آمد

کے منتظر تھے جس کے آنے کی خوشخبری حضرت عیسیٰ سنا گئے تھے۔

حضرت عیسیٰ نے حضور ﷺ کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

لیس ینطق من عنده بل یتکلم بکل ما یسمع۔

''وہ اپنی طرف سے نہیں بولیں گے بلکہ جو کچھ (اپنے رب کی طرف سے) سنیں گے وہ ہی بولیں گے''۔

حضرت عیسیٰ جانتے تھے کہ بنی اسرائیل فارقلیط کی تکذیب کریں گے۔ لہٰذا آپ کے کلام کی صداقت کے لئے ان پر واضح فرمادیا۔ قرآن کریم کا فرمان ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم)

''اور وہ تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے۔ نہیں ہے یہ مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے''۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ (الاحقاف:9)

''نہیں اتباع کرتا میں مگر اس کی جو وحی کی جاتی ہے میری طرف''۔

اس بحث کے اختتام پر ہم دو ایسی نصوص ذکر کرتے ہیں جن کے پڑھنے کے بعد پختہ یقین ہو جاتا ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے کے عیسائی ایک ایسے رسول کی آمد کی منتظر تھے جن کے اوصاف وہی ہیں جو ہمارے حضور ﷺ کے اوصاف ہیں۔

(ا) حضرت سلمان فارسی کے ایمان کا واقعہ انہی کی زبانی۔

آپ فرماتے ہیں میں ارض فارس سے دین حق کی تلاش میں نکلا جب میں ملک شام پہنچا میں نے وہاں کے لوگوں سے پوچھا اس وقت عیسائیت میں سب سے بڑا شخص کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کینسہ کا اسقف (عیسائیوں کا مذہبی رہنما) اس وقت سب سے زیادہ نیک اور معتبر ہستی ہے۔

اسقف کے پاس جا کر میں نے اسے کہا میں تیرے دین میں دلچسپی رکھتا ہوں میری خواہش ہے کہ تیرے پاس رہ کر تیری خدمت کروں تجھ سے دین سیکھوں تیرے ساتھ نمازیں پڑھوں اس نے کہا آؤ پھر دیر کس بات کی ہے۔

وہ ایک برا اور گھٹیا شخص تھا لوگوں کو صدقہ کا حکم اور ترغیب دیتا لیکن خود بے عمل تھا۔ جب لوگ صدقہ کا مال اسے پیش کر جاتے کہ غریبوں میں تقسیم کردے وہ مال خود ذخیرہ کر لیتا اور مساکین کو ٹرخا دیتا اس طرح کرتے کرتے اس نے سونے اور چاندی کے سات مٹکے ذخیرہ کر لئے مجھے اس کام کی وجہ سے اس کے ساتھ دشمنی ہوگئی جب وہ مر گیا اس کے عقیدت مند اسے دفن کرنے کے لئے آئے میں نے

انہیں بتایا کہ یہ شخص انتہائی بخیل تھا انہوں نے پوچھا تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ میں نے انہیں سونے چاندی کے مٹکے دکھا دیئے قوم نے کہا ہم ایسے شخص کو دفن نہیں کریں گے۔ بلکہ اس کو سولی پر لٹکا کر پتھر مارنا شروع کر دیئے۔ پھر ایک اور شخص کو اس کا جانشین بنایا گیا۔

حضرت سلمان فارسی فرماتے ہیں میں نے اس سے بڑھ کر اس قوم میں کسی کو بہتر نہیں دیکھا وہ دنیا سے کنارہ کش اور آخرت میں رغبت رکھنے والا شخص تھا۔ بہت نمازیں پڑھتا اور اس کے رات دن ادب کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔ میں اسے ٹوٹ کر چاہنے لگا۔ جب اسکی وفات کا وقت قریب آیا میں نے عرض کیا میرے محترم مربی میں آپ سے بہت زیادہ محبت کرتا ہوں۔ اب آپکی وفات کا وقت آ گیا آپ بتائیں میں کس کے پاس جاؤں۔ اس نے کہا میرے بیٹے حالات بدل گئے ہیں لوگوں نے دین کی طرف توجہ چھوڑ دی ہے۔

میرے خیال میں موصل میں ایک آدمی ہے جو تمہاری رہنمائی کر سکتا ہے اس وقت اس سے بڑھ کر زیادہ پارسا اور کوئی نہیں تم جاؤ اور اس کی خدمت میں رہو۔ اپنے رہنما کی وفات کے بعد میں موصل میں اس شخص کے پاس چلا گیا میرے استاد کی رائے کے مطابق وہ شخص انتہائی نیک تھا۔ میں نے اسے اپنے استاد کی وصیت سے آگاہ کر کے اس کی خدمت میں رہنے کی گزارش کی جو کہ اس نے قبول کر لی وہ شخص بھی انتہائی پرہیز گار تھا۔ لیکن زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اس کا آخری وقت آ گیا میں نے اس سے پوچھا اب آپ مجھے کس کے پاس بھیجتے ہیں؟ اس نے کہا نصیبین میں ایک شخص ہے جس سے زیادہ مناسب آدمی اور کوئی نہیں میں اپنے استاد کی وفات کے بعد نصیبین چلا گیا۔

اس نیک انسان کو ساری صورت حال عرض کر دی اور اس کے پاس رہنے لگا۔ وہ شخص بھی میرے پہلے اساتذہ کی طرح انتہائی پرہیز گار تھا۔ لیکن تھوڑے عرصے بعد اس کا وقت رحیل بھی آ گیا میں نے پوچھا اب آپ اللہ کے حضور جا رہے ہیں مجھے فرمایئے میں کس کے پاس جاؤں۔ اس نے کہا مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ تمہیں کس کے پاس بھیجوں اس وقت عموریہ میں ایک شخص ہے جو اپنے دین پر سختی سے کار بند ہے تم اس کے پاس چلے جاؤ میں عموریہ والے شخص کے پاس چلا گیا اسے سارا ماجرا عرض کیا اور اس کی خدمت میں رہنے لگ گیا۔ یہاں تک کہ میرے پاس بہت ساری گائیں اور مال اکٹھا ہو گیا۔

ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہو گا کہ وہ شخص چل بسا۔ جب وہ قریب الموت تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ میں کس طرح پھرتے پھراتے تمہارے پاس پہنچا تھا اب تم جا رہے ہو؟ میں کہاں جاؤں؟ اس نے کہا اس وقت مجھے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جس کے پاس تمہیں بھیجوں۔ لیکن یہ زمانہ نبی آخر الزمان کی بعثت کا زمانہ ہے۔

وہ نبی دین ابراہیمی پر مبعوث ہوگا اس کا ظہور عرب میں ہوگا۔ دوحروں کے درمیان اس کی ہجرت گاہ ہوگی جس میں بکثرت کھجوروں کے باغات ہوں گے اس کی علامات بالکل واضح ہوں گی۔ وہ نبی ہدیہ قبول کر کے کھالے گا۔لیکن صدقہ نہیں کھائے گا۔اس کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ اگر تم ان کی خدمت میں پہنچ سکوتو ضرور چلے جاؤ۔

(۲) بخاری و مسلم نے حضرت ابن عباس سے روایت ذکر کی ہے۔آپ فرماتے ہیں مجھے یہ بات حضرت ابوسفیان بن حرب نے بتائی تھی۔

یہ اس دور کی بات ہے جب ہمارے اور حضور ﷺ کے درمیان دشمنی تھی۔ میں ملک شام گیا ہوا تھا۔حضور ﷺ نے ہرقل کو مکتوب مبارک ارسال کیا۔دحیہ کلبی بصری کے حاکم کے پاس یہ مکتوب لیکر گئے تا کہ ہرقل تک پہنچایا جاسکے ہرقل نے پوچھا کیا نبوت کا دعوی کرنے والے شخص کی قوم کا کوئی آدمی ہمارے ملک میں ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ مجھے قریش کے ایک گروہ کے ہمراہ بلایا گیا۔ ہرقل نے کہا جو شخص اس نبی کا قریبی رشتہ دار ہے۔ وہ میرے پاس آجائے میں اس کے قریب بیٹھ گیا۔ میرے ساتھی میرے پیچھے بیٹھے تھے۔ پھر اس نے ترجمان کو بلایا اور میرے ساتھیوں سے کہا میں اس شخص سے اس نبی کے بارے میں پوچھ رہا ہوں اگر یہ میرے ساتھ جھوٹ بولے تو تم اسے ٹوک دینا۔ابوسفیان کا بیان ہے اگر جھوٹ کی تہمت کا خطرہ نہ ہوتا تو میں ضرور جھوٹ بول دیتا۔ ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا: اس سے پوچھو اس نبی کا نسب کیسا ہے؟ میں نے کہا وہ ایک عظیم خاندان سے ہے۔اس نے پوچھا کیا اس کے آباؤاجداد میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہے؟ میں نے کہا نہیں، اس نے پوچھا کیا اس شخص نے تمہارے ساتھ اس سے پہلے کبھی جھوٹ بولا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ بادشاہ نے پوچھا کیا اعلی لوگ اسکی اتباع زیادہ کر رہے ہیں یا ادنی۔ میں نے کہا ادنی لوگ۔

اس نے کہا کیا ان کی تعداد گھٹ رہی ہے یا بڑھ رہی ہے میں نے کہا ان پر ایمان لانے والے روز بروز بڑھ رہے ہیں۔اس نے پوچھا اس کا دین قبول کرنے کے بعد کسی نے ناراض ہوکر اس کا ساتھ بھی چھوڑا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔

اس نے پوچھا کیا تم نے کبھی اس کے ساتھ جنگ کی ہے؟ اور اس کا نتیجہ کیا نکلا ہے؟

میں نے کہا جنگ ہوئی ہے کبھی ہمیں اور کبھی انہیں فتح ملی ہے اس نے کہا کیا اس شخص نے تمہارے ساتھ عہد شکنی بھی کی ہے؟ میں نے کہا ابھی تک نہیں اب ہمارا اور ان کا معاہدہ چل رہا ہے پتہ نہیں انجام کیا ہوتا ہے؟

ابوسفیان کا بیان ہے اس جملے کے علاوہ کسی اور جملے کا اضافہ میرے لئے ممکن ہی نہ تھا۔ ہرقل نے

اپنے ترجمان سے کہا اسے کہو میں نے اس نبی کے نسب کے بارے میں تم سے پوچھا تم نے جواب دیا کہ وہ اچھے نسب والے ہیں واقعی رسول اچھے خاندان والے ہوتے ہیں۔ میں نے تم سے پوچھا کیا ان کے خاندان میں کوئی بادشاہ گزرا ہے۔ تم نے جواب دیا ہے نہیں۔ اگر کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو میں خیال کرتا کہ شاید یہ شخص اپنے باپ دادا کی حکومت کا طلب گار ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔

میں نے پوچھا کیا امیر لوگ ان پر ایمان لا رہے ہیں یا غریب تو نے کہا غریب لوگ واقعی انبیاء درسل پر غریب ہی پہلے ایمان لاتے ہیں۔ میں نے پوچھا کیا اس شخص نے نبوت کے دعوی سے پہلے کبھی جھوٹ بولا ہے؟ تو نے کہا نہیں۔ میں نے جان لیا کہ جو شخص لوگوں کے ساتھ جھوٹ نہیں بولتا وہ خدا کے ساتھ بھی جھوٹ نہیں بولتا۔

میں نے تم سے پوچھا کیا ان کے دین سے کوئی مرتد بھی ہوا؟ تو نے کہا کوئی نہیں واقعی ایمان جب دل میں داخل ہوتا ہے۔ تو دل اس سے رونق پاتے ہیں۔

میں نے پوچھا کیا اہل ایمان بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں؟ تو نے کہا بڑھ رہے ہیں۔ ایمان کی خوبی ہی یہی ہے۔ میں نے جنگ کے بارے میں سوال کیا؟ تو نے کہا معاملہ برابر رہتا ہے۔ ایسا ہی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو آزماتا ہے بالآخر فتح بھی ان ہی کو نصیب ہوتی ہے۔

میں نے پوچھا کبھی انہوں نے عہد شکنی بھی کی ہے؟ تمہارا خیال ہے کہ نہیں۔ اللہ کے رسول واقعی عہد شکنی نہیں کرتے۔

میں نے تم سے پوچھا اس شخص سے پہلے بھی اس کے خاندان میں سے کسی نے اس طرح کا دعوی کیا ہے تمہارا جواب ہے کہ نہیں۔ میں سمجھ گیا کہ اگر کسی نے پہلے دعوی نبوت کیا ہوتا تو یہ کہا جا سکتا تھا کہ یہ آباؤاجداد کی نقل کر رہے ہیں۔

ہرقل نے پوچھا وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتا ہے۔ میں نے کہا وہ ہمیں نماز، زکوۃ، صلہ رحمی، اور پاک دامنی کا حکم دیتے ہیں۔ ہرقل نے کہا جو کچھ تم نے کہا ہے اگر واقعی یہ صحیح ہے تو وہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ مجھے معلوم ہوا تھا کہ ایک نبی آنے والا ہے لیکن میرا یہ گمان نہیں تھا کہ وہ آنے والا تم میں سے ہے اگر میں ان تک پہنچ سکتا تو ضرور حاضر ہو جاتا۔ اور اگر ان کے پاس ہوتا تو ان کے قدم مبارک دھوتا۔ ان کی حکومت میرے تخت تک پہنچے گی۔

پھر اس نے حضور ﷺ کا مکتوب مبارک دوبارہ پڑھا جب وہ خط پڑھ چکا اس کے دربار میں شور بلند ہونے لگا اس نے ہمیں جانے کی اجازت دے دی میں نے اپنے دوستوں سے کہا حلیمہ سعدیہ کے بیٹے کا معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ روم کا بادشاہ بھی اس سے ڈرتا ہے۔

(۷) قصص الانبیاء کے مؤلف شیخ عبدالوہاب النجار نے اٹلی کے متشرق ڈاکٹر کارلونلیو سے پوچھا کہ انجیل میں آنے والے لفظ بیرکلیتوس کا معنی کیا ہے۔ اس نے کہا قیسس (عیسائی علماء) کہتے ہیں اس کا معنی (المعزی) ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا میں قسیسوں سے نہیں بلکہ ڈاکٹر کارتونلینو سے پوچھ رہا ہوں۔ جس نے قدیم یونانی لغت پر مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

ڈاکٹر نے کہا قدیم یونانی زبان میں اس لفظ کا معنی ہے وہ شخص جس کی بہت زیادہ تعریف کی گئی ہو۔ آپ نے پوچھا کیا یہ عربی میں حمد سے اسم تفضیل احمد سے ملتا ہے اس نے کہا ہاں بالکل۔

قرآن کا فرمان ہے:

وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ (صف:6)

"اور میں خوشخبری دینے والا ہوں ایک ایسے رسول کی جو آئے گا میرے بعد اور اس کا نام (نامی) احمد ہوگا"۔

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

من قال رضیت الله ربا وبالاسلام دینا وبحمد ﷺ رسولا وجبت له الجنة۔ (ابو داؤد)

"جس نے یہ کلمہ پڑھا کہ میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے اللہ تعالیٰ کے رسول ہونے پر راضی ہوں اس کے لئے جنت لازم ہوگئی"۔

مؤلف کتاب نے اللہ تعالیٰ کے رب ہونے محمد ﷺ کے رسول ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر تین علیحدہ علیحدہ تالیفات کیں ہیں۔

اس کتاب کے آخر میں مؤلف فرمارہے ہیں کہ مبحث اول میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں آپ نے جو کچھ پڑھا یقیناً اس نے آپ کے دل کو مسرور کر دیا ہوگا اور ہر پڑھنے والے نے کہا ہوگا میں اللہ کے رب ہونے پر راضی ہوں۔

اب مبحث ثانی آپ کے ہاتھوں میں ہے اس میں رسول کونین ﷺ کے بارے میں پڑھ کر آپ کے ضمیر کو راحت نصیب ہوئی ہوگی اور آپ کی زبان پر ہوگا میں محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہوں۔ اسلام کے بارے میں بھی تیسری کتاب پیش کر چکے ہیں جس کے پڑھنے کے بعد انسان پکار اٹھتا ہے میں اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوں۔

اس طرح انسان اپنے رب العزت کی رضا اور جنت کا حقدار بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اور آپ کے انجام کا مالک ہے۔

(و)الحمد للہ رب العالمین۔والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین۔

اے مالک کون ومکان!

تیرے حبیب کریم رؤف ورحیم کی رسالت حقہ اور سیرت مبارکہ پر تالیف کی گئی اس عظیم کتاب کے ترجمے کی تکمیل پر تیرا بے حساب شکرواحسان ہے۔

اے بے کس نواز! اے بندہ پرور! اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرما۔

شہنشاہ دوعالم، ہادیٔ انس وجان، محبوب رب العالمین ﷺ جن کی بارگاہ ناز سے کائنات کا ذرہ ذرہ اپنے اپنے حصے کی خیرات پا رہا ہے۔

اسی بارگاہ ناز سے یہ عاجز ومسکین بندہ سچی محبت اور پختہ غلامی کے لئے عرض پرداز ہے۔

میرے قدردان نبی ﷺ اس نذرانہ محبت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمالیجئے۔

دنیا میں اپنے دین کی خدمت اور بروز حشر اپنی شفاعت سے بہرہ مند کیجئے۔

آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین ﷺ

محمد احمد رومی

مدرس دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف

۲۔جمادی الثانی ۱۴۲۶ھ

۹۔جولائی ۲۰۰۵ء

خوشخبری

مشہور و معروف محدث و مفسر حضرت امام حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

کا عظیم شاہکار

تفسیر ابن کثیر 4 جلد

جس کا جدید اور مکمل اردو ترجمہ ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف نے اپنے نامور فضلاء

مولانا محمد اکرم الازہری، مولانا محمد سعید الازہری اور

مولانا محمد الطاف حسین الازہری سے اپنی نگرانی میں کروایا ہے۔

چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہے۔ آج ہی طلب فرمائیں۔

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی۔ پاکستان

کتابِ رشد و ہدایت کی ہمہ گیر آفاقی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے

نور و سرور اور جذبہ حب رسول ﷺ پر مبنی آیات احکام کی مفصل وضاحت

اردو زبان میں پہلی مرتبہ

تفسیر احکام القرآن

مفسر قرآن، علامہ مفتی محمد جلال الدین قادری

آیات احکام کا مفصل لغوی و تفسیری حل امہات کتب تفسیر کی روشنی میں

مفسرین کی تصریحات کے مطابق پیش کیا گیا۔

اس لئے یہ کتاب طلباء، علماء، وکلاء، جج

اور عوام وخواص کے لئے قیمتی سرمایہ

آج ہی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی۔ پاکستان

1Z 75